میرے انجان مہربان

از قلم ایس مروہ مرزا

•••___بسم اللہ الرحمن الرحیم___•••

میری قسمت کو نئی راہ دیکھانے والے

میری قسمت میں محبت کا سفر ہے کہ نہیں

میرے انجان مہربان! یہ بتا دے مجھ کو

تیرے خوابوں میں کہیں میرا گزر ہے کہ نہیں

"" آپکو پتا ہے دائم، محبت کب ہمارے لیے مبارک ہوتی ہے؟___امم میرے خیال میں جب ہمیں کسی کی سچی دعا لگتی ہے، کیا آپکو علم ہے سچی دعا کہاں سے ملتی ہے____"

مسلسل کسی حسن سے لدی آپسرا کے شب دیز جیسے بال، ہلکی سرمئی سی رات کی فضا میں لدی ہوا سے مہکنے کے بعد سرمستی میں گم تھے۔

سامنے بادلوں کی اوٹ میں چھپا چاند بھی اس حسن والی سے لاج کھائے بار بار چھپ رہا تھا۔

"سچی دعا تمہیں میرے مکمل پاس آکر ملے گی، کسی اور ذی روح کی اتنی مجال اور سکت کہاں کے وہ دائم شہروز کے ہوتے ہوئے اسکی ماہی کو کوئی بھی دعا دے، اور میں نے تمہارے لیے تمہاری دعا کردی ہے۔ جلد محبت مبارک بھی ہوگی اور راس بھی"

گھمبیر سی چاشنی میں لپٹے گلابی مائیل مردانہ ہونٹوں سے یہ فقرے نکل کر ماہی کی سماعت کو چوم رہے تھے۔

اسکی گال پر پڑتا ڈنپل جو صرف دائم کی گہری دل سے اٹھتی مسکان پر ہی نمودار ہوتا تھا، آفت تھا۔

ھائے ماہی کی سب سے بڑی کمزوری تھا، کتنی پیاری ہنسی تھی اس گہری سرمئی آنکھوں والی کی جس پر اک شیر جوان مرد ہار گیا تھا،وہ آج اسکی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ چلا چلا کر اس پوری کائنات کو بتائے کہ ماہی صرف اسکی ہے۔

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسکی مقدس پیشانی اور مبارک آنکھوں کو چوم کر عہد جنون کا آغاز چاہتا تھا۔

کسی دلربائی غضب کو اوڑھ کر رمانی رنگ میں نہائے وہ نسوانی نازک ہونٹ جن پر دائم کی بات سن کر اور محبت کی نرمی محسوس کر کے دلفریب مسکان سج گئی۔

منظر نے کہا کہ تھم جا، تھم جا کہ یہ آنکھیں کسی درویش کی ہیں۔

کسی عشق کی اونچی مسند پر فائز دیوانی کی، سیاہ نشینی کچھ انکا مقدر تھی اور کچھ وہ پگلی بھر بھر کر سیاہی انڈیل لیتی تھی۔

"میرے دل کے واحد قرار، میری خزاں رسیدہ ذات کی اکلوتی بہار۔۔۔ خدارا اس عہد کو بھول مت جائیے گا جو آج آپ نے اپنی ماہی سے کیا ہے، محبت اور فرض کے

بیچ میں نے محبت چنی اور آپ پر ابدی اعتبار کر لیا ہے، میں منتظر ہوں کہ آپ جلد اپنی ماہی کو اپنے شایان شان عزت اور مقام بخشیں" چھوٹے سے صحن میں لگے رنگ برنگے پھولوں کا جان فزا عطر خوشبو کی طرح ماہی اور دائم کے وجود کو حصارے ہوئے تھا، روبرو کھڑا جان قلب جی جان سے مسکرایا تھا۔

"تم جیو سرمئی آنکھوں والی، وعدہ کرتا ہوں کہ یہ دنیا، یہ ظالم زمانہ بھی میرے اور تمہارے بیچ آن ٹھہرا تو میرے دل کی صدائیں تم تک ہر بندش توڑ کر پہنچیں گی، تم یاد رکھنا کہ تم پر اس دنیا میں صرف ایک شخص مہربان ہے، دائم شہروز" وہ اپنی آنکھیں آسودگی سے موندھ کر ماہی کو اپنا رہنے کی تاکید کر رہا تھا، وہ تو دل و جان سے راضی تھی۔

"مجھے آپ پر یقین ہے دائم" سامنے کمال کا بھروسہ جگمگایا، زندگی سے بھری آنکھیں اور مسکراہٹ دائم شہروز کی پہلی اور آخری آسانی تھیں۔

وہ ملاقات کا سحر گھر تک لائی تھی، خود پر اوڑھی چادر ہٹا کر اس نے آج اپنے حسن کی سر فرازی کو ستائشی انداز میں سراہا۔

ماہی نے اپنے آپ کو اپنے لباس کو ستائشی نگاہ سے

آئینے میں دیکھا جو خاص نگینوں اور یاقوتی موتیوں سے سجا تھا، وہ ایک چھوٹی سی فراک تھی جس کے سنگ چوری دار پاجامہ اور آنچل پر دو دو انگلیاں پھر سے ویسے موتی جڑھے تھے جن میں ایک لائن سفید چمکتے ہوئے اور دوسرے رمانئ تھے۔

وہ اسکے سہاگ کا جوڑا تھا، جسے اس نے اب اپنے وجود سے ہٹا کر اس ظالم سماج سے چھپانا تھا، اور ایسا چھپایا کہ اسکو دیمک کھا گئی۔

یک لخت سائیں سائیں کی آواز گونجی اور گہرا دلخراش سناٹا پھٹ کر پھیلا اور ان دونوں کی زندگی میں اک نہ ختم ہونے والا اندھیرا کر گیا۔

خیال سے کسی بد نما ناہنجار حقیقت نے منعام جہانگیر کو واپس ظالم دنیا میں پٹخ دیا تھا، دل درد سے پھٹ رہا تھا۔

جھرمٹ کی صورت کھینچے لوگوں نے دل کھول کر آہ وبکا کی تھی، اس حادثے کی گونج دیکھنے والے کہتے ہیں دور دور تک سنائی دی تھی اور آگ کا اک دیو ہیکل شعلہ فلک بوس کی دیواروں سے ٹکرایا تھا، محبت میں امتحان کا وقت شروع ہوا چاہتا تھا۔

کیونکہ

"یہ عشق نہیں آساں، بس اتنا سمجھ لیجیے

اک آگ کا دریا ہے،،،،،،،،، اور ڈوب کے جانا ہے"

کچھ وقت پہلے تک سب بہت خوبصورت تھا، مگر اس خوبصورتی کو کالی نظر کھا گئی، بدنما جلن چاٹ گئی اور کسی بے بس سے دیوانے کو یہ کائنات دیکھتے ہی دیکھتے اپنے اندر نگل گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دو ہفتے پہلے ___ ماضی

موسم بہار کی آمد آمد تھی اور منعام جہانگیر کے سنہرے دل آفزاء روپ کی طرح اسکا یہ چھوٹا سا گھر بھی جا بجا سنہرے کھلتے گلابوں سے جگمگا رہا تھا۔

شہر ملتان کے ایک چھوٹے سے محلے محمد آباد میں رہائش پذیر جہانگیر فلک پیشے کے اعتبار سے ماہر درزی تھے، ساری عمر عزت کی کم مگر حلال روزی کمانے کے بعد اب اپنی دکان اپنے شاگرد خاص کے حوالے کر کے خود گھر میں طبیبوں کی ہدایت پر آرام جیسے ناگزیر حکم کے پابند تھے۔

اچھے وقتوں کی دکان اور ایماندار شاگرد کی بدولت وہ ہر ماہ جہانگیر صاحب کو اتنے پیسے بھیج دیتا تھا جس سے یہ دونوں باپ بیٹی سکھ کی سانس کے ساتھ دو وقت کی بہترین روٹی کھا لیتے تھے۔

جہانگیر فلک نے نہ صرف اپنی سفید پوشی کا تمام عمر بھرم رکھا تھا بلکے اکلوتی اور عزیز جگر کے گوشے کی مانند بیٹی کو بھی عزت اور احترام کے ساتھ پالا تھا۔

وہ بچپن سے بہت سمجھدار اور قابل تھی، سکول تک اسکی فیس گورنمنٹ سکول میں جانے کے باعث اور ماسٹر جہانگیر کے عزت دار نام کے سنگ ختم کر دی گئی جسکی وجہ نے منعام کو پرورش کے ساتھ تعلیم کی بھی اچھی سہولت ملی۔

میٹرک میں اچھے اعلی نمبروں سے پاس ہوتے ہی اسکا وظیفہ مقرر ہو گیا تھا جسکے باعث سکول کے بعد کالج کی ساری تعلیم ماہی اپنے بل بوتے پر حاصل کر رہی تھی اور یہ وہ آسانی تھی جو جہانگیر فلک کے دل کو آسودہ رکھتی تھی۔

ملتان کالج آف کامرس میں ماہی چودھویں کی ہونہار طالبہ تھی۔

سکول کے بعد کالج کی فیس اور اخراجات کے لیے ماہی خود ایک آکیڈمی میں نویں اور دسویں کے بچوں کو پڑھالیا کرتی تھی اور اسطرح دونوں کی زندگی قدرے آسانی سے گزر رہی تھی۔

مگر پچھلے کچھ ماہ سے بابا کی بگھڑتی طبعیت ماہی کے ذہن و دل کو بہت پریشان رکھتی تھی، وہ چاہ کر بھی بابا سے کچھ نہیں کہہ پاتی تھی۔

جہانگیر عارضہ قلب میں مبتلا انسان تھے اور ماہی کے لیے اس دنیا میں چھاوں اور آرام کا ذریعہ تھے۔

"بابا جان آپ کی طبعیت کیوں بار بار ناساز ہو رہی ہے، کیوں اپنی ماہی کا دل دہلاتے ہیں۔ یہاں دیکھیں اب اگر آپکو اتنا سا بخار بھی ہوا تو رو دوں گی پھر چپ کرواتے رہیے گا" مسلسل سرخ گوشوں والی آنکھیں معصومیت سے رگڑتی ہوئی ماہی بابا کے شفیق چہرے پر نگاہیں جمائے انکے ضعیف ہاتھ پر بوسہ دیتی شکائیت آنکھوں میں سجائے بولی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح جی جان سے مسکرائے تھے۔

انگلیوں کو جوڑ کر ماہی کے 'اتنے بخار' پر ہی مسکراہٹ انکے چہرے پر سجی مگر وہ اس وقت سخت خفا بلکل بھی رونا چھوڑنے پر ہر گز راضی نہ تھی۔

"میرے بچے یہ صحت میرے بس میں تھوڑی ہے، بہت کوشش کرتا ہوں مگر ناکامی سی ہو جاتی ہے۔ تم یوں رو دو گی تو تمہارے پہلے سے ہلکان بابا مزید بیمار ہو جائیں گے"

جہانگیر صاحب سے خود ماہی کی حالت کہاں دیکھی جاتی تھی، ایک کانٹا تک انہوں نے جس بیٹی کو چبھنے نہیں دینا تھا آج وہ ایک طرح مشین سی بن کر رہ گئی تھی۔

صبح کالج اور کالج سے گھر سارے کام کرنا اور پھر آکیڈمی چلے جانا، بابا کا دھیان بھی رکھنا مگر بابا کی گرتی صحت اسکی ہمت بھی توڑ رہی تھی۔

"کوئی نہیں، آپ ہر بار ایسے ہی کہتے ہیں۔ بابا یہ تو سوچیں کے آپکی ماہی کا آپ کے سوا ہے کون" یہ بات ماہی نے بابا سے تو کر دی مگر اسکا دل جانتا تھا کہ پیارے بابا کے سوا کوئی اور بھی ہے جو منعام جہانگیر کے دل کی دھڑکن ہے۔

یوں لگا تڑپتا ہوا ماہی کا دل ان سنی سی ڈھارس سے پرسکون ہوا تھا، مگر پھر یک لخت اسکے چہرے پر ویرانی سمٹ آئی۔

دائم کا ذکر وہ بابا سے کبھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ بابا کے بقول وہ صرف اپنے رانجھن عالم معراج خان کی ہے۔

یہ وہ پھانس تھی جو ماہی کے دل کا بہت بڑا درد تھی تبھی وہ ہر وقت خود سے اپنے دل و دماغ سے لڑتی رہتی تھی۔

یہ تو خود ماہی بھی جانتی تھی کہ اسکے بابا اسکے لیے اب کسی کم پر راضی نہیں ہوں گے۔

وہ ماہی کو اپنے جیسے کسی مفلس کے ہاتھ دینے پر جتنے اس وقت نرم تھے، اتنے اُس وقت برہم ہو جاتے تھے۔

انہوں نے ماہی کو بہت پہلے اپنے بہت امیر و کبیر دوست مقصود خان کے غائبانہ بیٹے کے لیے پابند کر دیا تھا مگر ماہی خود تو پابند ہوئی مگر اپنے دل کو بغاوت سے نہ روک پائی۔

دل ہار بیٹھی، اپنے دیوانے کے آگے۔

وہ مرد جاہ کالج آف کامرس ملتان کا انگلش پروفیسر تھا مگر منعام جہانگیر پر پہلی ہی نظر میں ہار گیا تھا۔

مگر وہ بھی دل و جان سے ماہی کی طرح بے بس اور حالات کی زد میں آیا اک ہوا کا جھونکا ہی تھا۔

اپنوں نے اسے لوٹ لوٹ کر فقیر کر دیا تھا، بہت بڑا فقیر۔

"اچھا میں وعدہ کرتا ہوں اپنا خیال رکھوں گا، جاو تم کالج جاو" بظاہر تو بابا نے اس کھوئی پری کو مطمئین کر کے بھیج دیا مگر بے دلی سے ہی وہ سر ہلائے پہلے تو بابا جان کے سینے پر سر رکھے پیار لیے کچھ پر سکون ہوئی اور پھر بابا کا ناشتہ بنا کر انکو دیتی خود بھی کالج کے لیے تیار ہونے کمرے کی سمت بڑھ گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

بلیک پینٹ اور ہلکی آسمانی شرٹ کے گریبان میں ٹائی کو بہت جنجھلاہٹ میں ڈالتے ہوئے دائم کے چہرے پر تھوڑی فکر اڈی صاف دیکھائی دے رہی تھی۔

آئینے میں اک مدت ہوگئی تھی اس نے اپنی حسین اور وجیہہ صورت اور قد آور سراپا دیکھنا چھوڑ دیا تھا، کوئی نہیں کہہ سکتا تھا ڈیرھ لاکھ کمانے والا، کئی اراضی کا اکلوتا وارث آج اس خستہ حال کو بھی پہنچنے والا تھا۔

آج یہ وقت تھا کہ دائم شہروز خود تو اسیری کاٹ ہی رہا تھا مگر اسکی سانسیں بھی غلام تھیں۔

دو خود غرض اور بے حس اپنوں کی بے رحمی جھیلتے جھیلتے وہ اپنی دلربا جوانی میں پہنچ کر بھی تھکا ہارا اور بے بس تھا۔

یہ بے بسی ممکن تھا ڈپریشن بن کر اسکی جان لے لیتی اگر اسکی زندگی میں منعام جہانگیر جیسی آسانی نہ ہوتی۔

کالج میں سرسری سامنا جہاں دونوں کے دل بے ہنگم کر گیا وہیں دونوں حالات سے مجبور ایک ہی آکیڈمی میں جاب کرتے تھے۔

سہی کہتے ہیں اوپر سے مضبوط اعصاب والے اندر سے کتنے شکستہ ہوتے ہیں یہ تبھی معلوم ہوتا ہے جب ہمارا واسطہ کسی ایک ٹوٹے انسان سے پڑتا ہے۔

بلکل ماہی اور دائم کی طرح جن دو کو انکی مجبوریوں، انکے بے رحم حالات نے ایک دوسرے کے دل اور جان میں حلول کر دیا تھا۔

انتیس سالا دل کا مہربان، اپنے آستین کے سانپ جیسے سوتیلے باپ پر بھی اپنا سب وار کر بھی اف تک نہیں کرتا تھا۔

اپنی درد دیتی سوچوں سے وہ اک سوہان روح دھاڑ پر مڑا، سامنے منہ پر آگ جلائے کھڑا اسکا نوابی سوتیلا بھائی حسنین منصور کھڑا اسے جلا دیتے انداز میں کاٹ کھانے کی طرح دیکھ رہا تھا۔

"واقعی، سوتیلے ہیں آپ ثابت کر دیا" حسنین کی اس لرزاں خیز بات نے دائم کی رہی سہی چلتی کائنات بھی روک دی اور وہ شکستہ سا اپنے عزیز جان بھائی کے منہ سے ایسی سفاک بات سن کر دل سے زخمی ہوا۔

"سوتیلا نہیں ہوں، سنا تم نے۔ آج کے بعد تمہاری زبان پر یہ گندا لفظ آیا تو بہت برا ہو گا۔ کیا تم نہیں جانتے میری جان ہو تم۔ ہو سکے تو دوبارہ مجھے ایسی تکلیف سے مت گزارنا، سمجھ آ رہی ہے" وہ آنکھیں جو کسی درویش کی تھیں، اس ظلم پر آب آب دہک اٹھیں۔

ایسی آتش جسے اسکے دل پر گرتے آنسو بھی بجھا نہ پائے، اپنے چہرے کی ہر مہربان لہر پر تکلیف کا سایہ اوڑھے ہوئے وہ دل سے دکھی تھا۔

اسکے سامنے کھڑا وہ ہٹ دھرم اکڑا، اور اپنی ضد پر اٹل ہوا لڑکا اسے حقارت سے گھور رہا تھا۔

کمرے سے باہر تک لاونج میں دائم کی اس پست مگر اخیر دلخراش وارننگ سے سائیں سائیں ہونے لگی، کمرے سے کچھ پرے کوئی استہزایہ نگاہ ان دو بھائیوں کے بیچ آگ لگا کر جشن میں جگمگا رہی تھی۔

"سوتیلے ہی ہیں آپ، کیا ہی کیا ہے آپ نے میرے لیے۔ یہ زندگی تو آپکے احسان کے بنا بھی مجھے با آسانی مل سکتی ہے۔ کالج کے اتنے بڑے پروفیسر ہو کر آپ مجھے یعنی حسنین منصور کو ٹکے ٹکے کی چیزوں کے لیے ترسائیں گے۔ واہ و آہ کیا سگا پن ہے"

بڑے بھائی کی آنکھوں میں جلتی لہر کو چنداں اہمیت نہ دیتا وہ خودسر اور باغی اس سے زیادہ باآواز بلند چلایا تھا، دائم کے دل کے یہ کم عقل ایک لمحے میں ہزاروں ٹکڑے کر چکا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ میری تربیت ہے، تم کیسے اتنے زہریلے ہو سکتے ہو۔ اپنی آنکھیں کھولو، میرا سب کچھ تمہارا ہے۔ یہاں تک کہ یہ جان بھی، کچھ وقت مانگا تھا میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا" دائم کا لہجہ تاسف سے بھیگ کر بھی کچھ برہم ہوا اور حسنین نے اسے یوں دیکھا جیسے آنکھوں میں پلتی نفرت سے دائم شہزور کو بھسم کر دینا چاہتا ہو۔

"ھاھا وہی بہانے، سچ تو یہ ہے کہ آپ نے نہ کبھی بابا کو اپنا سمجھا نہ مجھے اپنا بھائی۔ اپنے آپ کو آپ نجانے کونسی توپ سمجھتے ہیں، پیسے کا غرور آگیا ہے آپکو اور ظاہر ہے اس غرور میں آپکو ہم سوتیلے کہاں دیکھائی دیں گے" حسنین مسلسل دائم کا ضبط آزما کر لفظوں کا زہر اس پر انڈیل رہا تھا جو کرب کے دہانے پر کھڑا خود کو مسمار ہو جانے سے روکے ہوئے تھے۔

پہلے تو یہی باپ دائم شہزور سے اسکی رہی سہی جائیداد اپنے نام لگوا کر عیاشی اور جوا پینے میں برباد کر چکا تھا اور اب جب دائم کی طرف سے کمی آجاتی تو باپ اپنے اس سگے مہرے کو زہریلا کر کے سوتیلا ثابت کرنے میں ایک لمحہ نہ لگاتا تھا۔

ڈیڑھ لاکھ اسکی سیلری تھی جس میں وہ ہر مہینے اسی ہزار ہارون منصور کی ہتھیلی پر رکھتا تھا اور ان دو کو پالتا بھی تھا۔

جائیداد کا رہا سہا سہارہ چھن جانے کے بعد دائم کے پاس کوئی سہولت نہیں بچی تھی، باقی کے ستر ہر ماہ بچانے کے باوجود لگ جاتے تھے۔

اوپر سے حسنین کی بڑھتی خودسری اور بڑھتی فرمائشیں اب دائم کو اپنا آپ بھی بیچنے پر اکسا رہی تھیں۔

ان دونوں سوتیلوں کو پالتے پالتے دائم شہروز کا اپنا ماں کی آخری نشانی والا بنگلا نما گھر تک بک گیا، اور اب یہ حالات تھے کہ وہ ایک چھوٹے سے تین کمروں والے گھر میں آ چکے تھے۔

سارا دن وہ مشین بنا کام کرتا تھا مگر پھر بھی راحت کا ایک پل اسکے نصیب میں نہ تھا۔

یہاں تک کے کالج کے بعد اس نے اپنے اور ماہی کے بہتر مستقبل کے لیے آکیڈمی تک جوائن کر لی تھی، مگر حالات تھے کہ بدستور دلدل میں دھنسا رہے تھے۔

"اتنی تکلیف مت دو، یہ تم بھی جانتے ہو کہ دائم شہزور کا بس چلے تو تم دونوں کے لیے اپنا آپ بیچ دے۔ تھوڑا ہاتھ تنگ ہے ورنہ میں تمہیں تمہاری گاڑی ایک بار میں لے دیتا" دائم نے اب کی بار تھوڑی عاجزی اور نرمی سے اپنے برابر پہنچتے مگر عقل

سے پیدل نوابی بھائی کا چہرہ تھامے درخواست کی جس پر وہ نخوت پن اور حقارت سے اسکے ہاتھ جھٹک چکا تھا۔

"میری دفعہ ہاتھ تنگ ہے، بھاڑ میں گئی کار۔ آج کے بعد آپ سے کچھ نہیں چاہیے" پوری ڈھٹائی سے وہ وار ننگ دیتے انداز میں کہہ کر کمرے سے نکلتے ہی گھر کے بیرونی دروازے کی سمت لپکا اور باقاعدہ دروازہ پٹخا جس پر ناصرف دائم نے کرب سے پیشانی مسلی ساتھ ساتھ سامنے آکر تن کر کھڑے ہارون منصور کو دیکھ کر جبڑے بھینچے جو دائم کو بادشاہ سے فقیر بنا کر دلی فرحت محسوس کر رہا تھا۔

"آپ کیوں اس کے ذہن میں میرے لیے زہر بھر رہے ہیں، ایسی کیا خطا ہوئی ہے مجھ سے بابا۔ آج تک جو بھی میرے پاس تھا سب آپکو دیا، دیتا ہوں۔ مجھے بتائیں آخر میں مر جاوں تو چین آئے گا؟" یہ سامنے کھڑا شخص اسکی بے بسی کا تماشا دیکھ رہا تھا، گہرے بھورے بھوسکی کے عمدہ لباس میں ملبوس لگ بھگ پچاس سالا یہ شخص دائم کو ہر ظلم کے باوجود صرف اس لیے عزیز تھا کہ وہ اسکی ماں کی محبت تھا۔

اور اسی محبت میں وہ مرتے وقت ان دو خود غرضوں کی کفالت کا ذمہ ہلکان اور نڈھال سے دائم شہروز پر ڈال گئیں تھیں۔

ایک ایسی ذمہ داری جس نے دائم کی رگیں خون سے خالی کر دیں تھیں، خوبرو اور حسین سا دل والا، مہربان سا دائم زندگی جی کم گھسیٹ زیادہ رہا تھا۔

"خوب ہے بھئی، یعنی مر کر ہم دو کی ذمہ داری سے آسان فرار چاہتے ہو۔ مرنے تو نہیں دوں گا تمہیں، بس ہمیں آسائش والی زندگی واپس دو تاکہ ہماری شکایات دور ہوں۔ اس چھوٹے گھر میں میرا دم گھٹتا ہے۔ اور ہاں یہ جو آجکل تمہارے دل میں محبت نامی خرافات اٹھ رہی ہیں ان سے پہلی فرصت میں توبہ کرو، یاد رکھنا دائم شہروز صاحب! موت موت کرنے والے مجبور اور اکتائے انسان کو حقیقی موت دینا ہارون منصور خوب جانتا ہے" ان لوگوں کی بے رحمی پر بھی دائم کا مہربان دل آج تک قائم تھا حیرت تھی، وہ اس ٹارچر میں ساری زندگی رہا تھا اور اب تو یہ اسکی دردناک زندگی کا حصہ تھا۔

وہ شخص سب چھین کر بھی آزردگی اوڑھے دائم سے اسکی زندگی تک چھین لینا چاہتا تھا، دائم کی آنکھوں کے گوشے تو گلابی پن چھوڑتے ہی بہت کم تھے۔

"وہ میری واحد آسانی ہے بابا، خدا کے لیے مجھے اس سے دور ہونے کا یہ سوہان روح حکم مت سنائیں" دائم کی آنکھوں میں برداشت سے باہر اس حکم پر نمی تھی اور ہارون کے چہرے پر ویسا تاثر تھا جیسے میدان جنگ میں دشمن کے سپاہیوں کو ٹھڈے مارنے والوں کے چہروں پر ہوا کرتا ہے۔

"میں نے یہ حکم بہت پہلے کر دیا تھا دائم، یاد رکھنا تمہاری زندگی کسی آسانی کو نہیں پائے گی۔ میں اپنی سونے کے انڈے دینے والی مرغی، او سوری مرغا اس لڑکی کو دے دوں تاکہ وہ تمہیں ہم سے چھین لے اور ہم دو مسکین مرکھپ جائیں۔ نا بچے نا، تم ایسا سوچنا بھی مت ورنہ تم نے مجھے باپ اور سوتیلے بابا کے روپ میں تو دیکھا ہے اسکے بعد درندہ بنتے دیکھو گے" دائم کی کسی ضبط کی تکلیف کا اثر ان پتھر دلوں پر نہیں ہوتا تھا، وہ اسے درد میں جلتا چھوڑ کر تفاخر سے گردن اکڑا کر واپس اندر بڑھ چکا

تھا اور دائم کو لگا اسکی سانس بند سی ہو رہی ہے، وہ اپنے آپ سے بچھڑ جانا قبول کر سکتا تھا مگر اپنی ماہی سے ہر گز نہیں۔

یہ درندے اس پیارے سے انسان کو بہت تکلیف دیتے تھے اور وہ تبھی یہ دکھ پی جاتا تھا کیونکہ اسکے پاس اسکی ماہی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"دن بدن اسکی رگوں سے جان سرکتی جا رہی ہے اور میں ک۔۔۔کچھ بھی نہیں کر پا رہا، یا اللہ میرے عالم کو زندگی دیں۔ میرے مولا میرے بچے کو زندگی دے"

ہوسپٹل کے خالی کوریڈور میں آئی سی یو روم کے باہر بیٹھا وہ شخص کرب سے اور رنج سے بکھرا ہوا تھا، آسٹریلیا کے اتنے بڑے ملک کا کوئی ہوسپٹل اس انسان نے نہیں چھوڑا تھا جہاں جا کر انہوں نے اپنے جان ہارتے سپوت کی زندگی کے لیے کوشش نہ کی ہو۔

"ہمت رکھو مقصود خان، تم خود اتنے بڑے سرجن ہو کر یوں حوصلہ ہار جاوگے تو اس زندگی اور موت کی جنگ لڑنے والے کو کون سہارا دے گا" انکے ساتھی ڈاکٹر زبیر انکے کندھے پر دست تسلی رکھتے ہوئے خود بھی دوست کی بکھری اور ٹوٹی حالت پر افسردہ تھے، مقصود خان نے سینے پر بھاری درد دیتی سانس خارج کیے سر کو جبرا اثبات میں ہلا کر ہتھیلیوں سے اپنا بھیگا ہارا چہرہ خشک کیا۔

"میں طبیب جو اللہ کے فضل سے کئی زندگیاں بچانے کا وسیلہ بنا، کتنا دردناک معاملہ ہے کہ اپنے مرتے ہوئے بچے کے لیے کچھ نہیں کر پارہا۔ یار وہ میرا دل ہے، میری جان ہے۔ اور مجھ بوڑھے میں اسکی تکلیفیں دیکھنے کی ہمت سر توڑ کوشش کے باوجود بھی نہیں پیدا ہوتی" زندگی سے ہارے ہوئے عالم معراج خان کے آغا جان نڈھال و بے جان تھے۔

لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی لعرزش نے زبیر صاحب تک کو رنجیدہ کیا اور وہ محض انکے کاندھے پر ہاتھ کی مضبوط پکڑ ہی کر پائے۔

...

"ان شاءاللہ وہ اپنی بیماری سے لڑ لے گا، اس کے لیے سڈنی کے بیسٹ ڈاکٹرز کی ٹیم آ رہی ہے۔ تم خود کو سنبھالو، عیشہ کا سوچو۔ ابھی اس سے یہ سب چھپا تو رہے ہو پر اس پگلی کی بھی عالم میں جان ہے۔ تمہیں مضبوط ہونا ہو گا مقصود، میرے یار یہ وقت کٹھن سہی پر کاٹنا ممکن نہیں۔ وہ اللہ کو بہت پیارا ہے، تبھی تو اللہ اسے آزما رہا ہے۔ یقین رکھو یہ آزمائش جلد آسانی بنے گی" مقصود کیا بتاتے کہ اس وقت وہ عالم کی بگھڑتی طبعیت کا خود تک کو بتانے سے ڈرتے ہیں۔

کیسے بتا دیں سبکو کہ عالم موت کے دہانے پر ہے، یوں تو اس سے اسکی ماہی کو لے لیا جائے گا۔

سب سے بڑا دکھ تو یہی تھا، وہ ماہی کو بچپن سے پسند کرتا تھا۔

جوانی میں قدم رکھتے ہی اس پیارے سے تکلیف کے مارے کے چہرے پر ماہی کے نام سے جو روشنی پھوٹتی تھی، آج مقصود اسے یاد کر کے بہت رونا چاہتے تھے۔

زبیر مسلسل خاموش، چپ چاپ سلگتے یار کو چپ چاپ سی تسلی دیے وہاں سے گئے تو دوسری سمت کچھ دور پڑا مقصود صاحب کا فون، 'عیشو' کے نام سے چمکا تھا۔

خیر سے وہ ہوسٹل تھی اور اسکا وہاں آخری سال تھا، شاید اسی وجہ سے مقصود صاحب اس سے عالم کی طبعیت کا چھپانے میں کامیاب ہوئے تھے مگر وہ دن میں دس بار کال کر کے بھیا کی خیریت پوچھنا نہیں بھولتی تھی۔

"میرا بچہ کیسا ہے" خود کو مضبوط کیے وہ بمشکل چہرے پر مسکان لاتے بولے اور دوسری سمت وہ چھوٹی سی عالم کی ہی ہم شکل بہت نازک سی پری آغا جان کی آواز پر اپنی بکس ہوسٹل کیفے میں رکھتی خود بھی ساتھ جا بیٹھی۔

"میں فٹ، فائن شائن اور ایک دم شرارتی۔ میرے آغا جان میرے بھیا جانو کیسے ہیں۔ مس یو انا سارا، اکیلے اکیلے آسٹریلیا چلے گئے ناٹ فیئر، اور تو اور مسٹر عالم صاحب کو دو دن سے سو بار کال کی پر لگتا ہے اتنے بزی کے عیشو کی یاد تو دور اسکا خیال تک نہیں آیا" عیشہ کی شرارت اور زندگی سے بھری آواز کو وہ درد میں مبتلا سوچ کر

ہی کانپ اٹھے تھے، پچھلے دو دن سے عالم کا فون انہی کے پاس تھا اور وہ کیا بتاتے کہ اسکے بھیا جانو کو اس وقت اپنا بھی کوئی ہوش نہیں۔

ضبط کے باعث مقصود صاحب کی آنکھیں سرخ ہوئیں مگر عیشہ کو وہ پریشان نہیں کر سکتے تھے۔

وہ وہاں ملتان میں ہی ایک نجی ہوسٹل میں رہتی تھی اور ہوسٹل کا آپشن بھی عالم نے ہی اسکے لیے چنا تھا، وہ جب بھی بیمار ہوتا تو وہ لڑکی رو رو کر آدھی ہو جاتی تھی جسکی وجہ سے خود عالم نے اسے ہوسٹل کے بہت سے فائدے بتا کر قائل کیا تھا۔

محترمہ ابھی میٹرک میں داخل ہوئیں تھیں اور اس سال کے بعد اس نے پہلے ہی آغا جان اور عالم بھیا کو کہہ رکھا تھا کہ وہ واپس آجائے گی۔

"جی میرے بچے بھیا جانو بزی ہیں اور ایک میٹنگ کے سلسلے میں اسے سڈنی جانا پڑھ گیا تھا، وہاں تو ممکن ہے اسکے پاس ایک لمحہ نہ ہو۔ تم فکر مت کرو ایک دو ہفتے تک ان شاء اللہ واپسی ہو گی پھر ویک اینڈ پر خوب مستی کریں گے"

مقصود صاحب بہت مجبور تھے کہ انھیں جھوٹ بولنا پڑھ رہا تھا، اگر انکے اس جھوٹ سے عیشہ دکھ سے وقتی دور رہ سکتی تھی تو یہ انھیں قبول تھا۔

وہ بھی مطمئین ہو گئی تھی، اس تک تو بھنک بھی نہیں پہنچی تھی کہ اسکے عزیز اور جان سے قیمتی بھائی پر زندگی تنگ ہو گئی ہے۔

"جی ان شاء اللہ آغا جان، آپ کی ان سے بات ہو تو کہہ دیجئے گا عیشو انکو بہت مس کر رہی ہے اور یہ بھی کہیے گا کہ وہ عیشو کی جان ہیں۔ چلیں رکھتی ہوں" اس سے زیادہ بات خود مقصود نہ کر سکتے تھے یہ تو اچھا ہوا خود عیشہ نے فون رکھ دیا کیونکہ اسکی ٹیوشن کا وقت تھا۔

فون بند کر کے دوبارہ پاس رکھتے مقصود صاحب پھر سے کربناک ہو چکے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

پوری کلاس کے دوران ماہی کی ساری توجہ دائم کی گلابی گوشوں والی آنکھوں کی سمت تھی، اس ظالم دنیا میں وہ واحد اسے سمجھتی تھی۔

وہ اپنے دل کا سارا کرب ماہی سے کہتا تھا، مجبور بھی کوئی اتنا مجبور نہ ہو جتنا دائم شہروز تھا۔

آج تو حبا نے بھی دائم سر کے لہجے میں ان کہی اداسی بھانپ لی تھی اور وہ جانتی تھی کہ دائم آج ڈسٹرب ہے۔ حبا اور ماہی دونوں سہیلیاں تھیں مگر ایک دوسرے کی ہمدرد اور راز دان بھی تھیں۔

ماہی اور دائم کی محبت کے لیے اس دنیا میں جو سب سے زیادہ دعا گو تھی وہ حبا ہی تھی۔

کلاس کے بعد ماہی نے دوسری کلاس چھوڑ دی تھی اور وہ حبا کے ساتھ کچھ کتابیں لینے کے بہانے کالج سے کچھ دور ریسٹورنٹ آئی اور دائم کو اس نے ساتھ ہی آنے کا میسج کر دیا تھا۔

حبا نے واقعی کچھ کتابیں لینی تھیں جسکی وجہ سے وہ دائم کے آتے ہی پانچ منٹ بعد واپسی کا کہتی وہاں سے نکل گئی۔

آسمانی شرٹ اور گہری سیاہ پینٹ، چہرے پر مکمل سنجیدگی سجائے وہ ماہی کی نرم نگاہوں کا سایہ کچھ وقت خود پر محسوس کرتا تھک ہار کر چپ توڑنے کو ایک بے ربط سانس لیے اسکی سمت متوجہ ہوا جو اسے سماعت کے بجائے دل سے سنتی تھی۔

"ماہی مجھ سے نکاح کرلو، میں جانتا ہوں ابھی میرے پاس اس رشتے کی ذمہ داری اٹھانے کی نہ سکت ہے نہ ہمت مگر میں دن بدن تمہارے کھو جانے سے خوفزدہ ہو رہا ہوں۔ نجانے یہ دردناک حالات کب میری جان لے جائیں" دائم کی ایسی شکستہ اور ٹوٹی سی حالت پر منعام جہانگیر کا دل رک گیا تھا،وہ سرمئی آنکھوں والی تو دل وجان سے قربان تھی۔

"بابا سے بات کرلیں ناں" ماہی نے دائم کی بیقراری اور اپنی رضامندی کے سنگ مان سے کہا مگر دائم کے چہرے کی سنجیدگی دگنی ہوئی۔

یہ بات کہتے ہوئے خود ماہی کا دل رکا، وہ جانتی تھی اسکے بابا اسکے لیے جتنے بھی نرم کیوں نہ ہو جائیں۔ اسکے لیے عالم کے سوا کسی پر راضی نہ تھے، وہ ماہی کو بہت سکھی اور آسودہ گھر بھیجنے کے تمنائی تھے۔

"کیا بات کروں، وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ میری بیٹی کے لیے کیا کر سکتے ہو۔ کیا ہے تمہارے پاس، اور میں کہوں گا کچھ بھی نہیں۔ میری تو سانس تک میری نہیں۔ اور پھر وہ مجھ سے میری آخری آسانی، میری ماہی چھین لیں گے۔ نہیں ماہی، ابھی ایسا ممکن نہیں ہے یہ تم بھی جانتی ہو۔ تمہارے بابا تمہارے لیے مجھ سا بٹا اور کنگال شخص ان موجودہ حالات میں ہرگز قبول نہیں کریں گے۔

میں چاہتا ہوں ہم چپ چاپ نکاح کر لیں، مجھے انکار مت کرنا ورنہ یہیں میری سانس بند ہو جائے گی" دائم کی آنکھوں میں مایوسی تھی اور وہ اپنے اس پیارے سے دیوانے کی خود شیدائی تھی، تو کیسے اسکی آخری آسانی اسے نہ دیتی۔

بابا کو بنا بتائے وہ اپنی زندگی کا فیصلہ لینے پر دکھی ضرور تھی مگر وہ دائم کو تڑپتا بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"ماہی دل و جان سے آپکی ہے دائم، لیکن زیادہ دیر مت کریے گا۔ آپ جانتے ہیں بابا دل کے مریض ہیں، مجھے محبت کے امتحان میں سرخرو کرنے کے ساتھ فرض میں بھی ہارنے مت دیجیئے گا" ماہی کا دل دھڑک اٹھا تھا اور دائم کی گہری مسکراہٹ پر اسکی گال کا ڈنپل نمودار ہوا اور ماہی کی جان لے گیا۔

"مجھے زندگی صرف اسی لیے قبول ہے کیونکہ میرے دل میں میری ماہی ہے۔ دائم شہروز کو بجھنے سے روک لیا ہے تم نے، ہم جلد ہی نکاح کریں گے" ماہی کا نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیتا دائم پھر سے جی اٹھنے پر شکر گزار تھا، ماہی نے اداس سی مسکان دے کر اپنے خوش قسمت ہاتھ کو دیکھا اور ایک آسودہ نگاہ دائم پر ڈالی۔

وہ جتنا ظاہری پیارا تھا اس سے کڑور درجے ماہی کو اسکا نازک اور سچا رحم دل عزیز تھا جس میں دوست تو دوست، دشمن کی بھی تعظیم پلا کرتی تھی۔

"کریں گے، ماہی آپ پر قربان ہے دائم۔ آپ حکم کریں تو جان تک وار سکتی ہے"
ماہی کی رضامند آنکھیں، دائم کو سکون دے رہی تھیں۔

کچھ فاصلے پر کھڑی حبا بھی سراپا آنچل بنی ان دو سچے دل والوں کے ملن میں معاون ثابت ہونا چاہتی تھی۔

"آپ کی پریشانی آج ہی حل ہو جائے گی، وعدہ کریں پیسے لینے سے انکار نہیں کریں گے" ماہی نے مان نے سنگ اپنا ہاتھ بھی دائم کے ہاتھ پر رکھے چمکتی آنکھوں سے اسکی الجھن کا حل دیتے کہا جس پر دائم نے تھوڑا برہم ہو کر دیکھا۔

وہ جان چکی تھی کہ دائم کو اس وقت مالی تنگی کا سامنا ہے کیونکہ وہ دائم کے سوتیلے زہریلے باپ اور کم عقل بیس سالا بد دماغ بھائی کو جانتی تھی کہ وہ اسکے دائم کو قطرہ قطرہ کس طرح مارتے ہیں۔

"میں ڈانٹ دوں گا اگر اب تم ماسی بنی سن لو، اچھا چھوڑو یہ سب۔ بھوک لگی ہے زور کی، حبا کو بلاؤ کھانا آرڈر کرتا ہوں" دائم کی پیاری سی دھمکی پر ماہی کی دلفریب مسکان دلنشین تھی اور حبا صاحبہ بھی جن کی طرح فوری پہنچ آئیں۔

تینوں نے ایک ساتھ مزے سے کھانا بھی کھایا اور دائم نے اپنی جلتی آنکھوں میں اپنی ماہی کو دیکھ کر آسودگی بھی بھری اور یہی سکون اسے اب پورے حق سے ساری عمر کے لیے درکار تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کیا ہوا ہے انکی طبیعت کو، جب سے کال آئی ہے آپ بہت پریشان ہیں بابا" منعام کب سے بابا کو کسی مسلسل پریشانی میں ڈوبا محسوس کر رہی تھی جسکی وجہ سے وہ چائے کے دو کپ لیے خود ہی باہر صحن میں پلنگ پر بیٹھے بابا تک آئی اور نرمی سے پوچھتے بولی۔

"آں، ہاں طبعیت۔ پتا نہیں ایک تو یہ مقصود ہر بات چھپا لیتا ہے۔ عالم کی طبعیت واقعی کچھ تو نازک ہے تبھی یوں اجلت میں وہ لوگ آسٹریلیا گئے ہیں۔ بس خیر ہو، میرا بچہ خیر و عافیت سے رہے" جہانگیر کا انداز فکر سے چور تھا، خود ماہی بابا کو چائے کا کپ تھماتی خود بھی ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی، وہ بھی تھوڑی فکر مند تھی۔

"آمین ثم آمین، ویسے بابا جان انکو ہوا کیا ہے۔ بچپن سے یہی سنتی آئی ہوں کہ انکی طبعیت ناساز ہے، کیا انھیں خدانخواستہ کوئی بیماری ہے" ماہی جو کچھ پل خاموشی سے پھول دیکھ رہی تھی، یونہی دل چاہا تو پوچھ بیٹھی جس پر جہانگیر نے بھی سیدھے ہو کر بیٹھتے ہی اپنی توجہ ماہی کو سونپی۔

"دراصل وہ وقت سے پہلے پیدا ہوا تھا، ساتویں ماہ کے شروع میں ہی اسکی پیدائش ہو گئی تھی۔ بچپن سے اسے چھوٹی موٹی تکلیفوں کا سامنا رہا ہے، مقصود اور میں بچپن میں مجھے یاد ہے عالم کو جگہ جگہ لے کر چکر کاٹتے تھے۔ کبھی اس ہسپتال تو کبھی اس، کبھی اس کو سانس کا مسئلہ ہو جاتا تو کبھی کوئی درد جاگ جاتا۔ تیس تک پہنچ آیا ہے وہ مگر

اسکی تکلیف ہے کہ عمر کے ساتھ بڑھتی ہی چلی گئی ہے، نجانے اب ان سب کی کب واپسی ہو۔ وہ لوٹے بہتر ہو کر تو تمہاری اور عالم کی شادی کر کے میں بھی چین سے مر سکوں" اپنی اور اپنے یار کی مشترکہ تکلیفوں کا ذکر کرتے جہانگیر صاحب حالات کی بے رحمی سے رنجیدہ ہوئے اور انکی آخری بات نے ماہی کی دھڑکن روک دی تھی۔

بچپن سے وہ بابا سے یہی سنتی آئی تھی کہ عالم نام کا غائبانہ انسان اسکے لیے رکھا گیا ہے، مگر ماہی ہر بار اسکے ذکر پر ہار جاتی۔

کیا بتاتی کے وہ تو ازل سے ابد تک بس دائم کی ہے، بابا کی ہر بار یہ بات ماہی کے دل کو درد دیتی تھی اور وہ پھر چپ چاپ ضبط کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔

"میں شادی نہیں کر رہی بابا، آپکو چھوڑ کر نہیں جانا ماہی نے" دل کی اداسی کو ماں ہوتی تو کہہ دیتی لہذا ابا جان سے لپٹ کر روہانسی ہو کر ہی اپنی رنجیدگی کہہ دیتی اور جہانگیر مبہم سا مسکا دیے۔

"میری ماہی اپنے بابا کے جگر کا گوشہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے رانجھن کی بھی تو ہے۔میری انمول ماہی کو جو اس دنیا کی ہر خوشی عطا کرے گا، اسکو رانی بنا کر اپنے محل میں رکھے گا۔ایسی باتیں نہیں کرتے، خدانخواستہ کوئی لمحہ قبولیت کا بھی ہوتا ہے۔عالم کے لیے دعا کیا کرو کے وہ جلد صحت پا کر واپس لوٹے اور تمہیں بیاہ لے جائے، میں چاہتا ہوں جیسی مفلسی کی زندگی میں نے اور تمہاری ماں نے گزاری ویسی تم نہ گزارو۔ تم شہزادی ہو میرے بچے" بابا کی بے لوث چاہ پر ماہی مزید افسردہ ہو گئی تھی، وہ یہاں بھی بے بس تھی۔

اسے صرف دائم چاہیے تھا، وہی ماہی کی کل دولت تھا مگر یہ دنیا محبت کو اتنی جلدی نہیں مانتی اور یہاں بھی ایسا ہی تھا۔

ماہی بس سر ہلائے اداسی سے اپنی زندگی کی آسانی کے لیے دعا گو ہوئی، وہ آسانی جس میں اسے دائم سے کبھی بچھڑنا نہ پڑے۔

اسے کچھ دیر تک آکیڈمی جانا تھا لہذا وہ اپنی دعا کے سنگ اٹھ کر بابا کو اپنی صحت کے دھیان کی ایک بار پھر تاکید کرتی اندر بڑھ گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بہت ضدی ہو تم ماہی، مجھے تمہارے لیے کچھ کرنا چاہیے اور الٹا تم۔ بینک میں نے تمہارے نام جو اکاونٹ رکھا ہے اسے فکس کروانا میری مجبوری ہے اس میں سے میں پیسے نہیں نکال سکتا کیونکہ وہ تمہارا حق ہے۔ ایسا کرنا میری مجبوری تھی ورنہ بابا اور حسنین مجھے ابھی تک بیچ کے کھا چکے ہوتے۔ مجھے بہت برا لگتا ہے" آکیڈمی سے نکلتے ہوئے ماہی اور دائم ساتھ ہی کوریڈور میں کھڑے تھے جب دائم کے اکاونٹ میں ماہی کی سمت سے پچاس ہزار کی اماونٹ کا نوٹیفکیشن آتے ہی دائم نے سخت برہمی سے خود کی سمت پیار بھری نگاہوں سے دیکھتی ماہی کو دیکھا۔

چادر سر پر اوڑھے، وہ دائم کو زیادہ پیاری لگ رہی تھی مگر اس وقت وہ اس پر برہم تھا۔

"جب کل کو ہم نے ایک ہونا ہے تو کیا آپکا اور کیا میرا، یہ پیسے میرے تھے اور اس وقت اضافی ہیں دائم۔ الحمداللہ اس بار شادیوں کے سیزن کے باعث دکان سے ڈبل منافع آیا تھا تو یہ میری دو ماہ کی آکیڈمی کی سیلری بچی تھی۔ آپ پریشان مت ہوا کریں، اور میری مانیں تو حسنین کو پھر سے سمجھائیں کے فضول خرچیاں بند کر دے"

ماہی اور وہ کچھ دیر وہیں آکیڈمی کے لان میں لگے بینچ پر آکر بیٹھے، دائم کے چہرے کی بے بسی بھانپنے کے باوجود ماہی اسے ایک ناممکن سی تجویز دے رہی تھی۔

"وہ معصوم ہے ماہی، اسکے اندر اصل زہر بابا بھرتے ہیں۔ کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے ان دو کو چھوڑ کر کہیں چلا جاوں۔ مگر مما کی دم توڑتے وقت مجھ پر ڈالی ذمہ داری میرے پیر جکڑ لیتی ہے، وہ بھی مجھ پر یہ سب بوجھ لاد کر کہاں مطمئین ہوں گی۔ میں چاہ کر بھی ان جیسا بے حس نہیں بن پاتا، کبھی کبھی یہ تک دعا کر بیٹھتا ہوں کے میرے دل میں بھی تھوڑی سفاکی آجائے" ساتھ بیٹھے دائم کو دیکھتی ماہی اسکے ہر دکھ

کی ساتھی تھی، وہ ٹوٹ جاتا تھا تو ماہی اسے یہ احساس دلا کر جوڑتی تھی کہ وہ مت ٹوٹے کیونکہ وہ اسکی آسانی اس روح زمین پر موجود ہے۔

"آپکے وہ سٹیپ فادر کسی صورت بابا کہلوانے کے لائق نہیں، اللہ ایسے لوگوں کو بہت عبرتناک سزا دیتا ہے۔ دیکھیے گا انکی رسی بھی جلد کھینچی جائے گی" ماہی کے لہجے میں بھی سخت دکھ اور برہمی تھی، دائم ایک سرد سانس ہی بھر کر رہ گیا تھا۔

"ڈرتا ہوں ماہی، وہ اپنے ساتھ حسنین کو بھی تباہ کر دیں گے۔ وہ ناسمجھ ہے، میں اسے برباد اور بھٹکا ہوا کیسے چھوڑ دوں۔ یہاں آکر میرا حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے" سفاکیت کی حدیں پار کرتا وہ شخص ہرگز دائم کے ایسے شفیق اور رحمدل رویے کا مستحق نہ تھا اور ماہی بہت بار دائم کی حد درجہ رحمدلی اور حساسیت پر پریشان ہو کر رہ جاتی تھی۔

"وہ دونوں آپ پر بوجھ بڑھاتے جائیں گے، آپکی خاموشی میں وہ آپکا رحم نہیں دیکھ پاتے اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں دائم کے ظالم سے زیادہ چپ چاپ ظلم سہنے والا مظلوم خطاکار ہوتا ہے۔ کبھی تو یہ سلسلہ رکنا چاہیے، کبھی تو آپکو اپنے لیے کھڑا ہونا

ہو گا" لہجے میں کھارے پانی کی نمی لے کر ماہی نے بہت نرمی سے دائم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے رخ موڑ کر اسے اس بے جا ظلم سے دامن چھڑوانے کی ایک بہتریں صلاح دی تھی۔

دائم نے بے چین انداز میں ماہی کا چہرہ دیکھا، وہ اسکی بات سے ہمیشہ متفق تھا مگر وہ یہ چاہ کر بھی نہیں کر پاتا تھا، اسکا مزاج بہت نرم تھا۔

"ٹھیک کہتی ہو مگر ماہی تم جانتی ہو میں ایسا نہیں بن سکتا۔ رحمدلی میری دردناک کمزوری ہے، یہ زندگی اتنی ہی مشکل شے ہے۔ ہر کوئی کسی نہ کسی انتشار میں ہے، ہر کسی کو اپنی تکلیف سمندر اور دوسرے کی قطرہ لگتی ہے۔ بس ایک بار تم میری ہو جاو، میری طاقت بنو۔ امید ہے دائم شہروز ظالموں کے لیے تھوڑی بے حسی خود میں لانے کا حوصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائے" وہ ماہی سے ہر بات کہہ دیتا تھا، اختتام تک دونوں کی آنکھیں خوشی کے انجان سے مہربان رنگ میں چمک اٹھی تھیں۔

"تو پھر دیر کیسی، نکاح کر لیتے ہیں جلد" ماہی نے مسکراتی آنکھوں کے سنگ اپنی بیتابی کہہ کر دائم کو بھی مسکراہٹ عطا کی۔

"ہاں ان شاء اللہ بہت جلد" دائم نے صدق دل سے ماہی کا تھاما ہاتھ اپنے دل پر رکھا اور وہ محبت میں پر سکون ہو چکی تھی۔

وہاں سے وہ دونوں ایک ساتھ ہی گھر کے لیے نکلتے تھے، دائم اسے گھر کے کچھ فاصلے پر ڈراپ کر دیتا تھا اور آج دائم یہاں سے سیدھا بینک گیا۔

اس وقت اسکے ان دو بے حسوں کی نظر میں آئے اکاونٹ میں تین لاکھ موجود تھے مگر کم سے کم گاڑی کی مالیت ساڑھے تین لاکھ تھی جو کہ ماہی کی بدولت پورے ہو چکے تھے۔

شوروم پہنچ کر دائم نے حسنین کی فرمائش کی گئی گاڑی کو خریدا جو کے تین لاکھ چالیس ہزار میں ڈیل ڈن ہو کر دائم کو مل گئی۔

"کل حسنین منصور اسے پک کرلے گا، تھینک یو سو مچ" شوروم کے مینجر کو کہتا دائم گاڑی کے تمام معاملات فائنل کیے وہاں سے نکل گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

منصوعی سانس پر زندگی حاصل کرتا آئی سی یو روم میں بے جان حال پڑھا وہ شخص بلاشبہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔

مگر اس وقت اعصاب شکن حالات نے اسکی ہر پختگی ماندھ کردی تھی۔

اسکا مضبوط مگر دہکتا بے جان ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومتے ہوئے مقصود معراج خان کی آنکھیں اخیر درد میں تھیں۔

جب جب وہ بے چین ہوتا تب تب آغا جان سورۃ رحمن پڑھ کر عالم پر دم کرنے لگتے تھے، جب اس کا دل بوجھل ہوتا تو وہ سورۃ یسین کی تلاوت کرکے عالم کو پرسکون کرتے تھے اور اسے اللہ کی امان میں رکھنے کے لئے آیت الکرسی کا ورد تو انکی زبان سے ساری زندگی نہیں ہٹا تھا۔

وہ بہت پیارا تھا، آغا جان کا فرمابردار جانثار، عیشہ کی خود سے زیادہ حفاظت کرنے والا بھائی، مگر مہینے میں ایک بار اسکی ملاقات موت سے لازماً ہوتی تھی۔

یہ ملاقاتیں عالم معراج خان کی زندگی کا المیہ تھیں، وہ ایک نامور بزنس آئی کن تھا۔

اپنی بے جان طبعیت کے باوجود آج تک اس نے کبھی ہمت نہیں ہاری تھی، ہاں جب اسکی تکلیف اسکے بس سے باہر ہوتی تو وہ پہاڑ بھی شکستہ ہو جاتا۔

"میرے دل کے ٹکڑے، تمہارے آغا جان کا بس چلے تو تمہارے وجود سے ان درد دیتی مشینوں کو کوسوں دور پٹخ دیں۔ اس باپ کا دکھ کون سمجھ سکتا ہے عالم، جسکا تم جیسا جوان اور پیارا بچہ خود تک سے فراموش ہو جائے۔ جب کبھی تمہاری سانس رکتی ہے تو تمہارے یہ بہادر اور نڈر بابا بھی ہار جاتے ہیں" لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش لیے وہ عالم کا ہاتھ ہنوز چومتے ہوئے بکھری اور ٹوٹی حالت زار کہہ رہے تھے۔

"میں تمہیں واپس آتے دیکھنا چاہتا ہوں، میں تمہاری سانسوں کی ہر رکاوٹ دور ہوتی دیکھنا چاہتا ہوں" وہ بہت شکستہ تھے، کبھی کبھی اپنی ہتھیلی کو دیکھ کر پہروں خوشی کا نشان ڈھونڈتا انکا عالم، انھیں بڑا گہرا دکھ دے جاتا تھا۔

وہ بھی تو بے بس تھے، کیا کرتے آخر۔

عالم کی لعرزش زدہ پلکوں پر اسکے آغا جان کی جان بھی واپس آئی، وہ اپنی آنکھیں طویل ترین بے ہوشی کے بعد کھولتے ہی اپنا ماسک بھی ہٹا رہا تھا، مقصود صاحب نم آنکھوں سے جھک کر عالم کی پیشانی پر بوسہ دیے مسکرائے اور ستم کی حد تھی وہ بھی مسکرایا تھا۔

ایسی مسکراہٹ جو طویل تر حسین ترین مسکراہٹ کے استعارے کے طور پر سنبھال لینے والی تھی، زخمی سی۔ مگر یہ بتاتی ہوئی کہ وہ ٹھیک ہونے کی ہر ممکن کوشش میں ہے۔

"میرے عالم، میرے بچے اللہ کا شکر ہے اس نے اس باپ کو مرتے مرتے زندگی دی۔ اب کیسے ہو، کچھ بہتر محسوس کر رہے ہو" بابا جان کو خود کے لیے وہ بھی پیدا ہوتے ہی ہلکان دیکھتا آیا تھا اور اب تو وہ بھی یوں انھیں ہر ماہ پریشان کر کر کے تھک چکا تھا۔

"ٹھیک ہوں" بھاری سی آواز میں اس نے اپنا روایتی جھوٹا جملہ دہرایا مگر آغا جان کو اسکی یہ بات اب بہلانا چھوڑ چکی تھی۔

"بہت جلد تم بلکل ٹھیک ہو جاوگے، میرا بچہ ہمت نہیں ہارنی۔ تمہیں اپنے آغا جان کے لیے، عیشو کے لیے اور اپنی ماہی کے لیے جینا ہے" یہ رشتے، یہ محبتیں بھی کتنی بڑی لالچ ہوتی ہیں، مرتے ہوئے انسان کو ہم ایسا کہنے سے پہلے یہ بھول جاتے ہیں کہ موت ایک ایسی شے ہے جو نہ دل کا کرب دیکھتی ہے اور نہ ذہن کی مصلحت۔

وہ تو بس اٹل ہے، کسی کو یک لخت نصیب کر دی جاتی ہے اور کسی کو قطرہ قطرہ عطا کر کے زندگی کے سوہان روح امتحان کی طرح سونپی جاتی ہے۔

عالم جانتا تھا وہ جینے کے لیے تھا ہی نہیں، یہ تو اسکے گرد حصاری دعائیں تھیں جس نے اسکی زندگی کے دن بڑھا رکھے تھے۔

"عیشو کیسئ ہے بابا، اسے مت بتایئے گا وہ روئے گی اور وہ روئی تو میری تکلیف بڑھے گی۔ اس بار تو خود میں چاہتا ہوں کہ میرے اندر اٹکی یہ رہی سہی زندگی مجھ سے لے لی جائے۔ کب تک آخر آپ کو مجھ سا درد سہنا ہو گا، آئی ایم سوری بابا میں جانتا ہوں میری باتیں بھی آپکو دکھ دیتی ہیں مگر عالم معراج خان اب واقعی تھک چکا ہے" جب انسان کی زندگی اور موت کے بیچ مچولے کھاتی ہے تو یقین کیجئے زندگی سے کئی درجے پیاری اور آسان شے موت لگتی ہے۔

مقصود خان عالم کی ان ساری دلخراش باتوں پر چپ چاپ بس ضبط کر سکے، اللہ کی یقینا یہ کوئی آزمائش تھی۔

"مایوس نہیں ہوتے میرا بچہ، تم کمزور ہرگز نہیں ہو۔ انسان اپنی مرضی سے نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے عالم، ہر کسی کو اسکے حصے کا کرب سہنا ہوتا ہے۔ تم اپنے آغا جان

کے سینے میں دھڑکتے ہو، جب تک تمہاری تکلیف ختم نہیں ہو گی میں بھی نہیں ہاروں گا۔ وعدہ ہے کبھی نہیں ہاروں گا" مقصود صاحب کی درد سے اٹی آنکھوں کی نمی اب عالم کی آنکھوں میں بھی سمٹ چکی تھی، وہ بہت زیادہ نڈھال تھا۔

"اور اگر آپکا عالم ہی ہار گیا؟" سوال کی نوعیت، سوال کا انداز سب ہی دلسوز تھا۔

دونوں کے چہروں پر ماتمی بے بسی تھی۔

"میں ہوں ناں تمہارے ساتھ، نہیں ہارنے دوں گا۔ ابھی تو تم نے ماہی کے ساتھ ایک لمبی زندگی جینی ہے، جینی ہے نا؟" مقصود خان کا استفسار عالم کی جان لے گیا تھا، اپنی ایسی زخمی اور نڈھال حالت پر وہ کیا جواب دیتا۔

ماہی کی زندگی میں درد کیسے بھرنے پر راضی ہو جاتا، آج بابا کے اس سوال پر عالم کے چہرے نے سختی اوڑھ لی تھی۔

بلکل ویسے جس طرح کسی مریض لاعلاج کو خود پر آئندہ آتی کوئی خوشی دیکھائی نہ دے رہی ہو۔

"باباخود کو جھوٹی تسلی مت دیا کریں، دعا کریں اللہ آپکے بچے کو اور آپکو اذیت کے اس لامتناہی سلسلے سے نجات دے" عالم کے چہرے پر لکھی تلخ حقیقت پسندی پر مقصود بھی تکلیف میں مبتلا لاجواب ہوئے۔

وہ بے ربط سے سانس لینا شروع ہو چکا تھا، اسکی آنکھیں بند اور چہرہ پھیرا جا چکا تھا۔

وہ رونا نہیں چاہتے تھے مگر آج انکی آنکھیں بھی ناامید ہو کر برس پڑی تھیں۔

بابا کے دلبرداشتہ ہو کر باہر جانے پر عالم کی سرخ متورم آنکھیں کھل کر اس سمت جا لگیں جہاں سے اسکا شفیق سایہ گیا تھا۔

اب کی بار عالم کی آنکھیں بھی زندگی کے ستم نے نم کر دیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دائم فریش ہو کر مکمل بلیک میں ایک نظر آئینے میں ڈال کر مڑا اور سیدھا کمرے سے نکل کر لاڈلے کے کمرے کی سمت بڑھا جو حسب معمول ابھی رات بارہ کے بعد گھر

آیا تھا اور آتے ہی پلنگ پر لیٹا ٹانگیں اوپر دیوار سے لگائے کسی ریسنگ گیم میں مگن تھا۔

اسکے منہ پر عام حالات میں بھی نکوڑا رہتا، وہ بے جا لاڈ سے بھلے بگھڑ چکا تھا مگر دائم اس پر سختی کر کے اسے مزید خود سر اور باغی کرنے سے بھی احتیاط برتتا تھا۔

اپنے کمرے سے باہر نکل کر حسنین کے کمرے کے باہر چھپ کر کھڑا ہارون منصور ایک بار پھر اپنی شیطانیت اور خبیث عادت کے تحت دونوں بھائیوں کی ہونے والی گفتگو سننے آکر چھپ چکا تھا۔

حسنین نے اپنے سر پر مسلسل اچٹتی نگاہیں مرکوز کر کے سینے پر ہاتھ باندھ کر تسلی سے جانچتے دائم کو دیکھا تو اپنی توجہ جان بوجھ کر ناک چڑھائے گیم پر ڈالی مگر دائم اسکی رگ رگ سے واقف تھا تبھی ایک ہی جھٹکے سے اسکے ہاتھ سے فون لے چکا تھا۔

دائم کے ایسا کرنے پر اکڑ سے بھرا حسنین جلبلا تا ہوا اٹھا اور ہٹ دھرمی سے عین دائم کے روبرو آکر کھڑا اسکی آنکھوں میں دیکھتے گھورا۔

"محبت کرنا اور نبھانا بہت مشکل فعل ہے مگر نفرت کے لیے بس ایک چنگاری اور اسے نبھانے کو زہریلی زبان سے نکلا ایک لفظ کافی ہوتا ہے۔ بچپن سے لے کر اب تک تمہاری کوئی ایسی بات جو میں نے رد کی ہو، تمہاری ایک مسکراہٹ دائم شہروز کی ساری تھکن اتار دینے کی خاصیت رکھتی ہے۔

میری محبت اور میرے خلوص کو تم ایک لمحے میں خاک کر دیتے ہو، کیا تم اپنے دماغ سے سوچ نہیں سکتے کہ کون تمہارا دوست ہے اور کون دشمن" ماہی کے کہنے پر ہی آج دائم کو لگا اسے اپنی آخری سر توڑ کوشش کر لینی چاہیے تبھی وہ بہت نرمی سے حسنین کی گالوں سے ہتھیلیوں کو جوڑے ملائم پن سے بول رہا تھا۔

حسنین نے اکتاہٹ کے سنگ جبڑے بھینچ کر وہی ہنوز اپنا روایتی جھٹکنے کا انداز اپنایا جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ اسکی کسی بات کو نہیں مانتا۔

"بابا میرے سگے ہیں لہذا وہ میرے دشمن نہیں ہو سکتے۔ آپ سوتیلے ہیں تو یقیناً دشمن بھی آپ ہیں۔ اور یہ کیا ہر وقت اپنے احسان جتاتے رہتے ہیں، ایک بار میں پڑھ لکھ

کر کچھ بن جاوں پھر دیکھیے گا آپکا اور آپکے پیسے کا غرور کیسے توڑوں گا۔ آپ کی محتاجی نہیں کروں گا پھر، حسنین منصور بہت بڑا آدمی بنے گا" اس وقت حسنین جس انداز سے یہ سب جتاجتا کر کہہ رہا تھا، دائم کو بلکل غصہ نہ آیا بلکے وہ حسنین کی معصومیت کو اچھے سے جانتا تھا۔

حسنین اسکی تربیت تھا اور یہی وہ کمزور مرحلہ تھا جو دائم کو سخت ہونے نہ دیتا تھا۔

کیونکہ ہارون منصور جیسے بدنیت اور دوغلے لوگوں کا کیا بھروسہ کہ کل کو وہ حسنین کے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی ظلم کر دیتا۔

اس شخص کو مفت خوری اور ظلم ڈھانے کی عادت تھی اور دائم کو صرف حسنین کی فکر اس جبر پر مجبور کر دیتی تھی۔

"میں تو چاہتا ہی یہی ہوں کے تم مجھ سے ہزار گنا زیادہ کامیاب انسان بنو، یقین کرو حسنین تمہاری کامیابی میری جیت ہے۔ اپنے بھائی سے بدگمان ہونا چھوڑ دو، قسم لے لو میرے لیے خود سے زیادہ قیمتی تم ہو۔ ہاں یہ۔۔۔۔ یہ تمہاری گاڑی کی چابی۔ کل شو

روم جا کر لے آنا، لیکن میری ایک بات یاد رکھنا حسنین وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہے گا۔ستانے والے بھی ستائے جاتے ہیں" دائم جو سراپا عاجزی اسے پتے کی باتیں سمجھا رہا تھا، مگر حسنین کے نخوت زدہ چہرے پر چابی دیکھتے ہی جو چمک اٹھی وہ نجانے کتنے وولٹیج کی تھی۔

باقی دائم کی باتیں چولہے میں ہی جھونک دی گئیں اور دائم کے ہاتھ سے چابی لیے وہ اب اپنا سوجھا منہ بتیسی سے چمکائے چابی کو خوشی سے دیکھ رہا تھا۔

"دیکھا نکل آئے ناں پیسے، مجھے پتا تھا۔اچھا ٹھیک ہے آپکی نصیحتوں کو بھی سن لیا ہے عمل کرلوں گا، بھائی سوری میں آپ سے بت تمیزی نہیں کرنا چاہتا ہوں پر آپ کی کنجوسی مجبور کرتی ہے۔ قسم سے آپ بہت گریٹ ہو" گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا حسنین اس وقت دنیا کا فرمابردار اور پیارا لاڈلہ معصوم بھائی بنا اپنی خوشی میں ڈوبا چہکتے ہی ساتھ سوری بھی کر گیا۔

دائم کے چہرے پر بجھی ہی سہی پر مسکان تھی کیونکہ اس نے حسنین کا ساتھ دینا تھا۔

"میری محبت پر شک مت کیا کرو حسنین، اب اچھے سے پڑھائی میں دل لگاو اور گاڑی کا مکمل دھیان رکھنا۔ اپنی چیزوں کو سنبھالنے کی عادت ڈالو، گڈ نائیٹ" حسنین کی چمکتی آنکھوں کی سمت دیکھ کر دائم نے بجھی سئ نصیحت کی اور جبر زدہ سا کمرے سے نکل گیا۔

ابھی حسنین نادیدوں کی طرح چابی کو چوم ہی رہا تھا جب ہارون منصور اپنی دھیمی ناگ چال چلتا روبرو آیا اور حسنین کی صورت دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔

"دیکھ لیا، کہا تھا بڑا مال چھپا کر رکھا ہے اس میسنے نے۔ ایک تو کیا دس گاڑیاں بھی لے کے دے سکتا ہے سب ڈرامے ہیں۔ بس میرے بچے ایسے ہی اس سے اپنی ہر فرمائش منوانی ہے تجھے، چل اب شاباش یہ چابی ادھر کر تیرے کھیلنے کی چیز تھوڑا ہے" میٹھی چھری بن کر پہلے اس غلیظ شخص نے حسنین کے اندر زہر بھرا اور پھر بے تکلفی سے اسکے ہاتھ سے چابی لی جس پر حسنین نے رونے والے منہ سے بابا کو دیکھا۔

"بابا یہ نہیں دوں گا، قسم سے میری جان ہے وہ گاڑی۔ ہر بار آپ ایسا نہ کیا کریں" حسنین نے چابی بے دلی اور منہ بسور کر بابا کو دیتے ہوئے ساتھ بچارگی سے کہا مگر ہارون منصور کئی شیطانوں کے دماغ لے کر گھومنے والا شاطر تھا۔

"ابے مرا کیوں جارہا ہے، تو کالج ہو گا لہذا میں لے آوں گا حفاظت سے بے فکر رہ۔ چل چل کھیل اب اپنی گیم شاباش۔ کالج سے آئے گا تو گاڑی تیری باہر کھڑی ہو گی۔ اور ہاں میں تجھے دائم کے لاڈ اٹھاتے نہ دیکھوں، سوری کا بچہ۔ تو شیخ ہارون منصور کا بیٹا ہو کر اس کو سوری کرے گا کیا، چماٹ نہ کھالئیں" یہ جو اس شخص نے شرافت سے گاڑی لانے کی ذمہ داری لی تھی ضرور اس میں بھی اسکی کوئی چال تھی، اور حسنین دنیا بھر کو جوتی کی نوک پر رکھ سکتا تھا سوائے بابا کا لہذا بابا کی تاکید پر ناپسندیدگی سے ہی سہی سر ہلا گیا جس پر وہ اسکی تپی گال تھپکا تا استہزایہ نگاہ ڈالتا باہر نکلا اور اک چور نظر مڑ کر دیکھتے ہوئے اپنی ہتھیلی کھول کر چابی پر نگاہ جمائی۔

"تین چار لاکھ کی تو ہو گی، چل ہارون منصور تیری تو عید ہو گئی" اس شخص کی نیت بہت خراب تھی اور یقیناً ایک بار پھر یہ گھٹیا شخص اپنی زہریلی چال میں کامیاب ہونے والا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ہاں دے دی، لگتا تو نہیں کہ عقل جیسی نایاب شے اسکے دماغ میں ہے مگر پھر بھی مجھے امید ہے کہ اسے احساس ہو" میسج ٹائپ کرتا دائم خود ایک گہری سانس خارج کیے اپنا سر بیڈ پر گرا چکا تھا، وہ تھکے ہارے انداز میں زمین پر بیٹھا تھا۔

دوسری طرف اپنی کتابیں لے کر صحن کے پلنگ پر بیٹھی ماہی اب کتابیں کھسکا کر ایک طرف کرتی بڑے تکیے پر لیٹ گئی اور دائم کا میسج پڑھ کر وہ بھی دائم کی خوش فہمی پر اداس ہوئی۔

"ہو ہی نہ جائے احساس، آپ نے کھانا کھایا؟" پہلی بات ٹائپ کرتے سمے ماہی بوجھل لگی مگر پھر ہر رات کی طرح پوچھا سوال دہرایا جس پر دائم مدھم سا مسکرا دیا۔

ساری دنیا میں ایک یہی واحد تھی جو اس سے اسکی بات کرتی تھی۔

"باہر ہی کھالیا تھا" دائم نے ٹائپ کرتے ہوئے سنجیدگی اختیار کی اور اب ماہی اس پر بھی بے چین ہوئی۔

"اف کب تک آپ باہر کا کھانا کھائیں گے دائم، سچی میرا دل جلتا ہے۔ اللہ پوچھے آپکے اس بے رحم باپ اور خود غرض بھائی کو۔ آپ مجھے بھی یہ ذمہ داری نہیں لینے دیتے، میں کم از کم رات کا کھانا تو آپکے لیے بنا ہی سکتی ہوں۔ جہاں اپنے اور بابا کے لیے بناتی وہیں آپ کے لیے بھی بنا دوں گی ناں" وہ دونوں زیادہ تر میسج پر ہی بات کرتے تھے، اور اس وقت ماہی کا دل چاہا کال کر کے آج اس بندے کو اچھا ڈانٹ ڈالے۔

دائم نے میسج کے ساتھ برہم اور ٹیڑھے منہ والے ایموجی دیکھ کر اس وقت منعام جہانگیر کا دکھی سا چہرہ بنا دیکھے بھی امیجن کیا تبھی وہ آسودگی سے مسکرایا۔

"میرے لیے اتنامت سوچا کرو ماہی، کیا کیا کرو گی میرے لیے۔ مجھے بھی کچھ کرنے کا موقع دو، خواہ مخواہ شرمندہ ہوتا رہتا ہوں" دائم نے بہت پیار سے مسیج ٹائپ کر کے بھیجا اور حسب توقع تین سرخ غصے والے ایموجی موصول ہوئے اور وہ شاید دن کی پہلی ہنسی ہنسا۔

اسئ لمحے ماہی کا فون وائبریٹ کیا اور دائم کی کال پر وہ اداس سی فوری کال اٹھا کر کان سے لگا چکی تھی، چونکہ بابا ساتھ کمرے میں ہی ہوتے تھے لہذا دائم جانتا تھا وہ صرف اس وقت اسے سن سکتی ہے۔

"میری زندگی میں میرے لئے تم اکلوتی ہو ماہی،

میں نے تم جیسی لڑکی کہیں نہیں دیکھی ہے اور کہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

نظر بہت سے چہروں پر ٹھہرتی ہے مگر دل صرف تم پر ٹھہرا ہے، تم باقی دنیا جیسی زرا نہیں۔ میں دعا کرتا ہوں تمہیں تمہارے حصے کی ہر شایان شان خوشی دے سکوں،

آئی لوویو سو مچ" دائم ہر رات کی طرح اس سے اظہار کر رہا تھا اور وہ ساری برہمی بھول کر بھینا بھینا مسکاتی رات کی رانی دیکھائی دے رہی تھی۔

وہ بھی مسکرا رہا تھا کیونکہ اسکے لفظ ماہی کی سماعت کو چوم چکے تھے۔

"سو جاو، اور دعا کرنا میری آسانی کے لیے۔ اللہ حافظ" بہت ملائم پن سے وہ ماہی کو کہتا ہوا کال رکھ چکا تھا اور ماہی کی ہر سانس اسکے دائم کی آسانی کے لیے دعا گو ہو کر مہک اٹھی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اچھا جی اتنا سارا مس کیا، نہیں جی مس بس عیشو کرتی ہے۔ آپ تو پاکستان سے جاتے ہی نو لفٹ کا سائن خود پر لگا لیتے ہیں" عالم کی اگلے دن صبح تک طبعیت کچھ بہتر ہوئی تبھی وہ عیشو سے بات کرنے کے لیے تھوڑا بہتر ہوا تھا۔

یہاں تو چھ گھنٹے وقت آگے تھا مگر پاکستان میں ابھی صبح کے نو ہی بجے تھے جبکہ سڈنی میں دن چڑھ چکا تھا۔

عالم نقاہت زدہ ڈریس کی جکڑ میں نیم دراز ہیڈ فون کان سے لگائے عیشو کی بات پر مسکرایا جو آج سکول لیٹ جانے والی تھی کیونکہ کوئی فنکشن تھا لہذا ابھی وہ ہوسٹل کے روم میں ہی بالکونی میں لگی کرسی پر چڑھ کر بیٹھی تھی۔

"میں اپنے اتنے پیارے بچے کو نہ لفٹ کروا کر جاوں گا کہاں یہ تو بتاو، یہیں ہوں تمہارے پاس۔ کتنی بھی دور چلا جاوں میرا دل تمہارے لیے دھڑکے گا بچے" عمر کا ایک لمبا فرق تھا اور یہی وجہ تھی عیشو کو آغا جان کے ساتھ ساتھ بھیا کا بھی بابا جیسا پیار ہی ملا تھا۔

دوسری سمت عیشہ کا دل تو بہار ہو چکا تھا۔

"پھر بھی بھیا جانو دو دن بعد آپکی آواز سن رہی ہوں، آپ جانتے ہیں ناں آپ سے بات نہ ہو تو آپکی عیشو اداس ہو جاتی ہے۔ بلکے سچ پوچھیں تو ڈر جاتی ہے، اللہ سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کے وہ میری زندگی بھی آپکو لگا دیں" ھائے یہ محبت بھی کیسی شے ہے، وہ عیشہ کی اس محبت پر مسکرا تک نہ پایا۔

یہ زندگی کہاں لین دین کی شے تھی، عیشو کے لیے وہ بہت فکر مند تھا۔

اپنے بغیر جب وہ عیشہ کی زندگی کا تصور کرتا تو یہ بات بھی اسکا چلتا دل روک دیتی تھی۔

"میں ہمیشہ تمہارے دل میں زندہ رہوں گا میری جان، ایک بات یاد رکھنا کہ موت جیسی حقیقت اٹل سچ ہے اور یہ بھی یاد رکھنا کے جسمانی طور سے جدا ہونا ہرگز جدائی نہیں ہوتی، محبت تو دل اور جان میں تادم آخر زندہ رہتی ہے۔ میں نے تمہیں ہمیشہ مضبوط رہنا سکھایا ہے، تمہیں مضبوط رہنا ہے۔ کبھی خدانخواستہ تمہیں اپنے بھیا جانو سے جدا ہونا پڑھ گیا تو تم پر آغاجان کی ذمہ داری ہوگی۔ ہر قسم کے حالات کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ موت بتا کر نہیں آتی" آج بہت مدت بعد وہ بھیا کو اتنا ظالم سنجیدہ محسوس کر کے روہانسی سی ہوئی، بھلے وہ ہمیشہ سے اسے حقیقت پسند بناتا آیا تھا مگر اس بار عالم کا لہجہ اور انداز دونوں ہی ایسے تھے کہ وہ نازک سی پری بھی خوفزدہ سی ہوئی۔

عالم کے بنا جینے کا تصور وہ کبھی نہیں کر سکتی تھی اور یہ تصور اسے بارہا عالم کروا تارہتا تھا۔

" بھیا جانو میں جانتی ہوں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن میرا دل بہت نازک ہے ناں، چھوٹی سی جان ہوں ناں آپکی۔ اتنا سارا ڈرایا مت کریں عیشو کو۔ اور مریں آپکے دشمن، میں نے تو بڈھے ہونے تک آپکو دیکھنا ہے سن لیں۔ ھاھا بھیا ویسے آپ بوڑھے ہو کر بھی اتنے ہی ہنڈسم اور آفت لگیں گے ایم شیور " شروع میں وہ جس معصومیت سے بولی وہ خود عالم کی آنکھوں میں نمی لے آیا مگر وہ فورا ہنس کر خود بھی اپنی بھیگی آنکھیں پونجھ گئی ساتھ ساتھ عالم کو بھی مسکراہٹ دے گئی۔

اور عیشو کی یہی ہنسی اجڑنے سے عالم کا دل سخت کانپتا تھا۔

" اللہ تمہیں کبھی اپنے عالم بھیا جانو سے جدا نہ کریں، تمہاری اس ہنسی سے میری کئی سانسیں بڑھ جاتی ہیں۔ میرا پیارا بچہ " عالم کو بھلے اس وقت ہارٹ پین شدید تھی مگر وہ پھر بھی درد محسوس کرنے کے باوجود عیشو سے بات کرنا چاہتا تھا۔

اب اسے اپنی زندگی کا کوئی اعتبار نہ تھا تبھی وہ اپنی زندگی کے آخری پل اپنے دل میں قید کر رہا تھا۔

"میرے پیارے بھیا، آئی لو یو سو مچ۔ آپکے بنا آپکی عیشو جی نہیں سکتی۔ یاد رکھیے گا آپ عیشو کی طاقت ہیں" اس وقت خود عیشہ رو رہی تھی، وہ دونوں سمجھتے تھے وہ عیشہ سے ہر دکھ چھپا لیتے ہیں مگر وہ ان دو کی سوچ سے کہیں زیادہ حساس تھی۔

دونوں کی آنکھوں میں سخت اور کربناک نمی تھی۔

"لو یو ٹو میرے بچے" عالم کے چہرے پر درد کے باعث تکلیف درج تھی اور عیشو نے بھی فون رکھ کر اپنے چہرے کی نمی ہٹا کر روم کی راہ لی البتہ عالم ضرور دل پر ہاتھ سہلائے بری طرح نڈھال لگا۔

"عزیزِ جاں !!...

تمہارے میسر نہ ہونے کا کافی گہرا اثر لیا گیا

ہر سُو اک گہرا سکوت طاری ہے

خامشی کان پھاڑ رہی ہے,

ہنسی قہقہے لگا کر خون جلا رہی ہے

چلتی سانسوں کا شور انتشار میں مبتلا کر رہا ہے

دھڑکنوں کی دھک دھک نے حشر برپا کر رکھا ہے

تصور تخیل خیالات سب منجمند ہو چکے ہیں

روح کا عالم تو کسی گہری کھائی کے جیسا ہے

میری ناممکنہ رفیقِ حیات!...

کہا بھی تھا دل کے اتنا قریب مت آؤ کہ بچھڑنا قیامت لگے

کہا بھی تھا تم سے زرا سی دوری بھی مجھے

زندگی سے موت کی طرف دھکیل دیتی ہے

اب جب جدائی مجھ پر قہقہے لگا رہی ہے

اک شورش کا ساسماں ہے

تم بہت دور سے میری بے بسی کا تماشہ دیکھو

مجھے پل پل مرتے دیکھو

مجھے سسکتے تڑپتے دیکھو

میرے انجان حبیب!! ...

اب مرنے کا وقت قریب ہے

تمہارا عکس آنکھوں کی پُتلیوں میں محفوظ

کر کے میں ابدی نیند سو جاؤں گا

اب میں شاید تمہیں یہی تحفہ دوں گا"

اسے سب سے بچھڑنے کا ملال تھا مگر تکلیف کی انتہا کسی ایسی کے لیے تھی جس سے بچھڑنا قیامت تھا۔

یہی محسوس ہو رہا تھا بس ابھی اسکی روح پرواز کر جائے گی مگر وجود سے زندگی نکلنا بہت کٹھن عمل تھا اور اسے ابھی اس عمل سے کچھ اور گزرنا تھا۔

چہرے پر پھیلی دو دن کی بڑھی شیو اسے مزید ہلکان پیش کر رہی تھی، وہ واقعی قطرہ قطرہ موت کی سمت چل رہا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

صبح دائم کے کالج نکلنے کے بعد حسنین کو بہلا پھسلا کر ہارون منصور گاڑی کی چابی لیے شوروم پہنچ چکا تھا اور پہلے تو وہاں کے اونر نے اس سے حسنین کو ہی گاڑی دینے پر زور دیا مگر پھر ہارون نے وہیں حسنین کو کال ملا کر بات کروائی جسکے بعد شوروم کے اونر نے کچھ شش و پنج میں مبتلا ہو کر آخر کو گاڑی ہارون کے سپرد کر دی۔

مگر اس نے ہارون منصور کے نکلتے ہی دائم کو بھی اطلاع دے دی تھی جسکے باعث کلاس لیتے دوران کال سن کر دائم نے اپنے جبڑے بھینچ لیے تھے۔

دائم جانتا تھا اب کوئی بڑا تماشا عنقریب ہے۔

ہارون منصور نے اپنی لالچی اور بدنیت خصلت سے مجبور ہو کر ایک دوسری جگہ جا کر اپنے جیسے دو نمبری آدمی کو لے جا کر گاڑی کا نظارہ کروایا۔

چونکہ گاڑی حسنین کے نام نہ ہو سکنے کی وجہ سے دائم کو مجبوراً بابا کے نام لینی پڑی تھی لہذا وہ شخص آج کے آج وہی گاڑی تین لاکھ دس ہزار کی بیچ کر سارا پیسہ ٹھکانے لگا کر رات گئے واپس لوٹنے والا تھا۔

حسنین اسکے آگے بول نہیں سکتا تھا اور دائم کو وہ بولنے نہیں دیتا تھا۔

یہ آج کا قصہ نہیں تھا، یہ گھٹیا اور بے درد انسان ایسے ہی دائم سے اسکی کمائی چھین کر جوئے پر لگاتا تھا۔

میچ پر پیسہ لگانا، اپنے پاس موجود قیمتی سے قیمتی چیز داؤ پر لگانا اس کمبخت کی عادت تھی۔

جوئے کی یہ لت ہی اسے ہڈ حرامی اور کمینگی پر اکساتی تھی۔

وہ جو سارا دن حسنین کی سمت سے رات کچھ خوشی پا کر تھوڑا مطمئین تھا، گھر قدم رکھتے ہی اسکا سارا اسکون غارت ہوا۔

باہر صحن کے آغاز میں ہی اسے وہ دونوں نظر آئے تھے۔

"گاڑی نہیں لائے تم؟" دائم کو علم تھا کہ گاڑی لینے ہارون منصور گئے تھے پھر بھی وہ ٹائی ڈھیلی کرتا استفسار کر رہا تھا اور حسنین اسکی بات پر بے نیاز تاثر دیتا بنا جواب دیے اندر چلا گیا جبکہ ہارون منصور کی کھسیانی شکل دائم کا دل ضرور دہلا گئی تھی۔

"مجھے پیسوں کی ضرورت تھی تو بیچ دی، پچھلے ماہ میچ پر تین لاکھ لگائے تھے تو ہار گیا تھا بس وہی ادا کرنے پڑے۔ حسنین کو گاڑی پھر لے دینا، اور ہاں اگلے مہینے مجھے اسی کے بجائے پورا لاکھ چاہیے۔ مہنگائی ہو گئی ہے، اب جاو میرا منہ مت گھورو" سامنے پلنگ پر نوابی انداز میں بیٹھا منصور دائم کو اس طرح حکم کر رہا تھا جیسے وہ مسکین لاکھ لاکھ درخت سے اتار لائے گا۔

دائم کی برداشت دم توڑ چکی تھی اور وہ اب اس شخص کی مزید کوئی بے رحمی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"مجھے کسی کے پاس گروی رکھ کر ایک ہی بار سارا پیسہ لے لیں، روز روز مجھے مارنے سے تھک تو بہت جاتے ہوں گے آپ" دائم کی آنکھوں میں سرخی تھی اور لہجے میں نمی اور اسکے سوال پر ہارون منصور تنفر سے اپنی گردن اکڑا کر ہاتھ باندھتا عین اکڑ کر روبرو آکر کھڑا ہوا۔

"تیرا کوئی ایک روپیہ نہ دے بچے، یہ تو ہم ہیں جو گزارہ کر لیتے ہیں۔ تیری منحوس شکل بھی دیکھتے ہیں اور طنز بھی سنتے ہیں۔ میرے سامنے اکڑا مت کر، ایک اشارہ کروں گا اور میرے یار تجھے اس جگہ غائب کریں گے کہ گوگل بھی ڈھونڈ نہ پائے گا۔ اور زیادہ اکڑنے کی کوشش کی تو تیری ما۔۔۔" وہ غلیظ شخص جتنی مرضی گری حرکتیں کر لیتا مگر ماہی کا ذکر اسکے منہ سے سننا دائم کی غیرت پر ضرب تھی تبھی دائم کی دھاڑ پر ہارون منصور کو سانپ سا سونگھا اور ساتھ ہی پتنگے لگے۔

آج پہلی بار دائم اسکے سامنے باآواز بلند چلایا تھا، دائم کی آنکھوں میں لہو ٹپکتا جلال تھا۔

"اپنے گندے ارادوں کے بیچ آپ نے میری ماہی کا ذکر بھی کیا تو بہت برا ہو گا، میں برداشت پر مجبور ہوں اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کے آپ مجھے تکلیف پر تکلیف دیتے جائیں۔ ماہی کے بنا دائم مر جائے گا بابا، اسے کم از کم اپنے سفاکیت کی زد میں نہ لائیں۔ یہ دیکھیں آپکے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں میرے ضبط کا امتحان مت لیں" دائم کا کپکپاتا وجود اسکی نرمی کا ترجمان تھا اور ہارون منصور جیسا غیر انسانی آدمی بنا ٹھڈے اور لاتیں کھائے سدھرنے والی ہڈی نہ تھی۔

"تمہارے ضبط کا امتحان لے کر ہی تمہیں ختم کروں گا، تم میرے لیے ایک ناپسند شے ہو۔ نفرت سی ہے مجھے تم سے، یہ یاد رکھنا کے مجھے ہلکا لینے کی کوشش بھی کی تو تمہارے سامنے حسنین تک کو مار دوں گا، میں ہر حد پار کر سکتا ہوں یاد رکھنا" کمرے

میں موجود حسنین جو یونہی کسی کام سے باہر دوستوں کے ساتھ جانے کے لیے مڑا تھا، اپنے باپ کے منہ سے ایسی بات سن کر وہیں دروازے میں پتھرا گیا۔

یوں لگا اسکی چلتی کائنات رک گئی تھی، پل بھر میں حسنین کو لگا وہ آسمان سے زمین پر آ گرا ہے۔

"اللہ کا خوف کریں، اتنے بے رحم مت بنیں خدا کے لیے۔ میں سوتیلا سہی وہ تو آپکا خون ہے" دائم تمام تر کوشش کے باوجود پھٹ پڑا، حسنین کی آنکھیں بھی سرخ تھیں۔

باپ کا گھناونا روپ اسکے سامنے آگیا تھا اور یہ ایک بہت بڑی دائم کے حق میں خیر تھی۔

"ہاں میرا خون ہے لہذا میں اس خون کو بہا بھی سکتا ہوں اس لیے غلطی سے بھی ہوشیاری کی کوشش نہ کرنا" حسنین وہیں سے الٹے قدم لیے کمرے کی سمت بڑھا اور کمرے میں جاتے ہی دروازہ بند کر لیا۔

ہارون منصور بھی زہر اگل کر منظر سے ہٹ چکا تھا جبکہ دائم نے وہیں کرب سے اپنے بال جکڑ کر خود کو پلنگ پر لڑھکا دیا۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ اسکی تھوڑی بہت آسانی کا وقت ہو چکا ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کیوں دل چاہنے لگتا ہے کہ اپنی آنکھوں کے سارے جھلملاتے خواب کسی ایک شخص کو سونپ کر باقی ساری کائنات کے لئے انکھیں بند کر لی جائیں، اس کا ہاتھ تھامے خوابوں کے سفر پہ چل نکلیں اور کبھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں. اپنے ہر خواب کی ساری تعبیریں صرف اسی ایک شخص کے ساتھ منسوب کر لی جائیں، کیوں دل پہ خود کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور ہم اپنے جذبوں اور سوچوں کی لگامیں کسی اور کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں، بے شک یہ محبت ہی کا اعجاز ہے کہ اچھا بھلا ہوش مند انسان بے خود ہو کر صحراؤں کی خاک چھاننے لگتا ہے.

بھلے ماہی کے لیے دائم کی محبت، اسکا عزت دینا اور اسکا ہو جانا بے حد مقدس تھا مگر وہ خود کہیں دل سے بنا بابا کو بتائے دائم کی ہونے پر اب خوفزدہ تھی۔

آتے ہیں، زندگی میں بلاشبہ ایسے موقعے آتے ہیں جب ہم نہ اس پار قدم بڑھا پاتے ہیں اور نہ اُس پار جانے کی ہمت کرنے کا سوچتے ہیں۔

زندگی کا سب سے خطرناک موڑ وہ ہوتا ہے جب آپ کے سامنے بند گلی ہو اور آپ پھر بھی طے نہ کر پا رہے ہوں کہ آگے بڑھنا ہے یا واپس مڑنا ہے۔ اس لمحے آپ کو لگتا ہے کہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو کہیں آپ پتھر کے ہی نہ ہو جائیں اور آگے، رستہ تو آگے بھی نہیں ہوتا۔ اس موڑ پر کھڑے آپ اپنی ہتھیلیوں کو دیکھتے ہیں کہ شاید کوئی نشان منزل مل جا لیکن کہاں! ہتھیلیوں پر منزلوں کے نشان ملنے کی خواہش کرنا ایسے ہی ہے جیسے چاند کو چھونے کی تمنا کرنا۔

چاند پر نظریں جما کر کچی اینٹوں کے فرش پر بیٹھی ماہی عجیب شش و پنج میں مبتلا تھی، دل کہتا تھا کہ دائم کے ہو جانے میں کوئی برائی نہیں مگر دماغ اسے بابا کی تربیت اور محبت کے واسطے دینے لگتا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ ماہی بیوقوف یا نافرمان بیٹی تھی، بلکے وہ تو بابا کے سانس کے ساتھ سانس لینے والی فرمابردار بیٹی تھی۔

اور ایسا بھی نہیں تھا کہ دائم کوئی سڑک چھاپ یا غنڈا موالی تھا جس سے محبت اور اسکی سمت پیش رفت کوئی جرم یا پاگل پن ہوتا۔

وہ اس سے سچے دل سے وابستہ تھا اور دائم کے جذبوں کی یہی سچائی ماہی کو اسے تڑپنے پر فائز نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

کچی اینٹوں کے ساتھ لگے گملوں میں کھلے تازہ گلاب اور انکی پتیاں چھوتی ہوئی ماہی بہت الجھن اور ذہنی دباو میں تھی۔

ایک دل چاہتا کہ بابا کو سب بتادے مگر ایسا تھا کہ وہ بابا کے انکار کو سوچ کر ہی آدھی ہو رہی تھی۔

وہ جانتی تھی ماں باپ کا حق اولاد پر سب سے زیادہ ہوتا ہے اور اسکے بابا اسکے لیے ہر فیصلہ لینے کا حق رکھتے ہیں مگر وہ عالم کے لیے اپنے دل کو کسی صورت راضی نہیں کر پاتی تھی۔

اسے وہ انسان کبھی بھی خود کی سمت مائل نہیں کر سکا تھا، اور یہ محبت کا مزاج بھی ھائے بڑا رئیسانی ہوتا ہے۔

زبردستی گھر تو بسا لیے جاتے ہیں پر کمبخت یہ دل زبردستی لگائے تک نہیں جاتے تو بسنا تو بہت دور ہوتا ہے۔

وہ دائم کے بنا اپنی زندگی کو ایک سیاہ نقطہ سمجھتی تھی، وہ دائم کو اس بے رحم دنیا کے سامنے نوچے جانے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

آج وہ اپنے دل کو کسی ایک طرف کرنا چاہتی تھی۔

ہم انسان ایک ہی مدار میں مخالف سمت گھوم کر ایک سی منزل تک پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں مگر کہتے ہیں ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے اور یہ کہ عمل اور رد عمل کے درمیان محبت کا پیمانہ بکھر جاتا ہے اور جا بجا بکھرے ہوئے رنگ، سارے مناظر بے رنگ کر رہے ہیں.

کب جہانگیر خاموشی سے اندر سے باہر کی جانب آئے اور ماہی کو بہت گہری سوچوں میں ڈوبا دیکھ کر اسکے سر پر جھک کر ہاتھ رکھا جس پر ماہی چونک کر بوکھلائی مگر بابا کو دیکھتے ہی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اٹھ کر سامنے آئی۔

جہانگیر نے اپنی پیاری سی منعام کے ماتھے پر بوسہ دیا اور وہ یوں تھے جیسے بیٹی کی الجھن جاننا چاہتے ہوں۔

"میرا بچہ اتنی چپ سی رات میں ان بے زبان پھولوں سے کونسی باتیں کر رہا ہے" شفقت سے وہ ماہی کی گال پر ہاتھ رکھے پوچھ رہے تھے اور وہ یونہی ہنوز مسکراتی بابا جان کے سینے جا لگی۔

"بابا اگر کبھی میری وجہ سے آپکو کوئی تکلیف پہنچی تو آپ اپنی ماہی کو معاف کر دیجئے گا" ماہی کو روہانسا پا کر اور سب سے بڑھ کر اسکی یہ بات سن کر جہانگیر کے چہرے پر بھی سنجیدگی سی اتری مگر وہ جلد سنجیدگی معدوم کیے مسکا دیے۔

انکا شفیق تبسم انکے جھریوں والے چہرے پر کھل اٹھا۔

"میری ماہی میرا غرور ہے، ایسی باتیں تو وہ سوچے جو گندا بچہ ہو۔ تم تو میری اچھی اور پیاری بیٹی ہو، اچھا بتاؤ کیا سوچ رہی تھی" خود پر بابا کا اتنا اعتماد ہی ماہی کو اپنے فیصلے کے لیے گڑبڑا رہا تھا، وہ کس طرف جائے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"بابا اگر عالم کے بجائے کوئی اور اچھا اور آپکے معیار کا انجان آ گیا تو کیا کریں گے آپ، کیا اسے انکار کر دیں گے یا سوچیں گے" ماہی یہ بات بہت نارملی پوچھ رہی تھی اور ستم کی حد یہ تھی کہ جہانگیر بھی بیٹی کے اس سوال کو کرنے کی وجہ نہ جان پائے تھے۔

"جو مرضی آجائے، تم صرف عالم کی ہو۔ وہی تمہارا ارا انجھن ہے، اسکی کم روشن زندگی کا سویرا انعام ہے اور میں اس بچے سے یہ روشنی چھیننے پر قادر نہیں ہوں۔ مجھے پتا ہے اسکی صحت تمہیں اسکی سمت مائیل ہونے سے روکتی ہے مگر میرے بچے یہ تو اللہ کے کام ہیں۔ اور ہو سکتا ہے وہ تمہارا ہی منتظر ہو، اسکی زندگی کی بہار تمہارے ساتھ کی محتاج ہو۔ اچھا چلو بہت رات ہو گئی ہے اب آکر سو جاو" بابا کی باتیں بھلے نرم تھیں مگر ماہی کا دل درد سے بھر گئی تھیں، تو یہ ثابت ہو گیا تھا کہ جہانگیر کسی صورت ماہی اور دائم کے لیے نہیں سوچیں گے۔

"محبت" جسے ہمارے معاشرے میں ایک غیر اہم عنصر سمجھا جاتا ہے یہ حقیقت میں نفسیاتی دباو کی ایک اہم وجہ ہے۔

"محبت" جسے ہو جائے وہ زیر عتاب، جو پالے طعن و تشنیع اس کا مقدر اور جس کی کھو جائے، اس کے لیے عمر بھر کی محرومی اور اذیت کیوں بنتی ہے یہ سمجھ سے باہر ہے۔

بابا کے جاتے ہی ماہی نے کچھ لمحے وہیں رک کر رات کی خنک روئی اپنی سانس کے اندر بھری اور آخری اٹل فیصلہ لیتی ہوئی خود بھی اندر بڑھ گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اگلے ڈیرھ ہفتے تک معاملات پر سکون رہے تھے، دائم اور ماہی نے اپنے لیے لیا فیصلہ دل مضبوط کیے پکا کر لیا تھا۔

عالم کی طبعیت ان دنوں میں قدرے بہتر تو ہوئی تھی مگر ڈاکٹرز اسکی زندگی کے لیے کچھ خاص پر امید نہیں تھے، خود عالم دس دن کی اس اذیت ناک تھراپی کے بعد ضد پر اٹل تھا کہ وہ پاکستان جانا چاہتا ہے اور عیشہ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔

ابھی زبیر صاحب جو اسکے ڈاکٹر تھے، ہرگز اسے واپسی کے سفر کی اجازت نہیں دے رہے تھے مگر عالم مسلسل اپنی بیماری کی بڑھتی شدت سے کچھ وقت سے ضدی سا ہو گیا تھا۔

وہ خود کو بستر پر رکھ کر سوئی کی رفتار پر نظریں جمائے موت کا انتظار نہیں کر سکتا تھا، وہ چاہتا تھا اسے موت ایسی بے بس نہ آئے۔

وہ چاہتا تھا جب وہ زندگی کو الوداع کہے تو اسکے پاس سب ہوں، تاکہ وہ مرنے کے بعد تڑپتا نہ رہ جائے۔

ویکنڈ پر ویسے بھی عیشہ حویلی آتی تھی اور نا جانے اس بار عالم کو پہلی بار اپنی زندگی ختم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

آخر اسکی مسلسل واپسی کی رٹ پر اسے جانے کی پرمیشن تو مل گئی مگر خود زبیر بھی ان دو کے ساتھ ہی پاکستان جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

دائم کے لیے یہ ڈیڑھ ہفتہ بھی خلاف توقع پر سکون گزرا تھا جسکی ایک وجہ باپ کا کم سامنا اور حسنین کی کوئی نئی فرمائش نہ آنا تھا۔

شروع کے کچھ دن تو دائم کو یہ تک لگا جیسے حسنین کچھ بہتر اور بدل گیا ہے، وہ چپ چپ تھا۔ کالج سے آکر بنا کسی سے بات کیے کمرے میں گھس جاتا تھا اور ڈیڑھ ہفتے کی

اس خاموشی پر دائم کو اب تو تشویش ہوئی کیونکہ یہ یقیناً طوفان سے پہلے والی خاموشی تھی۔

وہ اپنے سگے باپ کا سوتیلا پن جان کر سخت تکلیف میں تھا اور سوتیلے مگر سگے بھائی سے کی گئی آج تک کی ہر ناانصافی پر سراپا پشیمان تھا۔

وقت بھی کتنی ظالم شے ہے ناں، رکھ رکھ کر چماٹیں منہ پر ایسی ایسی برساتا ہے کہ انسان ہونق زدہ بنا دیکھتا رہ جاتا ہے کہ آخر اسکے ساتھ ہوا کیا ہے۔

کچھ ایسا ہی حسنین منصور جیسے اکڑ مزاج کے ساتھ ہوا کہ ایک پل میں وہ آسمان کی نا نظر آتی بلندی سے زمین کی نہ دیکھائی دیتی گہرائی میں جا دھنسا تھا۔

دائم اسکی خاموشی کو مزید بہتری سمجھنے کی غلطی نہ کر سکا تبھی اس کی مسلسل اپنائی چپ توڑنے اسکے کمرے میں گیا جہاں وہ اس وقت بھی بیڈ پر ایک ٹانگ لٹکا اور دوسری دہری کیے انگلش کی کتاب کھول کر پڑھنے میں مصروف تھا جب آہٹ پر متوجہ ہوا۔

"تمہاری طبعیت تو ٹھیک ہے حسنین، کافی دن سے دیکھ رہا ہوں میرا شہزادہ بڑا چپ ہے۔ ان شاءاللہ دو ماہ کے اندر اندر تمہیں نئی گاڑی لے دوں گا اور اس بار نام بھی تمہارے کرواوں گا۔ بھیا سے خفا مت ہو" حسنین کے سامنے سے نرمی سے کتاب ہٹا کر وہ بہت ملائم پن سے حسنین سے پوچھ رہا تھا اور حسنین کا بجھا پن واقعی دائم کو حیرت زدہ کر رہا تھا۔

"نہیں ہوں خفا، اور مجھے گاڑی نہیں چاہیے" دائم نے حسنین کی یہ بات سن کر پریشانی سے اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیے دیکھا، وہاں آنکھیں سرخ گوشہ نشینی میں تھیں۔

"پھر کیا چاہیے، جو کہوگے ملے گا" دائم کی سمت سے محبت اب حسنین کو ڈوب مرنے کا مشورہ دے رہی تھی، کتنی ہی دیر دائم ہلکان سا حسنین کے جواب کا منتظر رہا۔

"معافی اور آپ" حسنین بہت کرب زدہ بولا اور اس سے پہلے کہ دائم کچھ کہتا وہ بنا تکلف دائم کے گرد بازو باندھے اس سے چمٹ گیا، دائم کو تو مسلسل جھٹکے لگ رہے تھے۔

یہ اسکے اکڑ سے بھرے لاڈلے کو بیٹھے بیٹھائے کیا ہوا تھا، پر جو بھی تھا دائم کے چہرے پر تھوڑا ہی سہی پر اطمئینان تھا۔

"دونوں مل گئے، میرے لاڈلے۔ ہمیشہ مسکراتے رہو، بس اتنا یاد رکھنا حسنین اپنے لفظوں سے کسی کی کبھی دل آزاری مت کرنا۔ ہمیشہ کامیابی اور جیت انہی کا مقدر بنتی ہے جو رحم دل اور مہربان ہوں۔ جو زبان کے خوبصورت ہوں" دائم کو یہ تو علم نہ تھا کہ اس بدلاو کی کیا وجہ ہے مگر وہ پرسکون تھا کہ اسکی تربیت تباہی سے اسکے بھائی کو بچا چکی ہے۔

اسکے بعد نہ صرف دائم نے اسے تھوڑا پڑھایا بلکے سارے وقت میں وہ حسنین کے بدلے رویے کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھ کر آسودہ بھی ہوتا رہا۔

یاد رکھیے کہ ہمارے مذہب میں سے انسانیت اور خدمت نکال دی جائے تو صرف عبادت رہ جاتی ہے، اور محض عبادت کیلئے

پروردگار کے پاس 'فرشتوں' کی کوئی کمی نہیں ہے۔

انسان اپنی انسانیت اور خدمت کے سنگ اچھے اور نیک اخلاق کے ساتھ ہی انسان کہلاتا ہے۔

دوسروں کے دل میں ہمارے نیک اعمال ہی جگہ بناتے ہیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آپ بہت ویک سے لگ رہے ہیں بھیا جانو، سچی سچی بتائیں کچھ ہوا ہے ناں۔ یہ دیکھیں آپکی آئیز کے نیچے ڈارک سرکلز سے مجھے ہلکے ہلکے نظر آرہے ہیں۔ کٹی آپ سے عیشو کی" دن کو ہی عالم اور مقصود خان صاحب واپس پہنچے تھے اور چونکہ کل سنڈے تھا لہذا عالم نے ڈرائیور کو بھیج کر عیشہ کو بھی بلوا لیا تھا۔

کھانے کو کچھ دیر تھی تبھی عیشہ فریش ہونے کے بعد وہیں لاونچ میں آکر صوفے پر بیٹھے عالم کے پاس بیٹھی جو اسے نثار ہوتی نگاہوں سے دیکھتا ہوا بازو سے لگائے ہوئے پیشانی چوم رہا تھا۔

سامنے آغاجان بھی مسکراتی سی اداس آنکھوں کے اپنے بچوں کے دائمی ساتھ کے لیے دعاگو تھے۔

"میرے بچے کام بہت کر لیا ہے، دو تین ہفتے کا سارا ملبہ ڈیڑھ ہفتے میں ٹھکانے لگایا ہے اپنی پری کے لیے تو یہ ہلکے سے ڈارک سرکلز قبول کر لو۔ ویسے بھی اب تمہیں دیکھ لیا ہے تو دیکھنا فریشنس کیسے واپس آتی ہے" عالم کے لہجے میں منصوعی اور سطحی چمک مقصود خان تو واقع دیکھ سکتے تھے مگر اس نازک سی عیشہ کو جھوٹی مسکراہٹ سے بہلانا قدرے آسان تھا۔

"آپ کو پتا ہونا چاہیے بھیا جانو مجھے آپ چمکتے چاہیں ہیں، اور یہ کیا اتنی بڑی کالی کالی بیرڈ رکھ لی۔ فوری اسے ہلکا کریں کیونکہ ایسے آپ بہت مرجھائے لگتے ہو" عیشہ کی

آنکھیں بہت گہرائی سے عالم کے چہرے کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور وہ اس بار واقعی نظر چرا کر بابا کو دیکھ رہا تھا جو خود اداس سی لہر میں پیوست تھے۔

"جو حکم میری گڑیا کا، بتاو کیسی ہو۔ پڑھائی کیسی ہو رہی ہے۔ اور اپنا خیال رکھتی ہو یا نہیں" دونوں بہن بھائیوں کو باتیں کرتا دیکھ کر مقصود بھی اپنا فون لیے اٹھ کر باہر کی سمت لپک گئے کیونکہ وہ کل سنڈے کو یونہی چھوٹا سا ڈنر چاہتے تھے۔

جس کے لیے وہ جہانگیر اور ماہی کو بھی انوائیٹ کرنے والے تھے، شاید کہیں دل سے خود مقصود صاحب عالم کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا وسیلہ بننا چاہتے تھے۔

"سب بلکل ٹھیک ہے، بس آپ اور بابا بہت یاد آتے ہیں۔ میرا دھیان یہیں لگا رہتا ہے۔ آپکی طبعیت کیسی ہے، دوبارہ ہارٹ پین تو نہیں ہوا ناں۔ بولیں" اپنی دھن میں معصومیت سے بتاتی عیشہ اب ساری توجہ عالم کے سنجیدہ چہرے کی سمت کیے

سراپا منتظر سی جواب چاہتی تھی اور وہ اسکی نرم سئ گال دبائے سچا مسکرانے کی اخیر رکوشش کر چکا تھا۔

کوشش بھی وہ جو سوہان روح تھی اور رگوں کا خون منجمد کر گئ تھی۔

"نہیں ہوا، میں بھی اپنی گڑیا کو بہت یاد کرتا ہوں" عالم اسے بہت پیار کرتا تھا، مگر آج عیشہ کو نجانے کیوں بھیا کا ہر انداز کہیں دل کی گہرائی سے بھیگا لگ رہا تھا۔

وہ بہت حساس تھی شاید اور سامنے والے کو بہت مہارت سے پرکھتی تھی۔

" آپ اداس کیوں لگ رہے ہیں، آپ کا سٹرونگ بچہ ہوں میں۔ بھیا مجھ سے آپ اور آغا جان کبھی کچھ مت چھپانا۔ میں آپکو ایک بات بتاوں کہ کچھ دن سے میرا دل بھی خود بخود ہی اداس ہوتا رہتا ہے۔ عجیب سا ہے یہ، کل رات تو سوتے ہوئے میری آنکھ کھل گئ تھی۔ ایسے جیسے کوئی بے چینی سی ہو" عیشہ کی ایسی دردناک بات پر خود عیشہ کی آنکھوں سے نمی سی اسکی پر حدت زدہ سی گالوں پر ڈھلک آئی اور عالم کی تو اسکی بات نے ہی کائنات روک دی تھی۔

وہ مسکرانے کی دلخراش کوشش کرتا اپنے دونوں ہاتھوں سے عیشہ کی گالوں پر سے اپنی ہتھیلیوں کی پوروں کے سنگ نمی ہٹائے خود میں حلول کر گیا تھا اور شدت بہت دردناک تھی۔

بلکل ایسے جس طرح کسی بچھڑنے والوں کو ملنے کی پڑی ہوتی ہے۔ وہ بہت ملائم پن سے عیشہ کے بالوں کو سہلاتے بوسہ دیتا خود بھی کسی کرب میں تھا۔

"یا اللہ میری گڑیا کو ہر تکلیف سے دور رکھیں، کچھ ایسا کر دیں کے یہ عالم سے کبھی نہ بچھڑے" وہ جواب دینے کی کنڈیشن میں نہ تھا، درد سے اٹ کر دعا کر رہا تھا مگر عیشہ اسکے سینے سے لگی آسودہ تھی۔

"آئی لو یو بھیا جانو، اپنی عیشو کو کبھی مت چھوڑنا۔ آپ میرے لیے مما جتنے اہم ہو۔ اور عیشو کو اپنی یہ مما ہمیشہ چاہیے سن لیں۔ میرے سب سے بیسٹ بھیا جانو" پگلی اپنی چلبلی معصومیت سے بھری باتوں کے سنگ عالم کا ہر درد زائل کر گئی تھی اور دونوں کو بھیگا سا مسکراتے دیکھ کر مقصود صاحب کی آنکھوں میں بھی درد تھا۔

وہ کال کر کے کے ہی ابھی آئے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کل تیار ہو جانا ماہی، مقصود کی طرف جانا ہے۔ دراصل عیشہ بھی آئی ہوئی ہے اور عالم کی طبعیت بھی بہتر ہے تو وہ کہہ رہا تھا تم دو بھی آجاو تو مجھے اچھا لگے گا" ماہی جو رات کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی باہر سے بابا کی آواز پر دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی کچن سے باہر آئی تو بابا کی اس بات نے اسے کچھ خاص خوشی نہ دی۔

پتا نہیں کیا عجیب سی بات تھی کہ ماہی ہمیشہ انکے گھر جانے پر گھبراتی تھی، وہ بندہ اسے بہت بے چین کرتا تھا۔

"بابا جان ایک اتوار ملتی ہے اس میں بھی آپ کہیں نہ کہیں لے جائیں گے، سچی اتنے سارے ٹیسٹ ملے ہیں کہ سوچ ہے آپکی" ماہی کا منہ بسور کرنا جانے کا یہ دل بھانپ کر جہانگیر صاحب تبسم بھری نگاہوں سے ماہی کو دیکھ رہے تھے۔

"ہو سکتا ہے وہ تمہارا اور عالم کا باقاعدہ رشتہ طے کرنے کی بات کرنا چاہتا ہو، اچھا ہے ناں میں تو بہت خوش ہوں۔ اب تم بھی وہاں منہ پھلائے ہوئے نہ جانا بچے اچھا نہیں لگتا اور عالم کیا سوچے گا۔ تھوڑی سی بیمار پرسی کرنا اسے بھی اچھا لگے گا، اچھا میں سونے جا رہا ہوں تیار ہو جانا کل وقت پر اور اچھی سی تیار ہونا" جہانگیر صاحب بہت تاکید لہجے میں سموئے کہہ کر گئے تھے جبکہ ماہی چہرے پر کئی خدشے پنہاں کیے ابھی اداس ہونا شروع ہی ہوئی تھی کہ دائم کی کال دیکھ کر تھوڑی بہتر ہوئی۔

"تم کو پتا ہے ماہی، حسنین نے مجھ سے اپنے آج تک کے رویے کی معافی مانگی ہے۔ میں خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا ہوں۔ اب دیکھنا دائم کا رہا سہا سکون تمہاری صورت اسے جلد ملے گا" دائم اپنی آسودگی کی پہلی سطر ماہی کو بے قرار ہو کر کہہ رہا تھا اور وہ موندی ہوئی آنکھیں لیے کسی اور ہی جہاں میں تھی۔

کمرے سے باہر گزرتا ہارون منصور سماعت میں پڑتی آواز پر نا صرف رک چکا تھا بلکے اپنی بے ہودہ عادت کے سنگ کان بھی دائم کے کمرے کے دروازے کی جانب لگا چکا تھا۔

"ماہی کل ہی نکاح کر لیں گے، ٹھیک ہے ناں" دائم جواب بیڈ پر بیٹھ کر کشن گود میں لیے اپنے فیصلے کا بتا رہا تھا ماہی کی دھڑکن جہاں روک گیا وہیں وہ کمینگی کا سردار منصور حقارت سے اپنی آنکھیں دہکا گیا تھا۔

"جی" ماہی کی رضاومان سے بھری ہامی دائم کو مزید خوشی دے گئی تھی مگر باہر کان لگا کر کھڑا شخص ان دو کی کوئی خوشی تکمیل نہیں دینے والا تھا۔

"اسکے بعد میں اپنی پوری جان لگا دوں گا، کچھ وقت ملے گا تو پھر تمہارے بابا کو بھی منا لوں گا۔ ماہی تم میرا ساتھ کبھی مت چھوڑنا، یہ ظالم زمانہ کتنا بھی ہم دو کو جدا کرے تم صرف دائم شہروز کی ہو" دائم کی رگیں ماہی کو پالینے کے احساس سے ہی زندگی سے بھر گئی تھیں۔

منصور کے شیطانی دماغ میں منصوبہ سازی حرکت میں آچکی تھی، وہ دائم کی سمت جاتی ہر آسانی کو ختم کر دینے کے انداز میں منظر سے پیڑ پٹخ کر ہٹ چکا تھا۔

مقدر میں سیاہی بھرنے کا وقت قریب تھا، گہرا سناٹا بہت بار باہمتی کی راہ میں لہرانے پوری قوت سے آیا کرتا ہے اور یہ تو نصیب کی بات ہے کہ کوئی جیت جاتا ہے اور کوئی جیتے جی سب ہار جاتا ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"مجھے اسکی زندگی نہیں چاہیے، میں اسکی سانس چھین لوں گا۔ اسکی اتنی ہمت کے وہ اس ماہی کو اپنا سب بنانے کا سوچ بیٹھا ہے۔ نہیں دائم شہروز، تم اگر میرے کسی فائدے کے نہیں تو تمہیں کسی اور کے فائدے کے لیے زندہ چھوڑنے کی غلطی نہیں کروں گا۔ ویسے بھی تمہارے مرنے کے بعد تمہارا سارا چھپایا مال میرے پاس ہی آئے گا۔ مانتا ہوں سونے کے انڈے دینے والے مرغے کو حلال کر کے رسک

اٹھانے کا معاملہ ہے مگر تم مجھے اس پر مجبور کر چکے ہو" رات کا سیاہ تاریک اندھیرا، کمرے میں جلتی مدھم روشنی پر حاوی تھا۔

چہرے پر نحوست اور جلن ابھار کر پھنکارتا شیخ ہارون منصور اس وقت خطبی اور بددماغ ضدی شخص کے روپ میں تھا۔

ناجانے یہ دائم کی ماں کی محبت کیسے بن گیا، حالانکہ ایسے لوگ تو نفرت کے بھی قابل نہیں ہوتے۔

نکاح کی یہ خبر اس شخص کی ساری عیاشی اور مفت خوری پر بجلی گرا چکی تھی۔

اس سے پہلے کہ دائم اس نکاح کے بعد منصور کو اس گھر اور اپنے سائے سے چلتا کر دیتا ،وہ شخص بھاگتے چور کی لنگوٹی پکڑنے کے چکر میں تھا۔

سب کچھ ہاتھ سے جانے دینا اسکی لالچی اور حریص طبعیت پر گراں تھا تبھی یہ درندہ دائم کو مارنے کا فیصلہ لیتے ہوئے ایک بار نہ کانپا اور فون نکال کر کمال کی حقارت اور پھر یک دم کھیسانی لہر سجائے کسی اپنے غنڈے موالی کو فون ملا چکا تھا۔

"دائم شہروز کو عبرتناک موت دینے کا وقت آچکا ہے میرے دوست، اسے عام سی موت نہیں دینی۔ بڑی ذہنی ٹارچر مشین ہے وہ تو اسے ایسی ہی کوئی ٹارچر والی موت دینا۔

اور ہاں، موت شاہانہ ضرور ہو مگر اسکا نام ونشان بھی نہ ملے۔ اس کے بدلے اپنے حسنین کو تمہاری ٹیم میں بیچ دوں گا، اپنے سے بڑا غنڈا بنا دینا ویسے بھی اس میں اکڑ بہت ہے" لعنت ہو ایسے باپ پر جس نے سوتیلے کو تو نہ بخشا ساتھ ساتھ اپنے سگے بیٹے تک کو سولی پر چڑھانے کا فیصلہ کیا۔

دوسری سمت یقیناً خباثت سے بھرے قہقہے پھوٹے تھے کیونکہ شیخ ہارون منصور کے چہرے پر بھی درندگی اور سفاکیت پورے جشن زدہ انداز میں درج تھی۔

"وقت اور جگہ تمہیں بتا دوں گا، اسکی گاڑی کو اڑا دینا۔ اسکے چیتھڑے فضا میں منتشر ہو جائیں تا کہ منحوس پر کفن تک کا خرچہ نہ کرنا پڑے" ہولناک اور خوفناک سی

منصوبہ بندی کرتا یہ شیطان وقت کا فرعون بن کر یہ سمجھ رہا تھا کہ اسکا یہ بے رحم عمل اسے نہیں جکڑے گا۔

اللہ کی اس تک آئی رسی کو ڈھیل ضرور ملی تھی پر وہ رسی کو جب کھینچتا ہے تو منصور جیسے کئی سورما زمین کی خاک بن کر رہ جاتے ہیں۔

ظالموں کا حساب تو مقررہ وقت پر تعین ہوتا ہے مگر اس سے پہلے یہ شخص سب اجاڑ دینے والا تھا، سب تہس نہس کر دینے والا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

پورا دن ہی ماہی عجیب سی بوکھلائی رہی تھی، اتوار کے دن حسب معمول اس نے کافی ادھورے کام مکمل کیے۔ ایک یہی دن اسے گھر کو تفصیلی چمکانے کو ملتا تھا، کپڑے دھونے اور گھر کی صفائی کے بعد اس نے باہر چھوٹے سے صحن کے ساتھ کچے لان میں لگے پھولوں کے پودے کی مٹی نرم کی اور انھیں پانی بھی دیا۔

دن کو اس نے بابا اور اپنی پسند کے دال چاول بنائے تھے۔

موسم بہار میں ہلکی ہلکی خنکی دوپہروں کو سنہری ساعطر دیتی تھی، یہ باہر کی پررونق سی فضا ماہی کو آج ہرگز متاثر نہ کر رہی تھیں۔

بابا کی ہدایت پر اس نے اپنے لیے اپنی طرف سے سب سے سادہ سی سفید لمبی فراک نکالی جسکے دامن پر گلابی باریک موتیوں کی لیس تھی۔

چوڑی دار پاجامہ بھی سفید جبکہ دوپٹہ گلابی جالی کا تھا جسکے کنارے سفید موتیوں سے ازبر تھے۔

پیروں کی نازکی دیکھتے ہوئے اس نے سفید ہی کھسہ چپل چنی، نہا کر سفید میں لپٹی گل بدن اپنے حسن پر کبھی نہ اترائی تھی۔

بلاشبہ وہ بہت ہی نازک اور چھوئی موئی تھی، بقول بابا وہ اپنی مرحوم والدہ جیسی دلفریب تھی۔

ذمہ داریوں نے ماہی کو کبھی اپنے پیارے سراپے پر اترانے کا موقع ہی نہیں دیا تھا، ہاں جب دائم اسکی خوبصورتی کی ہلکی سی بھی تعریف کر دیتا تو وہ خود کو اس دنیا کی سب سے پیاری لڑکی سمجھتی تھی۔

سچ بھی یہی ہے، محبت سے پہلے کچھ بھی خوبصورت نہیں ہوتا۔ محبت تو خوبصورت کو ہوتی ہے کسی ایسے سے جو اس محبت سے فیض یاب ہونے سے پہلے تک خود کو کچھ بھی نہیں جانتا ہوتا۔

ماہی شام تک بلکل تیار تھی، اس نے آج ہلکا سا نیچرل میک آپ بھی کیا تھا جس سے اسکی پیاری اور موہنی صورت مزید صورت دلبر کی شکل دھار چکی تھی۔

دائم کے لیے بھی اتوار کا دن مصروفیت سے کنارے کا دن ہوتا تھا اور وہ اس دن کو اپنی تھوڑی نیند کے نام کرتا تھا۔

کچھ دیر وہ حسنین کے ساتھ ٹی وی پر میچ دیکھتا رہا اور پھر حسنین شام کو باہر دوستوں کے ساتھ نکل گیا جسکے بعد دائم نے بھی اپنے ایک یونی دوست سے نکاح والی بات کی اور اسے سارا انتظام کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی۔

وہ اسکا یونی کا ہی کوئی دوست تھا اور اس نے بھی پوری ذمہ داری قبول کرتے کل شام چھ سے آٹھ بجے کا ٹائم فکس کر دیا تھا۔

دوسری سمت عیشہ بھی صبح واپس جانے والی تھی لہذا گھر میں ہونے والے ڈنر پر وہ بھی تھوڑی خوش تھی۔

عالم کا دن بھی عیشہ کے ساتھ ہی گزرا تھا، دونوں پہلے کچھ دیر دن کو باہر نکل گئے اور تھوڑے گھومنے کے بعد وہ عیشہ کو شاپنگ پر لے گیا۔

عیشہ بھی دل کھول کر پورے ماہ کی کسر نکالتی تھی، مگر اس بار تو عالم کا دل چاہا اپنی گڑیا کو ہر شے لے دے۔

یہاں تک کے عیشہ کو کوئی 'عالم' بھی لے دے، یہ زندگی بھی کتنی دردناک شے ہے۔

رات ڈنر پر عالم بہت مدت بعد ماہی کو دیکھنے والا تھا مگر اسے کوئی خوشی نہ تھی، اسے بس دل کے بجھنے کی صاف صاف پیشن گوئی سنائی دے رہی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کاش کہ مجھے چند جادوئی لمحات میسر آئیں اور پلک جھپکنے پر سب ہی کچھ تھم جائے۔ میں آنکھیں موندلوں اور خاموشی چھا جائے۔ یہ دوریوں کے تمام زمانے بیت جائیں تو آنکھیں کھول لوں۔

تم گزار لینا وقت

تم کر لینا صبر بھی

اور تم ہی کر لینا انتظار۔

تم کر سکتی ہو، مجھ سے نہیں ہو پاتا۔

مجھے سکوت درکار ہے

وہ منظر جس میں تم نہیں ہو، بارِ گراں ہے مجھ پر.....

یا تم رہو، یا کچھ نہ رہے!

یا تم رہو، یا میں بھی نہ رہوں!" دل اپنی آخری دھڑکنیں گن رہا تھا، خوامخواہ کی خوش فہمیاں زندگی کب بڑھا پاتی ہیں۔

کب موت کو جھٹلا پائی ہیں۔

وہ اس کے سامنے تھی، پر وہ وہاں اسکے لیے اب کبھی نہیں تھی۔

عالم معراج خان کو لگا کوئی حور آسمان سے اتر آئی تھی، اپنی پاکیزگی ہر سو بکھیرتی اپنے بابا کے سنگ تھوڑی لجائی سی، تھوڑی کنفوز سی۔

وہ اس سے پہلے تک ہمیشہ بہانہ بنا کر بابا کو بھیج دیتی، اس بار اس کو اس غائبانہ شخص کے سامنے آنا پڑا تھا۔

عالم کا دل اسکے لیے ایسا بھی نہ تھا کہ بے حد پاگل اور دیوانا تھا، بس وہ اسے اس دنیا کی نہیں لگتی تھی۔

وہ اسے بھلی لگتی تھی، وہ اسکے چپ چاپ سے نگاہوں کے زاویے کی سمت سرسری سا دیکھتا اور نگاہیں ادب سے جھک جاتیں۔

عیشہ تک سے ماہی ایسی گھلی ملی نہ تھی، حالانکہ عیشہ جیسا بندہ کسی اجنبی کو یہ احساس نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ پہلی ملاقات ہے مگر یہ قدرتی تھا کہ ماہی شاید جان بوجھ کر ان سب سے گریزاں تھی۔

مقصود اور جہانگیر بھی ڈنر کے بعد سے اپنی پرانی یادوں میں گم مسکراتے چہروں کے ساتھ خوشی کا برملا اظہار کر رہے تھے، عیشہ بھی باباجان کے ساتھ بیٹھی سب کو مزے سے سن رہی تھی اور ماہی نے اپنے سامنے بیٹھے وجیہہ سراپا اور رعب دار سے عالم کو دیکھا تو تکلفانہ سا مسکرا دی۔

"کیسے ہیں آپ، ٹھیک ہیں؟" ماہی کو بابا کی تاکید یاد تھی، تبھی وہ ملائم پن اور آہستگی سے عالم سے پوچھ رہی تھی۔

لفظ اگر بتا سکتے کہ وہ کس مان کا اظہار کرتے ہیں تو شاید ہزاروں ترجمے ہو جاتے، مگر یہ مان کہنے والے نے نہیں ملایا تھا بلکے سننے والے نے امیجن کر لیا تھا۔

"الحمدللہ بہتر ہوں، اور آپ" عالم اسے اب اپنی زندگی میں شامل کرنے کو اپنا ظلم سمجھ رہا تھا، وہ جانتا تھا اسکی پسندیدگی کا یہ قصہ بھی اسکی سانسوں کے بجھنے کے ساتھ دم توڑ دے گا اور تبھی وہ بس آج ماہی کو کچھ پل دیکھ لینے کے بعد اپنی اس ادھوری کہانی کو سمیٹنے والا تھا۔

ماہی نے جھجک لیے نگاہ اٹھا کر عالم کو دیکھا، وہ رسانیت سے سر ہلائے مسکرا دی۔

تھک کے ہارے ہوئے کسی مسافر کی تھکن اتارنے کو یہ لمحہ سرائے کہا جا سکتا تھا مگر اسکی دردناک زندگی نے اپنی منزل کا تعین بڑی اجلت میں کیا تھا اور اسے مسافر بھی یہی درکار تھا۔

ان خاموش نگاہوں سے وہ اپنی آخری تھکن بانٹتا رہا اور وہ اپنی معصوم سی پلکیں جھکائے عالم کی بجھ جاتی حیات میں بنا جانے ہی رنگ بکھیرتی جا رہی تھی۔

ان کے بیچ واعدے نہیں طے پانے تھے، قسمیں نہیں کھائی جانی تھیں مگر کوئی تو ربط تھا جو آسمان پر کسی منفرد حکم پر جڑا تھا۔

ان نگاہوں کا تانا کہیں کسی سمت سے منقطع ہوتا تو وہ بے قراری سی دل میں جاگتی محسوس کرتا تھا، وہ عالم کے بکھرے رنگ دیکھ کر بھی جبرا مسکرائے جا رہی تھی۔

اور وہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ اسکی زندگی کے آخری لمحات معطر کر رہی ہے۔

"میں آپکو خود میں مبتلا کر کے ناخوش ہوں" کبھی بے دھیانی میں عالم کو ماہی کی آنکھیں کہنے لگتیں، اعتراف کرتیں تو وہ درویشانہ مسکان ہونٹوں پر سجا کر ایک پرجوش سانس لیتا۔

آخری اس الوداعی ملاقات کے سارے مقدس لمحے ایک خاموشی پر ٹک گئے، وہ جانا نہیں چاہتا تھا مگر وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔

یہاں تک کہ اس اندھیاری رات میں آنسوؤں نے سارا منظر دھندلا دیا.

جب منظر واضح ہوا تو وہ نہیں تھی، لیکن تب سے ہر دیوار پہ بکھرے رنگوں کے نشان، اس کے ہونے کا پتا دے رہے تھے اور جا بجا وہ دکھائی دینے لگی تھی.

اس رات عالم نے ہر لمحہ اسطرح کاٹا جیسے اگلی سانس آخری ہو، وہ جا چکی تھی۔

کبھی نہ آنے کے لیے سب چلے گئے اور اب کسی لاعلاج بیمار کی باری تھی۔

جسکو دنیا میں آسودگی سے دور رکھا گیا تھا، وہ اپنے گرد ساری حصاری دعاوں کے قبول ہونے کی خوشی پر موت جیسی اذیت قبول کرنے والا تھا۔

امید نہ کبھی مرتے ہوئے زندہ انسان کا پیچھا چھوڑتی ہے نہ جیتے جاگتے مردہ انسان کا، کچھ کہانیاں آسمانی ہوتی ہیں۔

کچھ ملن زمین کے لیے نہیں ہوتے، کچھ محبتیں اس قدر پاکیزگی سے سرزد ہوتی ہیں کہ انکی تکمیل اس کھوکھلی اور بے جان دنیا میں ہونا، حقیقت میں اس محبت کے تقدس کی شان میں گستاخی ہوتی ہے۔

آسمان اس رات سرخ نہیں، بلکے مزید سیاہ ہوا تھا۔

اس رات ستارے معمول سے زیادہ روشن تھے، اس رات چاندنی نویں تاریخ کے باوجود آسمان کے ہر زرے تک حکمران تھی۔

اس رات کوئی کامل ہو گیا تھا، کچھ اجر چپ چاپ ملتے ہیں، انکا جشن بھی چپ چاپ آسمان پر منایا جاتا ہے۔

یہ اللہ کے فیصلے ہیں، وہ جسے چاہے جلد خود سے ملاقات کا شرف دے اور جسے چاہے عمر خضر عطا کر دے۔

محبت بانٹنا سیکھو محبت ہے عطارب کی

محبت بانٹنے والے طویل العمر ہوتے ہیں!__

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اگلا دن طوفان سے پہلے والی خاموشی کی طرح کٹا، عیشہ فجر کے وقت ہوسٹل واپس چلی گئی تھی۔

عالم نے اگلے دن خود کو کمرے میں ہی مقید رکھا، ماہی گزرے دن کی ہر الجھن کل کے خوبصورت دن سے مسکراہٹ بنا چکی تھی۔

حبا بھی خوش تھی اسکی دوست ماہی کا مقدر سنورنے کو تھا، نکاح کی تقریب دائم کے یونی دوست کے گھر ہی طے پائی گئی تھی اور گواہ بھی وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ حبا تھی اور توقع کے خلاف حسنین موجود تھا۔

اسے دائم بھائی کی خوشی پر خوشی تھی، وہ خوش تھا کہ وہ نکاح کر رہا ہے اور حقیقی مان حسنین کو تب ملا جب خود دائم نے اسے اپنی اس خوشی میں مدعو کیا۔

یہ رات بخت کی سرفراری کی رات تھی، جب ماہی اور دائم سے قول و قرار کی دل فریب اجازت لی گئی۔

یہ کتنا خوبصورت لمحہ تھا جب اسکے دائم نے اسے قبول کیا تھا۔

آج وہ بہت سے بھی بہت حسین لگ رہی تھی، حبا اسکی نظر اتارتے ہوئے نہیں تھک رہی تھی اور دائم سفید قمیص شلوار میں ملبوس زندگی سے بھرپور دائمی آسودگی میں مبتلا تھا۔

اسکی ماہی اسکی محبوب سے اسکی رگ جان کا سفر طے کر گئی تھی، آج ماہی کے چہرے کی شفق دائم کو اس دنیا کا سب سے خوبصورت رنگ دیکھائی دے رہی تھی۔

حسنین کے چہرے پر شاید آج زندگی کی پہلی دلی اطمئینان والی مسکراہٹ تھی مگر یہ سب نہیں جانتے تھے کہ سیاہ وہشت ناک اندھیرا انکے سروں پر منڈلا رہا تھا۔

دائم نے ان سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جو اسکی اور ماہی کی اس تکمیل میں معاون ثابت ہوئے تھے، اور پھر کچھ دیر دلہا دلہن کو اکیلا چھوڑا گیا کیونکہ کھانا لگ چکا تھا اور ویسے بھی تھوڑی سی پرایویسی پر ان دو دل والوں کا بھی حق تھا۔

گھر کے پچھلے طرف ہی خوبصورت سے لان میں ہی تقریب تھی اور اب باقی سب اندر تھے جبکہ دائم اپنے پاس بیٹھی سرخ رو حسین سی حیا کے رنگ میں آج کوئی اور دیکھائی دیتی ماہی کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت تھوڑی بوکھلائی سی فرحت میں تھی۔

آج خود وہ مرد جاہ آفت سے بھی بڑی حسین آفت لگ رہا تھا، نظر لگنے کی حد تک وہ دو مکمل اور کامل تھے اور کہتے ہیں ناں کے کامل کچھ نہیں ہوتا۔

یہاں بھی گرہن لگنے کا وقت عنقریب تھا۔

دائم نے بہت نرمی سے ماہی کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے اسکی ہتھیلی پر جذباتیت سے اپنے لب رکھے اور یہ ایسا پر سکون لمحہ تھا کہ ماہی ہر حیا کو پرے کرتی آنکھیں بھر کر دائم کو دیکھنے لگی جو قریب ہوتا اسکی آنکھ سے ٹپکنے والے آنسو کو اپنی انگلی کی نرم پور میں جذب کر چکا تھا۔

"محبت پر یقین سا ہو گیا ہے، تم میری ہو گئی ماہی۔ اپنی آخری سانس تک میری رہنا، میرے وجود کی بہار تم سے ہے۔ یہ من پسند چہرہ، یہ سکون کی دولت جیسی میری ماہی

اور یہ مبارک رشتہ جو ہم دو کے بیچ آن جڑا ہے سب مقدس ہے۔بے حد چاہ سے تمہیں چاہا ہے، اپنے دل میں صرف تمہیں بسایا ہے اور تم دائم کی آخری سانس تک اسکے دل میں موجود رہو گی" دائم اسکی جھکی پلکوں پر پھر سے حیا سے ہوتے رقص پر جی اٹھا، اسکے ملائم بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے وہ جذباتیت کی اونچی مسند پر فائز اسے دل میں بسائے جانے اور بسائے رکھنے کی یقین دہانی کرواتا بہت پیارا لگا۔

ماہی کا دل اسکی سانسوں کے چہرے پر پھیلنے پر بے ہنگم ہوا اور وہ دائم کے بے خود سے ہوتے انداز میں چھپے مفہوم پر پھر سے پلکوں کا جھالر گرا گئی۔

"آپ مجھ سے کبھی دور مت ہونا دائم، نہ اپنی ماہی کو ہونے دیجئے گا۔سب کچھ بہتر کر دیجئے گا، کیونکہ آپ کے بنا میں بھی خالی اور ویران ہوں۔میری دعا ہے آپکی مشکلات سے بھری زندگی میں ماہی سکون بنے، آپکی ہر تکلیف مجھے چننے کا شرف ملے۔ آئی لو یو سو مچ" ماہی نے آج تک دائم کے اظہار پر شرمانے اور مسکرانے کے علاوہ

کبھی کوئی جواب نہیں دیا تھا مگر آج وہ پورے حق سے دائم کو اسکا قرار سونپ چکی تھی۔

دائم کا دل بہار کرتی وہ خود محبت کے دھیان میں جا ٹھہری تھی۔

سبھی کہتے ہیں کہ

" لکھ سوادنہ مصری اندر کھنڈاں وی چکھ ڈٹھیاں

ایناں ساریاں چیزاں نالوں گلاں سجن دیاں مٹھیاں " ھائے محبوب کی باتیں تو شہد کی مٹھاس تک کو مات دے دیتی ہیں۔

" آئی لو یو ٹو، سب کچھ بہتر کر دوں گا بس تم میرے ساتھ رہنا میرا سایہ بن کر۔ یو نو بہت خوبصورت لگ رہی ہو، میری یہ آنکھیں یوں ہے کہ مدت بعد ٹھنڈی ہوئی ہیں۔ پورے حق سے تمہیں دیکھنا یقین مانو بہت دلنشین احساس ہے " دائم اسکے چہرے پر پھیلتی سرخی پر دلفریب مسکان سجاتا اسکی حیا اوڑھتی گالوں سے ہونٹوں کو

لگائے اسکی پاکیزگی بڑھا رہا تھا مگر وہ ابھی اچانک اس سب پر جھینپ سی گئی اور دائم اسکی ہر بوکھلائی ادا پر نثار ہو رہا تھا۔

"ابھی بس دیکھ لیں، مجھے شرم سی آ رہی ہے" ماہی گھبرا کر اٹھتی ہوئی دائم کی ہوش اڑاتی نگاہوں میں آئے گلابی ہوتی کہہ کر خود ہنس دی اور دائم صاحب نے بھی تھوڑی بہت گستاخی کا ارادہ باندھ کر شریر ہوتے ہوئے اٹھ کر زرا زرا حیا سے گلال ہوتی ماہی تک کا فاصلہ طے کیا اور اسکی کمر کے گرد نرمی سے بازو حمائل کرتے ہی ماہی کے اڑے رنگ اور رنگ بدلتے حسن کو تفصیل سے اور قریب سے دیکھا۔

وہ پگلی بھی لاکھ صدمے میں غرق ہونے کے باوجود اس لمحے جنبش تک کو تیار نہ تھی۔

اف یہ حسن کا ایسا اونچا میل جول، بے مثال حسن کے دونوں کی آنکھوں نے بے وقت کچھ سرزد ہونے کے ڈر سے جھرجھری لی۔

دائم اسے پلٹا کر اسکی مسکراہٹ کے افق پر مقدس مہر محبت ثبت کیے اسے خود میں سمو چکا تھا اور وہ بھی کسی خواب جیسے اثر میں مبتلا اس گرفت میں پیوست آسودگی سے آنکھیں موند گئی۔

"میری جان ہو تم ماہی، بلکے اس سے کہیں بڑھ کر عزیز۔ میں تم سے کبھی بھی بچھڑنا نہیں چاہتا" کتنی ہی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بنے رہے تھے، چاند تک انکی میٹھی تکمیل پر شادمان تھا۔

وہ اس سے الگ ہوئی تو چہرے پر کچھ مزید سرخی تھی اور وہ بھینی بھینی سی مسکان سے نظریں سی بھی چرا رہے تھے مگر پھر یک لخت ماہی کے چہرے اداسی ابھری اور وہ بیقراری سے دائم کو دیکھنے لگی۔

"دائم مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، آپ ہماری اس محبت کو مبارک بنائیں گے ناں" وہ بہت خوفزدہ سی دائم کو دیکھ کر بولی اور دائم سر ہلائے آسودگی سے اسکی پیشانی چوم چکا تھا۔

دونوں اس عہد پر حسین ترین مسکرائے تھے۔

"آپکو پتا ہے دائم، محبت کب ہمارے لیے مبارک ہوتی ہے؟۔۔۔امم میرے خیال میں جب ہمیں کسی کی سچی دعا لگتی ہے، کیا آپکو علم ہے سچی دعا کہاں سے ملتی ہے۔۔۔۔"

مسلسل کسی حسن سے لدی آپسرا کے شب دیز جیسے بال، ہلکی سرمئی سی رات کی فضا میں لدی ہوا سے مہکنے کے بعد سر مستی میں گم تھے۔

سامنے بادلوں کی اوٹ میں چھپا چاند بھی اس حسن والی سے لاج کھائے بار بار چھپ رہا تھا۔

"سچی دعا تمہیں میرے مکمل پاس اور قریب تر آکر ملے گی، کسی اور ذی روح کی اتنی مجال اور سکت کہاں کے وہ دائم شہروز کے ہوتے ہوئے اسکی ماہی کو کوئی بھی دعا دے، اور میں نے تمہارے لیے تمہاری دعا کر دی ہے۔ جلد محبت مبارک بھی ہو گی اور راس بھی"

گھمبیر سی چاشنی میں لپٹے گلابی مائیل مردانہ ہونٹوں سے یہ فقرے نکل کر ماہی کی سماعت کو چوم رہے تھے۔

دائم کی گال پر پڑتا ڈنپل جو صرف دائم کی گہری دل سے اٹھتی مسکان پر ہی نمودار ہوتا تھا، آفت تھا۔

ھائے ماہی کی سب سے بڑی کمزوری تھا، کتنی پیاری ہنسی تھی اس گہری سرمئی آنکھوں والی کی جس پر اک شیر جوان مرد ہار گیا تھا، وہ آج اسکی تھی اور وہ چاہتا تھا کہ چلا چلا کر اس پوری کائنات کو بتائے کہ ماہی صرف اسکی ہے۔

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر اسکی مقدس پیشانی اور مبارک آنکھوں کو چوم کر عہد جنون کا آغاز چاہتا تھا۔

کسی دلربائی غضب کو اوڑھ کر رمانی رنگ میں نہائے وہ نسوانی نازک ہونٹ جن پر دائم کی بات سن کر اور محبت کی نرمی محسوس کر کے دلفریب مسکان سج گئی۔

منظر نے کہا کہ تھم جا، تھم جا کہ یہ آنکھیں کسی درویش کی ہیں۔

کسی عشق کی اونچی مسند پر فائز دیوانی کی، سیاہ نشینی کچھ انکا مقدر تھی اور کچھ وہ پگلی بھر بھر کر سیاہی انڈیل لیتی تھی۔

"میرے دل کے واحد قرار، میری خزاں رسیدہ ذات کی اکلوتی بہار۔۔۔خدارا اس عہد کو بھول مت جایئے گا جو آج آپ نے اپنی ماہی سے کیا ہے، محبت اور فرض کے بیچ میں نے محبت چنی اور آپ پر ابدی اعتبار کر لیا ہے، میں منتظر ہوں کہ آپ جلد اپنی ماہی کو اپنے شایان شان عزت اور مقام بخشیں" چھوٹے سے صحن میں لگے رنگ برنگے پھولوں کا جان فزا عطر خوشبو کی طرح ماہی اور دائم کے وجود کو حصارے ہوئے تھا، روبرو کھڑا جان قلب جی جان سے مسکرایا تھا۔

"تم جیو سرمئی آنکھوں والی، وعدہ کرتا ہوں کہ یہ دنیا، یہ ظالم زمانہ بھی میرے اور تمہارے بیچ آن ٹھہرا تو میرے دل کی صدائیں تم تک ہر بندش توڑ کر پہنچیں گی، تم یاد رکھنا کہ تم پر اس دنیا میں صرف ایک شخص مہربان ہے، دائم شہروز" وہ اپنی

آنکھیں آسودگی سے موند کر ماہی کو اپنا رہنے کی تاکید کر رہا تھا، وہ تو دل و جان سے راضی تھی۔

"مجھے آپ پر یقین ہے دائم" سامنے کمال کا بھروسہ جگمگایا، زندگی سے بھری آنکھیں اور مسکراہٹ دائم شہروز کی پہلی اور آخری آسانی تھیں۔

"بس اس یقین کو ہمیشہ برقرار رکھنا منعام دائم شہروز، تم بس میرے لیے بنائی گئی ہو یہ یاد رکھنا" دائم کی آنکھیں جی جان سے ماہی کا صدقہ اتار رہی تھیں۔

ماہی نے فدا ہوتے ہوئے دائم کی ٹھوڑی پر اپنے نازک ہونٹ رکھتے ہوئے اپنی ننھی منھی گرفت میں اسے کمر سے جکڑ کر آنکھوں میں بے انتہا پیار بھرا۔

دائم نے مقابل کی اس بے باکی پر کچھ کہنے کو لب کھولے۔

"اے میرے قلبِ مخمور

حواسِ خمسہ پر جب سے تمہارا پہرہ ہے

یقین مانو تب سے میری سوچیں اپنی وسعتوں سے

بہت آگے نکل چکی ہیں

آنکھیں زنبیل میں چھپے رازوں تک کو عیاں کرنے کا

ہنر سیکھ چکی ہیں

احساسات اپنے مختصر سے دائرے سے باہر قدم رکھ

چکے ہیں

سماعتوں میں تمہاری محبت کا شور عجب اطمینان

کی سی کیفیت پیدا کرتا ہے

اور سب سے بڑھ کر تمہاری موجودگی کا احساس

ہر لمحہ مجھے یرغمال بنائے ہوئے ہے" دائم کی سمت سی ایسی شاعرانہ شرارت کے سنگ جسارت تو بنتی تھی، وہ اسے خود میں مبتلا کیے خود بھی اپنی زندگی کی شاید آخری مسکراہٹ جی رہا تھا۔

"آپکو پتہ ہے انت الحیاۃ کا مطلب....؟

اس کا مطلب ہے آپ زندگی ہو میری!!....

زندگی پتہ ہے کسے کہتے ہیں.....؟

سانس لینے کو.....؟

نہیں!......

زندہ رہنے کو.....؟

نہیں......

آپکی آواز کو......

آپکی دید کو.......

آپ کو کہتے ہیں زندگی.......

آپ ہیں انت الحیاۃ......

سو اب دعا کریں میری عمر دراز ہو......

اور عمر دراز پتہ ہے کب ہوتی ہے.....؟

جب اسباب میسر ہوں.......

آپکی صحبت دراز عمر کا سبب ہے تو زرا......

خیال رکھیے!......

میں ابھی کم عمری میں ہوں" منظر تک حیا کھا گئے،وہ ایک دوسرے کی حقیقی اور سچی خوشی تھے اور سچی خوشیاں بہت جلد دھندلا جاتی ہیں۔

عمر درازی کی دعا کسے لگی اور کسے نہیں،یہ تو وقت بتانے والا تھا۔

ایک دوسرے کی قربت ان دو کے لیے یہ آخری آسانی اور شاید آخری آسودگی تھی۔

وقت تھم جانے والا تھا،آسمان پر یک لخت سرخی چھانے والی تھی۔

کچھ تو ہونے والا تھا، یہ کاملیت ادھورے پن سے متعارف ہونے والی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

بیلی بیلی ہر کوئی آکھے تے میں وی آکھاں بیلی

اس ویلے دا کوئی نہ بیلی جدوں نکلے جان اکیلی

جان نکلنے کا سلسلہ دردناک تھا، بہت سے وعدے، بہت سے مان ادھورے رہ جاتے تھے۔

سب جھوٹ تھا، فریب تھا۔

موت کے وقت تو اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے، موت ایسی ہی دلسوز شے ہے کہ برحق بھی ہے اور ظالم بھی۔

وہ رات، وہ قیامت کی رات کئی لوگوں پر قہر کی طرح برپا ہوئی تھی، بظاہر وہ دائم اور ماہی کی زندگی روشن کرنے کی رات تھی مگر حقیقت میں اس رات ماہی اور دائم دونوں کی زندگی کی رہی سہی روشنی بھی بجھ گئی تھی۔

بس اتنا پتا تھا کہ ایک سیدھے راستے پر ایک گاڑی دھماکے سے پھٹی تھی، ارد گرد آگ اور دھواں اٹھتا دیکھتے لوگ بہت اونچی آہ وبقا میں لگ گئے تھے۔

ایمبولنس کے سائرن کی دور سے دل چیڑتی آواز نے بھی چلتی کائنات تھام کر رکھ دی تھی۔

اس رات اتفاق سے حسنین پہلے ہی دوستوں کے ساتھ نکل گیا تھا، گاڑی میں صرف دائم تھا۔

اس روز اس نے اپنی موت سامنے دیکھ کر ماہی کو پکارا تھا۔

تخیل میں جدائی کے نغمے گونجے تھے اور خواب میں وہ کسی سرمئی صبح کے دامن میں کسی آسمانی جزیرے پر ایک ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے کھڑے تھے۔ سفید لباسوں میں ان دو کے وجود بہت پاکیزہ اور معطر تھے۔

"میں چاہتا ہوں کہ

میں ان روشن جزیروں پر رات کے پہر میں رومانوی موسیقی کے سنگ تمہیں پاس بٹھا کر بے انتہا خوبصورت نظمیں گنگنا کر سناوں!..

اک نظم ایسی ہو

جہاں پر گردن پر بوسے کا ذکر ہو اور تم جھٹ سے میری گردن کے قریب اپنے ہونٹوں سے نظمیں لکھنا شروع کر دو" دائم نے کمال محبت سے آغاز کیا تھا، وہ دونوں روشن وجود والے دو نفوس تھے۔ ارد گرد خوبصورتی کی انتہا تھی۔

"آہاں اور اک نظم ایسی ہو

جہاں دل کو اداسی نے گھیر لیا ہو اور وہاں آپ مجھے اپنی دھڑکنوں کے اتنے قریب کر دیں کہ اداسی کا خوفناک شور میرے کانوں تک نا پہنچے اور مجھے بس آپکی دھڑکنیں سنائی دیں" ماہی کی روشن آنکھوں میں بھی خواہش جاگی تھی، دائم کا دل بے ہنگم خوشی سے دھڑک اٹھا تھا۔

"ہاں اور اک نظم ایسی ہو

جہاں میں مسکراہٹ بھول جاوں، تو تم اپنے ہونٹوں کی ہر ہنسی میرے نام کر کے کھکھلاتی اور ہنستی بہاروں کو مات دے جاو۔

تمہارے مسکرانے سے چمن میں پھول کھلیں، اور دلوں میں محبت کی خوشبو مزید پختہ ہو جائے" دائم نے اسکا نازک ہاتھ پکڑ کر اپنے شانے پر رکھے کمال تجویز دی اور وہ بلاشبہ مسکرا اٹھی تھی۔

"اور اک نظم ایسی ہو

جہاں میں خوف کے مارے آپکے پہلو کی چھاوں ڈھونڈوں، مجھے سکون کی تلاش ہو اور آپ کہیں سے چپکے سے آجائیں۔

میری آنکھوں پے ہاتھ رکھ کر مجھے بتائیں کہ لو آگیا ہوں، تمہارے ہر ڈر کو اپنے پوروں سے چننے والا ہوں میری جان" کمال اترا کر محترمہ نے دل چھیرتی جسارت کی تھی۔

ہر زرہ انکا صدقہ اتار لینا چاہتا تھا۔

"اور اک نظم ایسی ہو

جہاں پر ہجر کا ذکر کیا گیا ہو

اور تم مجھے ڈر کر اس طرح خود سے لپیٹ لو کہ

وہ مرحلا آنے ہی نا دو کبھی۔۔!" دائم کی آنکھیں یک لخت دکھ کے بادلوں سے اٹیں۔ماہی نے اسکا سہا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پیشانی چومی۔

"اور اک نظم ایسی ہو

جہاں سماج میں ناانصافی، ظلم، جبر، ذلت، بھوک، درندہ صفت کتوں کو للکارہ گیا ہو اور وہاں میں آپکے ساتھ اک ہتھیار کی حیثیت سے کھڑی رہوں اور آپکی ظلم اور تکلیف کے خلاف لڑنے کی طاقت میں مزید اضافہ ہو" ماہی کا دیا حوصلہ کچھ کار آمد ثابت نہ ہوا، ارد گرد روشنی میں کمی ہونے لگی۔

خوبصورتی رفتہ رفتہ ہولناکی بننے لگی۔

"اور اک نظم ایسی ہو

جس میں شاعر نے دو کرداروں کے آخر میں موت لکھی ہو

اور بلکل اسی طرح دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں دم توڑ دیں" مکالمہ دلخراش نقطے پر ختم ہو گیا، وہ خوبصورت جزیرہ دیکھتے ہی دیکھتے آگ سے دہکتا آتش فشاں بن گیا اور دائم اس آگ میں معلق ہوا اور ماہی اس دہکتے جزیرے پر حلق کے بل چلائی تھی۔ خواب ٹوٹ گیا، حقیقت دل دہلا گئی۔

ناجانے کیا ہوا تھا مگر اک دیا بجھا تھا، دل کے آنگن میں یک لخت اترتی شام بے سبب نہ تھی۔

اپنے گرد چادر اوڑھ کر گھر میں داخل ہوتی ماہی کو یہی لگا ناجانے کیوں دل کٹ گیا تھا، بمشکل دل کو سہلائے وہ سانس لینے میں کامیاب ہوتی دیوار کا سہارا لے پائی۔

وہ بابا کو حبا کے ساتھ اسکی سالگرہ پر جانے کا کہہ کر گئی تھی۔

بابا تو مطمئین تھے مگر کمرے تک پہنچتی ہوئی ماہی کچھ پل کو بیقرار ہوئی تھی، اسکا دل کانپ رہا تھا حالانکہ آج تو اسکے دل کو ہر ڈر سے آزاد ہو جانا چاہیے تھا۔

وہ ملاقات کا سحر گھر تک لائی تھی، خود پر اوڑھی چادر ہٹا کر اس نے آج اپنے حسن کی سرفرازی کو ستائشی انداز میں سراہا۔

ماہی نے اپنے آپ کو اپنے لباس کو ستائشی نگاہ سے

آئینے میں دیکھا جو خاص نگینوں اور یاقوتی موتیوں سے سجا تھا، وہ ایک چھوٹی سی فراک تھی جس کے سنگ چوری دار پاجامہ اور آنچل پر دو دو انگلیاں پھر سے ویسے موتی جڑھے تھے جن میں ایک لائن سفید چمکتے ہوئے اور دوسرے رمانی تھے۔

وہ اسکے سہاگ کا جوڑا تھا، جسے اس نے اب اپنے وجود سے ہٹا کر اس ظالم سماج سے چھپانا تھا، اور ایسا چھپایا کہ اسکو دیمک کھا گئی۔

اک شوریدہ سی بے کلی تھی اس شب کئی ادھورے نفوس کی زندگی کا فیصلہ ہوا تھا۔

وہ رات ماہی کی زندگی میں سکون کی آخری رات تھی، شاید اسے بابا کی کوئی غائبانہ آہ لگی تھی۔ کوئی حالات کا مارا ہو یا محرومی کا، نفرت کا ڈسا ہو یا محبت کا ہمارے معاشرے میں مرہم رکھنے کی ریت ہی نہیں۔

کسی کی نیند ٹوٹے یا خواب، دل ٹوٹے یا ہمت ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کیونکہ ہم اپنی دنیا میں مست ہیں۔

وہ نافرمان تو نہیں تھی، پر اس سے نافرمانی سرزد ہو گئی تھی اور ضروری نہیں کہ ہم پر نازل ہوتا امتحان ہمارے کسی گناہ کا باعث ہو۔

کبھی کبھی کسی غلطی کی سزا طویل اس لیے کی جاتی ہے کہ اس گمراہ انسان کو سیدھے رستے پر لانے کے بعد کندن بننے کے عمل سے بھی گزرنا تھا۔

یاد رکھیے کہ مشکلات اور پریشانیاں ہمارے گناہوں کی وجہ نہیں ہیں، اللہ اپنی آزمائش اسی پر ڈالتا ہے جو اسکی آزمائش پر پورا اترنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔

اگر شادی سے پہلے بیٹی یا بیٹے کی پسند پوچھ لی جائے تو کیا حرج ہے اور اگر پسندیدگی ہو تو انا بیچ میں لانا اور بنا بچے کی حالت کو جانے اسکی خوشی پس پشت ڈال کر غلط تو کیا جاتا ہے، آخر وہاں بیاہ دینے میں کیا امر مانع ہے، والدین بچوں کی زبردستی شادی کر کے

خود تو نام نہاد سرخروئی حاصل کر لیتے ہیں لیکن اولاد کو ڈپریشن اور کمپرومائز جیسی اذیت میں ڈال دیتے ہیں۔

شاید ماہی نے جذبات میں آکر نکاح کر لیا تھا، وہی جذبات جو ایک خاص جوانی کی عمر میں ہر انسان پر حاوی ہوتے ہیں۔

اور پھر جب محبت جیسی بد دماغ ہستی کا عمل دخل ہو تو معاملات انسان کے بس میں نہیں رہتے۔

اور سب سے اہم بات کہ دل میں محبت کا پودا اگانے والی ذات اللہ کی ہے، وہ جس کو جسکا لکھ دے اسے اسکا ہونا ہوتا ہے۔

ہم حالات کی سنگینی بدل یا کم ضرور کر سکنے پر قادر ہوتے ہیں مگر ہم سب کو اپنے حصے کی سختی سہنی پڑتی ہے۔

جوانی میں کی جانے والی غلطیاں ہی عمر بھر کا روگ بنتی ہیں، اور بہت بار ہم یونہی گر کر سنبھلنے کا ہنر سیکھتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو بہتری کا مقصد سمجھانے کے لیے کسی ایک کو عبرت بننا پڑتا ہے، بہت سے اندھیرے کو ختم کرنے کے لیے آخر کار ایک چراغ جلانا اشد ضروری ہوتا ہے۔ایک بار محبت کر کے دیکھ لی تھی ماہی نے اور اسے اس رات کے بعد سمجھ آیا تھا کہ محبت آخر کیوں نہیں کرنی چاہیے۔

اور پھر اللہ کی محبت اور اسکی جانب ٹوٹے دل بہت تیزی سے سفر کرتے ہیں، وہ بھی جڑھ گئی تھی۔

یہ ٹوٹے ہوئے، ٹھکرائے ہوئے دل بڑے نایاب ہوتے ہیں۔۔

جن میں رب کی محبت بڑی تیزی سے سما جاتی ہے۔۔بے شک بہت خاص ہوتے ہیں وہ دل جنھیں وہ اپنی محبت کے لیے چنتا ہے۔

ہم ناقص العقل لوگ اللہ کے فیصلوں اور اسکی مصلحت اور تدابیر کو ہرگز مکمل جاننے کا دعوی نہیں کرسکتے کیوں کہ وہ بے عیب اور بے حد مہربان اللہ ہے اور ہم انسان عیب دار اور بے حد سنگدل مخلوق ہیں۔

ہم لوگوں کی حقیقت کیچڑ کی طرح انکے منہ پر لیپنے کی خواہش رکھتے ہیں جبکہ اللہ حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا پردہ رکھو۔

ہم انسان اشرف نا جانے کہاں سے بن گئے، ہم لوگ بے حس اور بد اخلاقی میں بال بال پیوست ہیں۔

کوئی روتا ہے تو ہماری بلا سے، افسوس یہ رویے ہم سے انسانیت کا لیبل بہت مدت ہوئی لے چکے ہیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کہتے ہیں کہ گھر سے نکلو تو پتہ جیب میں رکھ کے نکلو کیونکہ، حادثے چہرے کی پہچان مٹا دیتے ہیں۔

کبھی کبھی تو زندگی میں کچھ ایسے بھی حادثے ہوتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے، کہ حادثے کو عبرت کہا جائے یا کوئی مصلحت آمیز رحمت سمجھا جائے۔

وہ حادثہ بھی کچھ عجیب نوعیت کا حادثہ تھا۔

چھ سال گزر گئے، دیکھتے ہی دیکھتے۔

دائم اس رات کہاں غائب ہوا، زندہ بچا یا موت کی منہ کھول کر غراتی لہر میں جا ڈوبا اسکا کچھ علم نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ حادثے تک کا علم چند لوگوں کے سوا کسی کو نہ ہوا جسکی وجہ جگہ کا سنسان ہونا تھا۔

عالم معراج خان کے ساتھ اس رات کیا ہوا یہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کیونکہ اس رات کے بعد وہ لوگ بھی منظر عام سے اچانک ہٹ گئے۔

کچھ دن تک تو ماہی بھی عام حالات میں مبتلا رہی مگر دائم کی یونی سے ایک سے بعد ایک غیر حاضری، اسکے نمبر کا بند ہو جانا یہ وہ سب معاملات تھے جنہوں نے ماہی کو بنا موت کے زندگی سے محروم کر دیا۔

دوسری سمت اچانک سے دوسرے تیسرے دن مقصود معراج خان صاحب کی سمت سے ماہی کے بابا تک یہ خبر آنا کے وہ سب کچھ عرصے کے لیے عالم کی بگھڑتی طبعیت کی وجہ سے آسٹریلیا جا رہے ہیں اور کچھ سال تک ممکن ہے واپسی نہ ہو۔

یہ بہت عجیب تھا، یہاں دائم کے ساتھ حادثہ ہونا اور وہاں عالم کا بھی منظر عام سے ہٹ جانا یقینا بہت بڑا راز تھا۔

اسکے بعد ابتدائی دو سال کے عرصے میں ماہی ہر قسم کے چھوٹے اور بڑے کرب سے گزری تھی، حالانکہ اگر اس نے بابا کی نافرمانی کی بھی تھی تو یہ دو سال اسکی سزا کے لیے کافی تھے۔

اپنی تعلیم مکمل کیے وہ ان دو سالوں میں زمین و آسمان کے بیچ معلق ہو جاتے دائم کی ہر ممکن تلاش کرتی رہی۔

ہر جگہ اسے ڈھونڈتی رہی، وہ اپنے پیچھے اپنا ہر نشان بھی مٹا گیا تھا۔

ستم کی حد یہ تھی کہ دائم کے گھر بھی اول دن سے تالا ملا، یوں تھا جیسے دائم کے ساتھ اسکے بھائی اور باپ کو بھی زمین نگل گئی تھی۔

دو سال کی یہ اذیت کچھ اس لیے بھی ماہی نے گوارا کرلی کیونکہ اسے عالم نام کی الجھن سے ایک طویل چھٹکارہ مل گیا تھا کیونکہ وہ سب بھی ایک طرح پر اسرار طور سے غائب ہو گئے تھے۔

اس میں کیا راز تھا یہ پتا نہ چل سکا۔

ماہی یونیورسٹی میں جاب کرنے لگی، اگلا مزید ایک سال تکلیف اور انتظار کے سوہان روح درد نے ماہی کی جان آدھی کردی، اسکے دن تاریک اور اسکی راتیں اذیت سے بڑھتی جانے لگیں۔

پھر ایک دن عیشہ کا یونی میں سامنا کرنے پر ماہی کو لگا اسکی اذیت بڑھنے لگی ہے۔

وہ لوگ تین سال بعد واپس تو لوٹ آئے مگر صرف عیشہ اور اسکے بابا اور یہاں پھر سے ماہی کی تکلیف میں کمی کردی گئی کیونکہ بقول عیشہ کے عالم کی طبعیت کی بہتری تک وہ خود شادی نہیں کرنا چاہتے۔

مگر ماہی ان سب آسانیوں سے مطمئین نہ تھی، وہ دائم کے نکاح میں ہو کر عالم سے نکاح نہیں کر سکتی تھی۔

ہر روز وہ اپنی اس غلطی پر اپنے آنسوؤں کو بہانے کا معمول بنا بیٹھی، اسکی ذات اک سوالیہ نشان بن گئی تھی۔

پھر مزید وقت گزرا اور اس حادثے کو ساڑھے چار سال گزر گئے، عالم ساڑھے چار سال بعد پاکستان لوٹا اور اس روز ماہی کے جسم سے روح پرواز کر گئی جب اسے یہ علم کروایا گیا کہ اب عالم اور وہ جلد نکاح کے بندھن میں بندھ جائیں گے۔

نکاح پر نکاح جیسی اذیت ماہی کی پہلے سے ہلکان زندگی پر کاری ضرب تھی اور اس روز ماہی نے پہلی بار اپنی محبت پر ماتم کیا تھا۔

"ہجر تیرا جے پانی منگے میں کھوہ نیناں دے گیڑاں

دل چاہندا ائے تینوں سامنے بٹھا کے درد پرانے چھیڑاں" وہ دائم کو پکار کر روتی اور اسے دائم کی سمت سے کوئی آواز نہ ملتی، کرب تھا کہ اس میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

آخر کار اپنے جلتے سلگتے دل کی سبیل ڈھونڈنے وہ عالمہ کے پاس جا پہنچی اور نکاح کے معاملات جانے، جس پر اسے ایک روشن پہلو دکھلایا گیا مگر ستم یہاں بھی تھا۔

فسخ نکاح میں شریعت کی طرف سے ایک سال کی مدت ضروری تھی، اور اسکے بعد چار ماہ دس دن کی عدت۔ یہ ڈیڑھ سال ماہی کو کسی بھی طرح اپنے اور عالم کے نکاح کو روکنا تھا، وہ جان بوجھ کر گناہ نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی اس نے اپنی زندگی کا یہ سب سے دردناک فیصلہ لیا تھا۔

یہ ایک سال اور ساڑھے چار ماہ ماہی نے خود کو عالم سے ہر صورت گریزاں رکھا۔

ہر بار نکاح کی تاریخ وہ کسی بہانے سے بدلوا دیتی، اسے اپنی نہیں اپنے بابا کی رسوائی موت لگتی تھی۔

اس نے چھ سال پہلے ایک غلطی کر کے چھپالی تھی مگر وہ غلطی پر غلطی کر کے بابا کی اس بار واقعی جان نہیں لے سکتی تھی۔

اور پھر عدت کا آخری دن بھی آ پہنچا، ٹھیک دو دن پہلے ماہی اور عالم کے نکاح کی تاریخ رکھی گئی تھی اور آج ماہی نے اپنے آپ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانا تھا۔

یقین کیجئے کہ وہاں بھی ہوتا ہے ایک ریگستان

جہاں کسی کو دکھائی نہیں دیتی اڑتی ہوئی ریت

وہاں بھی ہوتا ہے ایک درد

جہاں تلاش نہیں کیے جاسکتے چوٹ کے نشان

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"گھٹن اداسی کا آئنیہ ہے اور آئینے میں پڑی دراڑیں ہمارا چہرہ

ابھارنے کی سعی میں خود کو تھکا رہی ہیں

خزاں کی زد میں،

طویل ہجرت کا بار کاندھے جھکا چکا ہے

وہ گیسو جن میں تمھاری نظمیں تھی

ان میں چاندی کے تار حسرت سے جلوہ گر ہیں

وہ ہونٹ جن پر نزاکتوں کے

طویل قصوں کو فرصتوں میں

اتارا جاتا تھا،

سوکھی مٹی کے بھر بھرے سے وجود کی شکل لے چکے ہیں____

وہ ہاتھ جن کی شگفتگی پر تمھاری جانب سے دنیا بھر کے سبھی گلابوں کی ساری قسموں کی بھینٹ چڑھتی تھی،

بے اماں ہیں_ وہ آنکھیں جن کو سبھی ستاروں پہ فوقیت تھی، کہیں پرانی حویلیوں کے اجاڑ خانوں میں رکھے بجھتے چراغ سی ہیں_

اب ایسی صورت میں تیرا چہرہ نظر بھی آئے تو کیا

کریں گے؟؟ ہمارے جیسے دوا کے قائل، دعا پہ کب اکتفا کریں گے_؟؟"

گھٹن بڑھ جائے تو کہتے ہیں خود پر بند کواڑ کھول لینے اشد ضروری ہو جاتے ہیں مگر وہ

اس حق میں نہیں تھا، کیوں نہیں تھا یہ بھی اسے معلوم نہ تھا۔

دن گزر رہے تھے، راتیں پچھلی راتوں سے زیادہ ہیبت ناک ہو رہی تھیں مگر پھر بھی

اسکے آس پاس اک امید کا چراغ روشن کرنے کی پرزور کوشش جاری تھی۔

سیاہ لباس زیب تن کیے، بھاری مردانہ وجود کا ہیولہ کھڑکی سے باہر کی رات سے

ہمکلام تھا، پوری حویلی میں دل کو مسحور کر دینے والی سجاوٹ کی گئی تھی۔

اس پتھر وجود میں جنبش تک نہ ہوئی، یہ باہر کی رونق اسکے بیقرار و بے چین دل میں

آسودگی بھرنے میں ناکام تھی۔

"کیا یہ غلط نہیں کہ ماہی کو مجھ سا بے چین، انجان ہستی سے مزین شخص مل رہا ہے، وہ

تو مجھ پاگل سے سر پھوڑ پھوڑ کر ہی اس ظالم فضا میں منتشر ہو جائے گی۔ پر کیا کروں

کہ تم میرے لیے مریض لاعلاج کے آخری ممکنہ علاج جیسی ضروری ہو" بھاری، گھنبیر آواز، لہجے میں خلش اور انتہا کی چاہ سموئے وہ منظر عام پر آچکا تھا۔

ٹھہرا ہوا خاموش اور اداس سمندر، جسکی گہرائی ناپنے کا کوئی پیمانہ وجود میں نہ آیا تھا۔

اسکی آنکھیں تزئین و آرائش پر ٹکی ہو کر بھی رنجیدہ و پر ملال تھیں۔

دستک پر محترم اپنے پورے دھیان کے سنگ پلٹے، سامنے جلتی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا سبب کھڑا تھا، آغا جان اسکی سمت نثار ہوتی نگاہیں ٹکا چکے تھے۔

"اتنے پیارے ہو کر اتنے ظالم ہو تم، آج تمہیں حکم سنانے آیا ہوں کے محترم اپنے ظلم میں کمی پر غور و فکر کیجئے" شفیق، مبہم سی مسکان میں لپٹا وہ چہرہ جو اس عالم معراج خان کی بچی کچی زندگی کی وجہ تھا، اسکے بابا اسکے محسن اور اسکے رہبر سب تھے۔

شاندار اور عالیشان یہ کمرہ جس کی آرائش و زیبائش اعلی تھی، ٹھنڈا اور معطر ماحول تھا، پر سکون آرام دہ فضا تھی مگر یہاں اک بے چین بستا تھا جسے دل کے آرام کی کوئی سبیل میسر نہ تھی۔

"کہاں ہوں پیارا، خود کو زرا نہیں بھاتا ہوں" عالم کی آواز پہلے کی نسبت بہت بھاری ہو گئی تھی، وہ پہلے سے زیادہ پر کشش مگر پر اسرار ہو گیا تھا۔

"تم بس میرے عالم معراج خان ہو، سچ پوچھو تو میرا کل جہان ہو۔ اللہ نے تمہیں مجھ تک اسی لیے پہنچایا تھا تاکہ میرے سینے کے خلاء کی جگہ اسکا نعم البدل تمہاری صورت مہیا ہوتا۔ لیکن تم پر سکون نہیں ہوتے، اب اگر میں نے تمہارے سکون کے لیے اک وسیلہ چنا ہے تو اسے یوں بہانوں سے رد نہ کرو" مقصود خان صاحب کے میٹھے، شفاف اور شفیق چہرے پر اس سامنے والے منتشر شخص کے لیے جی بھر کر محبت اور چاہ تھی، جو یک لخت اختتام تک مبہم سی رنجیدگی اور تاسف بنی۔

عالم نے بھاری قدموں کو اٹھا کر اپنے اور آغا جان کے بیچ کا فاصلہ ہٹایا اور وہ جی جان سے جواب کے منتظر تھے۔

"وہ بہت نایاب امانت ہے" عالم نے ناجانے بے بسی سے کہا یا دکھ سے، مقصود صاحب افسردہ سی مسکان کے سنگ مزید مقابل آکر بے جان سے انداز میں ہارے سپوت کی سمت متوجہ ہوئے۔

"اور تم بھی بہت انمول امانت ہو، تبھی تو میں نے ماہی ہی کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔ وہ بہت سعادت مند اور پیاری سی گڑیا تمہیں سنبھال لے گی" ناجانے یہ نام سنتے ہی عالم کے دماغ کی کوئی نس خود ساختہ پھڑکنے لگتی تھی، پر اس پر عجیب بات یہ تھی کہ وہ ماہی کی سمت اتنے سالوں بعد نہ دیکھے اور ملے بھی دل و جان سے مائل تھا۔

"لیکن میں اسے کیسے سنبھالوں گا، میری تو خود تک سے نہیں بنتی آغا جان" اب کی بار عالم کے لہجے میں درد اور آس تھی اور وہ تشنہ سی درویش آنکھیں بابا کی سمت کیے اپنا خدشہ بنا جھجک کہہ گیا۔

"بن جائے گی، ہر سانحہ جذب ہونے کے لیے وقت مانگتا ہے۔ تم یوں کمزور مت پڑا کرو، ایک دن آئے گا جب تمہیں تمہارا سب واپس ملے گا۔ اسی کو قسمت کا فیصلہ

سمجھ لو۔یہی طے تھا، مجھ سے میرا عالم مت چھینا کرو۔ تم ہی میرا سب ہو بچے" بہت صدق اور جذب لیے وہ پہاڑ جیسے ہارے اس بچے کا چہرہ تھامے درخوست کر رہے تھے اور وہ اداس سا ہی سہی پر مسکرا کر انکو مطمئین کر گیا، گو ایسا ہونا بہت کٹھن تھا۔

اس نے اپنا سب کچھ کھو دیا تھا، نام، پہچان اور سب سے بڑھ کر اپنا ہونا۔

یہ طبیب بابا بھی نہ ہوتے تو شاید عالم معراج خان زندگی کے یہ تلخ گھونٹ نہ پی رہا ہوتا اور اس تکلف کو منقطع کر چکا ہوتا۔

وہ جتنا بھی خوبصورت اور پرکشش تھا اسے اس سے کوئی سروکار نہ تھا، اسے اپنا آپ پرایا لگتا تھا۔

اپنا آپ کوئی اور لگتا تھا اور یہی اس مضبوط اعصاب والے پر انتہا کا ظلم تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کوئی زنجیر نہیں
پھر بھی گرفتار ہوں میں

جانے کِس ڈور سےباندھ گئے ہیں آپ؟ نہ مکمل اِسیری نہ ہی مکمل رہائی پنجرہ کھلا چھوڑ کر پر کاٹ گئے ہیں آپ!!_

وہ پچھلے دو دن سے کمرے میں قید تھی، جب سے جہانگیر فلک نے اس کو یہ اطلاع دی تھی کہ کچھ دن بعد اسکا نکاح ہے تب سے وہ خود پر رہی سہی ہر آسانی بند کر چکی تھی۔

اک ان کہا سا خوف اسکے دل سے اٹھتا اور پورے وجود میں سرائیت کر جاتا، اور پھر دل دہلاتی کپکپی اسکی جان لینے لگتی۔

بہت نازک ہو گئی تھی وہ، پیاری سی گلبدن۔

حیا کی دیوی، سرخی مائل چہرہ اور ہر وقت پھیلی ڈر کی ان کہی لکیروں نے اسکے حسن میں اک اور ہی دلکشی برپا کر رکھی تھی۔

پلنگ سے ٹیک لگا کر زمین پر اپنی سفید فراک پھیلا کر بیٹھی ماہی، آنچل سے بے نیاز کسی شش و پنج میں مبتلا اپنے نازک کومل ہاتھوں کو مسل رہی تھی، شدت اتنی تیز تھی کہ کچھ ہی پل میں وہ سرخی اوڑھ چکے تھے۔

"مجھے اس تپتی جہنم میں دھکیل کر خود نا جانے کہاں روپوش ہو گئے ہیں، وہ رسوائی جس سے میرا اہلکان دل ڈرا کرتا ہے وہ شاید آپہنچی ہے۔ ابھی بھی وقت ہے آجائیں دائم کہیں سے بھی آجائیں، آپکی ماہی آپ سے جدا کر کے زندہ درگور کر دی جانے والی ہے" کئی بے لگام آنسو پلکوں کی حد عبور کرتے ان شفق زدہ گالوں پر اتر آئے تھے، محبت کی شدید ماری لگتی تھی۔

ھائے ہاری لگتی تھی۔

"ماہی آپکو پکارتی تو کہاں پکارتی اور کتنا پکارتی، ماہی آپکے لیے اب تک زندہ ہے مگر آپ ماہی کے لیے کہیں بھی نہیں ہیں۔ بابا جان مجھے میری موت کا حکم سنا گئے ہیں، نکاح۔ کیسے دائم، نہیں کر سکتی، میں تو مرتے دم تک آپکے نکاح میں رہنا چاہتی تھی

دائم اور ستم کی حد دیکھیں کہ مجھ سے میری زندگی بھی آج چھین لی جائے گی۔ بابا کو انکار کر دیتی تو انکی نبضوں میں اٹکی زندگی فنا ہو جاتی۔ کہیں کس سے جا کر اپنا کرب کہوں، مجھے حقیقت میں آپکی ضرورت ہے دائم" ہتھیلوں سے اپنی آنکھیں رگڑتی ہوئی وہ سخت تکلیف میں تھی، درمیانے طبقے کا یہ گھر اپنی اچھی حالت میں ہو کر بھی اپنی خستہ خالی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

پلنگ کے ساتھ دو عام سے صوفے دھرے تھے، کچھ ساتھ کپڑوں کی الماری اور چھوٹا سا سنگار میز تھا، کمرے میں سجاوٹی چیزوں کی بھرمار تھی اور اس خوبصورت چھوٹی سی دنیا کی وہ اداس شہزادی غم سے چور ہو رہی تھی جب آہٹ پر وہ مڑی تو عمر رسیدہ سے بابا جان کو آتا دیکھ کر اپنے سارے آنسو اندر اتار گئی۔

جہانگیر فلک بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ ماہی کو ماں کی یاد آرہی ہے تبھی تو جب سے انہوں نے ماہی کا نکاح طے کیا تھا تب سے وہ کمرے میں سمٹ گئی تھی، بابا کے بہت

نرمی سے پاس آکر بیٹھتے ہی ماہی نے اپنا سر انکی گود میں رکھا جس پر وہ بہت آسودہ مسکائے۔

"تمہاری ماں زندہ ہوتی تو سو سو جتن کرتی، تمہیں سجاتی سنوارتی۔ مایوں بٹھاتی۔ سو ارمان نکالتی مگر تم اس بات کا غم نہ کرو میرے بچے، تمہارے بابا ہیں ناں۔ اپنی سہیلوں کو بلالو، رونق لگاو۔ یوں کمرے میں سمٹ گئی ہو، میرا دل اداس ہو رہا ہے"

جہانگیر نے بہت پیار اور ملائم پن سے ماہی کی گال سہلائے تجویز دی مگر وہ درد میں اٹ کر نفی میں سر ہلاتی بس روئی سی لگی۔ افسوس ان گزرے چھ سالوں میں وہ بد نصیب باپ ماہی کی تکلیف سے یکسر ناواقف رہا تھا، وہ اپنی جہنم میں تنہا جلتی آئی تھی۔

"بابا مجھے ابھی بھی شادی نہیں کرنی، آپ کو چھوڑ نہیں سکتی۔ نہ الگ کریں خود سے، میں نہیں رہ سکتی" ماہی کی مشکل کا کوئی حل ہوتا تو وہ کسی بھی طرح اس نکاح سے بچ نکلتی مگر پچھلے چھ سال سے دائم کا کوئی اتا پتہ نہ تھا، وہ کہاں غائب ہوا اسکا کسی کو علم نہ تھا۔

وہ جو اپنے سوتیلے اور جواری بابا اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتا تھا مگر اس واقعے کے بعد وہ بھی وہاں سے چلے گئے تھے۔

پچھلے چھ سال سے وہ نکاح کے نام سے کانپتی آئی تھی، اپنی بھول اور اس غلطی کے باعث سلگتی آئی تھی مگر آج چھ سال بعد اسکی ہر کوشش دم توڑ گئی کیونکہ بابا کو دو دفعہ دل کے دورے کے باعث ڈاکٹرز نے ٹینشن سے دور رکھنے کا کہا تھا، اور وہ بابا کو اپنے غائبانہ سے نکاح کا بتا کر زندہ درگور کرنے سے ڈرتی آئی تھی۔

کیا بتاتی، نکاح ہوا مگر کس سے۔ اس شخص سے جو اب شاید اس دنیا میں حلول ہو گیا تھا، اسے آسمان نگل گیا تھا یا زمین اسکا بھی کچھ علم نہ تھا۔

"مقصود میرا بچپن کا جگری یار ہے، اسکی خواہش اور تمہاری سرفرازی کو مزید رد نہیں کر سکتا پہلے ہی اتنے سال انتظار کیا۔ عالم بہت اچھا اور بہترین بچہ ہے، تمہیں خوش رکھے گا۔ اب تو خیر سے اسکی صحت بھی بہت بہتر ہے، پچھلے ڈیڑھ سال سے تم نے مسلسل انکار کیے مگر میرے بچے شادی تو ایک دن کرنی ہی ہے، اور میں اپنا

دھیان خود رکھ لوں گا فکر مت کرو۔ یہ کچھ پیسے ہیں، یونی سے واپسی پر میں اپنی گڑیا کو خود مارکٹ لے جاوں گا۔ جو تمہارا دل چاہے اپنے لیے لے لینا۔ اب کمرے سے نکلو اور اپنے بابا کو اچھے سے کڑی چاول بنا کر دو۔ آجاو میرا بچہ" بابا کی نرم سی ہدایت پر وہ بظاہر مسکرا دی مگر اسکا دل کس قدر سوگوار تھا یہ بس منعام جہانگیر فلک جانتی تھی۔

بابا کے جاتے ہی کئی ضبط کو توڑ کر بہتے آنسو اسکی تکلیف ظاہر کر گئے تھے۔

"دائم مجھے آپکی ضرورت ہے، ورنہ آپکی ماہی بہت بڑی بے وفائی کی مرتکب ہو جائے گی۔ نکاح لفظ میرے لیے صرف آپ تھے دائم، یا میرے اللہ مجھے اس تکلیف سے بچا لیں۔ میں کیا کروں، یہ تکلیف تو میری جان لے جائے گی۔ آہ دائم آہ" پچھلے چھ سال سے اسکی آہیں بیکار جا رہی تھیں تو اب کونسا ثمر پا جاتیں۔

ڈیڑھ سال پہلے ماہی اور عالمہ زہرا کی باتیں اس دوران ماہی کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔

"کسی لڑکی کے شوہر کے غائب ہو جانے کی صورت میں اگر بیوی کے لیے پاک دامنی کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہ ہو یا کسی مجبوری کے باعث دوسرے نکاح کا بوجھ ہو تو لڑکی عدالت میں مقدمہ دائر کرے، عدالت سرکاری تعاون سے تحقیقات کرنے کے بعد ایک سال کی مدت مقرر کرے، سال گزرنے پر بھی شوہر نہ آئے تو عدالت فسخِ نکاح کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ عدالت کے فیصلے کے بعد عدتِ وفات (حاملہ نہ ہونے کی صورت میں چار ماہ دس دن اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضعِ حمل یعنی بچہ کی پیدائش) گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرنا جائز ہوتا ہے" تب ماہی کو جتنی تکلیف ہوئی تھی آج اس سے دگنی تھی۔

"اور اگر دوسری شادی یا دوسرے نکاح کے بعد اس لڑکی کا پہلا شوہر لوٹ آئے تو مذکورہ خاتون کا نکاح اس کے پہلے شوہر سے بدستور قائم رہے گا، دوسرے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح خود بخود باطل یعنی جھوٹا ہو جائے گا۔ اس لیے لڑکی پر لازم ہو گا کہ دوسرے شوہر سے فوراً علیٰحدگی حاصل کرے اور اگر اس خاتون کی دوسرے نکاح کی

رخصتی بھی ہو گئی ہو تو پہلے شوہر کو اس کے ساتھ صحبت کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا جب تک وہ دوسرے شوہر کی عدت پوری نہ کر لے" یہ ساری باتیں جب بھی ماہی کو یاد آتیں اسکا دل حرکت کرنا بند کر دیتا تھا۔

وہ تاعمر اپنی جلن پر مجبور اقبول تھی، نہ دائم کی اور نہ عالم کی ماہی قطرہ قطرہ زندگی سے دور ہو رہی تھی۔

اپنی سراپا سیاہی حیات اور تماشا بنتی ہستی پر افسوس اور ماتم کرنا ہی اسکے بس میں تھا اور وہ یہی کرتی اٹھ کر پھر سے روشنی کا تیر جیسا اذیت دیتا سامنا کرنے کمرے باہر نکل چکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"مجھے وہ نام سے ہی بہت محبوب لگتی آئی ہے، فقط یہی ہے قصہ۔ تم نجانے کیا جاننا چاہتی ہو۔ میرا اس سے کوئی افیئر تھوڑی چلا تھا بابا، میں نے اسے یقین مانو کبھی ٹھیک سے دیکھا تک نہیں کہ کہیں میری ہی نظر ماہی کو نہ لگ جائے" پچھلے دس منٹ سے

محترمہ عیشہ، بھیاجانی کا سر کھا رہی تھیں اور وہ جناب اپنے آفس میں محترمہ کو معصومیت سے فلسفیانہ صفائیاں دیتے ساتھ ساتھ کام بھی نمٹا رہے تھے۔

عیشہ معراج خان ناصرف بہت شرارتی اور ہوش ربا ہو چکی تھیں بلکے اب بھی عالم کی ویران اور تنہا زندگی کا وہ خوشنما اجالا تھی جو اسے مکمل بجھنے نہ دیتا تھا۔

وہ بھی آغا جان کے بقول عالم کی سمائیل تھراپی جاری رکھتی تھی، اپنے بھائی کا بجھ جانا اس پگلی سے بھی کہاں دیکھا جاتا تھا۔

گرے اینڈ وائیٹ میں محترم عالم صاحب کا کسرتی وجود کچھ سال قبل جم چھوڑ دینے کے باعث کچھ زیادہ توانا ہو گیا تھا، دوسری وجہ وہ میڈیکیشن تھراپی تھی جس پر وہ پچھلے کئی سالوں سے جی رہا تھا۔

آغا جان ہی کی اجازت پر کچھ ماہ پہلے اسے دوبارہ جمنگ کی اجازت ملی تھی اور تبھی محترم پھر سے کچھ فکر میں لوٹ آئے تھے۔

آغا جان جو خود بہت بڑے سرجن تھے اور تبھی عالم کے ہیلتھ ایشوز بھی زیادہ تر وہی ہنڈل کرتے آئے تھے یا انکا دوست زبیر، تبھی یہ اختیاطی تدابیر نہ صرف عالم خود بھی اپناتا تھا بلکے اسکی ہلیپ کے لیے عیشہ اور آغا جان ہمہ وقت موجود تھے۔

"اوئے ھوئے، بھیا جانو آپ اب عیشو سے چھپائیں گے۔ صاف صاف کہیں نالو وان فسٹ سائیڈ ہوا تھا آپکو۔ ویسے وہ واقعی بہت کیوٹ اور پیاری ہیں، میں نے تو انکو چھوٹی سی تھی میں تبھی دیکھتے ہی آپکے لیے پسند کر لیا تھا، اور پھر اتفاق سے وہ بابا جانی کے دوست کی بیٹی نکل آئیں۔ اینڈ میرے بھیا جانو کا اکلوتا لو بھی" عیشہ اپنی سفید ٹاپ اور جینز کے سنگ دو پونیوں کے سنگ خود بھی کم کیوٹ نہ تھی، دوسرا وہ بہت زندگی سے بھری ہنس مکھ لڑکی بن چکی تھی۔

عالم کے پر اسرار سے چہرے پر محترمہ اور والد جان کی پلاننگ پر حیرت اڈی تھی مگر وہ ملائم سا مسکرا دیا تھا۔

"نہیں نہیں لو وشو و نہیں ہوتا کچھ، بس عقیدت اور خواہش ہوتی ہے۔ وہ ایسی ہے کہ اسکے لیے کوئی بھی بادشاہ وقت صدیوں انتظار کر سکتا ہے۔ اسکی ایک جھلک تک شفا ہے" عالم کے لہجے میں خود بخود اُمڈتی چاہ پر عیشہ بھی ہنستی ہوئی اب من مانی سے عالم تک پہنچ کر اس سے فائیل لیتی پاس کھڑے ہو کر اسکی ساری توجہ اپنی سمت کر چکی تھی جو خود بھی اب اچھے سے مسکراتا اسکی شرارتی صورت دیکھ رہا تھا۔

"تو پھر مان جائیں ناں کہ آپکو ان سے محبت ہے، آئی ایم ویری ہیپی فار یور میرج بھیا جانو۔ فائنلی اتنے سالوں کے انتظار کے بعد وہ آپکی ہونے والی ہیں۔ آپکے چہرے کی یہ آسودہ مسکراہٹ میری اور آغا جان کی زندگی ہے، آپ ہم دو کا سکون ہیں" عیشہ بھلے اس سے بہت چھوٹی تھی مگر اپنی موہنی محبت اور پیار سے وہ عالم کا اب بھی دل بہار کر دیتی تھی، ابھی بھی وہ نثار ہوتی نگاہوں سے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے دل کی اتھاہ گہرائی سے مسکایا تھا۔

"محبت ہو بھی جائے تو میرا بخت رکاوٹ ضرور بنے گا عیشو، یہ تم جانتی ہو کہ تمہارے بھیا کو خوشی راس نہیں آتی۔ تمہاری خوشی کے لیے میں کہہ بھی دوں کے مجھے اس سے محبت ہے مگر اس بات سے کیسے انکار کروں کے مجھے خود سے نجات چاہیے" عالم کے چہرے پر سخت حقیقت پسندی تھی اور عیشہ کا بھی گلاب چہرہ مرجھا گیا اور وہ اپنے نازک ہاتھوں سے عالم کا چہرہ تھامے رنجیدہ سا مسکائی۔

"آپ ناامید نہ ہوں، اور بخت بنانے والے اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ میں اور آغا جان ہیں ناں آپکی ہمت، بقیہ ماہی بن جائیں گی۔ آپ سٹرانگ مین ہیں، میرے بہادر بھیا۔ بس آپ ایسا ویسا برا کچھ نہ سوچیں۔ ابھی آپ جلدی سے کام ختم کریں تاکہ ہم ماہی کے لیے شاپنگ کر سکیں، میرے کیوٹو فروٹو بھیا" عیشہ اپنی پوری کوشش کرتی تھی کہ بھائی کی امید نہ ٹوٹنے دے مگر وہ شخص تو ازل سے ہارا ہوا تھا، عیشہ کی اس بات پر وہ اسکا گال پر رکھا ہاتھ چومے فرمابرداری سے مسکرا کر اپنے کام کو تکمیل دینے لگا

جبکہ وہ اب کچھ دور کھڑی بھیا پر چھائے ہر سیاہ سائے کے ہٹ جانے کے لیے دل کی گہرائی سے دعاگو تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

بابا جان کے لیے وہ انکی پسند کا کھانا بنا چکی تھی، چہرے سے تھکن اور ہار وافع تھی۔

انکو کھانا دیے وہ خود چائے کا کپ لیے کمرے کی سمت آگئ تھی، باہر کی کھلی اور تروتازہ ہوا اسے حبس زدہ لگ رہی تھی۔

اپنے دل جلاتے خیالات سے وہ فون کی رنگ پر نکلتے پلٹی جہاں اسکی کالج کی دوست حبا کی کال آتی دیکھ کر وہ پریشانی سے اسکی سمت لپکی۔

"ماہی کیا تم کالج آسکتی ہو، دائم کو لے کر کچھ معلوم ہوا ہے مگر یہاں کی پرنسپل مجھے نہیں بتا رہیں، وہ کہہ رہی ہیں کہ وہ ماہی سے خود مل کر بات کریں گی" مقابل ایسی غیر یقین بات سننے کی توقع ماہی کو ہرگز نہ تھی تبھی فون اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پلنگ پر جا گرا۔

یوں لگا اسکے جسم کا سارا لہو ہی اسکے چہرے پر سمٹ آیا تھا، اپنے کرب ناک آنسوؤں کو اپنے اندر ہی دبائے وہ فوراً سے پہلے اپنی چادر اور بیگ لیے تیزی سے کمرے سے نکلی جہاں جہانگیر اسکی یہ اجلت اور کہیں جانے کی تیاری دیکھ کر اسکی سمت متوجہ ہوئے۔

خود کو نارمل کرتی وہ بابا کی سمت مڑی، وہ اسکے چہرے کا ضبط دیکھ نہ پائے کیونکہ وہ اپنی تکلیف چھپانے کی ماہر تھی۔

"بابا میں کالج جا رہی ہوں، میری ایک پرانی سہیلی ہے وہ بہت سال بعد آئی ہے تو مجھے بلا رہی ہے۔ اسکے علاوہ اپنے کچھ پرانے ٹیچرز سے بھی ملنا ہے۔ بابا میں جاوں" ماہی نے بہت مدھم سی آواز میں بابا کو وضاحت دیتے اجازت طلب کی جس پر وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا گئے۔

"چلو کسی بہانے تو یہ کمرے کی قید ختم ہوئی، جاو میرے بچے جا کر مل آو" جہانگیر کی اجازت ملتے ہی ماہی تیزی سے چلتی باہر آئی اور ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، یہاں سے

اسے باآسانی رکشہ مل گیا اور گھر سے کالج تک کا راستہ وہ اپنی آسانی کے لیے دردناک رو کر دعا کرتی رہی تھی۔

اسے آج عالمہ کی طرف بھی جانا تھا تبھی وہ چاہتی تھی اس سے پہلے کوئی راہ نجات مل جائے۔

دائم کی یوں اتنے سالوں بعد کوئی خبر ملنا اسکی جلتی روح اور دہکتے وجود کو منجمد کر گیا تھا، ہتھیلی کی پشت سے اپنی سیلن زدہ آنکھیں پونجھتی وہ رکشے والے کو وہیں انتظار کا کہہ کر فوراً اسے کالج کے دراخلی دروازے کی سمت لپکی۔

قدم تھے کہ من وزنی اور دل تھا کہ ڈوب رہا تھا، پرنسپل آفس تک کا فاصلہ ماہی نے بہت تیزی سے طے کیا اور اندر موجود مسسز کامران اور حبا کو دیکھ کر ماہی نے بیقراری سے ان تک کا فاصلہ طے کیا۔

"ماہی میری جان، کیسی ہو تم" ماہی کو دیکھتے ہی حبا نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور اس وقت ماہی نہیں جانتی تھی کہ وہ کیسی ہے، پرنسپل صاحبہ نے بھی اداس سی

خیریت دریافت کرتے ہی دونوں کو بیٹھنے کا کہا اور اپنی توجہ ماہی کے بے چین چہرے کی سمت مبذول کی۔

"میری ایک پرانی کولیگ کے تھرو یہ خبر ملی ہے کہ مسٹر دائم شہروز کا چھ سال پہلے بہت بڑا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، میری کولیگ ہیں جو انکے جو شوہر ہیں انہوں نے وہ حادثہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ مگر کسی وجہ کے باعث وہ مزید کچھ نہیں جان پائے تھے کہ آیا وہ زندہ بچا یا خدانخواستہ جان ہار گیا۔ ماہی وہ حادثہ بہت ہیبت ناک تھا، مسٹر دائم شہروز کے سوتیلے بابا کا پتا ڈھونڈ لیا ہے مگر بدقسمتی سے وہ شخص زیادہ گھر نہیں آتا جاتا" وہ جو سمجھی تھی اسکی تکلیف کم ہونے کا وقت ہے، اسکی نبضوں سے نکلی جا چکی زندگی واپس آنے کا وقت ہے، اس خبر سے مزید ٹوٹ سی گئی تھی۔

ہر بار دائم کے ہونے کی موہوم آس عین موقعے پر دم توڑ جاتی تھی، حبا، ماہی اور دائم کے نکاح سے چونکہ باعلم تھی تبھی وہ ماہی کی ضبط کی تکلیف جان چکی تھی۔

"آ۔۔۔۔۔ آپ م۔۔مجھے وہ پتا دے سکتی ہیں میم" ماہی کی آواز میں لرزاں تھا، مسز کامران نے سر کو اثبات میں جنبیش دیتے ہی وہ ایک چھوٹا سا کاغذ ماہی کی سمت بڑھایا جس نے کانپتے ہاتھوں سے اسے لیا اور بنا نگاہ ملاتی شکریہ ادا کیے باہر نکل گئی۔

حبا بھی میم سے اجازت لیے فوری باہر لپکی کیونکہ وہ جانتی تھی ماہی ضبط کھو چکی ہو گئی اور ایسا ہی تھا، کچھ فاصلے پر مڑ کر منہ پہ ہاتھ رکھ کر تکلیف سے لڑتی ماہی سخت درد میں تھی۔

"ماہی، بس۔ مت رو میری جان۔ کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو" حبا سے اسکا یہ رونا دیکھا نہ گیا تبھی بھیگے لہجے سے ماہی کی گال پر ہتھیلی جوڑے تاسف سے بولی، ماہی کا سانس تک بے ربط تھا۔

"ر۔۔۔ رونا ہی تو بس میں ہے ماہی کے، کیسی قسمت ہے میری حبا۔ می۔۔۔ میں کیا کروں میرا دل بند ہو جائے گا۔ میں یہ اذیت مزید کب تک سہوں آخر" شکست

خوردہ سے ہارے اور ٹوٹے انداز میں وہ حبا کی ہر تسلی جھٹک کر وہیں لگے بینچ پر خود کو لڑھکا گئی، جیسے مزید چلنے اور قائم رہنے کی ساری ہمت کھو گئی ہو۔

"مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آتی، میرے بس میں ہوتا تو تمہاری تکلیف کب کی ختم کر دیتی۔ نا جانے اس سب میں اللہ کی کیا مصلحت ہے، کیسی آزمائش ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی" حبا بھی پاس میں لپٹی ساتھ ہی براجمان ہوئے ہار کا اعتراف لیے بولی مگر ماہی کو یہ اب آزمائش کم سزا زیادہ لگتی تھی۔

"تمہارا بہت شکریہ حبا، میں چلتی ہوں" وہ ایسی بے مروت تو نہ تھی، اپنے آنسو رگڑ کر ہٹاتی کہہ کر یوں گئی کہ حبا بھی رنجیدہ سی اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔

ایک دن وہ تھا جب وہ ماہی کی قسمت پر رشک کرتی تھی۔ یہی کالج، یہی موسم اور یہی وہ دنیا تھی جہاں ماہی کی مخملی مسکان اور اسکی حیا میں لپٹی آنکھوں پر کوئی دل ہار بیٹھا تھا۔

وہ ان دونوں کا انگلش پروفیسر تھا، دائم شہروز۔ اس پورے کالج کا سب سے ہنڈسم اور خوبرو ٹیچر، عاجز سا، مگر دل کا بادشاہ جسے اس کالج کی سب سے نیاری اور پیاری ماہی سے محبت ہوئی تھی۔

حبا وہ دن وہ یادیں سوچ کر اشک بار ہو چکی تھی، یہ کیسی محبت تھی جس نے ہر وقت مسکراتی ماہی کو آنسو آنسو کر دیا تھا، وہ خود بھی اپنے چہرے کی نمی ہٹاتی وہاں سے بیرونی طرف چل پڑی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اتنی ساری شاپنگ کر لی، اور اگر ماہی کو کچھ پسند نہ آیا تو" ڈرائیو کرتے ہوئے جناب من نئی ہلکان کرتی سوچ کو لفظوں میں ڈھال کر عیشہ کو باقاعدہ ہنسی کا اٹیک دے چکے تھے۔

"ھاھا بھیا جانو ابھی سے اتنی فکر، مطلب دال میں کچھ تو کالا ہے۔ کیوں پسند نہیں آئے گی، ہر چیز شاہانہ لی ہے انکی اکلوتی نند نے۔ ٹنشن ناٹ" عیشہ کی چوری پکڑ لینے پر عالم معصومانہ سا خجل ہوتے آنکھیں چرا گیا تھا اور عیشہ تو بھائی پر قربان ہو گئی تھی۔

"یار تم بھی ناں، میرا مطلب تھا سب کی اپنی چوائز ہوتی ہے۔ اچھا ہوتا کہ تم میرے بجائے ماہی کو ساتھ لے جاتی، آخر کو سب اس نے پہننا ہے" ہلکی سی مسکان عالم کے ہونٹوں پر ماہی کے نام سے ہی آکر تہلکہ مچا گئی تھی اور پھر میٹھی سی فکر پر تو منظر ناز کر اٹھے تھے۔

یہ انسان جس کا بھی تھا وہ یقینا قسمت کی دھنی تھی مگر قسمت کی ماری بھی وہی تھی۔

اس دل جلی پر جو آج قیامت ٹوٹی تھی اسکا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا، پیدل ہی وہ سڑک پر چلتی ہوئی اپنے مقدر کا سوگ منا رہی تھی اور نا جانے کس نازک لمحے عالم کی نظر یک لخت ماہی پر پڑی۔

وہ اسے ایک جھلک سے کبھی نہ پہچانتا اگر عیشہ کی پرجوش آواز پر اسے گاڑی نہ روکنی پڑتی۔

خود ماہی اپنے قریب آکر رکتی گاڑی اور اس سے نکل کر خود کی سمت آتی عیشہ کو دیکھ کر بوکھلا گئی اور رہی سہی کسر عالم کو دیکھ کر پوری ہوئی۔

اس دردناک حال میں وہ ان دو کا سامنا ہرگز نہیں چاہتی تھی، خود پر عالم کی نثار ہوتی نگاہیں اسکا دل دبوچ رہی تھیں۔

یہ آنکھیں بہت ظالم آنکھیں تھیں، کچھ تو دردناک تھا جو ان کے وصل سے دل تک سرائیت کر گیا تھا۔

عیشہ نے خوشی سے ماہی کو گلے لگایا اور وہ بدحواس سی مسکرا تک نہ پائی۔

"واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز، ابھی ہم آپ کا ہی ذکر کر رہے تھے۔ آپ یوں پیدل، آئیں ہم آپکو ڈراپ کر دیتے ہیں" عالم کی نرم نگاہوں میں پسندیدگی کی بھرمار تھی تو

وہیں عیشہ نے بے تکلفی کے سنگ ماہی کے چہرے کے ہر اڑے رنگ سے بے نیاز ہوئے مسکرا کر آفر تک کر دی۔

"ن۔۔۔ نہیں، میں چلی جاوں گی۔ زحمت ہو گی آپ کو" ماہی نے تکلف برتتے ہوئے خاصے بے چین لہجے میں معذرت کی جسے عالم تو قبول کر ہی لیتا مگر ساتھ آفت عیشو تھی جس نے فی الحال ماہی کا اعتراض رد کیے بہت مان سے اسے اپنی جگہ لا بیٹھایا اور ساتھ بھیا کو اشارہ کر کے بیٹھنے کا حکم دیتی خود پیچھے جا بیٹھی۔

عالم نے اک چور سی نظر اپنے ساتھ بیٹھی بے قرار سی، حیا میں سمٹی، گھبرائی سی ماہی پر ڈالی جو یوں یہاں ہو کر بلکل کنفرٹیبل نہ تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں ماہی، عیشہ کی طرف سے میں معذرت چاہتا ہوں" عالم نے خود ہی پیچھے بیٹھ کر بھیا جانو کو شرارت سے آنکھ مارتی افلاطون کو دیکھ کر رخ ماہی کی سمت کیے ملائم پن سے کہا جس پر وہ بمشکل سر ہلا پائی اور باہر دیکھنے لگی۔

یہ لڑکی بہت الگ تھی اسکا اندازہ عالم کو تھا، مگر وہ ایک لمحہ جب دونوں کی آنکھیں ہمکلام ہوئیں نا جانے کیوں دونوں کے دل جکڑ چکا تھا۔

یوں لگتا تھا اس بصارت کا رشتہ ازل سے طے تھا اور ابد تک طے رہنے والا تھا۔

عالم جانتا تھا وہ یہ شادی اپنی خوشی کو ایک طرف رکھ کر صرف آغا جان اور عیشہ کی خوشی کے لیے کر رہا ہے مگر کہیں دل سے وہ آج اس پیاری سی ماہی کا طلب گار ہوا تھا۔

بلکل ویسے جس طرح کسی بیمار کو دوا کی شدید طلب جاگتی ہے اور ایسا کیوں تھا یہ الجھن عالم کے لیے حل کرنا بہت کٹھن تھا۔

"ماہی آپ گھبرائیں مت، میں اور بھیا آپکے اپنے ہیں۔ ویسے بھی کچھ دن میں آپ میری اکلوتی بھابھی بننے والی ہیں، یو نو آج میں نے اور بھیا جانو نے آپکے لیے ڈھیر سی شاپنگ بھی کی ہے۔ آپ میرے عالم بھیا جیسا انسان ہی ڈیزرو کرتی ہیں، آئی لو و بو تھ

آف یو" عیشہ کی سماعت میں پڑتی خوشی سے بے نیاز وہ بس رکھائی سے مسکرا دی، وہ کیا بتاتی کے وہ اس وقت کسی اچھی چیز کی مستحق نہیں ہے۔

اسے اس پتے پر جلد از جلد جانا تھا اور زہرہ میم سے ملاقات کرنی تھی مگر اس وقت اس کے اندر رہی سہی ہمت ختم ہو گئی تھی۔

اس وقت اسکے قدموں میں کوئی دنیا کی ساری دولت بھی رکھ دیتا تب بھی وہ صرف دائم کو پکارتی، رخ موڑے آنکھوں میں لاتعداد نمی بھرے وہ اپنے آپ پر کرب زدہ ہوئی۔

عیشہ نے تھوڑی فکر مندی سے بھائی کو دیکھا جو اسے اب چپ رہنے کا اشارہ دے کر اپنا دھیان بھی مکمل ڈرائیونگ پر دے چکا تھا۔

پیچھے چھوٹتے منظریوں لگ رہا تھا ماہی پر ہنس رہے تھے، اسکی بے بسی پر ہر کوئی استہزا یہ تھا۔

عالم کو وہ اتنا بڑا دھوکہ دینے جا رہی تھی اور تبھی اسکے اندر ان سب سے نظر ملانے کا حوصلہ نہ تھا۔

گھر آنے پر وہ یوں باہر لپکی جیسے وہ دونوں اسے جکڑ لیں گے مگر پھر ماہی کو یوں چلے جانا برا لگا تبھی وہ جاتے جاتے پلٹی۔

"آپ دونوں آئیں اندر، بابا جان سے مل لیجئے گا" ماہی نے مہمان نوازی کا فریضہ بمشکل نبھاتے ہوئے کہا مگر اس وقت وہ دو بھی اجلت میں تھے تبھی پھر کبھی کا کہے ٹال گئے اور خود ماہی کب چاہتی تھی کے وہ دونوں آئیں تبھی تیز تیز قدموں سے گھر کی دہلیز عبور کرتی اندر چلی گئی۔

عیشہ نے کسی گہری سوچ میں ڈوبے بھیا تک رسائی پائی جو اب کسی سنجیدہ مدعے پر غور و فکر میں مبتلا تھا۔

"مجھے ماہی خوش نہیں لگی عیشو، تم میرا کام کرنا۔ کل یہ ساری شاپنگ لے آنا یہاں، ماہی کو دیکھا بھی دینا اور اس سے باتوں باتوں میں یہ بھی پوچھنا کے وہ خوش تو ہے۔ میں

نہیں چاہتا عیشو کے وہ بنا خوشی کے میرے ساتھ پر راضی ہو، اسکے چہرے پر اداسی برادشت نہیں ہوئی" بہت تھکن زدہ بجھے انداز میں وہ جا چکی ماہی کے ہیولے کو ذہن میں بیدار کیے عیشہ کو تاکید کر رہا تھا جو خود بھی اب افسردہ دیکھائی دیتی سر ہلا رہی تھی۔

اسے بھی ماہی ڈسٹرب سی اور منتشر لگی تھی۔

"اوکے میرے ہیرو جو حکم، اب آپ بھی اداس مت ہو جانا۔ مشکل سے تو آپکو اداسی سے نکالا تھا، اچھا چلیں چلتے ہیں" عیشہ واپس اپنی چمک دھمک میں لوٹتے ہوئے فوری عالم کا بازو پکڑے مڑ گئی، ویسے بھی شام ہو گئی تھی اور وہ دونوں بے دلی سے ہی سہی پر واپسی کے لیے مڑ گئے تھے۔

گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے ایک بار پھر عالم نے اداسی کے سنگ اس سمت دیکھا جہاں ماہی گئی اور اگلے ہی لمحے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آغا جان کیا آپ نے جہانگیر انکل سے پوچھا ہے کہ کیا اب ماہی اس تعلق پر راضی ہے یا نہیں، مجھے ماہی کچھ بجھی لگی" رات کھانے کی میز پر آخر عالم سے چپ نہ رہا گیا، فکر کی چاشنی لفظوں میں ملائے وہ پوچھ بیٹھا۔

عیشہ بھی ساتھ ہی بیٹھی کھانا کھا رہی تھی اور اب اسکی سنجیدہ صورت بھی عالم اور بابا کی سمت تھی جو نیپکن سے ہونٹ صاف کرتے اپنی توجہ عالم کے بیقرار چہرے کی سمت مبذول کر چکے تھے۔

عیشہ انھیں پہلے ہی آجکی انکی ماہی سے ملاقات کا بتا چکی تھی۔

"میرے بچے وہ بن ماں کی بچی ہے، شادی بیاہ کا موقع ایسا ہی ہے جب لڑکیاں اپنی ماں کی کمی پر ہلکان ہو جاتی ہیں۔ میری کل ہی جہانگیر سے بات ہوئی تھی وہ یہی بتا رہا تھا" مقصود صاحب نے بظاہر تو ماحول کی تلخی اس مطمئین کرتی بات سے کم کر دی تھی مگر وہ دونوں دیکھ سکتے تھے کہ عالم کچھ خاص مطمئین نہیں ہوا۔

"یس، فیکٹ ہے" عیشو نے بھی اداسی سے ماہی کی سچویشن محسوس کیے کہا۔

"ہمم پھر بھی عیشو میں نے جو تمہیں کہا ہے کہ کل اسکی طرف جانا اور پوچھنا وہ کل لازمی کرنا، جب تک وہ پر سکون نہیں ہو گی میں بھی بیقرار رہوں گا" عالم نے سنجید گی سے عیشہ کو تاکید کرتے ہوئے دل کا خدشہ بھی کہہ ڈالا اور خود کی سمت بابا اور عیشو کی مسکراتی نگاہیں جلد ہی اسے آنکھ چرانے پر آکسا چکی تھیں۔

بہت عرصے بعد ان دو کو لگا انکی عالم کو پر سکون کرنے کی جدوجہد رنگ لائی ہے۔

وہ دونوں آسودہ تھے، عالم اپنا منقطع کیا کھانا دوبارہ شروع کر چکا تھا۔

"جہانگیر میرا بچپن کا دوست ہے، اور ماہی میری آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی تھی۔ اور پھر کچھ عرصہ مجھے آسٹریلیا جانا پڑا جس کی بدولت کئی سال تک ہم دونوں دوستوں کے بیچ کوئی رابطہ نہ ہو سکا، وہ حادثات کی لمبی فہرست ایسی شروع ہوئی کہ ختم ہی نہ ہو سکی۔ میں تو شکر کرتا ہوں کہ اس عرصے کے بیچ ماہی کی اس نے شادی نہیں کی، شاید وہ جب بہت چھوٹی تھی تب ہی میں نے اس سے اسے مانگا تھا اور وہ سادہ لوح میرا یار اسی کو حرف آخر سمجھ کر بیٹھا تھا۔ الحمد اللہ جو ہوتا ہے یقیناً بہترین ہوتا

ہے" ماضی کے خوش رنگ دریچے یک لخت ویرانی سی بنے، اور کچھ تلخ سے حادثات کی زد میں پیوست لمحے ان تینوں کے چہروں پر اندھیرا پھیلا چکے تھے۔

"آغا جان زندگی کے فیصلے بھلے ہم اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہیں مگر دل ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتے، بس مجھے یہی خدشہ ہے" اپنے خدشوں کی پہلی سطر کہتے ہوئے عالم بہت تلخ اور حقیقت پسند لگا اور عیشہ کے ساتھ مقصود بھی اسکی بات سے متفق تھے۔

"خیر ہو گی بچے، اتنا سب مت سوچا کرو۔ چلو عیشہ بھیا کے لیے جو سپیشل رس ملائی بنوائی ہے وہ منگواو۔ تاکہ محترم کے تلخ ذائقے کچھ مٹھاس سے روشناس ہوں" آغا جان اسے زیادہ دیر یاس میں رہنے نہ دے سکتے تھے تبھی مسکراتی آنکھوں سے عیشہ کو تاکید کیے ساتھ عالم کے مضبوط ہاتھ پر تسلی کا لمس بھی دھر چکے تھے۔

"ھاھا کیوں نہیں، آپن خود لاتا ہے" عیشہ کی ہنستی سی فرمابرداری پر اب کی بار عالم بھی موہوم ہی سہی پر مسکرا دیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"تمہیں یاد ہے ناں

تمہاری ہنسی پہ زمانہ فدا تھا

میں اکثر تمہیں یہ بتاتی تھی ناں کہ

تمہاری ہنسی اِس جہاں کی نہیں ہے

بھلا کوئی لڑکا ہنسے تو کہاں یہ لگے گا کہ مندر کی سب گھنٹیاں بج اُٹھی ہوں

مگر تم جہاں اور جب بھی ہنسا کرتے تھے

ایسا لگتا

میں ہر مرتبہ تم سے ملتی تو چُپکے سے بس گنتی رہتی

تمہیں یہ گماں بھی نہیں ہو گا

آخری ملاقات میں تم ہنسے تھے تو میں نے

تمہارے سبھی قہقہے گن لیے تھے

ستائیس جگہ تم ہنسے تھے تو گالوں پہ ڈمپل پڑے تھے

تمہیں یہ بتاوں

کہ اب تک کی ساری ملاقاتوں میں سب سے زیادہ

اِسی بار کُھل کر ہنسے تھے

مگر علم تھا ہی نہیں کہ جُدائی کی ڈائن تمہاری ہنسی دیکھتی تھی

مجھے یہ خبر ہی کہاں تھی تمہارے مقدس لبوں پر

ہنسی کے کِھلے پھولوں کو اب کبھی بھی نہیں گننا ہو گا

تمہیں عمر بھر اب نہیں ملنا ہو گا" چاند اسکی کھڑکی سے بہت روشن اور واضع تھا، وہ ہاری تھکی اور جبر زدہ سی دائم کو شدت سے یاد کر رہی تھی۔

پھر سے اسکی آنکھوں میں نمی جلن دے رہی تھی اور دل تھا کہ پھٹا جا رہا تھا۔

"میں اپنی آخری سانس تک تم سے محبت کا دم بھروں گا ماہی، میرا دل تمہارے نام پر تاقیامت دھڑکے گا۔ تم میری روح میں اترا سکون ہو، تم میری محبت میرا سب کچھ ہو" سماعت میں اک خواب جیسے دلپسند سے اظہار نے انگڑائی لے کر ماہی کے اعصاب مزید تان دیے تھے۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی، اسے دل میں ٹھیس اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔

کمرے میں ملگجی روشنی کا راج تھا اور باقی کا اندھیرا ماہی کے وجود کو گرہن کی طرح کھا رہا تھا۔

"جھوٹے تھے آپ، فریبی شخص۔ میری مسکراہٹ میرا سکون اور میرا سب کچھ ساتھ لے گئے، کہاں تلاشوں آپکو۔ کس دیوار سے سر پھوڑوں، ممکن ہے آپکی ماہی اس اذیت سے اب نہ بچ سکے۔ آپ اگر اس دنیا سے چلے گئے ہیں تو مجھے بھی بلا لیں ناں، اگر اس دنیا میں ہیں تو مجھے ملیں۔ دائم، یہ آپ نے کیا کر دیا ہے" تھک ہار کر وہ

وہیں گر کر گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر رو دی تھی، یہ وہ سوہان روح درد تھا جسکی گواہ وہ تھی یا اللہ۔

دوسری سمت نیم دراز تکیے پر سر رکھ کر لیٹا عالم موندی نیند سے بھری آنکھوں کے باوجود بار بار ماہی کا چہرہ یاد کر رہا تھا۔

اسکی وہ آنکھیں جن میں ان کہی سی تکلیف نے عالم کے دل میں ہلچل برپا کر رکھی تھی۔

گہرے بھورے سوٹ میں وہ بہت پیارا لگا کرتا تھا، ویسے بھی عیشہ کی فرمائش پر وہ ہمیشہ سے تھری پیس کے بجائے گھر میں قمیص شلوار پہنتا تھا۔

اسکے بھاری وجود پر یہ لباس زیادہ جچتا تھا، چہرے پر سیاہ ہلکی داڑھی مونچھ کا مناسب سا کٹ، گھمبیر سے بالوں کو بیٹھانے کا انداز، وہ بہت گہری آنکھیں رکھتا تھا۔

پرکشش مرد، کامیاب بزنس مین مگر اسکے جسم و جان میں اک ان کہی تھکن تھی جو ہمیشہ سے تھی۔

مشینوں، ادویات اور گاہے بگاہے ہوتے اسکے میڈیکل مینٹل ٹریٹمنٹس اسے تھکن زدہ کر دیتے تھے۔

"کیا رشتہ ہے تم سے ماہی، پہلے نام سے تم محبوب لگیں اور اب آنکھوں سے دل میں مجذوب ہو گئی ہو۔ ایسا لگتا ہے ہم کہیں، کسی جہاں میں آشنا رہ چکے ہیں۔ تمہارے چہرے کی اداسی اگر عالم معراج خان کے ساتھ رشتہ ازواج کے باعث ہے تو میں تمہیں اس ناپسند فیصلے سے بچانے کی کوشش کروں گا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو" پہلے تو وہ محبت جیسی کسی ملتی جلتی کیفیت میں پگلایا گا مگر پھر خود ہی قربان ہوا مگر یک لخت یہ سوچ کر ہی دل کی دھڑکن تھمی۔

"میرا کیا ہے، میں تو اک بجھتا ہوا جگنو ہوں۔ تم نے روشنی دینے سے انکار کیا تو زیادہ سے زیادہ بجھ جاوں گا اور کیا" دل کے درد کو دبایا تو سرخی نے عالم کی آنکھوں کا محاصرہ کیا۔

وہ آنکھیں موند گیا تھا، چہرے پر اک کرب نے براجمانی کی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

چھ سال پہلے دائم کے ساتھ ہوتے حادثے کی خبر حسنین تک کو نہ ہوئی تھی، گھر پہنچ کر دائم کی غیر موجودگی وہ جھٹکا تھا جس نے پہلی بار حسنین منصور کو خوفزدہ کیا۔

شیخ ہارون منصور تو کئی راتیں نشے اور جوئے میں صرف کیے اپنی خوشی کا جشن منانے میں غائب رہا اور حسنین نے بھی جیتے جی موت کا مزہ چکھا۔

وہ پاگلوں کی طرح ہر طرف دائم کی تلاش میں لگا رہا مگر ایک دن اسے ایک کالی گاڑی میں بیٹھے کچھ غنڈے بیہوش کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

شیخ منصور نے اپنے سگے بیٹے تک کو اپنی ہوس کے آگے بیچ دیا، وہ زمانے تو شاید اور تھے جب بیٹیوں کو زندہ دفنایا یا بیچا جاتا تھا۔

مگر اس درندے باپ نے ایک بیٹے کا عبرتناک حادثہ کروایا تو دوسرے کو چند پیسوں کے عوض بہت بڑے سمگلنگ گینگ کے حوالے کر دیا۔

خود کو بنا موت قبر میں دفن پا کر حسنین کے وجود میں کپکپی اتری تھی، وہ سمجھ نہ پایا کے وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔

کبھی کبھی تو اسے لگتا وہ کہیں مر گیا ہے اور روح بھٹکتی جا رہی ہے۔

ان غنڈے موالیوں نے حسنین کے دماغ کو اپنے مطابق اور فائدے کے لیے استعمال کیا اور اس سے کئی ناجائز کام کروائے جسکا پچیس پرسنٹ شیخ منصور کو ہر ماہ پہنچ جاتا۔

وہ غلاظت کا ڈھیر گھر تک پہنچ کر کھا گیا، اسکا بس چلتا تو اپنا آپ بھی اپنی زبان کے ذائقے کے آگے ادھیڑ ڈالتا۔

حسنین نے دو سال تک اپنے ذہن و دل کو بیکار محسوس کیا، ان دو سالوں میں وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس گناہ کے بدلے اسے جیتے جی جہنم میں دھکیل دیا گیا ہے۔

اسے بس اپنے اندر اور باہر آگ محسوس ہوتی، اسکی آنکھیں گہرے دہکتے لاوں کا روپ دھاڑ گئیں۔

عین الڑ جوانی میں وہ ہر سمت سے بوسیدہ ہوتا گیا۔

اسکا دماغ اس قابل بھی نہ رہا کے وہ خود اپنی جان لے کر اس دردناک زندگی سے چھٹکارہ پالیتا۔

قتل کی وارداتیں ہوں یا ڈاکا، ہر قسم کے ناجائز کام میں اسکے مالک اس پر بھروسہ کرتے۔ یہ الگ بات تھی کہ ان دو سالوں کے بیچ اسکے ہاتھ سے جو جو مرا وہ غلیظ مجرم ہی تھا، یہاں تک کے اپنے اندر کی آگ کو منجمد کرنے وہ نشے اور شراب کا عادی بنا دیا گیا، اسکے مالک اسے اپنے بس میں کرنا خوب جانتے تھے۔

اسکے اندر کی آگ اس سے پہلے کہ اسے اس دنیا کے لیے عبرت بناتی، وہ اک روز وہاں سے بھاگ گیا۔

شاید اس دن اسکے دل و دماغ نے حرکت کی تھی، بدحواسی سے بھاگتا ہوا وہ ایک گاڑی سے ٹکرایا۔

بلال احمد نامی وہ شخص حسنین کا مسیحا بنا، اس شخص نے حسنین کو اپنے گھر پناہ تو دی مگر چند دن میں ہی بلال کو محسوس ہوا وہ ایک مردہ اٹھا لایا ہے جسے حقیقی موت درکار تھی۔

بلال ایک کیفے کا مینجر تھا اور خود مختار ہونے کے ساتھ ساتھ اکیلا تھا۔

حسنین کی ذات بے حس تھی اور دس بار وہ مختلف طریقوں سے خودکشی کرنے کے باوجود بچ گیا، اسے موت چاہیے تھی مگر زندگی اس کے ساتھ امر بیل کی مانند لپٹی رہی۔

بلال اسکی مسیحائی ایک ہمدرد اور بھائی کی طرح کرتا رہا، اور اسکی یہ کوشش اول میں شدید ناکام رہی۔

دوسری سمت حسنین کے غائب ہونے پر شیخ ہارون منصور پر قیامت اتری، وہ غنڈے موالی ہر دوستی اور لحاظ بھول کر شیخ ہارون منصور سے پائی پائی وصول کرنے پر اتر آئے۔

اس کے پاس دائم کا لوٹا سارا مال چھین لیا گیا حتی کہ ہر مہینے بعد وہ لوگ اپنے چند کارندے بجھوا کر شیخ ہارون کی ٹھکائی کرواکے حسنین کا پتا پوچھتے مگر وہ شخص اپنے عبرتناک انجام پر کوکنے کے سوا کچھ نہ کرتا۔

بلال اسے ان چار سالوں میں بہت بہتر تو نہیں مگر کچھ نارمل کرنے میں کامیاب ہوا، اتنی کامیابی کے حسنین کھل کر سانس لینے لگا۔

باپ کی تلاش کی مگر کہیں وہ باپ نہ ملا جسکی حقیقت حسنین ابھی بھی نہ جانتا تھا مگر وہ غلیظ شخص جو وقت کا فرعون تھا، گلی گلی آہیں بھرتا اک نیم پاگل کا روپ دھار گیا۔

کبھی کسی درگاہ تو کبھی کسی در پر جا بیٹھتا، مگر ایسوں کو دھتکار ہی نصیب ہوتی ہے۔

حسنین کے دل میں وہ بات آج بھی اٹکی تھی کہ اسکے باپ نے اسے مارنے کی حامی بھری تھی اور وہ دو سال حسنین کے اندر ویسے بھی زہر اور نفرت بھر چکے تھے۔

پھر ایک دن حسنین کو اک درگاہ پر بیٹھے فقیر کی خبر ملی، وہ گیا اور اپنے سامنے اجڑے اس فقیر کو دیکھ کر اتنی ہمت نہ کر سکا کہ اس تک جاتا۔

اس روز چھ سال کا کرب حسنین کی آنکھوں سے ہیجان کی طرح پھوٹا تھا، موت تو اب بھی اسے درکار تھی مگر شاید اب بلال جیسے دوست کی وجہ سے وہ ایسا کرنے سے پہلے سوچ میں پڑھ جاتا تھا۔

اللہ نے ایک بھائی لے کر بلال کی صورت دوسرا تو دیا تھا اور یہی وہ موہوم سی امید تھی جس نے حسنین کو بہت حد تک نارمل کر لیا۔

باپ زندہ تھا مگر وہ اس باپ سے ملنے کی کوئی خواہش محسوس نہ کرتا مگر تنہائی اسکی ان دو کی یاد سے سلگتی جو اس سے بچھڑ گئے۔

وقت کے ساتھ وہ پہلے سے نوابی حسنین منصور ایک پتھر اور ایک کڑوا کسیلا شخص بن گیا۔

وہ بلکل ویسے بدلحاظ ہو گیا جیسے زندگی اس کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آئی تھی۔

سارا لاڈلہ پن خاک ہوا تھا اور اس ظالم دنیا نے اس نازک مزاج سے بیوقوف حسنین کو دلخراش اور حقیقت پسند مرد بنا دیا تھا۔

وہ مرد جسے اس دنیا میں بس اپنی لکھی سانسیں خارج کرنی تھیں اور قبر میں جانا تھا۔

اسکے نزدیک اس جیسوں کی زندگی صرف قبر میں سکون پاتی ہے۔

ہم کتنے بھی لاڈلے کیوں نہ ہوں جناب، زندگی نہیں دیکھتی ہماری نازک مزاجی کو۔

وہ تو پتھریلی راہوں پر گھسیٹی ہے، اتنا گھسیٹتی ہے کہ وجود لہولہان ہو جاتا ہے۔

بہاوالدین زکریا کا زیارت (بہاؤالدین زکریا

درگاہ) تیرہویں صدی کا ایک مقبرہ ہے جو پاکستان

کے صوبہ پنجاب کے شہر ملتان میں واقع ہے۔یہ قبر صوفیانہ سہروردیہ کے بانی،

مسلمان صوفیانہ بہاؤالدین زکریا کے لئے وقف ہے۔یہ جنوبی صوبہ پنجاب کے سب

سے اہم مزارات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، اور یہ ملتان کے الگ الگ تعمیراتی طرز

کا ایک خاص نمونہ ہے

قوالی کے لمبے سلسلے کو مسجد میں عیشاء کی نماز کے بعد پیش کیا جاتا ہے اور حسب معمول آج بھی مسحور کن سی خوش الحان آواز میں تصوف کا رنگ کسی اجاڑ سماعت کو کرب میں جاگزیں کر رہا تھا۔

ہر طرف گہما گہمی تھی، کہیں کوئی منت کا دھاگہ باندھ رہا تھا تو کوئی کسی بچھڑے کے مل جانے کے لیے رو کر سراپا انجل بنا تھا۔

درگاہ کے بیرونی طرف سیاہ نشینی میں لپٹا اک پاگل اور نیم جان وجود بھی تھا، اسکو دیکھ کر یوں لگتا تھا وہ بھی اپنا سب ہار کر اس درگاہ کا فقیر بن گیا ہے۔

"ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے

اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے" قوالی کی آواز پورے مزار کے درودیوار کو اپنے قبضے میں لیے ہوئے تھے اور یک لخت وہ بوڑھا ہچکیوں سے رونے لگا۔

"ناقدری کی تھی میں نے، میرا اسکون مجھ سے چھین لیا گیا۔ مجھ سے لے لیا اسے، تیرے بعد میرا واقعیٔ کوئی نہیں رہا میرے بچے" تڑپتی سی اس عمر رسیدہ ہارے جواری کی آہوں پر پاس سے گزرتے راہگیر پل بھر کو اس درد کے مارے کے پاس رکتے اور یونہی انسان ہونے کے ناطے پوچھتے۔

"کون چھن گیا بزرگو!" کوئی آتا جاتا راہی پوچھ لیتا تو اس مردہ وجود کی سیاہ حلقوں والی پتھر آنکھوں سے خون بہنے لگتا۔

"میرا سکھ، میرا سہارا۔ مجھ بدبخت کو برداشت کرنے والا آخری فرد بھی چھن گیا" اسکی ہیبت ناک اجڑی حالت سے صاف لگتا تھا کہ وہ اک عمر نشئی اور جواری رہا ہو گا، جس نے سب بیچ کھایا ہو گا یہاں تک کے اپنے وجود کی چمڑی تک۔ شیخ ہارون منصور ایسے عبرتناک انجام کو آیا تھا کہ اسکی شکل پہچان سے نکل گئی۔

"اللہ صبر دے گا آپکو، سب چلے جاتے ہیں" اور جب کوئی اسکی حالت پر رحم کھا کر تسلی دینے لگتا تو اس گھن کھائے وجود پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔

"میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے

نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے "

پھر سے ہوک اٹھی اور اسکا دل زخموں سے چور ہو گیا تھا۔

"میں نے آخرت میں جہنم تو کمائی ہی مگر دنیا میں بھی خود کو گنہگار کیے ان دو کو جیتے جی مار دیا، وہ سچ کہتا تھا کہ ماہی کے بنا اسکا دائم مر جائے گا۔ مر گیا وہ، میری ساری نفرت اپنے عشق سے خاک کر گیا۔

اور میں بدبخت، اپنے خون سے بھی درندگی کر گیا، وہ بھی کب جیا ہو گا، اسے بھی تو موت دی میں نے۔

مجھے اٹھالے مالک، میں اور مزید جیا تو اپنے جرم کی تپش سے زندہ کہیں دفن ہو جاوں گا۔ مجھے معاف کر دو میرے بچو، میرے دائم، میرے حسنین" یہ وقت بھی بہت ظالم شے ہے، کسی کو جدا کرنے والے خود بھی بچھڑن کی رمز کا غم اٹھا کر رہتے ہیں۔

اس بدبخت، اور درد سے نڈھال شخص نے دائم اور حسنین پر جو ظلم توڑا تھا اسکی تپش آج چھ سال بعد بھی اسے جہنم کی طرح سلگا کر خاک کر رہی تھی۔

یہی ایسوں کا مقدر رہے، دو معصوموں کو آنسو آنسو رلایا اور تڑپایا تھا اس شخص نے اور اب وہ سراپا عبرت بنا پچھلے چار سالوں سے پاگل نشئی فقیر کا روپ دھارے ہر ہفتے نئے مزار پر جا بیٹھتا اور اپنے گناہ کی معافی مانگتا، جب اسکی معافی ٹھکرا دی جاتی تو وہ پھر سے کسی اور نگر چل پڑتا۔ ایک بیٹے کو موت دی تو دوسرے کو کئی لاکھ رپوں میں بیچ دیا، ایک کو ناحق اور حرام کر ب دیے اور دوسرا اس پر حرام ہو گیا۔

"اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے

یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بے خود ہے جس کو حشر

اے درد چاہے لائے بہ خود پر نہ لا سکے" آواز میں سوز تھا اور میر درد کے اس کلام کا سارا درد یوں لگا اس سوگوار سی گہری ہوتی رات کا آنچل تھام بیٹھا ہو۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بابا آپکا ناشتہ بنا دیا ہے، مجھے ایک ضروری کام سے جانا تھا۔ آپ دوا لینا ہرگز مت بھولیے گا پلیز، آپ کے سوا ماہی کا کوئی نہیں" ہلکی گلابی مکمل فراک میں لپٹی منعام بالوں کی چوٹی گوندھے، مخملی سے ہلکے پھلکے منصوعی حسن میں لپٹی اس وقت صبح کا سارا نور خود پر سموئے ہوئے تھی۔

صحن میں پلنگ پر تکیے پر کمر ٹکا کر ریڈیو سنتے بابا کو ہدایت کرتی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، ساتھ ساتھ اپنی چادر خود پر اوڑھے اب وہ بابا کا چہرہ دیکھتی کچھ پل رکی۔

"میرا ابھی ماہی کے سوا کون ہے بچے، جہاں جا رہی ہو خیر سے جاؤ۔ میں تمہاری ساری ہدایت پر عمل کروں گا" جہانگیر صاحب نے بھی بچی کی ساری فکر ہٹاتے پورا یقین دلایا اور وہ بلکل مطمئین نہ تھی کیونکہ بابا کی دن بدن گرتی طبعیت اسکا کڑا امتحان تھی۔

وہ آج مسز کامران کے دیے پتے پر جانے والی تھی، ویسے تو اسے اتنے بڑے ملتان شہر کے راستوں کا علم نہ تھا مگر درگاہ اور اسکے ساتھ چند گھروں تک رسائی پانا اسے کچھ سہل لگ رہا تھا دوسرا وہ واپسی پر زہرہ میم سے بھی ملنے والی تھی لہذا اپنا ٹوٹا حوصلہ یکجا کیے وہ اپنی آخری کوشش کی سمت گامزن ہونے کا فیصلہ لے چکی تھی۔

"میں شام تک آجاوں گی بابا، کچھ ضروری دوستوں کی گیٹ ٹوگیدر ہے۔ سب بہت عرصے بعد مل رہے ہیں تو میں انکار نہیں کر سکی، میں نے کبوتروں کو دانا ڈال دیا ہے اب ناشتے کو چھوڑ کر چھت پر نہ چڑھ جایئے گا پلیز، چلیں اللہ حافظ" ماہی پر یہ وقت آن پہنچا تھا کہ اسے بابا جان سے جھوٹ کہنا پڑھ رہا تھا، اسکا دل خون کے آنسو رو رہا تھا مگر فی الحال وہ کوئی کرب کی لکیر چہرے پر نہیں لا سکتی تھی۔

ہدایات کا آخری مرحلہ پار کرتی بابا سے مسکان میں لپٹا پیار لیتی وہ اک لمبا سانس کھینچتی دوپٹے کو سر پر لیے گرد چادر لپیٹ کر باہر نکلی تھی، آج اسے اپنے آپ کو یا تو سنبھالنا تھا یا پھر رہا سہا بھی اجاڑ دینا تھا۔

سڑک پر آتے جاتے اکادکا رکشوں پر نگاہ ڈالے وہ ساتھ ساتھ اپنے دل کا بے ہنگم ہو کر دھڑکنا بھی زیادہ محسوس کر رہی تھی۔

کچھ دیر وہ پیدل سفر طے کرتی ہوئی رکشہ سٹاپ تک پہنچی اور صبح ہونے کے باعث اسے باآسانی رکشہ مل گیا، ماہی کا حقیقی سفر شروع ہو چکا تھا۔

منظر بدل رہے تھے، وقت گزرتا چلا گیا۔

ساعتیں مانو ہتھیلی سے ریت کی مانند پھسلتی گئیں، وہ مطلوبہ ایڈریس رکشے والے بھائی کو تھما چکی تھی اور انکی بدولت ماہی کا مطلوبہ پتا دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔

اوس میں بھیگے خزاں رسیدہ درختوں پر اترنے والی اس صبح کے دامن میں عجیب یاسیت تھی۔

وہ متحیر صورت اور لب بھینچے ہوئے سفر کی اذیت کو پل پل محسوس کرتی دو گھنٹے کی مسافت پر آخر کار اک پسماندہ سے محلے تک پہنچی۔

گلی میں جابجا پھیلا گرد و غبار اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، آج اسکی راہ میں کوئی حائل ہونے کی جرت نہیں کر سکتا تھا۔

اپنی میرون چادر کو گرد اچھے سے لپیٹے اپنے بیگ کو جکڑے وہ ہوا کے دوش پر بیقراری سے چلتی جا رہی تھی، گلی میں کھیلتے بچے، آسمان پر اڑان بھرتے پنچھی اور گھٹن زدہ یہ فضا سب اپنے محور میں رقصاں تھا۔

دس منٹ کے پیدل سفر پر آخر کار ایک بند گلی اور وہ مطلوبہ مکان آیا جو ماہی کی تذبذب سی زندگی کو کسی ایک کنارے لانے والے کا تھا۔

دروازے پر فی الحال تالا نہ تھا، ماہی کا دل بری طرح لرزا اور آخر کار اس نے بہت ہمت جمع کیے اس دروازے پر دستک دی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آ جاو میرے بچے، ارے ارے اتنے سارے تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ آو بیٹھو"

دوسری سمت عیشہ تمام شاپنگ لیے دس تک ٹھیک بھیا جی کے حکم کی تعمیل کو ماہی

سے ملنے پہنچ آئی تھی، ڈرائیور کے ہاتھ میں اتنے سارے شاپنگ بیگز دیکھ کر شفیق سے جہانگیر بھی تکلف برتے بنا نہ رہ پائے اور عیشہ تو ہمیشہ مسکاتی ہی رہتی تھی۔

"تکلف نہیں جہانگیر انکل جانی، یہ تو میری، بابا اور بھیا جانو کی محبت ہے۔ آپ بتائیں کیسے ہیں آپ۔ آپکی طبعیت کے لیے ہم سب بہت فکر مند رہتے ہیں۔ اللہ آپکو بہت سی صحت دے" میٹھاس سے بھری امرت جیسئ وہ چھوٹی سی لڑکی، باتوں کے وزن میں مقصود پر گئی تھی اور اس وقت تبسم دیتے شفیق سے جہانگیر یہی سوچ رہے تھے۔

اپنی ماہی کی قسمت پر وہ جو رشک کر رہے تھے وہ برحق تھا۔

"آمین میرے بچے، بس طبعیت کا کیا ہے اوپر نیچے ہوتی رہتی ہے۔ اور تم سب کا یہ پیار دعا ہے ہمیشہ سلامت رہے" جہانگیر کے لب و لہجے میں جی بھر کر دعائیہ رنگ تھا اور عیشہ کی بیقرار آنکھیں آمین کہتے ہوئے کسی کی متلاشی تھیں جس پر وہ ایک بار پھر مسکرائے۔

"وہ زرا اپنی دوستوں سے ملنے گئی ہے، گھر ہوتی تو ابھی تک مہمان نوازی میں لگ چکی ہوتی۔ تم بیٹھو میں اچھی سی چائے بناتا ہوں" عیشہ کی متلاشی نگاہوں کا مفہوم جان کر خود وہ اسے ماہی کے متعلق بتاتے ساتھ عاجز سا مسکراتے اٹھے مگر اب عیشہ انکو یوں کچن کیسے جانے دیتی۔

نرمی سے انھیں پکڑ کر واپس بٹھاتی خود بھی شرارت سے مسکراتی واپس بیٹھی۔

"میں مہمان تھوڑی ہوں جہانگیر انکل جانی، چھوڑیں یہ تکلف آپ بھی۔ بس آپ سے تھوڑی بات کر لیتی ہوں۔ دراصل مجھے اور بھیا جانو کو ماہی کی بہت فکر ہے" عیشہ نے پیار سے بات بناتے ساتھ ہی اپنے آنے کا مقصد بھی بیان کر دیا جسے سن کر جہانگیر کے چہرے پر بھی سنجیدگی اتر چکی تھی۔

"ماہی بہت حساس ہے، ایک دم سے نکاح کا فیصلہ شاید وہ امید نہیں کر رہی تھی بس تبھی تھوڑی چپ ہے۔ تم جانتی ہو ماں بھی نہیں، کمی محسوس کرتی ہے اور بچپن سے اپنا دکھ چھپاتی آئی ہے۔ اب تو میری طبعیت ہی ایسی ناہنجار ہے کہ میں بے بس باپ

اسکو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے اپنا دل کھول لے" جہانگیر فلک نے یاس و رنج سے عیشہ کی سمت دیکھ کر تاسف سے کہا اور یہ قدرتی تھا کہ وہ بھی اداسی سے انکا ضعیف ہاتھ تھام چکی تھی۔

بھلے وہ اسکے بابا جتنے تھے مگر جہانگیر کی اس دل کی بیماری نے انھیں وقت سے پہلے ضعیف و کمزور کر دیا تھا۔

"آپ کیوں ایسا سوچ رہے ہیں، اب سے ماہی اکیلی تھوڑی ہیں۔ میں انکی بہن، دوست اور مماسب بن جاوں گی پرامس۔ اور میرے عالم بھیا کی محبت اور پناہ ماہی کی حساسیت سمیت انھیں آسودہ کرے گی۔ اور آپ اور آغاجان بھی تو ہیں، ہم سب فیملی ہی ہیں۔ ایک دوسرے کو باہم جوڑ کر رکھیں گے تبھی ایک دوسرے کی کمیاں ڈھانپی جائیں گی" بھلے یہ چھوٹی سی شرارتی لڑکی لگتی نہیں تھی مگر اتنی سمجھدار تھی کہ ایک پل کو جہانگیر بھی رشک سے مسکرائے۔

وہ ماہی کی سرفرازی پر فخر نہ کرتے تو کیا کرتے۔

"بالکل میرے بچے، میں چاہتا ہوں ماہی ہمیشہ خوش رہے۔اب تمہاری یہ باتیں سن کر یقین کرو مجھ بوڑھے باپ کا دل جی اٹھا ہے۔ جیتی رہو میری بیٹی، اللہ تمہارا نصیب چمکائے" جہانگیر نے بھی اپنے بس میں جو تھا سب دے ڈالا اور عیشہ کے چہرے کی دلفریب مسکان مانود گنی ہوئی تھی۔

"آپ اب ماہی کی خوشیاں دیکھ کر مزید فٹ فائین ہو جائیں گے ان شاء اللہ، چلیں آپ یہاں آرام سے بیٹھیں آج آپکو عیشہ نامی پھوہڑ سی شیف کے ہاتھ کی چائے ملنے کو ہے۔ھاھا قبول کر لیجئے گا جہانگیر انکل جانی بچہ ہوں ابھی" کتنی پیاری اور میٹھی تھی، وہ تو عیشہ کو بھی ماہی جیسا سمجھتے تھے۔

میڈم نے آخری بات اس قدر اترا کر مزے سے کہی کہ نا صرف اسکے دانت باہر تھے بلکے اب تو جہانگیر صاحب بھی جی جان سے مسکرا اٹھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کیسی کنڈیشن ہے اب اسکی، پچھلے چار ویک سے اسے اٹیک نہیں ہوا۔ کیا یہ بہتری کی نوعید ہو سکتی ہے" عالم آج آفس سے کچھ دیر ریگولر چیک آپ کے لیے ہوسپٹل آیا تھا اور سپشل اسکی رپورٹس دیکھنے اور عالم کے دماغ کے ڈاکٹر سے مل کر بات کرنے مقصود صاحب بھی سیدھے کلینک سے ہوسپٹل آئے تھے۔

اس وقت وہ دونوں، عالم کے ڈاکٹر مسٹر زبیر اکمل کے آفس میں موجود تھے جو عالم کی تازہ رپورٹس کھول کر تسلی سے جانچ رہے تھے۔

سامنے سنجیدہ ساتھری پیس میں ملبوس عالم اور ویسی ہی وقع اوڑھے مقصود صاحب براجمان تھے۔

مقصود صاحب کے سوال پر ڈاکٹر زبیر نے سر کو اطمئینان سے جنبش دیے اپنی ساری توجہ ان دو کی سمت مبذول کی۔

خود عالم بھی کسی بہتری کی ہی خبر سننا چاہتا تھا، پہلے تو نہیں مگر اب ماہی کی بدولت وہ بہتری چاہتا تھا۔

"بہتری تو ایز یچ کوئی خاص نہیں ہے مقصود، لیکن کچھ ردوبدل ضرور ہوئے ہیں۔ عالم کے دماغ میں خون کی وہ گردش جو کچھ دن پہلے تک بہت ہی مدھم تھی اب اس میں ضرور بہتری آرہی ہے۔ یہ ایک اچھا سائن ہے، اٹیک کا نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے"

ڈاکٹر زبیر بھی عمر رسیدہ ہی تھے، اپنے پیشہ ورانہ انداز میں دوستانہ رنگ ملا کر وہ تمام معاملہ بہت کلئیر طور سے بتا رہے تھے۔

آج تک عالم سے اسکے کسی ہیلتھ ایشو کے متعلق کوئی بات نہیں چھپائی گئی تھی، عالم کے چہرے پر ہنوز سنجیدگی تھی۔

"مطلب اسکا دماغ نارمل ہونا شروع ہوچکا ہے، اسکی بے چینی کا مکمل حل اسکے دماغ کی نارمل حالت ہے تم جانتے ہو۔ میں چاہتا ہوں تم میرے بچے کی اس بہتری کی سمت مائل ہوتی سچویشن کو باریکی سے دیکھو" مقصود صاحب کی بیقراری باپ ہونے کے ناطے زبیر سمجھ رہے تھے اور تبھی پوری تسلی دیے انکو مطمئین بھی کر چکے تھے۔

"ان شاء اللہ کیوں نہیں، میں خود چاہتا ہوں ہمارا یہ شیر ایک پرفیکٹ اور مکمل صحت مند زندگی جیے۔ لیکن یہ تمہاری کمزور ول پاور ہے عالم جس نے تمہیں بہت آہستگی پر چلا رکھا ہے۔ خود کو مضبوط کرو گے تو تم اپنی اور دماغ کی ہر الجھن سلجھالو گے" ڈاکٹر زبیر کا انداز مضبوط اور جوشیلا تھا، وہ بھی ان افراد میں سر فہرست تھے جو عالم معراج خان کا ٹوٹا حوصلہ جوڑنے میں کئی سالوں سے لگے تھے۔

مقصود نے اک فخر سے مزین نظر اپنے مضبوط اعصاب مگر ہلکان دل و دماغ والے بچے پر ڈالی اور اسکے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے حوصلہ دیا جس پر اب وہ تینوں ایک سا مسکرائے تھے۔

"آئی ول ٹرائے مائی بیسٹ" یہ وہی ہر بار کا دہرایا جملہ تھا جو عالم ہر بار کہتا تھا، یہ کمبخت کوشش ہی تو اسکے بس کا روگ نہ تھی۔

یہاں سے وہ بابا کے ساتھ ہی باہر آیا تھا جہاں وہ عالم کے اسکی گاڑی کی سمت بڑھنے سے پہلے رک کر شانے تھامے روبرو ہوئے۔

"ایک دن آئے گا جب عالم معراج خان اپنی خود سے اور اپنی الجھنوں سے جنگ جیت جائے گا، موت تم سے ڈرتی ہے۔ کیونکہ تم موت سے نہیں درتے۔ اسی طرح اپنی ان موہوم کمزوریوں سے ڈرنے کے بجائے انھیں ڈراو۔ میں تمہاری جیت اور کامل آسودگی کے لیے دعاگو ہوں میرے دل کے قرار" باباکا ایسا مان، ایسی ہمت بندھانا ہی تو عالم کی قوت تھی۔

آنکھوں میں تشکر بھرے وہ باباکی سمت پوری شان سے مسکرا کر دیکھ رہا تھا اور وہ بھی اپنے سپوت کا کندھا تھپکاتے اجازت لیے اپنی گاڑی کی سمت لپک گئے اور عالم خود بھی چلتا ہوا گاڑی تک پہنچا اور بیٹھتے ہی اس نے اپنا فون نکال کر عیشو کا نمبر ڈائیل کیا۔

دوسری سمت جھٹ سے کال اٹھالی گئی تھی۔

"عیشو کیا تم گئی ہو؟" بھیاجان تو لیٹ ہو گئے تھے، وہ محترمہ تو جہانگیر بابا کے ساتھ مزے دار چائے پی کر واپسی کے لیے بھی نکل چکی تھیں۔

"آہاں جی سرکاراں ہو آئی، گھر آجائیں سارا قصہ گوش گزار کرتی ہوں۔ فی الحال عیشہ جا رہی ہے کچھ سپیشل گفٹ لینے ٹاٹا" آفت کی پرکالہ نے تو گھوڑے پر سوار ہو کر چہکتے انداز میں پٹر پٹر بول کر فون بھی رکھ دیا اور عالم کٹی کال کو پہلے تو حیرت سے دیکھتا رہا پھر خود ہی متبسم سے آسودہ طلسم میں لپٹتے ہی گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دروازہ کھولنے والا کوئی اور نہیں دائم کا سوتیلا باپ ہارون منصور تھا، وہ جو راتیں درگاہوں میں اپنے جرم کی بدولت معافی اور بین میں گزار دیتا تھا، دن کو اسی ایک دو کمرے والے بوسیدہ اور ٹوٹے سے گھر میں پایا جاتا تھا۔

ماہی کے دل کی رہی سہی دھڑکن بھی تھم گئی تھی کیونکہ وہ آدمی بلاشبہ ماہی کو پہچان گیا تھا۔

اس روز نکاح پر اس نے گھر سے ماہی اور دائم کو ایک ساتھ نکلتا دیکھ کر ہی حادثے کا مقام اور وقت مقرر کیا تھا۔

وہ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ بمشکل دروازے کا نیم جان کواڑ پکڑے کھڑے رہنے کے قابل تھا، چھ سال پہلے کی سوہان روح گھڑی ماہی اور ہارون دونوں کی آنکھوں میں نمی بھر چکی تھی۔

وہ جانتی تھی وہ شخص خود دائم کا مجرم ہے مگر ابھی وہ واقف ہی کب تھی کہ اس حادثے کو کروانے والا بھی اسکا یہی سوتیلا باپ تھا۔

وہ اس ظالم اور سفاک شخص کے در پر کبھی نہ آتی اگر اسے اسکی قسمت مجبور نہ کر دیتی۔

"آجاو اندر" یوں لگا کسی گہری کھائی سے آواز ابھری تھی، وہ دروازہ کھولے اندر بڑھا تو ماہی نے بھی اس وقت ہر تلخی ایک طرف رکھ کر اپنے من بھاری وزن اندر بڑھائے۔

یہ گھر بہت زیادہ شکستہ تھا، دھول مٹی اور جگہ جگہ جالے تھے اور آج ماہی کو اللہ کے انصاف پر یقین آیا تھا۔

کیا غرور اور ٹھاٹ باٹ تھا اس مردود شخص کا جس نے دائم کو ساری زندگی سولی پر چڑھا کر رکھا تھا پھر بھی وہ پگلا اس سوتیلے باپ اور بھائی کو پالتا رہا تھا، بنا کسی صلے کے۔

حسنین منصور جو تھا تو دائم کا بھائی مگر دونوں کے باپ الگ تھے تبھی دونوں کے نام کے ساتھ سر نیم بھی الگ تھا، اس کا بھی اس وقت کوئی اتا پتا نہ تھا۔

ٹوٹی سی چارپائی پر وہ اجڑا شخص براجمان تھا اور ساتھ پڑی پلاسٹک کی کرسی پر ماہی بھی اس ظالم شخص پر آزردہ نگاہ ڈالتی بیٹھی۔

"میرا جرم اور میری نحوست بے شمار ہے، پھر بھی تم سے معافی مانگتا ہوں ماہی، ماہی ہی ہونا۔ یقین مانو چار سال سے دربدر ہوں، جگہ جگہ جا کر اپنے گناہوں کا کفارا کرتا ہوں پر مجھ جیسے فرعون کو کوئی در قبول نہیں کرتا" اس شخص کے منہ سے معافی اور تکلیف میں لپٹے لفظ ماہی کی رگوں میں شرارے دوڑا چکے تھے اور اسکے بس میں ہوتا تو اس شخص پر دنیا کی ساری کالک انڈیل جاتی۔

"میں یہاں آپ کی اس بے کار معافی کو سننے نہیں آئی، چھ سال بعد بھی مجھے دائم کی محبت اور اسکی زوجیت کھینچ لائی ہے۔ پلیز آپ مجھ پر ایک رحم کر دیں، مجھے بتا دیں دائم کہاں ہیں۔ یہ مت کہیے گا آپکو علم نہیں، دیکھیں میں بہت آس لے کر آئی ہوں۔ چھ سال میں نے انکا بہت انتظار کیا مگر میری زندگی کچھ ایسے مرحلے پر آ پہنچی ہے جب مجھے انکی ضرورت ہے۔ اپنی سیاہ ذات سے ماہی کی زندگی کی اک آخری اور واحد امید مت بجھائیں مجھے بتا دیں" ماہی کی آنکھیں لاکھ ضبط کے اس بے بس گزارش پر سرخ ہوئیں تھیں اور دوسری سمت اس چرمرا کر مسمار ہوتے شخص کے چہرے پر ہولناک آنسوؤں کی نمی اتری اور وہ اپنے سوجھی، متورم اور سیاہ آنکھیں اٹھا کر ماہی کا کرب دیکھ کر درد میں جا گزیں ہوا۔

"اگر وہ تمہارے پاس بھی نہیں تو وہ اس دنیا میں کہیں نہیں ہے ماہی، وہ تو م۔۔۔ مجھے بھی چاہیے، میری رکی ہوئی سانس، اور اس گناہوں سے چور بدن میں اٹکی روح دائم کی ا۔۔۔ ایک جھلک چاہتی ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے، اتنا جانتا ہوں وہ چھ

سال پہلے میری درندگی کا شکار ہو کر موت سے ضرور جا ملا تھا۔میں نے ہی اسکا ایکسیڈنٹ کروایا تھا،اپنی لالچ اور خود غرضی میں" اس قاتل درندے کی یہ بات سن کر ماہی درد سے نڈھال اس بے رحم شخص پر تیز نگاہ ڈالے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسکی چلتی کائنات رک کر رہ گئی۔

جی تو چاہا اس شخص کی بھی جان لے لے۔

منصور کے لہجے میں آنسووں کی اخیر دلخراش آمیزش تھی،ماہی کی سرخ آگ برساتی نگاہیں ہارون منصور کے دل کو جلا رہی تھیں۔

"ک۔۔۔کتنے بے حس شخص ہیں آپ، کیا نہیں کیا تھا دائم نے آپ کے لیے۔یہ جانتے بوجھتے کہ آپ انکی آستین کا ناگ ہیں تب بھی وہ آپ پر اپنی جان تک نثار کر دیتے تھے،انکی ساری جائیداد تو آپ نے چھین لی اور جو چاہیے تھا ان سے مانگ لیتے تو وہ انکار نہ کرتے۔ان کا کمایا ایک ایک روپیہ آپ کس طرح جوئے اور غلیظ کاموں میں اڑاتے تھے یاد ہے آپکو،اللہ آپکو ک۔۔۔کبھی معاف نہیں کرے گا۔آپ نے

میرے دائم کو مار دیا بے رحم ظالم درندے ہیں آپ، اللہ آپکو موت کے بعد بھی سکون نہیں دے گا یہ ماہی کی بددعا ہے۔ یہ دائم کی ماہی کی بددعا ہے" تمام تر اخلاقیات بالائے طاق رکھتی ماہی شاید اپنی زندگی میں پہلی باریوں پھٹ پڑی تھی، چھ سال کا کرب نکلا تھا، یہ خیال کے دائم اس دنیا میں کہیں نہیں اسکی روح کو سلگا گیا تھا۔

وہ بے ضمیر شخص ایسی تو کیا اس سے کہیں برے رویے کا مستحق تھا، ماہی اپنے آنسوؤں کو لگام ڈالتی ایک زہر خند نگاہ اس شخص پر ڈالتی تیز تیز باہر نکل گئی اور ہارون منصور کا دل لگا اسکے کلیجے میں پھٹ گیا تھا۔

وہ بہت اونچا اونچا کرلایا تھا، اتنا دردناک رویا کے یہ بوسیدہ گھر لگا اسکی آہوں سے اس پر ہی آج گر جائے گا۔

ماہی نے واپس رکشے تک کا سفر نا جانے کس ہمت سے طے کیا، وہ بلکل ٹھیک نہیں تھی۔

یوں محسوس ہو رہا تھا اس پر آخری مہربان سایہ اٹھ گیا ہو۔

بنا آواز وہ رو رہی تھی، اتنی کہ لگا یہیں رو رو کر اسکی روح فنا ہو جائے گی۔

"دائم آپ مہربان نہیں ہیں، ہوتے تو آپکی ماہی یوں اس دنیا کا تماشا نہ بنتی۔ آج ماہی بھی مر گئی ہے، مر گئی ہے آپکی ماہی۔ یہ کیسی محبت کی آپ نے، جو ہم دونوں کو مار گئی" اسکا دل بھی تڑپ رہا تھا، چھ سال سے دائم کے لوٹ آنے کی آس آج دم توڑ گئی تھی، وہ اپنے دائم کو خود سے زیادہ جانتی تھی۔

وہ ہوتا تو ماہی تک ضرور پہنچ جاتا، آج ماہی اپنے سارے آنسو بہا دینا چاہتی تھی۔

خود تو وہ مر گئی تھی مگر اب وہ جیتے جی بابا کی جان نہیں لینا چاہتی تھی تبھی وہ اپنے اور دائم کے نکاح کے آخری شرعی معاملات جاننے کے لیے حبا کی والدہ زہرہ ارسلان کے مدرسے جانے والی تھی جو ایک معلمہ تھیں اور حبا کی بدولت یقیناً آج وہ ماہی کو اس الجھن سے نکلنے کا کامل راستہ دیکھانے والی تھیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

قبرستان کے حدود سے کچھ پرے رکتی مقصود خان کی گاڑی اس شام زدہ دوپہر میں یہاں ناجانے کس لیے آنکلی تھی، ڈرائیور نے تابعداری سے نکل کر سائیڈ ڈور اوپن کرتے ہوئے پیش قدمی کی جس پر مقصود خان اپنے ڈرائیور کو ہاتھ کے اشارے سے وہیں رک جانے کا اشارہ کرتے کوٹ کے بٹن بند کیے سنجیدہ چہرے کے سنگ قبرستان میں داخل ہوئے۔

انکے ہاتھ میں شاپر کے بیچ گلاب کے پھولوں کی کچھ پتیاں اور اگربتیاں تھیں، لگ رہا تھا وہ یہاں کسی بہت خاص سے ملنے آئے تھے۔

کئی قبروں کی فصیل عبور کرتے ہوئے آخر وہ اک بے نام تختی والی قبر تک پہنچ گئے تھے اور ناجانے اس قبر نشین سے ان کا ایسا کیا ناطہ تھا کہ انکی شفیق مسکراتی سی آنکھیں یک لخت نمی سے پر ہوئیں۔

گلاب کی پتیاں شاپر سے نکالے وہ پوری قبر پر بھرائی آنکھوں سے ڈالنے کے بعد اگر بتیوں کو قبر کے سرہانے گاڑ کر انکو جلا چکے تھے، یہی سب ساتھ بنی اپنی زوجہ مرجان

کی قبر پر بھی سب کیا، جلتی اگر بتیوں پر پھونک مارتے ہی انکا خوشبو دار دھواں ہر سمت اڑنے لگا اور وہ خود بھی کوٹ کے بٹن کھولے قبر کے پاس جا بیٹھے۔

کچھ کہتے ہوئے تاسف سے نڈھال ہو کر وہ اس قبر پر بہت ملائم پن سے پیار کیے اپنے آنسو بھی ہٹا گئے، اس قبر پر تختی نہ ہونے میں بھی مصلحت تھی۔

دل دھڑکنے کا اتار چڑھاؤ اور آنکھوں میں جی بھر کر درد لیے ہوئے وہ بہت شکستہ اور پشیمان تو تھے ہی مگر اختتام تک یوں لگا بہت خوفزدہ بھی ہیں۔

نہ جانے اس قبر میں کون دفن تھا، کیا عالم اور عیشہ کے علاوہ بھی مقصود خان کی کوئی اولاد تھی خدا جانے۔

اس قبر کی تختی نہ ہونے میں کیا حکمت تھی آخر یہ سب یقیناً کوئی بہت بڑا راز تھا۔

قبر کے اندر موجود وجود سے مقصود خان بلکل ہم نفس کی مانند خاموشی سے ہمکلام تھے، یہ آج کا قصہ نہیں تھا، جب سے یہ قبر بنی تھی تب سے وہ روز اس قبر سے ملنے آتے تھے۔

پرانے پھول سوکھتے نہ تھے کہ آغاجان اپنے اس گلشن کی مہک دوبارہ بڑھا دیتے تھے، وہ بھی بلکل ویسے ہمکلام تھے جیسے وہ قبر والا انکو نا صرف سن رہا ہے بلکے انکی ہر بات پر سر بھی ہلا رہا ہے۔

"اللہ تمہیں پر سکون رکھے، اللہ تمہیں آسودہ رکھے" یک لخت پھر سے انکی آنکھیں بھر آئیں اور پھر سے وہ قبر کی مٹی پر بوسہ دیے وہ تاثیر اس قبر میں دفن وجود تک پہنچا رہے تھے۔ پھر نظر ساتھ بنی انکی زوجہ مرجان خان کی دوسری قبر پر گئی تو دعاوں کا رخ اس سمت ہوا۔

آنکھوں میں کسی بڑے ضیاع کی لہر پوری قوت سے بیدار تھی۔

کچھ دیر مزید وہ یونہی بیٹھ کر نم آنکھوں سے ماضی کے ہولناک حادثات پر نگاہ دوڑاتے رہے، اور پھر اپنے دونوں عزیز حصوں سے اجازت طلب کرتے واپس اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گئے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

عیشہ جو واقعی مال آئی تھی پہلے اس نے ماہی کے لیے خوبصورت سے گولڈ کے برینڈڈ ائیر رنگز لیے اور بھیا جانو کے لیے اسے بہت پیاری سی گرے شرٹ پسند آئی تھی اور پھر لگے ہاتھوں اس نے ایک ٹائی بھی لے لی تھی۔

ویسے تو عالم اسی کی فیورٹ ڈریسنگ کرتا تھا مگر عیشہ میڈم کو بھی جب شاپنگ کا بھوت سوار ہوتا تھا تو وہ سب کے لیے دل کھول کر چیزیں لیتی تھی۔

آغا جان کے لیے اس نے انکا فیورٹ میٹھا پان لیا تھا جو وہ کبھی کبھی بہت شوق سے کھاتے تھے، ساتھ ساتھ وہ بھی شوقین تھی ہاں عالم صاحب کو دونوں مل کر پھر جیلس کرتے تھے کیونکہ جناب ایسا سب بلکل کھا نہیں سکتے تھے۔

تمام شاپنگ بیگز گاڑی میں رکھے وہ اب گھر سے کچھ فاصلے پر موجود کیفے جانے والی تھی، یونہی وہ اکیلے بیٹھ کر اکثر یہاں کافی اور چیز کیک کھانے آتی تھی، آج اسکا آنا شاید مہینے بعد ہی ہوا تھا۔

یونی سے اس نے شادی تک لیو لے لی تھی تبھی محترمہ موجوں پر تھیں۔

یہ ایک چھوٹا سا بہت پیارا کیفے پوائیٹ تھا جہاں ارد گرد بھی خاصی گہما گہمی تھی مگر گلاس کورڈ ہونے کے باعث سڑک کی گہما گہمی اندر آنے میں ناکام تھی۔

بہاوالدین زکریا ملتان یونیورسٹی میں وہ تیرھویں کی طالبہ تھی اور اتفاق سے ماہی وہیں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتی تھی۔

عیشہ ریڈ شارک فراک اور بلیک ٹائٹ کے سنگ دوپٹہ بھی کالا جالی دار گلے میں رول کیے ہوئے تھی، اسکا چشمہ جو نظر والا تھا اس وقت لینز کی صورت اسکی بصارت میں مقید تھا۔

وہ بہت ہنس مکھ سی پیاری سی پری اپنا آرڈر پلیس کیے اب ادھر ادھر مختلف طرز کے بیٹھے لوگوں پر سرسری نگاہ ڈال رہی تھی جب کسی آہٹ پر متوجہ ہوئی۔

سامنے ایک پچیس چھبیس سال کی عمر کا اینگری ینگ لڑکا بلیک اینڈ وائیٹ کیفے کے ویٹر ڈریس میں ملبوس خاصے نروٹھے پن سے عیشہ کا آرڈر اسکے سامنے رکھ رہا تھا، ناجانے کیا بات تھی کہ عیشہ کو لگا وہ اسے گھور بھی رہا ہے۔

عیشہ نے محترم کے چوڑے سینے پر لگے بیج پر آنکھیں چنی کیے مرکوز کیں جہاں "حسنین" لکھا تھا، شکل و صورت کا وہ ہنڈسم تو تھا مگر اسکی اکڑ ویٹر ہو کر اتنی زیادہ تھی جو عیشہ سے ہضم نہ ہوئی۔

وہ با قاعدہ کیک کی پلیٹ پٹخ کر کمال ادا سے مڑا جب عیشہ نے برہمی سے ہانگ لگائی۔

"ہیلو مسٹر ایٹیٹوڈ، یہ کیا طریقہ ہے سرو کرنے کا" عیشہ جو خود نرم طبعیت کی قائل تھی، ایسی سرد مہری پر چپ نہ رہ سکی اور مقابل وہ بندہ یوں مڑا جیسے اس کی شان میں ناجانے کونسی گستاخی کر دی گئی تھی۔

"کیوں، تمہارے سر پر انڈیل دی ہے کافی یا کیک منہ پر مل دیا ہے۔ بتانا پسند فرمائیں گی کیا بے ادبی ہوئی" مقابل سے ایسا کڑوا کسیلا جواب سننے کی عیشہ کو ہرگز توقع نہ تھی تبھی وہ اس منہ پھٹ کے ایسے استفسار پر ہونق زدہ بنی رہ گئی اور وہ عیشہ پر نوابی انداز میں اچٹتی نگاہیں مرکوز کر چکا تھا۔

"توبہ اتنے بد تہذیب ہیں آپ، لیڈیز سے بات کرنے کی کوئی تمیز ہوتی ہے۔ میرا مطلب تھا کہ اپنے منسب کا ہی کچھ خیال کریں، بندہ آرام سے بھی سرو کر سکتا۔ لگتا یہی ہے ہیڈ سے تازہ بے عزت ہوئے ہیں اور غصہ بچارے کسٹمرز پر نکال رہے ہیں"

عیشہ پہلے تو اسے تمیز سیکھانے کی کوشش میں بولی جس پر حسنین نے خاصے ناگوار پوز سے اسکی بات سینے پر بازو باندھے سنی اور عیشہ کی آخری استہزایہ سی گستاخی پر وہ تو تپ کر دہک اٹھا تھا۔

"میں تمہیں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا لڑکی، ٹھوسو اور نکلو یہاں سے۔ اور تمیز و تہذیب تم جیسے آسودہ اور امیروں پر ہی سوٹ کرتی ہے، ہم جیسے تمیز کا دامن سنبھال کر رکھیں تو کئی اور دامن چھوٹ جاتے ہیں" حسنین بھلے تضحیک زدہ انداز میں بہت روڈلی بات کر رہا تھا مگر عیشہ کو تو رہ رہ کے اس قدر حسین تمیز کے پھول جھڑتے دیکھ کر ہول اٹھ رہے تھے۔

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں آپکی کوئی پرانی دشمن نکل آئی ہوں، اور یہ ٹھو سو کیا ہے۔ دیکھیں بندہ آرام سے شائستگی سے بولتا ہے آپ۔۔۔۔" عیشہ نے ہنوز نہ دبنے کا ارادہ کیے سامنے موجود اکتاہٹ اور بیزاری بھانپ کر مزید منہ کھول لیا اور حسنین اب اچٹتی نگاہیں اسے سر تا پاؤں ڈالے گھورا تھا۔

ابھی اس نے اور بولنا تھا مگر حسنین نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے منہ کو سی لینے کی تنبیہہ کی۔

بچاری کیا جانتی کہ اسکے سامنے ایک خطرناک بندہ ہے اور نا صرف اسکی ذات ہیبت ناک تھی بلکے اسکے چہرے پر ہر عام و خاص کے لیے ایک سی نفرت ہمیشہ براجمان رہتی تھی۔

"جو کرنے آئی ہو وہ کرو، تم سے تمیز و شائستگی کے لیکچر لینے کا بلکل موڈ نہیں" حسنین کمال پتھرائی صورت بنائے سپاٹ انداز سے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا اپنی مغرورانہ

چال سے واپس لپک گیا البتہ عیشہ کتنی ہی دیر منہ کھولے حیرت زدہ سی اسکے لفظوں میں ہی کھوئی رہی۔

جناب ایک ماہ پہلے ہی بلال کی لاکھ منت سماجت پر کیفے میں جاب پر راضی ہوئے مگر اسکے روڈ اور پتھر رویے کی اس ایک ماہ میں کئی شکایات موصول ہو چکی تھیں۔

یہ تو بلال کا یہاں کے اونر کے ساتھ اچھا رشتہ اور دوستی تھی ورنہ پہلے ہی دن حسنین کے ایسے رویے پر وہ اسے جاب سے اوٹ کر دیتے۔

"کھڑوس اور اکڑو کہیں کا، ہے ویٹر اور بھرم چیک کروزرا نواب زادے کے" عیشہ نے بھی ناک چڑھا کر کچھ فاصلے پر کسی دوسرے ٹیبل پر آرڈر سرو کرتے حسنین کی شکل دیکھ کر کڑوا منہ بنایا اور اپنی کافی پینے لگی، جو بھی تھا عیشہ کو یہ بندہ کچھ منٹل کیس لگا تھا اور دوسری سمت وہ بھی عیشہ کو ہی کھا جانے والے انداز میں گھور گھور کر واقعی ثابت کر رہا تھا کہ بہت پاگل اور بدتمیز ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دو گھٹنے کا سفر واپس ماہی کو اپنے معمول کے رستے پر پہنچ چکا تھا، آج جب اس پر سارے دردناک سچ قیامت کی طرح ٹوٹنے تھے تو وہ چاہتی تھی کہ یہ تکلیف ساری کی ساری آج ہی اس پر ٹوٹ پڑے۔

روز روز مرنے کی اذیت سے ماہی اب بے جان ہو چکی تھی، مدرسے کے بیرونی احاطے میں داخل ہوتے وقت وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اگر آج یہاں سے بھی وہ رد کر جاتی تو اسکے پاس آخری حل موت کا بچنا تھا۔

بابا کو اپنے اور دائم کے نکاح کا بتا کر وہ مارنے جیسی سفاکی جیتے جی نہیں کر سکی تھی، سر پر آنچل ٹکا تھا اور چادر بھی ہنوز پیوست تھی مگر ماہی کا پیارا اور خوبصورت چہرہ حالات کی بے رحمی اور دردناکی پر ماتم میں تھا۔

رہ رہ کر اسکی آنکھوں میں اپنی اور دائم کی ہستی کے فنا ہونے پر نمی سمٹتی جا رہی تھی، اسے اپنے گردونواح میں ہونے والی کسی حرکات کی خبر نہ تھی۔

حبا کو اس نے یہاں آنے سے پہلے ہی بتا دیا تھا جسکی وجہ سے ماہی کے آنے کی اطلاع اسکی والدہ یعنی میم زہرہ تک انکی خادمہ نے پہنچائی اور وہ اسے واپس ماہی کو اندر لانے بھیج چکی تھیں۔

ماہی نے دل پر بوجھ کی طرح زخم دیتی سانس خارج کی اور اس خادمہ کی پیروی کرتی مدرسے کے اندرونی حجرے کی سمت گئی جہاں میم زہرہ خاص ماہی کے لیے کچھ وقت نکال کر اسکی منتظر تھیں۔

ایک سال کی شرعی حد کے بعد عدالت نے جو چار ماہ دس دن کی عدت دی تھی آج اسکا آخری دن تھا۔

وہ بھی ماہی کو ڈیرھ سال بعد دیکھ کر پہلے تو مبہم سا مسکرائیں اور اٹھ کر اسکی دہکتی گال سہلائے اپنی توجہ خادمہ کی سمت کی۔

"ماہی میری بیٹی ہے اکبری، جا کر اسکے کھانے کا انتظام کرو۔ کچھ وقت ہمیں کوئی تنگ نہ کرے، جاو" وہ بہت شفیق سی چالیس بیسالس کے لگ بھگ مکمل حجاب اوڑھے

ہوئے ایک نفیس سی خاتون تھیں، بہت ملائم پن سے وہ اپنی خادمہ سے ماہی کا تعارف کروائے اسے باہر بھیجتے ہی نرم نگاہیں ماہی کے ویران چہرے پر ڈالے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتیں خود بھی وہیں زمین پر تکیے کے پاس براجمان ہوئیں۔

انکی گہری نگاہیں ماہی کے ٹوٹتے حوصلے اور شکستہ ذات کو گہرائی سے جانچ رہی تھیں، ماہی کی آنکھوں میں پھر سے سرخی اتر رہی تھی اور وہ ماہی کو یوں ضبط ہارتا دیکھ کر اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے نرم سی ہوئیں۔

ماضی____

ڈیڑھ سال پہلے ماہی کو اپنی اور زہرہ کی ملاقات کا منظر یاد آیا جب وہ اس سے کہیں زیادہ نڈھال ہو کر یہاں پہنچی تھی۔

"مجھے حبا نے بتایا مگر بہت دیر کر دی تم دونے مجھ سے اتنے بڑے معاملے کو ڈسکس کرنے میں۔ تم نے مجھ سے قرآن پڑھا تھا ماہی، استاد سے پہلے میں حبا کی طرح تمہاری ماں کی جگہ تھی۔ کوئی بات نہیں پریشان مت ہو میرے بچے" اس وقت ڈیڑھ سال

پہلے ماہی اس قدر دلبر داشتہ تھی کہ کوئی اس کی سمت نرم سا دیکھتا بھی تو وہ درد سے بھر جاتی تھی، انکی اس تاسف سے کہی بات نے ماہی کا دل بھر دیا تھا اور وہ تب رو دی تھی۔

اسے شاید رونے کے لیے ایسے ہی کسی سہارے کی تلاش تھی اور زہرہ نے بھی تب اس غم کی ماری کو رونے سے نہ روکا تھا۔

اس وقت اور آج بھی انہوں نے حبا تک کو یہاں ہونے کی اجازت نہیں دی تھی کیونکہ وہ ماہی سے اکیلے ہی بات کرنا چاہتی تھیں۔

"میم مجھے اس اذیت سے نکلنے کا کوئی ر۔۔۔استہ دیکھائیں، بابا کی ط۔۔۔طبعیت ایسی نہیں کہ وہ اتنا بڑا دھچکا سہہ سکیں، میں عالم سے نکاح کر کے گناہ گار ہو جاوں گی، دائم کی کوئی خبر نہیں" سر جھکا کر زرا زرا کپکپاتی ماہی پر اسکی اس بات کی بدولت ڈیڑھ سال پہلے زہرہ کو بھی بہت دکھ ہوا تھا تبھی وہ ہنوز ماہی کا ہاتھ پکڑے اسکی تکلیف محسوس کر رہی تھیں۔

"ویسے تو اگر شوہر پندرہ ماہ تک لاپتہ رہے تو فسخِ نکاح کی ہمارے مذہب میں اجازت ہے، اگر شوہر نکاح کے بعد لاپتہ ہو جائے تو دو صورتیں ممکن ہے۔ یا تو بیوی اپنی عصمت کی حفاظت کرنے پر قادر ہو تو وہ اسکے لوٹنے کا تمام عمر انتظار کر سکتی ہے بشر طیکہ کہ کوئی مجبوری نہ ہو اور دوسری صورت جیسی تمہاری ہے کہ دائم پچھلے چار ساڑھے چار سال سے لاپتہ ہے اور تم پر دوسرے نکاح کا بوجھ ہے لہذا اگر تم یہ نکاح کرلیتی ہو تو پچھلا خود ہی ختم ہو جائے گا" اس وقت زہرہ نے تو گویا ماہی کی بجھتی زندگی کو آسرہ دے دیا تھا، اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ روئے یا اس آسانی پر شکر کرے۔

کئی آنسو ماہی کی آنکھوں سے اس امتحان پر ٹوٹ گرے تھے۔

"ایک اور مسئلہ ہے۔ اگر اس نئے نکاح کے بیچ دائم لوٹ آتا ہے تو پھر تمہارا نیا یعنی دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا اور اصل اور شرعی نکاح پہلا والا دائم کے ساتھ والا ہی ہو گا۔ اس صورت دوسرے شوہر سے علیحدگی ضروری ہو جائے گی اور پہلے شوہر سے صحبت بھی تب جائز ہو گی جب دوسرے شوہر کی عدت نہ پوری کر لی جائے" اس دن

ماہی کی زرا سی سانس بحال ہوئی تھی کہ اس بات پر پھر سے ماہی کو لگا اسکی سانس بند ہو جائے گی۔

"میرا دل بند ہو جائے گا" غم سے چور ہوئے وہ سخت دردناک روئی تھی، خود زہرہ ماہی کی سوہان روح حالت پر سراپا افسردگی میں پیوست تھیں۔

"میں تمہاری حالت سمجھتی ہوں ماہی، یہ وقت بہت کرب ناک ہے۔ میرے بچے ہمت مت ہارو، اللہ اپنے پیاروں کو ہی آزماتا ہے" بہت اداسی سے وہ ماہی کا بھیگا چہرہ تھامے تسلی دیتے بولیں اور اسکے پاس اب کوئی لفظ نہ تھا۔

ماضی کے دریچے سمٹ گئے اور وہ دونوں ڈیڑھ سال پہلے کی اس ملاقات کا کرب محسوس کرتیں حقیقت کی دنیا میں آئیں۔

ماضی کی وہ تکلیف دہ گھڑیاں زہرہ اور ماہی دونوں کو ازبر تھیں، وہ دونوں ہی اب ایک دوسرے کی سمت درد میں جا گزیں متوجہ ہوئیں۔

حال______۔۔

"میرا نکاح ہے پچھ دن بعد، کیا اب یہ نکاح جائز ہو گا۔ڈیڑھ سال بیت گیا۔دراصل بابا کی طبعیت ایسی ہے کہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے گھر کا کرنا چاہتے ہیں،بہت مشکل سے یہ ڈیڑھ سال انتظار کروا پائی ہوں۔تو اگر اب اس نکاح کے بعد میرے اور عالم کے بیچ میاں بیوی جیسا کچھ ہو گا تو کیا وہ جائز ہو گا،اور کوئی ایسی بات جو آپ مجھے بتانا چاہتی ہیں۔میں سب سہہ سکتی ہوں مگر جان بوجھ کر گناہ کرنے سے بہتر موت کو سمجھتی ہوں" ماہی کا اب کی بار کھل کر پوچھنا زہرہ کو بھی اچھا لگا تبھی وہ اسے سب کلئیر کر رہی تھیں۔

"چونکہ شرعی حکم ایک سال کا انتظار بتایا جاتا ہے اور اسکے بعد بھی شوہر نہ آئے تو غیر حاملہ کے لیے چار ماہ دس دن اور حاملہ کے لیے بچے کی پیدائش تک نکاح کرنا جائز ہوتا ہے مگر چونکہ تمہارے اور دائم کے بیچ کئی سال سے کوئی ربط نہیں اور سال بعد عدالتی حکم آنے کے بعد اب تمہاری عدت بھی پوری ہو چکی ہے لہذا نکاح فسخ ہو گیا

ہے۔ میں اختتامی عدالتی کام خود جا کر دیکھ لوں گی تم اسکی فکر مت کرنا" زہرہ کی اس بات پر ماہی نے سر کو جنبش دی جسکے بعد زہرہ کو کچھ اور یاد آیا جو اہم تھا۔

"اگر دائم لوٹ آیا تو یاد رکھنا ماہی، عالم تمہارے لیے اسی لمحے اجنبی ہو جائے گا"

زہرہ نے اب کی بار رنجیدہ ہوئے بولیں، ماہی نے کچھ دیر زہرہ کی سمت ہونق بنے دیکھا اور پھر بے بسی سے سر ہلا گئی۔ دائم تو شاید کہیں نہ تھا، موت تو اسکی بھی آج ہو گئی تھی بس وہ اب بابا کے لیے سولی چڑھنے سے پہلے دل کی تسلی کو یہاں آنکلی تھی۔

"اللہ تمہیں سکون دے، یہ نکاح کر لو، تم اللہ سے اپنی آسانی کی دعا کرنا۔ ہم انسان نہیں جانتے ماہی کہ اس سوہنے اللہ نے ہمارے لیے کیا سوچ رکھا ہے۔ میں بھی تمہارے لیے خصوصی دعا کروں گی، اللہ تمہیں ہر امتحان میں سرخرو کرے" زہرہ نے یہ آخری تسلی دیے ماہی کا چہرہ تھامے پیار سے کہا اور وہ بس لیا دیا سا سر ہلاتی سر جھکا گئی۔

اسکی تو آج جان نکل گئی تھی، یوں لگا وہ دائم سے نہیں بلکے خود سے الگ کر دی گئی ہے۔

دنیا و جہان کے لیے اسکا تماشا بننے کا وقت آ چکا تھا، یعنی وہ تا عمر مسلسل بے قرار رکھی جانے کے لیے چن لی گئی تھی۔

ماہی کے لاکھ انکار کے باوجود وہ اسے کھانا کھلا کر ہی بھیجنے پر رضا مند ہوئیں تھیں اور ماہی نے بھی بے دلی سے ہی سہی پر تھوڑا سا کھا لیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"وہ تو اپنی سہیلوں سے ملنے گئی تھیں، پر میری جہانگیر انکل جانی سے بات ہوئی تھی۔ وہی بات نکلی جو بابا جانی نے کہی تھی۔ ماہی ایک بار آپکے پاس آ جائیں پھر آپ خود انکی ہر اداسی دور کر دینا" عیشہ سلیپنگ سوٹ میں ملبوس کیوٹو خلیے میں عالم کے لیے لائی شرٹ پریس کروا کر اب اسکی وارڈراب میں ہینگ کرتی ساتھ کسی سوچ میں ڈوبے

عالم سے مخاطب بھی ہوئی جو کرسی پر بیٹھا ہاتھ میں کوئی انگلش کی کتاب لیے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بڑا سنجیدہ بیٹھا تھا۔

"میں اسکی اداسی دور کر ہی نہ دوں" خود کو انڈر اسٹیمیٹ کرتے جناب عیشہ کو ضرور ہنسئ دے گئے جواب مڑ کر چلتی ہوئی عین بھیا کے روبرو کھڑی اسکا بسورا منہ دیکھ کر شریر ہوئی۔

"آپ کو میری ہیلپ چاہیے ہوئی تو ماہ بدولت حاضر ہیں ناں، بس کل سے باقاعدہ شادئ کی تیاریاں شروع ہو رہی ہیں اور آپ مجھے ہر وقت سمائیل کرتے چاہیں"

شکوک و شبہات کے پاتال میں عالم ہنوز ڈوبا تھا جس پر ابھی بھی عیشہ کی کوئی ترکیب کارآمد نہ تھی۔

"لڑکی میں ہر وقت سمائیل کیسے کر سکتا ہوں، میرے جبڑے دکھنے لگیں گے" عالم کو خود ہی لگا عیشو کی محنت کو کارآمد کر دے تبھی شریر سا ہوئے معصومیت سے بولا جس پر عیشہ بھی دل و جان سے مسکرائی۔

"انے تسی نازک مزاج" پگلی گدگدی دیتے تبسم کے سنگ کہتی خود ہی کھکھلا دی اور اب کی بار عالم بھی مبہم سا مسکرایا تھا۔

یک لخت عیشہ کو کیفے والا واقعہ یاد آیا تو وہ عالم کو بتانے کے لیے محترک ہوئی۔

"بھیا جانو آج میرے ساتھ عجیب سا واقعہ ہوا وہ بھی تو سنیں، اف بہت ہی کوئی بتتمیز انسان تھا" عیشہ نے یاد آنے پر یوں گولی کی طرح بتایا کہ ایک پل کو عالم بھی تھوڑا پریشان ہوا مگر وہ بھیا کی بیتابی بھانپ کر باقی کا سارا قصہ فوری سنا گئی جس کے بعد خود عالم تھوڑا حیرت زدہ تھا۔

"سٹرینج، حالانکہ کیفے سٹاف تو بہت نرم اور ہمبل ہوتا ہے۔ غلط کیا اس نے، میری گڑیا کے ساتھ روڈ بیہیو کیا میرے ہاتھ لگتا پھر مزہ چکھاتا اس گجنی کے بچے کو" عالم پہلے تو حیرت زدہ ہوا مگر آخر تک برہمی سے اس بندے پر ناراض ہوا اور جس طرح اس نے آخری لقب نوازا تھا اس پر عیشہ بھی ہنستی ہوئی بھیا کی کرسی کے ہنڈل پر آکر بیٹھتے ہی مسکرا دی۔

"ھاھاقسم سے بھیا مجھے وہ گجنی ہی لگا، لگتا تھا یا بیوی سے پٹ کر آیا تھا یا باس سے درگت بنی تھی۔ ایسا کوئی میرا دوست ہو تو میں اسے ایک دن میں تمیز سیکھا دوں، پر بھیا وہ لگتا نہیں تھا کہ کسی عام گھر کا ہے مین انداز سے خاصا نوابی اور نیا نیا مسکین ہوتا معلوم ہوا" ایک ہی ملاقات میں عیشہ نے اس بندے پر اتنی تحقیق کر لی جو کے عالم کے لیے واقعیٔ تشویش ناک بات تھی تبھی وہ منصوعی حیرت سے آنکھیں پھیلائے عیشہ کو دیکھ رہا تھا جو بھیا کی پر اسرار سی نگاہوں کا مطلب بھانپتی ہنس کر کرنٹ کھاتی اٹھی۔

"اونو نو، آپ ایسا ویسا کچھ نہیں سوچیں۔ سچی تھوڑی بہت انسان کی پہچان تو آپکی عیشو کو بھی ہے نا بس تبھی" عیشہ کا رٹو طوطے کی طرح صفائی پیش کرنا چاہتے ہوئے بھی عالم کو ہنسا گیا اور اب وہ اٹھ کر اپنی اس سوئیٹ سی پری کی گال کھینچ چکا تھا۔

"اچھی بات ہے، لوگوں کو پہچاننے کا فن آجکل کی اہم ضرورت ہے۔ دوبارہ وہ تمہارے سامنے آئے تو میری ملاقات کروا دینا، آپن مل کر جناب کو تمیز کا ضروری

سبق سیکھا دیں گے" عالم خود بہت نرمی سے اپنی بات مکمل کیے عیشہ کو بھی سمائیل دے چکا تھا جو سر خم تسلیم کرتی بادشاہ کو تعظیم پیش کرتے انداز میں جھک کر خاصی کیوٹ لگی۔

بھیا جان کو گڈ نائیٹ کہتی وہ گئی تو عالم بھی مبہم سی مسکان میں لپٹا بالکونی تک پہنچا۔

خزاں کا آغاز اکتوبر کے مہینے کے آغاز سے ہی ہو چکا تھا، اب دن کی تپش کم اور راتوں کی خنکی بڑھ رہی تھی۔

حویلی کی سجاوٹ تو نکاح طے ہوتے ہی کروا دی گئی تھی اور رات کی اس گہری تاریکی میں وہ ایک چمکتے محل میں موجود تھا۔

"محبت تو نہیں شاید لیکن کوئی انوکھا ربط ہے،

کہ مجھے ماہی کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے" آسمان پر ستارے چمک رہے تھے، چاند بھی چاندنی کرنے میں منہمک تھا۔

کیا وجہ تھی آخر، عالم کو کس جذبے کے تحت ماہی کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

حالانکہ اب تو عالم کو مطمئین ہو جانا چاہیے تھا مگر اسکا دل اسے کہہ رہا تھا جیسے ماہی ابھی بھی تکلیف میں ہے۔

"زندگی، ہم سے ہی روشن ہے یہ آئینہ ترا

ہم جو مشاطۂ وحشت کے سنوارے ہوئے ہیں

حوصلہ دینے جو آتے ہیں، بتائیں انہیں کیا؟

ہم تو ہمت ہی نہیں، خواب بھی ہارے ہوئے ہیں

بڑھ کے آغوش میں بھر لے ہمیں اے رُوحِ وصال

آج ہم پیرہن خاک اُتارے ہوئے ہیں"

کوئی ان کہا درد تھا جو سلگتا تھا، کوئی ان چھوئی کہانی تھی جو اس بے چین وجود میں تڑپتی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"پچھلے کچھ دن سے تیری شکایات مل رہی ہیں، یار بڑی مشکل سے کام ڈھونڈا تھا تیرے لیے۔ کیا مسئلہ ہے مجھے بتا" یہ ایک تین بیڈرومز اور نفاست سے مزین خوبصورت سے گھر کا کمرہ تھا جہاں حسنین اور اسکا اسی کیفے میں کام کرتا دوسرا دوست رہتے تھے۔

بیڈ پر اکتائے انداز سے لیٹے حسنین کی آج کیفے کے دوسرے مینجر نے بلال کو شکائیت کی تھی کہ اسکا رویہ کسٹمرز کے ساتھ بہت کھنچاو والا ہے۔

چونکہ بلال کی وجہ سے ہی اسے وہاں نوکری ملی تھی لہذا اب وہ اس سے اس کھنچاو کی وجہ جاننا چاہتا تھا تبھی ٹاول سے سر رگڑتا اپنی توجہ حسنین کی سمت کرتا پوچھ رہا تھا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے، میرا مسئلہ میں خود ہوں" نہایت سپاٹ اور ہٹ دھرم انداز میں آیا جواب بلال کے ماتھے پر بھی تناولا چکا تھا۔

بلال اس سے عمر میں بڑا بھی تھا اور شکل و صورت کا بھی اچھا پڑھا لکھا اور سلجھا انسان لگتا تھا۔ سب سے بڑھ کر وہ حسنین کا مسیحا تھا۔

"اٹھ کے بیٹھ، چماٹ نہ کھالینا۔ اور یہ مجھے بیوی والے نخرے نہ دیکھا سمجھا" بلال جو اسکی بے جا جلی بات پر سلگ اٹھا تھا بازو سے پکڑ کر بٹھاتے خود بھی پاس بیٹھ کر جھاڑ گیا۔

حسنین کے منہ پر اس نے بھی آج تک بیزاریئت کے علاوہ مجال ہے جو کوئی دوسرا تاثر دیکھا ہو۔

"دیکھ حسنین، تیرے بے حس مزاج کا علم مجھے تو ہے پر دنیا ہمارے نخرے برداشت نہیں کرتی میرے یار۔ یہ جو پیٹ کا دوزخ ہے ناں، اسے بھرنے کے لیے سارے کس بل نکالنے پڑتے ہیں۔ تو کیا چاہتا ہے مجھے وہ بتادے تاکہ میں روز روز اپنی یہ تقریر نہ ضائع کیا کروں" بلال خود بھی اکیلا بندہ تھا اور کیفے میں مینجر کی اچھی پوسٹ پر تھا۔

اسی کی سفارش پر اس نے حسنین کو اپنے ساتھ لگایا تھا ورنہ یہ لڑکا سارا دن گھر میں پڑا یا تو سگریٹ پھونکتا یا پھر سوئے رہ کر نحوست پھیلاتا تھا۔

بلال نہیں چاہتا تھا کہ حسنین خود کو اس اذیت کے سلسلے سے ختم کرے تبھی منتیں کر کے اسے نوکری پر مجبور کرنے میں کامیاب ہوا تھا مگر حسنین کے کھردرے رویے کا بہت سے کسٹمرز کئی بار گلہ کر چکے تھے اور آج بلال نے آخر تنگ آکر پوچھ ہی لیا تھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔

"میں مر جانا چاہتا ہوں، تو مجھے مرنے نہیں دیتا اور یہی تیری سزا ہے کہ مجھ کو بگت"

حسنین کی زندگی سے بیزاریت نئی نہ تھی، پچھلے چار سال سے بلال ہی تھا جسکی بدولت یہ بدحواس سا خبطی شخص زندہ تھا ورنہ ڈپریشن کے جس فیز میں حسنین تھا وہ اسکی زندگی کب کی لے چکا ہوتا۔

وہ کئی بار خودکشی کرنے کی کوشش کے باوجود بچ نکلا تھا، دو سال پہلے تک نشے اور ڈرگز تک میں دوبارہ غرق ہو گیا تھا۔

بلال اور اسکا ساتھ مخلص تھا تبھی اس نے حسنین کو ہر طرح کے سوگ سے نکالنے کی ہر ممکنہ کوشش کی تھی۔

حسنین کی ایسی دل کو راکھ کرتی بات پر بلال کا دل چاہا مکا رسید کر کے اس ٹیڑے منہ والے کے سارے دانت توڑ ڈالے، ایک تیر نظر ڈالتا رہ گیا۔

"مر جا میری بلا سے، آج تک تجھے سمجھانے جانے والی میری ہر بات چولہے میں جھونک دے اور جا کود جا کسی پہاڑ سے، کسی ٹرک کے نیچے لیٹ جا اگر اتنا ہی مرنے کا چاہ چڑھا ہے تجھے۔ تیرے جیسے نمونے سے مجھے یہی توقع ہے، ہاں تیرا کیا جائے گا۔ تجھے تو یہی لگتا ہے کہ موت کے بعد چین مل جائے گا، اتنا بتا دے کے موت کے بعد بھی چین نہ آیا تو وہاں سے پھر کدھر جائے گا۔ بول" بلال سے حسنین کی بے رحمی سہی نہ گئی تبھی وہ درد سے پھٹ پڑا اور واقعی حسنین کی آنکھیں اس وقت دہکتا شعلہ تھیں۔

واقعی مر کر بھی چین نہ آئے تو آخر پھر انسان کہاں جاتا ہے، دونوں کے بیچ بہت دردناک چپ کئی لمحے حائل رہی۔

"بھائی بہت یاد آتے ہیں، اور وہ بے رحم اور سفاک باپ بھی" پتھر کی طرح وہ جو اوپر سے سخت تھا، ٹوٹ بھی جاتا تھا اور بلال اسکی ہر تکلیف سے واقف تھا۔

"بھائی سے ملنا بس میں نہیں پر بابا سے تو ہے، انسان خطا کا پتلہ ہوتا ہے یار، کبھی کبھی بہت بڑے جبر کے گھونٹ بھی بھرنے پڑتے ہیں" بلال نے مضبوط انداز میں حسنین کے کندھے جکڑ کر اسے روشنی کا راستہ دیکھایا مگر اس نے محسوس کیا کہ حسنین کے چہرے پر یک لخت حقارت امڈی تھی اور وہ بے دردی سے بلال کی تسلئ جھٹک چکا تھا۔

"انہوں نے مجھے مارنے کی دھمکی دی تھی بھائی کو اور میں نے اس جواری اور بے رحم باپ سے اسکا یہ سگا بیٹا بھی چھین لیا۔ وہ اسی قابل تھے، میں مر کر بھی اس شخص کو معاف نہیں کروں گا۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے بھائی کو بھی انہوں نے ہی چھینا مجھ سے" حسنین کی سرخ انگارہ آنکھوں میں جلن تھی اور وہ باقاعدہ کانپ بھی رہا تھا اور بلال کا دل یہی چاہا کسی دیوار سے ٹکریں مار لے وہ زیادہ بہتر ہے۔

"تو پھر کیا چاہتا ہے تو، کیوں خود کو مدت سے سلگا رہا ہے۔ اس شخص نے برا کیا اور برا پایا۔ تجھے کیوں سکون نہیں ہے، تیرا بھائی تجھ سے تو راضی تھا ناں" بلال کے استفسار پر حسنین کے دل نے دھڑکنا روک دیا تھا، کیا بتاتا کہ وہ بھی اس بھائی پر تھوڑے ظلم نہیں کر چکا۔

ہر جائز اور ناجائز ضرورت وہ حسنین کے منہ سے نکلنے سے پہلے پوری کرتا تھا، وہ خود مشین بنا رہا اور باپ اور بھائی کو شاہانہ زندگی دے کر اپنے لہو میں کمی کرتا رہا۔

شاید یہی وجہ تھی کہ بچپن سے حسنین کا مزاج اس قدر باغی رہا تھا، مگر باپ کی حقیقت کے بعد یک لخت بھائی کے سائے کے سر سے اٹھ جانے پر حسنین منصور بھی چھ سال پہلے آسمان سے زمین پر گرا تھا اور وہ پسپائی اتنی دردناک تھی کہ اسکے اثرات یہ تھے کہ یہ پچیس چھبیس سالا لڑکا دل و جان سے جلسا ہوا اور خاک ہو چکا تھا۔

"بھائی کسی سے ناراض نہیں ہوتے تھے، مجھ سے بھی کونسا ہوئے ہوں گے مگر مجھے یہ تکلیف جلا رہی ہے کہ انکو ہستی سے مٹانے والا کہیں میرا باپ نہ ہو۔ وہ سفاک اور

لالچی انسان کچھ بھی کر سکتے تھے، میں بس مر جانا اسی لیے چاہتا ہوں تاکہ اس بری دنیا سے نجات ملے" حسنین نے اپنی بات کہہ کر سر کو تکیے پر گراتے ہی آنکھیں موند لیں جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ مزید بات نہیں کرنا چاہتا۔

وہ درد میں تھا مگر بلال اسکی تکلیف سمجھتا تو تھا مگر اس میں کمی پر قادر نہ تھا۔

کچھ تکلیفوں کی کوئی دوا نہیں ہوتی اور بلکل ایسے ہی کچھ پچھتاوں کی بھی کوئی تلافی نہیں ہوا کرتی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"تو پھر طے ہوا منعام جہانگیر تم آج دائم سے جدا کر دی گئی ہو، پھر بھی یہ جدائی تمہاری رہائی نہیں ہے۔ تم اپنی آخری سانس تک بے قرار رہو گی، تم نہ دائم کی ہو سکی نہ عالم کے پہلو میں چین پاو گی۔ کیا محبت کرنا اتنا بڑا گناہ تھا، جسکی سزا مجھے زندہ مار گئی" راتیں اسکی یونہی سوگوار ہوا کرتی تھیں اور آج تو اسکا دل اجڑا تھا، وہ مر گئی تھی تو ماتم بنتا تھا۔

"یہی وہ مقام ہے جب ایک انسان مر جانے کی آرزو کرتا ہے، یا اللہ آپ مجھ سے خفا ہیں جانتی ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کا فیصلہ خود لینے کی غلطی کی تھی، آپ مجھے اپنے پاس بلا لیں اب۔ آپ جانتے ہیں عالم کے سامنے ماہی آنکھیں تو کیا سر بھی نہیں اٹھا سکے گی۔ انکے پہلو میں میرا دل دائم کو تلاشے گا تو میں ان مزید گناہوں سے مزید پاگل ہو جاوں گی۔ مجھے رہائی دے دیں۔ میں دائم کو نہیں بھول سکتی، وہ زندہ ہیں یا نہیں مجھے نہیں جینا۔ مجھے مرنا ہے" سرخ پڑتی زرا زرا کپکپاتی ماہی اپنی موت کو آج اپنی آسانی جان رہی تھی۔

اسکے درد میں کمی کی کوئی سبیل اسے دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"آپ کہیں نہیں دائم، پر مجھے ہر سمت آپ ہی چاہیں تھے۔ آپکی طرح آپکا ساتھ رحم دل نہ نکل پایا، اس دنیا میں ایک ساتھ جی نہیں پائے تو کم از کم مجھے ساتھ لے کر مر جاتے۔ یہ کہانی رسوائی کی مستحق نہ تھی دائم، کس کس کو بتائے گی ماہی کہ وہ ایسی نہیں ہے۔

کل کو قیامت کے روز آپ کا سامنا کیسے کروں گی، آپ سے بے وفائی کیسے کر پاؤں گی۔ کیا کروں میں، مجھے کچھ بھی سکون نہیں دیتا۔ کچھ بھی میری آسانی مجھے نہیں سونپتا دائم، کتنا بڑا دکھ ہے کہ اب ماہی آخری سانس تک بیقراری سے تڑپے گی۔ کیوں آپکو یہ تڑپ محسوس نہیں ہوتی، میری رسوائی میرے در پر آن ٹھہری ہے۔ اب کوئی راہ فرار نہیں بچی، میرے اندر ہر احساس ابدی موت مر رہا ہے" ماہی کی حالت سخت بری تھی، کبھی کبھی وہ گھنٹوں خود سے باتیں کرتی، خود کو کوسنے لگتی۔ گھنٹوں بیٹھ کر صحن میں لگے پھول گھورتی رہتی، اسے اپنا کوئی ہوش نہ تھا۔

اسے ہر سمت موت دیکھائی دے رہی تھی، وہ موت جو اس پر یک لخت نہیں بلکے قطرہ قطرہ اترنے کو تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

صبح کے دس بجے عیشہ ایک بار پھر کیفے پہنچ چکی تھی، وائیٹ شارٹ فراک اور جینز میں بالوں کو ہیر بینڈ سے قابو کیے، اپنے ازلی شرارت سے بھرے انداز کے سنگ وہ اپنے لیے سب سے اچھا ٹیبل منتخب کیے بیقراری سے کسی کی تلاش کرتی دیکھائی دی۔

رات مہندی کا فنکشن تھا اور یہ میڈم صبح صبح ایک بار پھر بتمیز سے حسنین کی تلاش کرتی ہوئی خاصی مشکوک لگیں۔

اللہ بھلا کرے یہ اتفاق تھا یا بچاری کی پھوٹی قسمت کے آج بھی اسکا آرڈر لینے والا لڑکا اسکے منگوائی کافی اور کیک حسنین کے ہاتھ ہی بھجوا چکا تھا۔

دور سے ہی عیشہ نے منہ پر پتھر سا تاثر سجا کر اپنی سمت آتے حسنین کو بڑی تسلی سے دیکھا اور اسکے آج تمیز دارانہ انداز میں سب کچھ پیش کرنے پر امپریس بھی لگی۔

کل بلال کے سمجھانے کا اثر تھا کہ حسنین نے اپنی اکڑ کم کر لی مگر عیشہ کو دوبارہ دیکھ کر وہ ضرور تپ چکا تھا۔

"سنیں" حسنین جو آرڈر پلیس کیے نخوت پن سے مڑا، عیشہ کی آواز پر رکا مگر اس نے پلٹنے کی غلطی نہ کی۔

"پھوٹیں" بنا مڑے ہی ایسا کڑوا استفسار عیشہ کو پھر سے اداس کر گیا، نا جانے کیا بات تھی کہ ساری رات وہ اس ایٹیٹوڈ بوائے کے بارے میں ہی سوچتی رہی تھی۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟" عیشہ کی سمت سے ایسی آفر سن کر حسنین کو پہلے تو یقین نہ آیا تبھی وہ سماعت کا دھوکہ سمجھ کر اپنی درستگی کرنے آنکھوں میں سپاٹ رنگ لیے مڑا اور عیشہ کے چہرے کی نرمی ہنوز قائم تھی۔

"تمہیں تکلیف کیا ہے، تم نے ہی کل میری کمپلین کی تھی ناں۔ سمجھتی کیا ہو خود کو، اور اگر میں اتنا ہی بتمیز اور بد تہذیب ہوں تو دوبارہ یہاں کس لیے آئی ہو اور کیا بات کرنی ہے تم نے" حسنین نے آو دیکھا نہ تاو بس شروع ہو چکا تھا اور وہ اسکے بد تہذیب رویے پر اب خود کو کوسنا چاہتی تھی جو اسکی فکر میں چلی آئی تھی۔

"واٹ، کمپلین۔ نو عیشہ لوگوں کو خود سدھارنے والوں میں سے ہے مسٹر، اور مجھے تو بس یونہی خیال آیا کے چلو کسی مسکین کو مفت کی تمیز سیکھا آوں۔ سچ میں فری کلاسز، کیا خیال ہے" عیشہ کی بے تکلفی اور حسنین کے عتاب کو ہوا میں اڑا دینا خود حسنین کو جنجھلا کر رکھ گیا تبھی وہ بیزاریئت سے اپنے سامنے بیٹھی اس شوخ لڑکی کی سمت دیکھ رہا تھا جو اسکے مزاج اور اسکی قسمت سے بلکل برعکس تھی۔

کہاں وہ زندگی کو گھسیٹ کر چلتا ہوا حسنین اور کہاں وہ زندگی سے لطف اندوز ہوتی لڑکی جو یونہی راہ چلتے چلتے اس سے آن ٹکرائی تھی۔

"تو تم مجھے تمیز سیکھاو گی، یہی کہاناں" حسنین نے سینے پر اپنے بازو باندھ کر اچٹتی نگاہیں ڈال کر استفہامیہ ہوئے کہا جس پر عیشہ نے مسکراتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"ہاں وہ بھی فری، میں بہت اچھی دوست، ہمدرد اور مہمان نواز بھی ہوں۔ ویسے جب تک آپ میری کلاسز سے فائدہ نہیں اٹھاتے میں آتی رہوں گی، کیک کھانے اور

کافی پینے" عیشہ نے چمکتی آنکھیں حسنین کی گہری آنکھوں میں ڈالے مان سے کہا اور شاید یہ عجیب سی لڑکی بھی اس پاگل اور بدحواس انسان کی زندگی میں آتی پہلی لڑکی تھی۔

"تم کو کیا ملے گا مجھے تمیز سیکھا کر، تم جیسوں کے لیے ہم تجربہ گاہ سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس راز کو جاننے کو کوشش نہیں کرنی چاہیے جو آپ پر کھلنے کے لیے نہیں ہوتا۔ اپنے کام سے کام رکھو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے" حسنین کی دل جلی انکاری سی ہٹ دھرمی پر عیشہ کا کھلا چہرہ مرجھا سا گیا اور وہ تو کہہ کر فوراً مڑ گیا تھا۔

عیشہ نے افسردگی سے سامنے دیکھا جہاں آج وہ اسے گھورنے کے بجائے اسکی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

"نجانے اسے کیا مسئلہ ہے، مجھے کیوں برا لگ رہا ہے۔ آہ اس دنیا میں ہر کوئی کسی نہ کسی سیاپے میں ہے۔ اللہ جی آپ اس کھڑوس سے ویٹر کو تھوڑی عقل دے دیں، تاکہ عیشہ اسکو تھوڑا جان سکے۔ وہ کیا ہے سچی مجھے بڑا تجسس ہو رہا ہے" اپنے آپ

سے باتیں کرتی وہ نٹ گھٹ کیک کا پیس منہ میں ڈال کر کچھ دیر منہ ہلا کر سوچنے کے بعد بڑی فکرمندی سے بڑبڑا رہی تھی۔

نگاہیں اسکی ابھی بھی اسی طرف تھیں جہاں سے حسنین اندر داخل ہوا تھا۔

وہ شخص بھی کسی دریچے سے پتھر انداز اپنائے عیشہ کی سمت دیکھ رہا تھا، دل میں کچھ تو ہوا تھا۔ایک طرف نہیں، ممکن تھا دونوں طرف۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ مسلسل بھیاجان کی مختلف سائیڈ پر جا جا کر پکس لینے کے بعد اب مکمل سیلفیوں پر اتر آئی۔

عیشہ کی ایکسائٹمنٹ پر آغاجان سمیٹ عالم بھی بار بار مسکرا رہا تھا۔

ایک تو پوری حویلی شاندار سجاوٹ سے مزین تھی دوسری سمت آج عالم معراج خان پر بھی سنہرا روپ چڑھا تھا۔

اپنے فوٹو شوٹ کو مکمل کرتی عیشہ اپنا لہنگا سنبھالتی اب دھڑم سے عالم کے ساتھ بیٹھی تصویریں دیکھ رہی تھی اور مقصود صاحب بھی باقی مہمانوں کے سنگ اپنی نگاہیں عیشہ اور عالم پر ڈالے میٹھی کر رہے تھے۔

فیملی تو لمبی چوڑی تھی نہیں، بس کچھ دوست احباب ہی تھے۔ڈاکٹر زبیر اپنی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ آئے تھے اسکے علاوہ عیشہ کے دوست کل شادی پر ہی آنے والے تھے اور مہندی کا فنکشن بہت چھوٹا تھا بس مل بیٹھ لیا گیا تھا اور یہ فنکشن بھی نہ ہوتا اگر عیشو کی سپیشل فرمائش نہ ہوتی۔

"میں آپکی ہیر و والی لک آپکی ماہی کو بھیج رہی، تاکہ انکی نیند بھی میرے بھیا جانو کی طرح اڑ جائے" آنکھوں میں ڈھیر شرارت بھرے وہ ماہی کو عالم اور اپنی سیلفی بھیجتے چہکی جس پر عالم بھی تھوڑا بلش کرتا پایا گیا۔

"تم بھول رہی ہو لڑکی اب تمہارے بھیا جانو اتنے بھی توپ نہئں، کیوں کر رہی ہو اسے تنگ" اوئے ھوئے ابھی سے جناب کو ماہی کی فکر ستا رہی تھی اور عیشہ صاحبہ نے بھی پورا پلین کر رکھا تھا بھیا کو چھیڑنے کا۔

"اہمم اہمم دال تو ساری کالی تھی بھئی، یہ تو میں بچاری تھی جو زرا سا کالا پن ڈھونڈ رہی تھی" عیشہ جس نے بات بڑے سنجیدہ پن سے شروع کی آخر تک اسکا گدگدی دیتا تبسم خود عالم کو حسین مسکان دے گیا تبھی وہ عیشہ کی چھوٹی ناک دبائے خود بھی پیارا ہنسا۔

"بھیا جانو وہ تو لگتا نیندیں پوری کرنے چلی بھی گئیں، میسج ڈیلیور تک نہیں ہوا" عیشہ نے بھیجی تصویر پر نہ آتے ریسپانس پر منہ پھلائے معصوم منہ بنایا جس پر عالم بھی سنجیدہ سا ہوا۔

"ظاہر ہے رات بھی تو دیکھو کتنی ہو گئی، سچ بتاوں تو میں بھی تھک سا گیا ہوں۔ ویسے آپس کی بات ہے یہ مہمان کب جائیں گے" عالم کو بمشکل جمائی سے روکتے اور ایسی

پراسرار ہو کر پوچھے سوال پر عیشہ نے بمشکل اپنی ہنسی کو روکا اور اب کی بار دونوں ہی ایک ساہنسے۔

آج تو سب کی توجہ عالم اور عیشو کی سمت تھی، بہت پیارے لگ رہے تھے وہ دونوں چھپ چھپا کر بھینا بھینا ہنستے ہوئے۔

مزید آدھا گھنٹہ مہمان رکے اور پھر عیشہ اور آغا جان نے بھی کئی دعائیں عالم کو سونپیں، کچھ کہہ کر اور کچھ غائبانہ۔

وہ کمرے میں آیا تو اس خوشگوار سے خیال نے اسے اپنے حصار میں لیا، کل یہاں وہ ماہی کو دیکھے گا اور یہ ایک ایسا سکھ تھا جو اسکی ہر بے چینی اور تکلیف مٹا گیا تھا۔

خود سے انجان، مگر وہ ماہی پر مہربان تھا۔

اللہ بھی سچی محبت کو رسوا نہیں ہونے دیتا، وہ تو بس کن کہتا ہے اور ہر چیز اسکے مطابق ڈھل جاتی ہے۔

"کمرے کے روزن سے جھانکتی چاندنی کے ساتھ صندلی مہک ہواؤں کے جھونکوں کے سنگ

چھن چھن کے سانسوں میں گھل رہی ہے ایسے

کہ دل کے تار چھیڑتی

وائلن کی دھن جیسے کانوں میں گونجتی ہے

یقیناً تمہارا گزر ہوا ہے دل سے " وہ منتظر تھا ان فرحت بخش لمحوں کا جو اسے زندگی بڑھانے کو درکار تھے، وہ ماہی کو اپنے لیے ابھی بھی فٹ نہیں سمجھتا تھا۔

اسے لگتا تھا ماہی بہت افضل ہے، وہ اس جیسے کسی کے لیے نہیں بنائی گئی۔

کتنی عجیب بات تھی کہ درد میں ڈوبی دہکتی ماہی محبت اور فرض دونوں میں کب سے سرخرو تھی اور اسے خود بھی خبر نہ تھی۔

"میں بہت چاہ کے ساتھ تمہاری طلب کر رہا ہوں ماہی، ناجانے کس لیے۔ ناجانے کیوں تم سانس لیتی ہو تو اسکی صدا میرے دل میں دھڑکتی ہے۔ کبھی اچانک میرے

دل میں خون کا بہاو تیز ہوتا ہے تو گماں کرتا ہوں کہیں تمہاری آنکھ کسی ناہنجار تلخی نے نم نہ کر دی ہو۔ میں تمہاری زندگی کا ہر اداس رنگ اتار دینے کی آرزو میں ہوں، شاید میرا اور تمہارا تعلق اس زمین کا نہیں، اس آسمان کا نہیں اور شاید اس جہاں کا بھی نہیں۔ میں بہت جلد تمہیں اپنی سچائی بتاوں گا، ڈرتا ہوں تم مجھ سے بے نام شخص کو اس وجہ سے دھتکار نہ دو، میں تمہارا انجان مہربان نجانے کون ہوں؟" سامنے کھلی کھڑکی سے پردوں کو ہٹا کر چاند کو دیکھتا عالم کسی کمزور لمحے میں خود سے ہار رہا تھا۔

کوئی ان کہا سا احساس ہولے ہولے اسکے دل کی بے چینی کو تھپک رہا تھا۔

وہ خوش تھا، آسودگی بہت مدت بعد اسکے اندر اتر رہی تھی۔

ماہی جسکا نام محبوب لگتا تھا، کل اسکا پاس ہونا مرغوب ہونے کو تھا۔ عالم کے چہرے پر بہت سکون تھا، وہ سکون جسکی وجہ ماہی تھی۔

وہ ماہی جس نے آج ہی اپنے رہے سہے سکون سے رہا سہا دامن چھڑوالیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"یہ اچھا کیا حبا بچے تم آج رک گئی، میری ماہی کو پیاری سی مہندی لگانا۔ دونوں سہلیاں زیادہ دیر بھی مت جاگتی رہنا، سو جانا۔ میں بھی شکرانے کے نفل ادا کر کے سو جاوں گا، اللہ تم دونوں کے نصیب روشن کرے" وہ جو کسی آواز پر آج نہ چونک رہی تھی نہ ہل رہی تھی، ناجانے کیوں بابا کے جاتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھنے پر بمشکل رونا روک پائی تھی۔

حبا کی شادی پانچ سال پہلے ہی ہو چکی تھی، مگر اسکا شوہر ایک کار حادثے میں زندگی ہار گیا تھا۔ اسکے بعد اس نے امی اور بابا کے بہت کہنے پر بھی شادی کی حامی نہ بھری اور اب وہ زہرہ کے ساتھ ہی اسلامی سنٹر کی ہیڈ تھی اور اپنی زندگی اللہ کے فیصلے کی مصلحت مان کر اچھے سے گزار رہی تھی۔

کوئی اولاد نہ تھی اور شوہر کے ساتھ اسے کچھ دن کا ساتھ ہی نصیب ہو سکا تھا اور وہ اس دکھ پر ٹوٹی نہ تھی بلکے اللہ نے اسے صبر عطا کر دیا تھا، کیونکہ اس کے لیے اللہ نے بہت بہترین طے کرر کھا تھا۔

کوئی تھا جو مدت کی ریاضت کو اسکے ساتھ چپکے سے باندھے ہوئے اسکی آرزو آج بھی دل کے کسی کونے کھدرے میں چھپائے ہوئے تھا۔

آج کی رات وہ ماہی کو اکیلا چھوڑنے پر ہر گز راضی نہ تھی اور اسکی والدہ زہرہ نے بھی اسے ماہی کے ساتھ رہنے کی تاکید کی تھی۔

"ماہی تم گنہگار نہیں ہو، نہ نافرمان ہو۔ تم خود کو یوں تکلیف مت دو۔ میرے بس میں ہو تو تمہاری ہر تکلیف دور کر دوں۔ بس کرو، کتنا مزید آنسو بہاو گی" حبا کو لگا وہ پتھر کے کسی بت سے مخاطب ہے، ماہی کے جسم میں اس وقت آگ دہک رہی تھی۔

اسکی آنکھیں وحشت انگیزی لیے ہولناک تھیں۔

"ماہی تماشا تو ہے نا، ایک ایسا تماشا جو میری قسمت نے بیچ بازار لگا کر تالیاں بجائی ہیں۔ کیا تم مجھ پر ایک احسان کر دو گی حبا، تم مجھے موت کا کوئی آسان طریقہ بتا دو۔ دائم کو کیسے بھلاوں میں، وہ مجھ سے چھین لیا گیا، اور کل بے رحمی سے میرے دل سے نوچ لیا جائے گا۔ حبا تم تو میرے ہر دکھ کی گواہ ہوناں، تم تو مجھے جانتی ہوناں۔ تم مجھ بزدل اور نافرمان کو کوئی آسان موت سجیسٹ کر دو۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا حبا" وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی، اسکا جسم تپش زدہ تھا۔ خود حبا ہلکان سی اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ہارے ہوئے ماہی کا چہرہ سہلاتی کرب زدہ ہوئی۔ حبا تو اپنے درد اور دکھوں سے پہلے ہی ہلکان تھی اور اب ماہی کا یہ سوز ناقابل برداشت تھا۔

وہ سر جھکائے رو دی، ہر بار رونے پر اسے لگتا کہ شاید اب آنسو ختم ہو جائیں مگر یہ آنسو ختم ہونے کا نام نہ لے رہے تھے۔

"ماہی خدا کے لیے اپنی دشمن مت بنو، تم پر سکون کیوں نہیں ہوتی۔ دائم زندہ ہوتے تو تم تک پہنچ چکے ہوتے، کیوں اپنی باقی زندگی بھی اک آہ بنا رہی ہو میری جان۔ عالم

بھائی سے تمہارا رشتہ جائز ہو گا پلیز خود کو اس گلٹ سے نکالو" حبا کا دل چاہا دلبرداشتہ ہو کر آج ماہی کو جھنجھوڑ ڈالے، مگر ماہی کیا بتاتی کے وہ بنا جرم کے سزاوار ٹھہرادی گئی ہے۔

"اور اگر دائم لوٹ آئے، میں کہاں جا کر اپنے آپ کو سرخرو کروں گی۔ فرض اور محبت دونوں میں مجھے سزائے موت سنائی دی جائے گی۔ تم جانتی ہو ایک کے لیے میں بے وفا اور دوسرے کے لیے گناہ گار مجرم بن جاوں گی۔ ماہی کسی در کی نہیں، ہر طرف سے ٹھکرادی گئی ہے اور یہ دربدری میرا مقدر ہے" منعام جہانگیر کی آواز میں سوز، کپکپاہٹ اور تکلیف تھی، حبا خود اسکی ان بے رحم باتوں پر آنسو آنسو تھی۔

"تم مجھے پریشان کر رہی ہو ماہی، میرا دل ڈوب رہا ہے" آنسو کا گولا تھا جو حبا کے حلق میں پھنسا تھا اور ماہی نے آنکھوں میں جلن بھرے اپنی ہتھیلیاں کھول کر بھرائی آنکھوں سے دیکھیں۔

"تمہارا صرف دل ڈوبا ہے، ماہی ساری غروب ہو گئی ہے۔ وہ زمانہ اچھا تھا جب بیٹیوں کو زندہ مار دیا جاتا تھا۔ ماہی تو مفت میں عبرت بن گئی یار، جس کو میرا سایہ لگے گا وہ بھی غروب ہو گا۔ تم گواہ رہنا روز محشر حبا کے ماہی آخری سانس تک دائم سے وفا نبھا رہی تھی" ماہی بے ربط سے سانس لیتی خود پر اوڑھا مہندی کا دوپٹہ بے جان ہو کر اتارتی ایک طرف رکھ چکی تھی، اپنی ٹانگوں کو سکیڑے وہ وہیں بیڈ پر سر گرا کر آنکھیں بند کر گئی۔

"یا اللہ یہ کیسی تکلیف ہے، اسے سکون دیں۔ آپ جانتے ہیں ماہی اس سے زیادہ نہیں سہہ سکتی، اسکی آبرو سلامت رکھیے گا۔ دائم کبھی واپس نہ آئیں، کبھی نہیں" حبا نے نم آنکھوں اور بھیگے دل سے دعا کیے جھک کر ماہی کے بالوں میں ہاتھ پھیرے پیشانی چھوئی جو آگ سی دہک رہی تھی۔

اس وقت ماہی کی دوا کہیں میسر نہ تھی، نا جانے قدرت نے کیا طے کر رکھا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

شام گلی کے چبارے پر بیٹھا ہاتھ میں ادھ جلی سگریٹ پھونکتا حسنین کسی غیر مرئی نقطے پر حقارت سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔

وہ بھی نادانستہ ہی سہی اس لڑکی کا سوچ رہا تھا جو پہلی بار اسے الجھا گئی تھی، وہ چاہ کر بھی اپنے بے رحم باپ سے نہیں مل پاتا تھا جس نے اسے نا جانے کتنے لاکھ کے عوض اپنے غنڈے موالیوں کے ہاتھ بیچا تھا۔ یہ حقیقت تو ابھی حسنین جانتا ہی نہ تھا۔

وہ دو سال حسنین کی زندگی میں موت سے بدتر تھے، آج بھی جب وہ گندی زندگی سوچتا تو اسکے ذہن و دل کی شریانوں میں لہو ابلنے لگتا۔

ایک کے بعد دوسرا سگریٹ سلگائے وہ گلی کے ویران چبارے پر بیٹھا اپنے اندر زہر بھر رہا تھا۔

فون کی چنکارتی ٹون پر حسنین نے لمبی سی سانس کھینچ کر فون دیکھا جہاں کوئی ان نان نمبر تھا۔

منہ پر اکتاہٹ پھیلائے وہ سگریٹ پھینکتا ہوا کال اٹھا چکا تھا۔

دوسری سمت کچھ مجمعہ سا تھا، لوگ کسی خون میں لت پت آدمی کے گرد جمع تھے۔

"آپ حسنین منصور ہیں کیا، یہاں ایک آدمی ٹرک سے ٹکرا گیا ہے اور اسکے پاس ایک کاغذ پر آپکا نمبر نام اور خط ملا ہے۔ آپ اس پتے پر فوری پہنچیں" دوسری سمت سے کوئی راہگیر ہاتھ میں پکڑے کاغذ پر نگاہیں جمائے بولا اور حسنین کے سر پر بجلی سی گری۔

یعنی اس بدبخت کے پاس حسنین کا نمبر تھا مگر اسکے درندہ صفت کاموں نے اسے کبھی حسنین کا سامنا کرنے کی ہمت نہ دی، یقیناً دھتکار ہی ملنی تھی۔

فوری طور پر وہ اٹھ کر پتے کی جگہ بھاگا، کیا وہ فرعون اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اور دیر سے سہی پر رسی کھینچ لی گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اور پھر وہ شام آ گئی جسے ارمانوں کے قتل کی ظالم شام بلا جھجک کہا جا سکتا تھا۔

ماہی دلہن کے روپ میں گویا امر تھی مگر اس پتھر کے بت میں موجود ہر احساس دم توڑ گیا تھا۔

آئینے میں وہ اپنے دہکتے حسن کی شادابی پر ماتم میں تھی، حبا نے ہی اسے دلہن بنایا تھا۔

اسکے ہاتھوں پر لگی مہندی گہرے سرخ رنگ کی طرح اسکے دل کے خون کا رنگ لیے ہوئے تھی۔

سرخ عروسی جوڑے میں ملبوس آسمان سے اتری آپسرا وہ بے جان تھی، اسکا دل اس وقت بھی دائم کو چیخ چیخ کر پکار رہا تھا۔

"ماہی آج کے بعد دائم کو مت یاد کرنا میری جان، آج سے تم صرف عالم کی ہو۔ میں دعا کروں گی اللہ تمہاری تکلیف کا سلسلہ ختم کر دیں" اسکے جھومر کو اسکے ماتھے کے ایک طرف ٹکاتی حبا کرب سے بولی اور ماہی کی پتھرائی آنکھیں اپنے عکس پر گڑھی تھیں۔

"میں حقیقت میں صرف تکلیف کا من پسند نوالہ ہوں، اور تم فکر مت کرو میں اپنی تکلیف پر راضی ہوں۔ بس مجھے حقیقی کرب عالم کے قریب آنے کا سوچ کر لاحق ہو رہا ہے، کیسے دے پاوں گی دائم کی امانت اس انسان کو۔ تم مجھے دیکھ کر یہی سمجھو حبا کے چلتے پھرتے مردے کیسے ہوتے ہیں۔ سجی سنوری منعام اندر سے بنجر اور اجڑی ہوئی ہے، اب تو یہ حال ہے کہ آنسو بھی مجھ بدبخت کا دامن چھوڑ گئے ہیں" اپنے آپ کو حقارت سے آئینے میں دیکھتی ماہی حبا کو بھی دلسوز رنج دے رہی تھی، ماہی کی ستم گری پر حبا اپنی آنکھیں نم کر کے اسے اپنے حصار میں لیے روسی دی اور ماہی سے رویا بھی نہ گیا۔

"عالم ہی تمہاری منزل تھے، ماہی ہم انسان اللہ کے فیصلوں کی مصلحت نہیں جانتے۔ میرا دل تمہارے لیے ہر لمحہ دعاگو ہے۔ کاش تمہاری تکلیف میں کمی کو کچھ کر پاتی لیکن میں تو خود دنیا کے لیے بدقسمت ہوں" حبا کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی لرزش

تھی اور ماہی اس بات پر ایسا دردناک ہنسی کہ وہ مسکان حبا کے دل میں تیر سی پیوست ہوئی۔

"کمی نہیں ہو گی، مجھ بدبخت کو کوئی دعا نہیں لگے گی۔ مجھ جیسوں پر صرف عذاب اترتا ہے۔ ہم جیسے تا عمر اپنی کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتتے ہیں" ماہی بہت کڑوی ہو گئی تھی، وقت اور حالات نے اسے اپنے لیے نیم کر ڈالا تھا۔

بولتے بولتے اسکی بڑی بڑی آنکھوں میں خالی پن اور بے مرادی سمٹ آئی تھی۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بول رہی تھی اور وقت کی بے رحمی اسے دم سادھے سن رہی تھی۔

آہٹ پر وہ دونوں متوجہ ہوئیں، جہانگیر اپنی آنکھوں کو آسودہ انداز سے ماہی پر سایہ فگن کرتے اس تک پہنچے اور وہ اپنے فرش بوس لباس کے سنگ اٹھ کر مقابل آئی۔

آج ماہی کا دل چاہا بابا سے بھی خفا ہو جائے، وہ ماہی کے کرب سے کیوں انجان تھے۔

جہانگیر نے بھی نم سی آنکھوں کے سنگ کچھ نہ کہا بس اپنی ماہی کو اپنے سینے کی حدت میں سموئے شفیقت سونپ گئے۔

وہ اس آخری ٹھنڈے لمس پر بھی سلگ اٹھی۔

دوسری سمت نکاح خواں اور تمام لوگ آچکے تھے مگر نکاح سے کچھ دیر پہلے مقصود خان نے قاری صاحب کو کچھ کہنے کے لیے ایک طرف آنے کا کہا۔

ناجانے آغاجان اور نکاح خواں کے بیچ کیا بات ہوئی مگر لگ رہا تھا کوئی اہم معاملہ ہے۔

دونوں کے چہروں پر پریشانی تھی مگر پھر کچھ دو منٹ بات ہونے کے بعد وہ دونوں مطمئین انداز سے واپس آگئے۔

عالم اپنے حسین اور وجیہہ سراپے کے سنگ ماہی کو لینے آیا تھا، نظریں تھیں کہ ٹھہر نہ پا رہی تھیں۔

"کیا آپکو عالم معراج خان حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہیں" قاری صاحب کی آواز ماہی کی سماعت پر پتھر برسا گئی، اسے لگا وہ پتھر کی بنا دی گئی ہے۔

حبا نے ہی موقع دیکھتے ہی ماہی کا پتھر وجود ہلایا جس پر مردہ سے انداز میں سر کو بے دلی سے جنبش دی گئی۔

پہلی بار پوچھنے پر ماہی کو محسوس ہوا وہ دائم اور اپنی محبت کی قاتل بن گئی ہے۔

دوسری جنبش پر لگا حرکت قلب ماند ہوئی اور رکنے لگی ہے۔

تیسری بار سر ہلانے پر اسے لگا اسکا دماغ معاوف اور اعصاب شل ہوئے ہیں۔

اسکے بعد ماہی کو کچھ خبر نہ رہی کے اسکے ارد گرد کتنے رنگ جگمگائے، کتنے قہقہے پھوٹے۔

اسے تو بس قسمت کا تمسخر اڑاتا انداز دیکھائی دیا، چمکدار سی سرمئی آنکھوں کے گوشے سرخی میں نہا گئے۔

اسکا دل وقت کے ستم نے مٹھی میں لے کر پیس ڈالا تھا، عالم کے ساتھ جب اسے بٹھایا گیا تو اسکا دل جھلس سا گیا، اسکا حدت زدہ وجود یوں لگا شعائیں خارج کر رہا تھا۔

ماہی نے گردن موڑ کر خالی پن سے سر اٹھایا تو وہ آنکھیں ماہی کی وحشت پر نا جانے کیوں شبنم گرا گئیں، ان آنکھوں میں کچھ تو ایسا تھا جس نے ماہی کے کرب کو تھپکی دی تھی۔

ساری بے چینی اور ساری بے قراری ایک پل میں محو سی ہوئی، وہ اپنی بڑی بڑی پلکیں اٹھائے پھر سے اس احساس کو چکھنے کی سعی میں عالم کو دیکھنے لگی۔

"نکاح مبارک ہو منعام" عالم نے ملائم پن سے ماہی کی سمت دیکھ کر سرگوشی کی، ماہی تو ان آنکھوں کے بعد کسی قابل نہ رہی، وہ ہوش و حواس سے بیگانی ہوئی۔

یہ آنکھیں تو اسکی طرح کسی درویش کی تھیں، ذہن میں چھنا کہ سا چھوٹا اور وہ شور و غل میں الجھ کر رہ گئی۔ ذہن میں ان آنکھوں کا قدیم عکس نمودار ہوا، یہ آنکھیں دائم کی آنکھوں جیسی تھیں یہ بات سوچ کر ماہی کے پورے وجود میں کپکپی اتری۔

اسے لگا وہ یہیں پہلے لمحے ہی منافق ٹھہری، ابھی تو اسے صرف آنکھیں ایک سی لگیں اور وہ نڈھال ہو کر رہ گئی۔

رخصتی ہوئی اور ماہی اس دیار شفقت سے نکال دی گئی، عیشہ تو پھولے نہ سما رہی تھی۔

حبا اپنی بد قسمتی کا ہر سایہ ہٹائے دعا گو تھی کہ اسکی ماہی پر اب کوئی ستم نہ ٹوٹے۔

آغا جان کے چہرے پر خوشی تھی اور انہوں نے جہانگیر کو ماہی کی مکمل خوشی اور حفاظت کا یقین دلایا تھا مگر ماہی کو ہر شے تہس نہس لگی۔

اپنے گھر سے عالم معراج کی حویلی کا سفر ماہی کا کرب زدہ رہا، وہ تھکی ہوئی نڈھال تھی اور عالم اسکے بے جان ہاتھ کو چھو کر ماہی کا دل روک گیا۔

یہ لمس، یہ احساس ماہی کی ہستی ہلا گیا۔پہلے آنکھیں اور اب یہ چھونے کا قدیم لذت آمیز ذائقہ، ماہی کو لگا وہ پاگل ہو جائے گی۔

پورے وجود میں عجیب سی سنسنی دوڑ گئی۔

"گھبرائیں مت ماہی، میں ہوں آپکے ساتھ" اسکا ہاتھ ہنوز اپنے ہاتھ میں مقید کیے وہ اسے تسلی دے رہا تھا اور ماہی کا دل چاہا کہ وہ چلتی گاڑی سے کود کر یہیں جان دے دے۔

گھر پہنچ کر اسکا والہانہ استقبال تک ماہی کے دل میں سکون کی رتی برابر لہر نہ سمو پایا، ماہی کے سنجیدہ اور سپاٹ تاثرات پر پھر عیشہ نے بھی جلد ہی بھیا اور بھابھی دونوں کو جانے کی اس شرط پر اجازت دے دی کہ وہ آج کا بھی کل ہی تنگ کرے گی۔

ماہی کی سمت عالم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑنا پڑا، وہ دونوں کمرے کی سمت روانہ ہوئے اور دوسری سمت عیشہ بھی آغا جان سے گلے لگی انکو بھی خوشی سے مسکان دے گئی۔

مقصود خان کے چہرے پر یک لخت پریشانی سی اڈی تھی، ناجانے کیا بات تھی کہ وہ آج کچھ الجھے سے تھے۔

اس عزیز قبر کا احوال اور آج نکاح خواں سے ہوتی بات انکے دماغ میں گردش کر رہی تھی۔

عیشہ کو سونے کا کہہ کر وہ بھی اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا عالم اپنے ہاتھ میں ماہی کا مقید ہاتھ لیے اندر مکمل آچکا تھا اور جہاں کمرے کی دلفریب خوبصورتی نے عالم کے چہرے پر دلنشین مسکان لائی وہیں ماہی کو یہ کمرہ اپنی قبر سا لگا جس میں اب وہ چپ چاپ دھنس دی گئی تھی۔

اسکی سسکیاں اور آہیں اسی مقبرے کے بیچ دبی تھیں، عالم کی مسکراتی نظر ماہی کے کمرے کو کھوئے انداز میں دیکھنے کی سمت ہی تھا۔

اپنی شیروانی اتار کر آہستگی سے صوفے پر رکھتا وہ کچھ بہتر فیل کیے ماہی کے ساتھ کھڑا ہوا جو عالم کے ساتھ کھڑے ہونے پر تیز تیز سانس لیے کچھ گھبرائی۔

"آپ کے شایان شان یہ سجاوٹ یقیناً کم ہے ماہی، لیکن سچ پوچھیں تو یہ کمرہ آج آپکے یہاں آنے پر ہی آباد ہوا ہے" عالم اپنے جذبات کی سچائی کے سنگ عین روبرو ہوا اور ماہی ہونٹ بھینچے ہوئے سر جھکائے کھڑی عالم کے ہوش کو ڈگمگا رہی تھی۔

"آپ اتنی خاموش سی اور اداس کیوں ہیں، یہاں دیکھیے" عالم کا اسے شانوں سے تھام کر روبرو کرنا ماہی کو درد دے گیا تھا، ناجانے کیوں وہ اس انسان کے سائے تک سے دور جانا چاہتی تھی۔

جسکی آنکھیں ماہی کو مائل کرنے والی تھیں مگر چہرہ اور وجود اسے خود سے دور دھکیل دیتا۔

"ن۔۔۔نہیں وہ بس تھک سی گئی ہوں" ماہی کو یقین تھا وہ بول لے گی مگر آواز کپکپا اٹھی، عالم نے ماہی کے چہرے پر واقعی تھکن بھانپ لی تھی۔

"بہت انتظار کیا تھا اس پل کا، آپکی تھکن کے ساتھ اپنی بے چینی کا توڑ بھی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ خوش تو ہیں منعام" اپنی گالوں پر عالم کے ہاتھوں کا حدت زدہ دباو اور اس شخص کا قریب آنا ماہی کو رنج سے دوچار کر گیا مگر وہ اب اپنی اذیت کے معاملے میں خود کے لیے ایسی ہی بے رحم تھی۔

عالم کا جذباتیت سے پوچھا سوال ماہی کو بے جان کر گیا تبھی وہ کچھ نہ بولی اور فقط سر ہلا گئی۔

"کتنی خوش ہیں؟" سوال تھا یا دردناک فیصلہ، ماہی اندازہ نہ کر پائی کے اسکا جواب دیتے ہوئے پہلے اسکا دماغ پھٹے گا یا دل۔

اپنی سرخ گوشوں والی آنکھیں اٹھا کر عالم کو دیکھتی ماہی پھر سے کرب میں جا گزیں ہوئی۔

وہ آنکھیں اف ایک بار تو ماہی کی جان نکل جاتی، وہ اسکے قریب تر ہو رہا تھا اور ماہی پوری طرح کانپ رہی تھی۔

"یہ۔۔۔یہ جوڑا بدلنا چاہتی ہوں، میں اسے مزید ہنڈل نہیں کر پا رہی" ماہی کا وجود دہکا ہوا تھا یہ عالم نے بھی محسوس کیا اور اب جسطرح ماہی بے چین سی لگی عالم کو بھی فکر ہوئی۔

"ہاں آپ بدل لیں اسے، یہاں روم ہے۔اندر آپکے ڈریسز ہینگ ہیں۔پر یہ بتائیں کیا آپکو فیور ہے" عالم کی سمت سے اجازت ملنا آسانی مگر اسکا جاتے جاتے ماہی کی کلائی نرمی سے پکڑ کر گردن کو ہاتھ لگانا ماہی سے برداشت نہ ہو پایا۔

ماہی نے جبرا سر ہلایا جس پر عالم اب حقیقی فکر میں ڈوب چکا تھا،ماہی فورا سے اندر گئی اور دروازہ بند کیے کانپتی ٹانگوں کے ساتھ واش بیسن تک آئی اور بہت مشکل سے بے ربط سانس لینے لگی۔

اپنے گلے میں ڈالی ہر جیولری اس نے سانس رکنے کے باعث نوچنا شروع کی اور اس بے رحمی میں اسکی گردن تک پر ہار سے کٹ لگا اور خون نکل آیا۔

ماہی کے جسم پر ظاہری درد اب اسے محسوس نہ ہوتا تھا تبھی وہ اب اپنے ہاتھوں سے نوچ نوچ کر چوڑیاں اتارتی کوئی بدحواس پاگل لگی۔

کئی آنسو ماہی کی درد دیتی سرخ آنکھوں سے بہہ رہے تھے،وہ بے آواز رو رہی تھی۔

کچھ دیر کرب میں کمی کے بعد وہ چینج کرنے اندر داخل ہوئی اور پانچ منٹ تک ہلکے پیلے اور سفید کرتے ٹراوزر میں باہر آئی، چہرے پر سوگواری تھی۔

ہونٹ، گالیں اور ناک بھی سرخی اوڑھ گئے تھے اور آنکھیں تو اخیر دلخراش تھیں۔

منہ پر چند پانی کے چھینٹے مارے مگر سرخی مزید بڑھ گئی، یہ پانی کی ٹھنڈک بھی ماہی کے اندر باہر لگی آگ نہ بجھا پائی۔

اپنے چہرے پر بے دردی سے ہاتھ رگڑ کر سارے آنسو پینے کے بعد وہ باہر آئی جہاں عالم بھی چینج کیے مکمل بلیک میں واش روم کے باہر ہی کھڑا منتظر تھا۔

ماہی کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ چونک چکا تھا، بیقراری سے وہ ماہی تک پہنچا اور ماہی تھکن سے چور سی لگی۔

"آپ کی طبعیت زیادہ خراب لگ رہی ہے ماہی، چلیں آپکو ہوسپٹل لے جاتا ہوں۔ آپ تو بہت دہک رہی ہیں، کیا ہو گیا ہے اتنا سارا ابخار ایک دم" کیا بتاتی کے کرب

ضبط کرنے کا نتیجہ تھا کہ اندر کی آگ باہر آگئی تھی، عالم کی پریشانی دیکھ کر ماہی کو بھی پشیمانی نے گھیرا۔

"نہیں ہوسپٹل کی ضرورت نہیں ہے، موسمی اثر ہے ٹھیک ہوں۔ آرام کروں گی تو بہتر ہو جاوں گی" ماہی چاہتی تھی اسے اس شخص کی نظروں سے چھٹکارہ ملے مگر وہ اسے بہت ملائم پن اور پریشانی سے پکڑ کر گلے لگا گیا اور وہ جو ایسا سب بلکل امید نہیں کر رہی تھی، پتھر ہوئی۔

یہ احساس، یہ باہوں کی پناہ بہت پر سکون کیوں تھی۔ ماہی کا سر اس قیامت خیزی پر پھٹنے لگا۔ وہ اسے بیقراری سے خود میں سموئے ہوئے تھا اور وہ چینخ چینخ کر رونا چاہتی تھی۔

"پلیز ماہی ضد مت کریں، آپ پر آنچ بھی نہیں سہہ سکتا ہوں" ماہی تو جواب دینے کی پوزیشن میں نہ تھی، عالم اسے خود میں بیقراری سے جذب کر لینا چاہتا تھا۔ یہ

گرفت کیسی طلسمی تھی کہ ماہی کا رنگ سفید پڑھ گیا، اسکی رگوں سے مانو خون خشک تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے آئیں اور یہاں بیٹھ جائیں۔ میں آپکو میڈیسن دیتا ہوں۔ صبح تک اگر فیور کم نہ ہوا تو آپکو جانا ہو گا میں پھر انکار نہیں سنوں گا۔ چلیں بیٹھیں" عالم بہت فکر سے اسکا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بیٹھائے ساتھ اسے ٹانگیں اوپر کرواکے نیم دراز کروائے سائیڈ ٹیبل سے فیور کی میڈیسن نکال کر دوبارہ ماہی تک آیا اور ٹیبلٹ دینے کے بعد پانی کا گلاس دیا۔

ماہی نے چپ چاپ میڈیسن لے کر پانی پیا اور گلاس واپس بڑھایا۔ عالم اس سے گلاس لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے مڑ کر واپس آیا اور ماہی کے پاس ہی آکر بیٹھا، ماہی اسکے اتنے پاس بیٹھنے پر بوکھلا سی گئی۔

"کہیں درد تو نہیں؟" عالم نے پریشانی کے سنگ پوچھا اور ماہی کا دل اس سوال پر تڑپ اٹھا۔ درد تو جابجا تھا، وہ تو درد میں پور پور دبی تھی۔

"نہیں" ماہی اپنی آنکھوں کی نمی چھپاتی نفی میں سر ہکائے سر جھکا گئ، اپنے ہاتھوں کو مسلسل رگڑے وہ مسل رہی تھی۔

اس سے پہلے کے عالم اسکے ہاتھ پکڑتا، نظر ماہی کی گردن پر گئی جہاں خون کی لائن دیکھ کر وہ مزید پریشانی سے اس عجیب بے حس لڑکی کو گھورا جو گردن کے اتنے زخم پر بھی نارمل تھی۔

خود ماہی اس اچانک افتاد پر کانپ اٹھی۔

"ماہی واٹ از دس، یہ یہ زخم۔ اومائی گارڈ آپ نے کیا کیا ہے اتنا بڑا کٹ۔ بہت لاپرواہ ہیں کیسے اتاری ہے جیولری آخر" ماہی کی تکلیف پر وہ خود بوکھلا کر اٹھا اور اسے جھاڑتا ہوا فسٹ ایڈ باکس اٹھالایا، ماہی نے حیرت سے گردن کو چھوا تو اسکی دونوں انگلیوں پر خون لگ گیا۔

واقعی وہ بے حس تھی، دل کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

عالم نے پہلے بہت احتیاط کے ساتھ کاٹن کے ساتھ بلڈ صاف کیا اور پھر ہنوز نرمی برقرار رکھتے بینڈیج لگایا۔ ماہی کی تھکن بڑھاتا یہ شخص اسکی مسیحائی کرتا پھر سے اسکے پاس آکر بیٹھا اور اب کی بار وہ رخ ماہی کی سمت پھیرے بہت خفا ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"پہلے کا تو علم نہیں پر اب آپ میری ہیں ماہی، خود کو انجانے میں بھی تکلیف مت ہونے دیجئے گا" ماہی کے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی انگلیوں میں پیوست کیے وہ اسکے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے ماہی کو عاجزانہ تاکید کر رہا تھا اور اسکے پاس ہاں کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔

"کیا میں کچھ کر سکتا ہوں، آپ کو ایسے بجھا ہوا نہیں دیکھ پا رہا۔ آپ سونا چاہتی ہیں تو سو جائیں، میں آپکے پاس ہی ہوں" مسلسل گھبرائی سی ماہی کو دیکھتا عالم آخر خود ہی بات بنائے بولا اور ماہی تھکی سی ہاں کہے یہ بتا گئی تھی کہ وہ سونا چاہتی ہے۔

"سونا چاہتی ہوں" ماہی نے تھکی سی آواز میں کہا اور عالم نے اسے سر ہلائے لیٹ جانے کا اشارہ کیے اسکا تکیہ بھی نیچے کیا جس پر ماہی لیٹ کر سر رکھتے ہی آنکھیں موند

گئی مگر اپنی پیشانی پر عالم کے ہونٹوں کی حدت محسوس کیے وہ آنکھیں کھول کر ہونق زدہ ہوئی، عالم محبت سے بھری نگاہوں سے اس پر بے حد مہربان تھا۔

"سوجائیں، شب بخیر" عالم نے مسکرا کر کہا اور خود بھی اسکے ساتھ ہی لیٹ گیا، ماہی کا دل بری طرح کانپ رہا تھا۔

نیند تو اسکی زندگی سے خارج تھی مگر اس وقت اسے لگا اسکی ہر رہی سہی آسانی بھی خارج ہو چکی ہے، عالم اسکی سانسوں کی سمت قریب ہو رہا تھا اور وہ قریب نہ ہونے کی دعا کر کے سخت ذہنی دباو میں مبتلا تھی۔

"ع۔۔۔عالم" ان ہونٹوں پر عالم کو پیار آیا جن سے اسکا نام ادا ہوا، بھلے یہ اسکا اپنا نام نہ سہی مگر اس وقت عالم نام ہی اسے بے نام ہونے کی اذیت سے بچائے ہوئے تھا۔

یہ شناخت بھی پرائی سہی مگر اسے وقتی پہچان دینے کا موجب تھی، کیونکہ وہ ایک ایسا انسان تھا جس سے اسکی پہچان کے ساتھ ساتھ اسکا حافظہ بھی لے لیا گیا تھا۔

آزمائش کی حد بہت زیادہ تھی، مگر تخیل میں اسکے ذہن میں ماہی بستی تھی، کیوں؟ آخر کیوں وہ سب فراموش کیے بھی اس بے جان لڑکی کو اپنی رگ جان تصور کر رہا تھا؟ کیا رشتہ تھا اسکا ماہی سے؟

خود پر جھکتے عالم کی بے خودی میں بری طرح حائل ہوتی ماہی اسکی بے باک پیش رفت ستم ظریفی اور جبر زدہ ہوئے روک گئی۔ عالم خفا ہونے کے بجائے مسکرا کر اسکی گال پر انگلی پھیرے دلفریب ہوا۔

اسکی گرم سانسیں ماہی کو جلانے کے بجائے مائل کر رہی تھیں اور وہ اس لمس کو جائز محسوس کرتی خود کو منافق اور برا محسوس کر رہی تھی، یک لخت یہ سب اسکی ہمت سے بہت زیادہ تھا۔

"مطلب بلکل بھی قریب آنے نہیں دیں گی آج، چلیں جیسا آپ چاہیں۔ ویسے بھی طبعیت ان فٹ ہو تو ایسا سب کرنے کا دل نہئں چاہتا۔ آپ ریلکس ہو کر سو جائیں میں

آج قریب نہیں آوں گا" عالم کی مدھم سی مگر اس دل دہلاتی 'آج' سے جڑی بات پر ماہی نے بمشکل اپنے آنسو روکے۔

ابھی وہ اسے نہ روکتی تو شاید وہ جو کرنے والا تھا اسکے بعد ماہی کی تکلیف ظاہر ہونا طے تھا، اپنی نم آنکھیں چرائے وہ کروٹ بدل گئی تھی۔

عالم نے بھی اپنے کہے پر ایمانداری سے عمل کیا اور اپنے اور مائی پر بلینکٹ اوڑھنے کے بعد لیمپ بجھا دیا۔

ماہی کی آنکھیں سلین زدہ نمی سے بھر گئی تھیں۔ آج تو وہ بچ گئی تھی مگر اسکی ہستی تباہ ہونا طے تھا جس سے وہ زیادہ بھاگ نہئں سکتی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ مر گیا تھا، کئی سالوں سے اپنی موت مانگنے والا ٹرک کے نیچے آ کر کچلا گیا تھا۔

محلے والوں نے مل کر اسکا کفن دفن کروایا اور حسنین زندہ لاش بنے لوگوں کے جانے کے بعد اپنے ہاتھ میں تھمائے جاتے خط کے ساتھ اس قبر پر گھٹنوں کے بل گر پڑا۔

بلال تک کو اس نے خبر نہ کی کہ وہ کہاں ہے اور کس کی قبر پر کھڑا ماتم میں ہے۔

اسکی آنکھیں درد و کرب سے سرخ شعلہ تھیں۔

قبرستان کی وحشت حسنین کو کچھ نہ کہہ رہی تھیں۔

اپنے کانپتے ہاتھوں سے وہ ایک دلخراش نگاہ قبر پر ڈالنے کے بعد وہ خط پڑھنے کی ہمت کر بیٹھا۔

"میں موت کا طالب ہوں اور موت مجھ پر ہنستی ہے، ایک بیٹے کو خود مروا دیا اور دوسرے کی زندگی موت سے بدتر کی۔ تم نے سہی کیا حسنین میرے منہ پر تھوکتے تب بھی حق تھا۔ میں نے دائم کے ساتھ بہت برا کیا، اس کو اذیتیں دیں۔ اسکی کمزوریوں پر اسے تکلیف دی۔ تمہیں مہرہ بنایا، میں فرعون تھا اور دیکھنا ایک دن بے موت مارا بھی جاوں گا۔ کبھی دائم واپس آگیا تو اسے کہنا مجھے معاف کرنے کا سوچے، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جنت تباہ کی۔ موت نے بارہا مجھ پر قہقہے لگائے۔ ماہی سے بھی معافی دلوانا، میں نے ان دو کی زندگی تباہ کی۔ حسنین میں تمہیں دیکھنے کو ترس رہا

ہوں اور تمہارے رابطے کا میسر ہونا بھی کار آمد نہیں۔ میرے ہاتھ تمہارا نمبر ملاتے ہوئے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، مجھے تڑپاتے ہو ٹھیک کرتے ہو۔ لیکن اگر میں بے موت مارا جاوں تو قبر پر کبھی کبھار آجانا، جانتا ہوں مجھ سے قبر کے مستحق نہیں ہوتے پر تم میری قبر بنا دینا۔ اس پر بڑے بڑے حروف سے فرعون لکھوانا، تاکے لوگ عبرت لیں۔ میری زندگی موت سے بڑھ کر ہے۔ میں یہ خط لکھ کر پاس رکھ رہا ہوں اور اپنی موت مانگنے کی آخری التجاء کرنے لگا ہوں۔ کاش یہ خط کسی طور تم تک پہنچ جائے۔ ہو سکے تو مجھ بے رحم باپ کو معاف کر دینا۔ ان غنڈوں موالیوں کے پاس تمہیں بیچنے والا بھی تمہارا یہ بے رحم باپ تھا، دائم کی کار کا حادثہ بھی میں نے کروایا"

حسنین کا چہرہ آنسووں سے تر تھا، بھلے وہ درندہ تھا مگر سر پر باپ کا سایہ بڑا حوصلہ تھا۔

آج بلکل یتیم ہو گیا تھا وہ، درد کی انتہا میں ڈوبا حسنین پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

اپنی سراپا عبرت زندگی پر، اپنے سگے باپ کے انجام پر اور اپنے انمول بھائی کے کھو جانے پر۔

وہ مرد ہو کر بھی دلخراش رو رہا تھا، بلکل دو سال کے بچے کی طرح جس سے اس کا سب چھین لیا گیا ہو۔

"مر جاو سب، تم لوگوں کو میری کیا پرواہ۔ حسنین چاہے مرے یا جیے۔ سب جھوٹے اور فریبی ہو۔ سب برے ہو، خدا تم جیسا باپ کسی دشمن کو بھی نہ دے شیخ ہارون منصور۔ اور خدا کسی کو حسنین منصور نہ بنائے" لہجے میں آنسووں کی آمیزش لیے وہ متورم آنکھوں کے سنگ وہ خط وہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے حقارت سے قبر پر پھیلا گیا۔

حلق کے بل چلانے پر اسکی آواز فلک بوس کی دیواروں سے ٹکرائی، وہ بالکل ٹھیک نہ تھا۔

قبرستان سے نکل کر وہ بے خیالی میں چل رہا تھا، اسکی گردن جھکی تھی اور چال میں سخت درد پنہاں تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

ماہی جو دوا کے باعث رات نیند میں اتر گئی تھی، صبح تک پر سکون سوئی رہی۔

عالم اس سے بہت پہلے جاگ کر اسے بھینی سی مسکان سجائے محویت کے سنگ دیکھ رہا تھا، یہ لڑکی اسکے دل کو بہت راس لگی تھی۔

وہ ماہی کے ہر نقش پر کئی کئی لمحے ٹھہر کر اپنے تخیل سے الجھ رہا تھا، یوں لگ رہا تھا یہ چہرہ اسکے ذہن و دل کے گنبد میں بازگشت کی مانند گردش کر رہا ہے۔

اسکا ماہی سے جو تعلق تھا وہ اسکی یاداشت میں بہت دھندلا سہی پر اسکا لاشعور اسے یہ واقع بتا رہا تھا کہ یہ غیر نہیں اپنی سی ہے۔

اس وقت وہ سوئی ہوئی ہو کر عالم کو اپنی سمت مائل کر رہی تھی، وہ اسکی پیشانی پر جھک کر لب رکھتا اسکی گال پر بوسہ دے رہا تھا۔

ایک بازو اس نے ماہی کے سر کے نیچے دھری تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ اسکے ریشمی بال کان کے پیچھے کیے گال پر انگلیوں کی پشت سہلا رہا تھا۔

"سمندر نے اپنے سینے میں دھرا یہ سیپ کا موتی مجھے سونپا ہے، میں جوہری ہوں تمہیں تراش لوں گا ماہی۔ سمندر اپنے ساحل پر ریت کی جگہ موتیوں کو نہیں دے سکتا کیونکہ وہ دیر تک پڑے نہیں رہ سکتے۔ میرے پاس آتے ہی بہت پیاری ہو گئی ہو تم ماہی، مجھ لاعلاج مریض کا تم واحد علاج ہو" مدھر سے جذبات میں ڈوبا عالم بکھری اور خمار آلود آنکھوں سے ماہی کا حسن نزدیکی سے اور تفصیل سے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی بھی فیور ہے، تمہارے وجود سے ہر تپش ہٹادوں گا۔ یہ عالم تمہاری اب کسی اداسی اور تکلیف پر راضی نہیں" نازک سی وہ آنکھیں عالم کو عزیز تھیں جو اسے الجھا چکی تھیں تبھی وہ اب اسکی بند آنکھوں پر باری باری لب رکھے اپنے اندر اترتے سکون سے پہلی بار متعارف ہوا۔

وہ پلکیں لرزیں تو عالم نے اسکی گال سے ہتھیلی جوڑی، نیند سے بیدار ہوتے ہی خود پر قابض عالم کو دیکھنا ماہی کے ہوش اڑا گیا۔

اس سے پہلے کے وہ تڑپ کر اسکی گرفت سے نکلتی، عالم اسے کچھ اوپر اٹھائے جذباتیت کے سنگ سینے سے لگا گیا اور شدت ایسی تھی کہ وہ بھی لہراتی شاخ کی مانند عالم کی مضبوط گرفت میں چنوا دی گئی۔

"رات گزر چکی ہے ماہی، آپ سے دور رہنے کا وعدہ رات تک تھا" اپنی سماعت میں عالم کی سرگوشی ماہی کے وجود میں کرنٹ دوڑا گئی اور وہ اسکے وجود کو کانپتا پا کر اسے رہائی دے کر اب اپنی ساری توجہ جھک کر ماہی کے سرخ ہوتے چہرے پر ٹکا چکا تھا جو دم سادھے ہوئے ہراساں تھی۔

یہ شخص کیوں اتنا اپنا تھا، حالانکہ اسکا ہر لمس ماہی کو کسیلا لگنا چاہیے تھا۔ مگر وہ اسے سکون اور بے سکونی کے بیچ لا کھڑا کرتا جنجھلا گیا۔ وہ آنکھیں اسے ہرا رہی تھیں، رات کی بہ نسبت اس وقت وہ آنکھیں زیادہ دل تک گڑھ رہی تھیں۔

اس سے پہلے کہ وہ عالم کی سمت سے حد توڑتی جبر زدہ قربت سہہ کر ہلکان ہوتی، ایک بار پھر عالم کے جذبات کی سطروں کو لکھنے سے پہلے کترا کر آنکھیں چراتی اس لکھاری چہرے سے قلم چھین گئی۔

"مجھے ب۔۔۔ بھوک لگ رہی ہے" ماہی کو جب کوئی راہ فرار نہ سمجھ آئی تو وہ یہی بول پائی، اسکے چہرے کی سلوٹیں گھبراہٹ اور خوف کا استعارہ تھیں۔

عالم نے اسکے ہر رنگ کو تسلی سے جانچا اور اس پر سے بنا کوئی حد توڑے واپس اٹھا اور ماہی نے بھی سانس لیے دھڑکن بحال کی اور بوکھلائی سی اٹھ کر بیٹھی۔

"آپ کی طبعیت بہتر نہیں، ناشتہ یہیں آجائے گا۔ جائیں فریش ہوں میں کہتا ہوں ناشتے کے لیے" عالم نا صرف بیڈ سے اٹھا بلکے فوری سنجیدگی مگر نرمی سے کہتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

ماہی نے گھبراہٹ سے نم ہوتے ماتھے اور چہرے کو خشک کیا۔

ماہی کی طبعیت کا سن کر عیشہ اور آغا جان بھی فکر مندی سے عالم کے ساتھ ہی آئے جس پر بابا نے ماہی کا ٹمپریچر بھی چیک کیا اور رات عالم کی میڈیسن دینے سے وہ اب بہتر تھی مگر پھر بھی پورا دن اسے آرام کروایا گیا۔

شام ولیمہ ضروری تھا لہذا عالم کے لاکھ کہنے کے باوجود وہ تیار تھی کہ مزید آرام نہیں کرنا۔

ولیمے کے بعد وہ دونوں ہی جہانگیر صاحب کے ساتھ انکی طرف گئے تھے اور بقول آغا جان آج وہ دونوں وہیں رکیں۔

دوسرا خود عالم بھی یہی سجیسکٹ کر رہا تھا کہ شاید ماہی بابا سے گھبرا گئی ہے تبھی وہ دونوں ہی رات رکنے والے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

عالم اور ماہی جہانگیر کی طرف گئے تو عیشہ بھی شام کو کیفے نکل گئی۔

نجانے کیوں اسکا دھیان حسنین ہی کی طرف لگ گیا تھا، شاید وہ اسے متاثر کر گیا تھا۔

اسکی ذات کی پر اسراری کھلنے کا تجسس اس پیاری سی عیشہ کو یک لخت لاحق ہوا۔

کیفے جا کر عیشہ نے آج پیسٹری کو آرڈر کیا اور وہ اس دوران مسلسل اپنی نگاہیں حسنین کو تلاشنے میں لگائے ہوئے تھی۔

کافی دیر تک وہ اسے کہیں نہ دیکھائی دیا، اپنی پیسٹری کھانے کے بعد وہ کاونٹر کی سمت بڑھی اور وہاں کھڑے بلال کو مخاطب کیا جو کسٹمر کی سمت پوری توجہ مبذول کر چکا تھا۔

"اسلام و علیکم بھائی، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں آپکے وہ مسٹر حسنین نام کے ویٹر کہاں ہیں" آج تک کسی نے حسنین کے لیے ایسا سوال نہ کیا تھا خاص کر لڑکی تبھی بلال خاصا حیرت زدہ ہوا۔

وہ لڑکی اسے خاصی فکر مند لگ رہی تھی مگر کل سے اس نے خود بھی حسنین کو نہیں دیکھا تھا لہذا یہی سوچ رہا تھا کہ کیا جواب دوں۔

"وہ آج نہیں آئے، کیا آپ کمپلین والوں میں سے ہیں۔ میں نے اسے سمجھا دیا تھا آگے سے وہ شکایت کا موقع نہیں دے گا" بلال جو عیشہ کو اسکی کمپلین کرنے والی کسٹمر سمجھ رہا تھا کافی معذرت زدہ انداز سے یقین دلاتے بولا مگر عیشہ کی باری اب حیرت زدہ ہونے کی تھی۔

"نہیں وہ، اچھا تھینک یو بھائی" پہلے تو عیشہ انکار کرنے کو فوراً سے بیشتر بولی مگر پھر آکورڈ فیل کیے شکریہ ادا کرتی پلٹ گئی۔

بلال کو خود اب حسنین کی فکر تھی کیونکہ وہ رات گھر بھی نہیں آیا تھا۔

عیشہ اداس سی کیفے سے باہر آئی اور گاڑی میں جا بیٹھی۔

ناجانے کیوں اسے اس کھڑوس انسان کے لیے بے چینی سی ہو رہی تھی۔

ڈارک نیوی بلو ٹاپ اور وائیٹ جینز کے سنگ کھلے بال لہرائے وہ ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھتی گاڑی سٹارٹ کر گئی۔

رہ رہ کر اسکے دماغ میں حسنین تھا، عیشہ کے نازک سے دل میں اس الجھے سے لڑکے کے لیے یک لخت پھوٹتا احساس بہت ہی خاص تھا۔

وہ اپنے انہی خیالوں میں تھی جب کسی دھاڑ پر عیشہ کی چلتی کائنات رک گئی، کوئی اسکی گاڑی سے بری طرح ٹکرایا تھا۔

عیشہ پہلے تو خوف سے کانپ اٹھی مگر فوراً سے پہلے باہر لپک کر نکلی اور اسی دوران ارد گرد کے لوگ بھی جمع ہو چکے تھے۔

وہ کوئی اور نہیں حسنین ہی تھا، عیشہ نے پتھرا کر چیخ روکنے کو منہ پر ہاتھ جکڑا۔

اسکے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ بیہوش تھا۔

"اوہ مائی گارڈ، پلیز ہٹیں۔ انکو کوئی اٹھا کر میری گاڑی میں لٹا دے پلیز ہی از ان ڈینجر"

عیشہ تماشائی بن کر افسوس کرتے لوگوں کی بے حسی پر پھٹ پڑی اور اسی وجہ سے دو تین لوگوں نے زمین پر بے سدھ پڑے حسنین کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور عیشہ تیزی

سے ماتھے پر آئی نمی صاف کرتی انکا شکریہ ادا کیے تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی ایک ہراساں نظر پیچھے ڈالتی گاڑی اسٹارٹ کر گئی۔

یہ تو اللہ کا کرم تھا کے کچھ دور ہی ہوسپٹل تھا، عیشہ نے فوری پہنچ کر وہیں سے کچھ وارڈن کو خوفزدہ ہوتے حسنین کا بتایا جس پر وہ تیزی سے عیشہ کی گاڑی کی سمت لپکے اور بروقت اسے اندر لے جایا گیا۔

عیشہ کا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے تھا، پہلی بار اس کی گاڑی سے ایسا ناخوشگوار واقع پیش آیا اور وہ جانتی تھی غلطی اسکی نہیں ہے وہ تو بہت دھیان سے چلاتی تھی۔

دوسری پریشانی اس انسان کا حسنین ہونا تھا، عیشہ کو ڈاکٹر نے پہلے ہی ایکسیڈنٹ کے نارمل ہونے کا کہہ کر تسلی دے دی تھی مگر وہ سخت پریشان اور نڈھال تھی۔

اس وقت وہ بھیا کو ڈسٹرب نہیں کر سکتی تھی اور بابا بھی شام کو ہی اپنی ایک اہم سرجری کے لیے گئے تھے تبھی وہ سارا معاملہ خود ہی ہینڈل کر رہی تھی۔

ایک گھنٹے تک ڈاکٹر باہر آئے تو عیشہ بیتابی سے انکی سمت لپکی۔

"ہی ازاو کے ناو مگر بہت منٹلی ڈپریسڈ کنڈیشن ہے انکی اور مے بھی ایکسیڈنٹ بھی تبھی ہوا۔ سر کا مائنر زخم ہے جلد ٹھیک ہو جائے گا اور صبح تک ہوش بھی آجائے گا"

نوجوان ڈاکٹر نے پر امید ہو کر پیشہ ورانہ انداز میں آگاہ کیا اور چلا گیا، عیشہ نے شکر ادا کرتے ہوئے اپنے قدم آئی سی یو کی طرف بڑھائے جہاں وہ سر پر بندھی پٹی کے سنگ بیہوش پڑا تھا۔

کچھ تو تھا جو وہ چھوٹی سی پگلی عیشہ اسکی سمت کھچ رہی تھی، اور یوں اسے تکلیف میں دیکھ کر اسے بہت برا اور عجیب سا لگ رہا تھا۔

"نا جانے کیا ہوا ہے انھیں، اس دنیا میں بہت دکھی لوگ ہیں عیشو کیا تم سب کی ایسی ہی مسیحائی کرو گی" عیشہ کا دماغ اسے صاف صاف ڈپٹ رہا تھا مگر وہ افسردہ سی دل کی مان کر آئی سی یو سے لگی بس حسنین کو دیکھ رہی تھی۔

"اللہ آپکو صحت دے، میری وجہ سے اتنا سارا زخم آگیا" عیشہ نے بھرائی سی آواز کے سنگ حسنین کے بے جان وجود کی سمت نگاہیں ٹکا کر کہا اور تھکے قدموں سے کرسی پر رکھا اپنا بیگ اٹھایا اور بیرونی سمت جاتے کوریڈور کی سمت بڑھ گئی۔

پیمنٹ کے ساتھ اس نے حسنین کا والٹ اور بند موبائیل جو نرس اسے دے گئی تھی اور اپنا نمبر وہاں کسی بھی ضروری معلومات کے لیے دیتی وہ ہوسپٹل سے باہر نکل آئی۔

گھر تک کا سفر عیشو نے ہنوز اداسی اور غائب دماغی سے طے کیا، اسکا دھیان ہوسپٹل ہی رہا تھا۔

رات جہاں حسنین آئی سی یو روم میں خود سے بیگانہ رہا وہیں بستر پر کروٹیں بدلتی عیشہ بہت بڑی جنجھلاہٹ میں مبتلا محسوس ہوئی۔ کوئی واردات چپکے سے دل میں ہو گئی تھی خدا خیر کرے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بھئی میری تو دعا ہے اللہ میرے بچوں کو تا عمر ساتھ رکھے، بس کبھی بابا سے الگ نہیں ہوئی اسی وجہ سے ہلکان ہو گئی ہے۔ اسکا دھیان رکھنا عالم بچے میری ماہی اپنی کوئی تکلیف نہیں کہہ پاتی" لہجے میں خفیف سی اداسی سموئے جہانگیر نے اپنے ساتھ بیٹھے عالم کو تاکید کی جسکے ہونٹوں پر دلنشین تبسم ابھرا تھا۔

وہ رات کے کھانے کے بعد صحن میں جہانگیر انکل کے ساتھ لکڑی کے نرم تخت پر بیٹھا تھا جبکہ ماہی اب کچن میں چائے کے برتن دھو رہی تھی۔

چلو جہانگیر کو اتنا تو پتا تھا کہ ماہی تکلیف نہیں کہہ پاتی اور اسکی طبعیت کی خرابی کو وہ خود سے جدائی کا سبب سمجھ رہے تھے۔

عالم مدھم سی آسودگی کے سنگ کچی مٹی پر اگے پھول دیکھ رہا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں، خود سے اول رکھوں گا اسے۔ لیکن آپ یہاں اکیلے ہیں انکل مجھے اور ماہی کو آپکی فکر رہے گی" عالم مودب سا ہوئے انکے ضعیف ہاتھ پر دباو ڈالے تاسف سے بولا مگر وہ بادشاہ جیسی مسکراہٹ دے کر عالم کا کندھا تھپکا گئے۔

"نہیں میرے بچے میں اکیلا نہیں ہوں، اس گھر میں جگہ جگہ ماہی کے اور اسکی ماں کے عکس بکھرے ہیں۔ باقی میرا شاگرد ہے ناں کمالا، دن میں سو چکر لگاتا ہے۔ یہاں تک کے کھانا تک خود دے کر جاتا ہے تو بھلا مجھے اور کیا چاہیے۔ میری ماہی تمہارے ساتھ آباد رہے بس میرا سکھ یہی ہے" وہ بہت پیار سے عالم کو سمجھا رہے تھے اور واقعی انکا شاگرد ان کو بابا سے زیادہ درجہ دیتا تھا۔

عالم کو کچھ تسلی تو ہو گئی مگر وہ جانتا تھا ماہی کی پریشانی وہ کبھی نہیں ہٹا پائے گا۔

"یہ تو بہت اچھا ہے، لیکن ہم روزنہ سہی ویک اینڈ پر آپکے پاس آجایا کریں گے۔ آپ کا اور آغا جان کا سایہ ہم سب بچوں پر سلامت رہے" کبھی کبھی تو جہانگیر کو رشک آتا کہ مقصود نے اپنے بچوں کی تربیت میں حقیقی نگینے پرو دیے تھے اور اب عالم کی سمت سے اتنی اپنائیت پا کر انکی ماہی کو لے کر ہر فکر دور ہو گئی تھی۔

"آمین میرے بچے، چلو اب تم دونوں بھی آرام کرو میں بھی دوا لے کر سوتا ہوں۔ ماہی کو بھیجتا ہوں" عموماً وہ اس وقت تک اپنی نیند کی اور دل کی دوا لے کر سو جاتے تھے مگر آج دونوں بچوں کے ساتھ وہ بھی جاگ رہے تھے۔

عالم نے جی جان سے مسکرا کر فرمابرداری سے سر ہلایا اور خود انکو کمرے تک لے کر گیا۔

مکمل بلیک قمیص شلوار میں جناب خاصے آفت لگ رہے تھے، جہانگیر انکل کو کمرے کی سمت جاتا دیکھنے کے بعد وہ متلاشی نگاہوں سے ماہی کو تلاش رہا تھا جو نا جانے کہاں تھی۔

عالم واپس چلتا ہوا پھولوں تک آیا مگر آہٹ پر پلٹا تو نظریں شریں ہوئیں۔

ہلکے گلابی اور سفید فراک میں آنچل کو شانوں پر ڈھلکائے کھلے بالوں کے سنگ میٹھے اداس چہرے والی ماہی اسکی سمت دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو نیند آئی ہے تو میں کمرہ دیکھا دیتی ہوں، آجائیں" ماہی کا بخار بھلے بہت کم تھا مگر وہ سست سی ہو گئی تھی اور جب سے وہ آئے تھے اسے ماہی دیکھنے تک کو نہ ملی تبھی وہ مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا قریب آیا اور ماہی کا ہاتھ پکڑے وہیں خود بھی بیٹھا اور ماہی بھی جھجکتے ہوئے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

وہ مسلسل نظر چرا رہی تھی مگر عالم کی اس پر جمی نگاہیں دلفریبی کے اونچے مسند پر فائز تھیں۔

شاید ماہی جب بھی عالم کو دیکھتی تو اسے دائم یاد آتا تبھی وہ اب اسکی سمت کم کم دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ جب چھوتا تھا وہی میٹھی سی چبھن ماہی کے پورے وجود کو حصار لیتی تھی۔

"نیند آپ کے لیے قربان کر دی ہے، آپ کے ساتھ وقت گزارنے سے زیادہ پرسکون لمحے نہیں ہیں" عالم کی اتنی محبت پر ماہی مزید زمین میں گڑھ جانا چاہتی تھی کیونکہ وہ خود کو اس محبت کے رتی برابر قابل نہیں سمجھتی تھی۔

ماہی نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ کی سمت دیکھا جسے عالم اپنے ہونٹوں سے جوڑے ہوئے اسئ کو دل ٹھنڈا کرنے کے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"طبعیت کیسی ہے اب، حدت ابھی بھی برقرار ہے" عالم اسکے چہرے پر بہت گہرائی سے نگاہیں مرکوز کرتے بات کر رہا تھا اور ماہی کو کوئی لفظ نہ مل پا رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں" ماہی نے نگاہیں چرائے یقین دہانی سی کروائی، عالم کو وہ اس وقت بہت حسین معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ مجھ سے شرماتی ہیں یا میرے ساتھ پر ناخوشی ہیں۔ میری غلط فہمی یا خوش فہمی کسی ایک کو رائج کریں ماہی" عالم کی یک لخت سنجیدہ ہو کر پوچھی سوالیہ بات پر ماہی بے اختیار خالی آنکھوں سے عالم کی صورت دیکھنے لگی۔

"وہ، دراصل۔" ماہی سے گھبراتے ہوئے بات نہ بن پائی اور عالم اسے سمجھنے کی گہری کوشش میں اسکے چہرے کو تفصیلی جانچ رہا تھا۔

"مرد ہوں میں بھی ایک، جتنا بھی نرم ہو جاوں مگر آپکے ایسے رویے کی شکایت ہو سکتی ہے مجھے۔ مجھ سے کیوں گھبراتی ہیں، کیا بہت ڈروانا ہوں۔ یار یہ سیاہ رنگ مجھے پسند ہی اتنا ہے کہ روز روز آپکو مجھے کالا سایہ بنا دیکھنا اور برداشت کرنا ہو گا۔ مجھ سے باتیں کریں ماہی، وہ سب جو آپ کسی سے نہیں کہہ سکتیں" عالم اسکی گال کی سمت جھکے لب رکھتا بے خودی میں مبتلا ہوئے بول رہا تھا اور ماہی اسکے قریب آنے پر بے چین ہو رہی تھی۔ اسکی بے ربط سانس عالم بھی دیکھ رہا تھا مگر وہ اس پر بھی کچھ بولنے کو جمع نہ کر پائی۔

ماہی کیا بتاتی کے باتیں ہی تو اسے نہیں آتیں، وہ سب کچھ بھول چکی ہے۔ ہر لمس اسے کسیلا اور بے رنگ لگتا ہے، پھول دلکشی کھو چکے ہیں، چاند کی رعنائی اب اسے متوجہ نہیں کرتی۔

"میں کم گو ہوں، اور کوئی بات نہیں" ماہی نے اپنی چپ توڑ کر سنجیدہ سی نرم آواز میں کہا اور دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھیں دیکھیں جہاں بہت سی قدیم کہانیاں درج تھیں۔

ماہی کو اسکی آنکھیں جھٹکا دے رہی تھیں، پاس بلاتی تھیں اور اسے خوف تھا وہ ان آنکھوں کی پکار پر لپک نہ پڑے تبھی چہرہ جھکا گئی۔

"میں بھی، لیکن آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں بہت سی۔ماہی میرے ساتھ پر ناخوش کیوں ہیں آپ، یہ حدت بابا سے جدائی کی نہیں لگتی مجھے۔ نجانے آپ کیا سوچیں گی مگر میرا دل مجھے کہتا ہے آپ کا دل ٹھیک نہیں ہے" عالم کی یہ باتیں ماہی کی چلتی کائنات ساکت کر گئیں اور وہ ہونق بنی عالم کو دیکھنے لگی جو خود اسے ہی محبت کے سنگ اداسی بھرے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ کی آنکھیں" ماہی کے چہرے پر سفیدی تھی اور وہ بدحواس سی اسکا جواب دیے بڑبڑا اٹھی، عالم نے اداسی چھوڑ کر مسکان ہونٹوں پر سجا کر تجسس چہرے پر لائے اپنے اور ماہی کے بیچ کا فاصلہ مٹایا۔

"کیا کچھ کہا ہے ان آنکھوں نے؟" عالم نے پس لب شرارت مخفی رکھے استفسار کیا اور ماہی کا بچوں سا سر ہلانا بہت حسین تھا۔

"نن۔۔۔ نہیں وہ ک۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں" ماہی نے اسکی گرم سانسوں کو اپنے چہرے پر پھیلتے ہی اپنا ہوش قائم کیا اور سخت گڑبڑائی سی رخ موڑ گئی۔ عالم کی نظر اسکی گردن پر کل کے زخم سے بنی خراش تک گئی اور اس نے اس کو دیکھا اور ماہی کو کمر تک حصار میں لیے قریب ہوتے ہی وہاں اپنے لب رکھے، عالم کے ایسا کرنے پر ہلکے سے درد پر وہ کراہ اٹھی مگر عالم کی ایسی بے خودی پر اگلے ہی پل خجل ہوئے سرخ پڑھ گئی۔

رنگ بدلتے حسن کا رقص اخیر دل پسند تھا، عالم نے جھر جھری لی۔ اسے لگا وہ زیادہ دیر ماہی سے دور نہیں رہ پائے گا، وہ سراپا امرت سی اسے بھلی ترین لگنے لگی تھی۔

"سوری جذباتی ہو گیا تھا، خیر دیکھائیں کمرہ سوتے ہیں" عالم نے شرارت سے کہہ کر ملبہ جذبات پر لادے اٹھ کر آخر کار آرام کی حاجت محسوس کی جس پر ماہی بھی ربورٹ سی بنی شرم سے آنکھیں جھکائے اسے لیے کمرے کی طرف بڑھی۔

ماہی کا کمرہ اور اسکے درمیانے سائز بیڈ کو دیکھ کر عالم نے گدگدی دیتے تبسم کے سنگ فکر مند سی ماہی کو دیکھا جو اس بیڈ کی لمبائی شاید عالم کے لیے امیجن کر رہی تھی، ماہی کو ہلکان سا معصوم منہ بنائے دیکھ کر عالم بھی مسکراتے ہوئے ریلکس انداز میں بیڈ پر جا لیٹا اور ماہی نے اسکے ایک دم بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹنے پر چونک کر دیکھا اور اس سے پہلے کے وہ اسے مڑ کر الماری سے بلینکٹ نکال کر دیتی، عالم نے اسکی کلائی پکڑ کر اپنی طرف کھینچی جس پر وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس پر جا گری۔

دونوں اس حسین گرفت میں پیوست کتنی ہی دیر خطرناک سی گلال سنجیدگی میں لپٹے رہے اور پھر خود ماہی نے سخت روئی سی صورت بنائے اٹھنا چاہا۔

"آپ میرے پاس ہی سوئیں، یہیں میرے قریب۔ کچھ نہیں کروں گا آپکی رضا کے بنا بس آپکا پاس ہونا چاہیے" بہت ملائم پن سے وہ ماہی کی پیشانی سے ہونٹ جوڑے کروٹ بدل گیا جس کے باعث اب ماہی اسکے ساتھ بازو سے لگی بیڈ پر لیٹ چکی تھی اور سخت نڈھال بھی تھی۔

عالم کا دیکھنا اسکی الگ جان نکال رہا تھا۔

"جی" ماہی نے نگاہیں جھکا کر بمشکل حلق سے لفظ نکالا اور عالم اتنے سے پر بھی آسودہ تھا، ایک اور بار وہ اسکی پیشانی پر بوسہ دیے ماہی کی کمر کے گرد حائل بازو کی گرفت جکڑے آنکھیں موند گیا اور ماہی کا دل جو بہت بری طرح کانپ رہا تھا، نگاہ اٹھائے اس انسان کو دیکھنے لگی جو یوں تھا کہ اسے ماہی نہ ملتی تو نا جانے کیا ہو جاتا۔

کتنی ہی دیر وہ اپنی قسمت پر ماتم کرتی رہی اور تھک ہار کر آنکھیں بند کر گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دیر رات تک دواوں کا اثر زائل ہوتے ہی سر میں اٹھتی ٹھیس کے باعث حسنین کو ہوش کی دنیا میں آنا پڑا، موندی سئ آنکھیں درد کے باعث کھولنا محال تھا مگر پھر بھی وہ یہ اخیر ظالم کوشش کر چکا تھا۔

خود کو ہوسپٹل کے آئی سی یو روم میں دیکھ کر اسکے ذہن میں سب وافع ہوا، اک دلخراش بے بسی نے حسنین کی آنکھیں نم کیں۔

موت بہت قریب تھی اور پھر بھی وہ زندہ بچ گیا یہ دکھ اسکی آنکھوں میں سلگ رہا تھا۔

نقاہت کے باوجود اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر روم میں داخل ہوتی نرس نے فوری اندر پہنچ کر حسنین تک کا فاصلہ طے کیا اور آہستگی سے تکیہ دراز کر کے اٹھے بیڈ کراون سے ٹیک لگوائی۔

"آپ کو ابھی آرام کی ضرورت ہے، کچھ دیر میں روم میں شفٹ کر دیں گے۔ میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں" نرس نے شفقت کے سنگ اسے بتایا اور باہر نکل گئی۔

حسنین کی آنکھیں شعلہ تھیں، درد سہہ سہہ کر وہ بہت تھک چکا تھا۔

اس بے کار زندگی سے بہتر اسے موت لگتی تھی۔

کچھ دیر میں ڈاکٹر صاحب آئے اور اسکی سٹیبل کنڈیشن پر اسے روم میں شفٹ کیا گیا اور دو دن ہوسپٹل سے بھی ریکمنڈ کیا۔

"مجھے یہاں کون لایا تھا" سپاٹ سے چہرے کے سنگ اس نے جاتے ہوئے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"مس عیشہ لائی تھیں، انہی کی گاڑی سے آپکا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ خیر یہ آپکا والٹ اور فون ہے آپ اپنی فیملی کو بتا دیں۔ ٹیک کیئر" ڈاکٹر نے نرس کے ہاتھ سے اسکا والٹ اور فون تھما کر نرمی سے کہا اور باہر نکل گئے۔

عیشہ کا نام جان کر حسنین کے چہرے پر واقع شکنیں ابھریں اور ماتھے اور گردن کی رگیں بھی تن گئیں۔

فون اور والٹ بے دردی سے سائیڈ ٹیبل پر پٹخ کر وہ آنکھیں موند گیا، اسکی کوئی فیملی ہوتی تو اطلاع کرتا۔ کرب اور تکلیف میں جلنا ہی مقدر تھا۔

صبح تک اسے ہوش نہ رہی کہ وہ کب جاگا مگر کسی مسکراتی آواز میں صبح کے سلام پر حسنین نے اپنی درد سے بھاری آنکھیں کھولیں۔

"ھائے کھڑوس مین، کیسے ہیں آپ۔ میں صبح صبح نازل ہونے کی معذرت چاہتی پر سوچا ہوش میں آتے ہی اپنا تھینک یو لیتی آوں۔ آفٹر آل عیشہ خان نے آپکو بروقت یہاں لاکر آپکی جان بچائی ہے" اپنے سامنے زندگی سے بھری کھڑی عیشہ اسے اتنی ہی بری لگی جتنی اس وقت زندگی اور اسے دیکھ اور اسکی بات سن کر ایک ہی پل میں حسنین کا میٹر گھوما جس پر وہ جبڑے بھینچ کر ایک ہی جھٹکے سے اپنی ڈرپ کھینچ کر اتار

کراٹھنے لگا مگر سر میں اٹھتی ٹھیس پر واپس گرنے کے انداز میں بیٹھا، خود عیشہ اسکی ایسی بے حسی پر شرارت بھولے ہراساں ہوئی۔

حسنین کے ہاتھ کی پشت سے خون نکل رہا تھا مگر وہ بس کسی طرح یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔

"آئی ایم سوری، پلیز آپ خود کو ہرٹ نہ کریں۔ آپکو ابھی ریسٹ۔۔۔۔" عیشہ جو اسکی پہلے ہی ڈرپ بے دردی سے اتارنے پر سہم گئی، ڈرتے ڈرتے بولی مگر حسنین کی ایک ہی خون آشام نگاہ اسے مکمل چپ کروا گئی۔

"جاو یہاں سے، اور دوبارہ مت آنا۔ سنا نہیں تم نے گیٹ آوٹ فرام ہیر۔ تم نے میری زندگی بچا کر اچھا نہیں کیا عیشہ۔ تم جا رہی ہو یا میں جاوں" حسنین کو شاید پھر سے ڈپریشن اٹیک ہوا تبھی وہ ہتک آمیزی اور زہر خند انداز سے پوری قوت سے چلایا تھا، عیشہ کا گلاب چہرہ پل بھر میں مرجھا گیا اور اس شخص کی بے رحمی پر اسکی آنکھیں نمی زدہ ہوئیں۔

وہ اسے انسان کہیں سے نہ لگا، انسان ایسے تھوڑی ہوتے ہیں۔ یہ شخص تو ہاتھ میں ہنٹر لے کر گھومتا جانوروں کو ٹرین کرتا کوئی پاگل خطبی لگتا تھا اور وہ دوسروں کے زندہ جذبات کو اپنے مردہ جذبات کی مانند بنا کر دم لیتا تھا۔

زرا جو وہ لحاظ کر جاتا، اسے آنکھوں سے جلا دیتے انداز میں وہ اسے پھر سے عتاب زدہ گھورا۔

"ٹھیک ہے جا رہی ہوں، لیکن میں نے تو صرف اپنا فرض پورا کیا تھا۔ آپکو ہرٹ کرنا مقصد نہیں تھا، پلیز آپ مجھ پر ایسے غصہ مت ہوں" عیشہ کا دل بہت نازک تھا تبھی تو وہ اس پتھر کا سوچ سوچ ہلکان تھی مگر آج اس نے ثابت کر دیا تھا کہ کچھ لوگ احساس تک کے قابل نہیں ہوتے۔

عیشہ بھرائی سی آواز میں کہہ کر مڑی ہی جب اپنی کلائی پر کسی گرفت پر کرنٹ کھائے مڑی، آگ کی طرح دہکتا حسنین کا مضبوط ہاتھ اسے روک چکا تھا، دل میں

یونہی احساس نمودار ہوا کہ شاید وہ انسان اپنے کہے پر پچھتا رہا ہے مگر ایسا صرف عیشہ نے سوچا۔

"اپنا احسان لیتی جاو" کراہتے ہوئے حسنین نے اپنے والٹ سے تقریبا فی الحال موجود سارے پیسے سلگتے ہوئے انداز میں اسکی ہتھیلی میں رکھے اور عیشہ تو ورطہ حیرت میں تھی کہ یہ انسان کیا چیز ہے۔

"احسان نہیں تھا وہ، اور میں ایک روپیہ نہیں لوں گی سن لیں۔ اتنا شوق ہے احسان اتارنے کا تو کسی مفلس کو کھانا کھلا دیجئے گا۔ بائے بے حس انسان" عیشہ کو اسکی یہ ایکسڑا سفید پوشی زرانہ بھائی تبھی وہ بھی تمام دکھ ضبط کیے غصے سے اپنے ہاتھ میں تھمائے پیسے واپس اسکی مضبوط ہتھیلی میں گھسائے ایک افسردہ نظر ڈالتی فوری باہر نکل گئی۔

حسنین نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں پیسوں پر ڈالی اور دوسری ہاتھ کی پشت سے نکلتے خون پر اور سخت کوفت زدہ ہوئے پیسے واپس والٹ میں ڈالے فون اور والٹ دونوں اٹھائے جبرا اٹھ کر روم سے باہر نکلا۔

ڈاکٹرز نے اور نرسوں نے بھی بہت روکا مگر وہ اسی لمحے کسی کو کوئی جواب نہ دیتا وہاں سے نکل گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

صبح ناشتہ ماہی، عالم اور جہانگیر نے ساتھ کیا، ہلکی پھلکی بات چیت اور مسکراتے ماحول نے ماہی کی بظاہر طبعیت بہتر کر دی تھی مگر عالم کے وقت بے وقت قریب آنے کے انداز اب ماہی کو مزید خوفزدہ کر رہے تھے۔

یہ شخص ناجانے جتنا اسے پہلے عجیب لگتا تھا اب کیوں اس شدت میں کمی آ رہی تھی۔

خاص کر عالم کے چھونے پر ماہی سلگ تو جاتی مگر پھر ایسا لگتا خاک ہو جاتی ہے۔

وہ آنکھیں جو اسے کمزور کر دینے کا سب سے بڑا ہتھیار تھیں، ماہی اس رشتے سے دو راتوں میں ہی تھک گئی اور مزید سوچ کر ہی اسکی روح اسکے وجود سے سرکنے لگتی۔

بابا کے چہرے کی بہار پہلی بار اس قدر روشن تھی اور وہ اس وقت بھی ان دو کو مسکراتا اور آسودہ دیکھ کر اپنی اسیری پر افسوس کر رہی تھی۔

مگر ایک بات بہت عجیب تھی، جب وہ عالم کے ساتھ ہوتی تو اسے دائم کی کمی تو دور اسکا خیال تک نہ آتا۔

دل الگ ہی ہراساں تھا جسے بے وفائی کا غم کاٹ رہا تھا، بھلے عالم کی اسکی سمت بڑھتی پیش رفت روکنے پر وہ ہرگز قادر نہ تھی مگر دل اس منافقت پر لہولہان تھا۔

آخر کیسے دل میں دائم کو بسا کر وہ اس شخص کے ساتھ زندگی جیے گی، اور کیسے اس شخص کو ساری عمر دھوکہ دے گی جو اس سے اس والہانہ انداز سے چاہت باندھ چکا تھا۔

خود کو وہ اس وقت نہ دائم کے لائق سمجھتی تھی نہ عالم کے، اسے ہر وقت یہی لگتا کے وہ جائز رشتے کے باوجود کچھ برا اور غلط کر رہی ہے۔

یہی سوہان روح سوچیں ہی ماہی کا وجود از سر نو دہکا رہی تھیں۔

واپسی پر بھی عالم نے اسکی خاموشی کا بہت گہرائی سے جائزہ لیا مگر فی الحال وہ اسکی خاموشی پر راضی تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کہاں تھا تُو، اوئے یہ کیا کروالیا ہے سر پر۔ یا میرے اللہ حسنین آجا آرام سے" بلال جو کیفے جانے کے لیے بلکل ریڈی تھا، دروازے پر حسنین کو ایسی زخمی حالت مئں دیکھ کر اسے پریشانی سے تھامے سرعت سے دروازہ بند کیے احتیاط سے اندر لایا اور بیڈ پر بیٹھایا۔

"ابھی مجھے سونے دے رات کو بات کروں گا۔ جا بھئ" بلال کی منتظر صورت کو چنداں اہمیت نہ دیتا وہ ضدی پن میں تنبیہی لہر ملائے بولا اور وہیں بستر پر گر گیا۔

بلال جو اسکی ایسی حرکتیں کئی سال سے دیکھ رہا تھا اب سخت عاجز ہو کر تاسف بھرے انداز میں ماتھا سہلائے ایک نظر حسنین پر ڈالی اور اپنی گاڑی کی چابی اور فون لیے باہر نکل گیا۔

اسکے جاتے ہی حسنین نے سخت کرب سے اپنا ہاتھ مسلا جہاں خون اب اسکی ہتھیلی تک اتر آیا تھا۔

اسے ہوسپٹل میں عیشہ پر دھاڑنا اب پشیمان کر رہا تھا مگر وہ یہ سب جان کر نہیں کرتا تھا۔

اسکے اندر کی آگ جب پھٹ کر باہر نکلتی تھی تو حسنین اپنے مضبوط اعصاب کے باوجود ناکام ہو جاتا تھا۔

عیشہ بھی واپس گھر آکر یونہی لان میں گھوم رہی تھی، رہ رہ اسے اپنی ہمدردی پر اب غضب چڑھ رہا تھا۔

" سمجھتے کیا ہو تم خود کو اکڑو کہیں کے، ایک تو میں نے تمہاری جان بچائی دوسرا مجھے ہی جھاڑ دیا۔ آئیندہ میری توبہ جو کسی پر رحم دلی دکھا گئی۔ دنیا کے سب سے بدلحاظ انسان ہو تم" کومل صورت بجھ کر رہ گئی تھی، اسے بس بھیا کا انتظار تھا تاکہ وہ یہ سب ان سے ڈسکس کرتی۔

جوتے کے کونے سے وہ گھاس اکھاڑتی ہوئی یک لخت حسنین کی دھاڑ یاد کرتے چونکی۔

"جاو یہاں سے، اور دوبارہ مت آنا۔ سنا نہیں تم نے گیٹ آوٹ فرام ہیر۔ تم نے میری زندگی بچا کر اچھا نہیں کیا عیشہ۔ تم جا رہی ہو یا میں جاوں" عیشہ نا چاہتے ہوئے بھی اسی کے گرد ٹھہر سی گئی تھی اور تبھی اسکا ہر دم مسکراتا چہرہ بھی اس وقت بجھا لگ رہا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اوہ، یہ سب تم نے اکیلے ہینڈل کیا میرے بچے۔ مجھے بتاتی ناں۔ تم تو ٹھیک ہو ناں"
ڈنر کے بعد ہی عیشہ خود بھی لاونج میں لیپ ٹاپ کھول کر کام کرتے عالم تک آئی اور ساری بات اسے تو ذی بتائی۔

مقصود صاحب آج رات ہوسپٹل ہی رکنے والے تھے کیونکہ انکا کام اکثر و بیشتر ایسا ہی تھا جبکہ ماہی کچن میں منع کرنے کے باوجود کافی بنانے چلی گئی تھی۔

فارغ رہنے سے بہتر اسے یہی لگا کہ کام سنبھال لے، جاب سے اس نے ہفتہ لیو لے رکھی تھی اور یہ ہفتہ گزارنا اسے ابھی سے صدی لگ رہا تھا۔

عالم کے کندھے سے لگی اسکی بوجھل پری بھیا کے فکر سے ہلکان ہو کر پوچھنے پر روہانسی سی ہوئی جس پر عالم نے سر جھکا کر عیشہ کی افسردگی دیکھی اور لاڈ سے پیشانی چومی۔

"میں ٹھیک ہوں بھیا جانو مگر وہ ٹھیک نہیں ہے، آپکو پتا ہے اس نے مجھے اتنا بُرا ڈانٹا کے میں نے اسکی زندگی کیوں بچائی۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی" عیشہ کا اس معاملے میں

کچھ زیادہ انوالو ہونا اس وقت عالم کو بھی تشویش ناک لگا تبھی وہ کسی سوچ میں ڈوبا لگا، عیشہ کا اسے علم تھا وہ بہت زیادہ حساس ہے تبھی وہ فکر مند لگ رہا تھا۔

"اچھا عجیب بات ہے، میری گڑیا اداس نہ ہو۔ ہم ایسا کریں گے کسی دن مل کر اسکے کیفے جائیں گے میں بھی مل لوں گا۔ اتنا مت سوچو، سب کی اپنی اپنی تلخیاں ہوتی ہیں بچے اور سب کے پاس تمہارے جیسی سمائیل میڈیسن بھی نہیں ہوتی جیسی عالم کے پاس ہے" بہت پیار سے وہ عیشہ کے بال سہلائے مان سے اسکی اداسی ہٹاتے بولا اور وہ اپنی اس اہمیت پر کمال ادا سے اترائی کہ اسکا شرارتی چہرہ لوٹ آنے پر عالم بھی مسکا دیا۔

"آپ کے پاس تو سمائیل میڈیسن کی کٹ آچکی ہے مسٹر چلا کو، اچھا کیا گفٹ دیا آپ نے ماہی کو" پہلی بات رشک اور دوسری رازدانہ سے تجسس سے پوچھتی عیشہ اس وقت عالم کو دو سال کی بچی لگی اور وہ تبھی اسکی گال سہلائے جی جان سے مسکرایا تھا۔

کیا بتاتا کے دو دن تو منہ دیکھائی کا موقع ہی نہ تھا، آج وہ ماہی کو اسکا گفٹ دینے کا سوچ چکا تھا۔

"ایک بہت پیارا اپینڈٹ ہے، لیکن آج دوں گا۔ تمہیں تو پتا ہے اسکی طبعیت ہی آج جاکر سنبھلی ہے۔ آج دوں گا" عیشہ شریر سی ہوئے بھیا جان کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر منہ پر ہاتھ رکھے ہنس دی اور ماہی جو کافی کے دو کپ اور شیک بنا کر لائی تھی دونوں کا پیار دیکھ کر مسکراتی وہیں آ گئی۔

عیشہ نے ملک شیک کی فرمائش کی تھی لہذا اسکا ملک شیک بھی موجود تھا۔

"تھینک یو ماہی آپ نے بہت یمی بنایا، چلیں مجھے صبح یونی جانا ہے آپ دونوں کافی انجوائے کریں۔ بائے بھیا جانو، بائے ماہی" پہلا ہی سیپ بھرے اپنے ٹیسٹ کے مطابق پاکر وہ چمکتی آنکھیں لیے ماہی کو بھی مسکان دے کر جانے کو اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گڈ نائیٹ بچے" عالم نے شفیق سی انداز میں عیشو کو نثار ہوتے کہا اور وہ دونوں کو ایک ساتھ پیار بھری نظروں میں سما کر دیکھتی اپنا شیک کا گلاس لیے اپنے روم کی

طرف چلی گئی جبکہ عالم نے بھی اپنی ہوش ربا ماہی پر نظریں جمائے کافی کا مگ اٹھایا اور پہلے ہی سیپ پر نئے زائقے کی فرحت محسوس کی۔

ماہی تو سنجیدہ سی اسے ربورٹ ہی لگتی تھی۔

"بہت اچھی کافی بنائی ہے آپ نے، لگتا ہے اب ہمیں خوش زائقہ پکوان بھی جلد ملیں گے" اپنی سمت مائل آنکھیں دیکھتی ماہی اسکی بات پر موہوم سا مسکرا کر سر ہلا گئی تھی اور دونوں خاصے چپ چپ اور سنجیدہ سے ایک دوسرے کی موجودگی سے متاثر لگ رہے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کیوں تکلیف دیتا ہے خود کو بھی اور مجھے بھی، صبر کر میرے شہزادے۔ اللہ کو یہی منظور تھا" حسنین کے بابا کی موت کا سارا قصہ سننا بلال تک کو بدحواس کر گیا، کتنی دیر تو وہ کھڑے رونگٹوں کے سنگ اس انکشاف پر پتھر بنا رہا۔

"نہیں یہ سب میری بد تہذیبیوں کی سزا ہے جو میں نے کیں، ستم کی حد ہے کہ موت بھی ہاتھ جوڑ لیتی ہے میرے آگے۔ میں مر رہا ہوں اور موت بھی نہیں آتی۔ اس شخص نے میرے بھائی کو مروایا اور مجھے ان درندوں کے آگے ڈالنے والا کوئی اور نہیں میرا سگا باپ ہے۔ کس کے لیے جیوں، کون ہے اب میرا" حسنین کی حالت اس وقت شدید ابتر اور مخدوش تھی، خود بلال درد دیتے تاثر کے سنگ اسے دیکھ کر بے جان سا تھا۔

"نا امیدی گناہ ہے حسنین، میرے شہزادے خود کو یوں بے مول مت کر۔'زندگی یوں ضائع کرنے کی چیز نہیں ہے، میں ہوں ناں تیرا یار۔ چل میرے لیے ہی جی لے، میرا ابھی کون ہے تیرے سوا۔ اس تکلیف کو اپنی مضبوطی بنا، اور کیا پتا تیری بچ جانے والی زندگی کار آمد ہو جائے" وہ اسے سمجھانے کی بھرپور سعی کر رہا تھا مگر حسنین سا پتھر اتنی آسانی سے نہیں پگھل سکتا تھا۔

درد سے چور ہو کر بھی اسکے چہرے پر حقارت زیادہ اور رنج کم درج تھا۔

استہزایہ سا ہنس کر وہ بلال کا دل بھی جلا چکا تھا۔

"مجھے زندگی کی طرف مائل کرنے کی بیکار کوشش مت کر، میں اس دنیا کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ کوئی میری تکلیف جاننے والا نہیں ہے، مجھ پر سے ہر خیر تو دائم بھائی کے جاتے ہی اٹھ گئی تھی اور رہی سہی باپ کی موت اور مجھ پر بجلی کی طرح گرتی حقیقوں نے پوری کر دی" یاس وناامیدی سے چور وہ کسی صورت جینے پر رضامند نہ تھا، بلال کو یونہی وہ لڑکی یاد آئی۔

"ہمم تیرا پوچھنے کوئی لڑکی آئی تھی کل، عیشہ نام تھا۔ کیا تو جانتا ہے اسے" بلال جو اسکی بے رونقی پر افسردہ تھا یک لخت عیشہ کے نام پر حسنین کے چہرے پر اڈتی خفگی دیکھ کر حیرت زدہ ہوا جواب اکتا کر بس اسے جانے کا کہنے والا دیکھائی دے رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا، مجھے کچھ نہیں کہنا سننا مزید۔ جا یار چھوڑ دے مجھے" جان سے اتارتا انداز بلال کو مشکوک سا کر گیا تھا مگر یہ ٹیڑھی ہڈی اتنی جلدی ہار مان لیتا تو نئی تاریخ نہ رقم ہو جاتی۔

کھانا اس نے حسنین کو زبردستی کھلا تو دیا تھا مگر اب وہ اسکے زخموں کے لیے فکر مت تھا، ایک تو سر پر چوٹ دوسرا اسکا ہاتھ بھی اب تھوڑا نیل زدہ ہو کر سوجھ چکا تھا۔

بلال نے بھی پھر مزید اسے نہ چھیڑا اور اسے آرام کا کہتا باہر نکل گیا البتہ یہ عیشہ نامہ وہ مزید سننے سے پہلے اپنی سماعت کا بے کار ہو جانا زیادہ بہتر جان رہا تھا۔

منہ بسورے کروٹ لیتا وہ بلاشبہ تکلیف میں تھا مگر ضد بھی اس جیسی کوئی ماں کا لال دیکھا دیتا تو دنیا مان جاتی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کھڑکی سے لگی ماہی اپنی شکستہ ہستی پر سوچ بچار کر رہی تھی، خنک زدہ فضا اور ہوا اسکے کھلے بالوں سے اٹکیلیاں کر رہی تھی مگر اس قدر آسودہ ماحول بھی ماہی کو سکون نہیں دے رہا تھا۔

اپنی کمر کے گرد خاموشی سے عالم کو بازو حمائل کرتا پا کر وہ بری طرح کانپ اٹھی، اور وہ اسکی ایسی بوکھلاہٹ پر اسے مزید جکڑ کر ماہی کا امتحان بنا۔

"اس کمرے میں آپ کے قریب آنے کی ایسی جرت صرف یہ عالم ہی کر سکتا ہے، ڈرامت کریں" اپنے پیٹ پر عالم کے بندھے ہاتھوں کو پکڑے وہ اپنی سماعت کو چومتے عالم کے الفاظ پر سمٹ کر رہ گئی۔

بہت ضبط سے وہ عالم کی قربت سے خود کو بکھرنے سے بچا رہی تھی۔

"ماہی" ماہی کی بے چینی اسکے جسم کی کپکپی سے عیاں تھی تبھی عالم اسے بہت نرمی سے باہوں کے دائرے سے آزاد کیے روبرو لایا اور وہ پلکیں تک اٹھا نہ پائی۔

"بولتی کیوں نہیں ہیں یار، میں اکیلا بول کر تھک گیا ہوں۔ خیر پہلے آپ کی منہ دیکھائی" عالم اسکے سمٹے سے ہراساں رویے پر کچھ تلخ سا ہوا مگر ماہی کے اداس چہرے کو دیکھ کر خود ہی نرمی سے بات بدل کر بیڈ کے ساتھ ٹیبل پر پڑے باکس کو جھک کر اٹھائے روبرو ہوا۔

ماہی کے دل میں کوئی ارمان نہ تھا، پھر بھی وہ اپنی توجہ حاضر رکھنے کی پوری کوشش میں تھی۔

"آپکے لیے لیا تھا، پہنادوں؟" عالم نے پرشوق نگاہئں ماہی کے سراپے پر ٹکائے مان سے فرمائش کی تو ماہی بھی منع نہ کرپائی تبھی سر ہلا کر اسے اجازت دی۔

عالم نے آہستگی سے باکس کھول کر پینڈٹ نکالا اور پورے حق سے ماہی کئ گردن میں پہنایا اور اسے روبرو لا کر ستائشئ انداز سے اک نگاہ ڈالی۔

ماہی نے جبرا چہرے پر مسکان لائی جو عالم کو بہلا تو نہ پائی البتہ مزید پریشان ضرور کر گئ تھی۔

"تھینک یو، پیارا ہے" ماہی نے نازک سی مخروطی انگلیوں کی پوروں سے پینڈٹ چھو کر نگاہ عالم کے چہرے پر ڈال کر کہا اور وہ مسکرا کر ماہی کی گال پر اپنے ہاتھ کی پشت سہلائے قرین ہوا۔

پیچھے کھڑکی سے ملحقہ دیوار کے باعث وہ اسکے قرین آکر جم گیا تھا اور ماہی کو لگا اس شخص کو وہ اب روک نہ پائے گی۔

ریڑھ کی ہڈی میں ہوتی سنسناہٹ عالم کے ہاتھ کا ماہی کی کمر پر پکڑ پانے کے باعث تھی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کی سمت دو مختلف انداز سے دیکھ رہے تھے، ایک اقرار لیے اور دوسرا انکار۔

"میں نہیں جانتا آپ سے میرا اس رشتے کے سوا اور کیا ناطہ ہے ماہی مگر یقین کریں آپ مجھے بہت اپنی لگتی ہیں، نا جانے یہ دسترس کی برائی ہے یا آپکے پاس کوئی جادوئی طلسم ہے کہ میں یہ طلب و محبت جیسی بے اختیاریوں سے یکسر بے نیاز شخص آپکی سمت مائل ہونے لگتا ہوں" ماہی کا دل بے ہنگم دھڑکا اور سختی سے ہونٹ بھینچے وہ عالم کا قریب تر ہوتا انداز بھانپ کا صاف ڈری لگی۔

دل کے اندر قہر برپا تھا مگر وہ کسی دیوار میں چنوادی گئی تھی تبھی جنبش تک پر قادر نہ تھی۔

"آپ ک۔۔۔ کیا" پیش رفت روکنے کی سعیٔ میں ہونٹوں سے نکلی بات کرتے سمے ماہی کے ہونٹ کپکپا اٹھے جب وہ پہاڑ سا شخص اسکے نازک وجود میں کوئی سرائے تلاشتا ہوا بھٹکا۔

عالم خود نہ سمجھ پایا کے وہ یوں یک لخت بے قابو سا کس لیے ہو رہا ہے، دل پر ہاتھ پڑھ رہا تھا۔

ماہی کو وجود میں سموئے وہ اسکے سوال پر اس ہلکان ماہی کے روبرو ہوا جہاں بے بسی درج تھی۔

"آپ مجھے اپنی اداسی کہیں ماہی، کیا بات ہے آپ ایسی منتشر سی کیوں ہیں۔ یہاں آئیں میرے پاس بیٹھیں اور بتائیں کیا مسئلہ ہے" عالم کا ہر بڑھتے قدم کو آج بھی جھٹک گئی اور سخت بے قرار بھی لگی تبھی عالم نے برا منانے کے بجائے اسے تھام کر بیڈ پر بیٹھایا اور خود بھی اسکا ہاتھ جکڑے ساتھ بیٹھا۔

اتنے پیار سے تو کوئی ماہی سے جان مانگتا وہ بھی دے دیتی، نا چاہتے ہوئے بھی اسکی آنکھیں نمی زدہ ہو گئیں مگر یوں عالم کے سامنے وہ کم از کم چپ تو رہ سکتی تھی پر رو نہیں سکتی تھی تبھی کسی خدشے کے باعث اپنے آنسو اندر اتار کر نفی میں گردن ہلا گئی۔ عالم اسکے چہرے کی اداسی بند آنکھوں سے بھی دیکھ سکتا تھا۔

"بس فیور کی وجہ سے ایسا موڈ ہو رہا عجیب اکتایا ہوا سا، اور کوئی بات نہیں" ماہی اسکی نگاہوں کے زیر سایہ بمشکل بولی مگر عالم کچھ خاص مطمئین نہ ہوا تبھی اسے پکڑ کر مزید قریب کیے پیشانی پر لب رکھے سنجیدہ ہوا۔

"آپ میری جگہ اس فیور کو پیاری ہو گئی ہیں بہت غلط بات ہے، مجھے اسکا علاج کرنا ہی ہو گا" عالم کی دل دہلاتی بات پر ماہی نے خوفزدہ ہوئے دیکھا جو بلکل سنجیدہ نہ تھا۔

"ک۔۔۔کیسا علاج" ماہی آنکھیں پھاڑے استفسار کیے بولی اور عالم کے چہرے پر تھوڑی شگفتگی در آئی۔

"آپ کے قریب آکر کروں گا علاج، اجازت دیں" عالم اسکی سن ہوئی سماعت پر مزید قہر برساتا اسکی ہتھیلی چومے آنکھوں میں چمک بھرے جتاتے بولا۔

"ن۔۔ نہیں وہ میری طبعیت کچھ بہتر نہیں ہے۔ تھکن ہو رہی ہے، آنکھیں بھی جل رہی ہیں سو جاوں کیا" ماہی آنکھ چراتی جو منہ میں آیا بولتی گئی اور عالم اسکی یہی بدحواسی دیکھ کر اپنے شک کو یقین میں بدلے تھوڑا خفا سا اسکے جھکے چہرے کو اوپر کیے دیکھنے لگا۔

"آپ طبعیت بہتر کروانا ہی نہیں چاہتیں چلیں ایک دن مزید دیکھ لیتے ہیں، لیٹ جائیں اور سونے کی کوشش کریں" عالم کی سمت سے اتنی جلد چھٹکارہ وہ امید تو نہ کر رہی تھی مگر وہ اسے بہت گہرائی سے جانچ رہا تھا تبھی اسے اس وقت اجازت دیے لٹا گیا اور جھک کر اسکی دونوں آنکھوں پر لب رکھے خود بھی ساتھ لیٹتے ہی لمبا سا سانس لیے آنکھیں موند گیا۔

"یااللہ مجھے صبر دیں" اپنے پیٹ پر دھرے ہاتھ میں عالم کی انگلیاں جکڑنے پر ماہی کا دل دھڑک کر سلگا۔وہ بھی بظاہر آنکھیں موند گیا مگر اسکا اتنے پاس ہونا ماہی کی آنکھوں سے رہی سہی نیند بھی نوچ لیتا اور اسکے یہ جگ راتے اسکی آنکھوں میں عنقریب نہ ختم ہونے والی سرخی لانے کو تھے۔

کئی لمحے گزر گئے،وہ چاہتا تھا وہ سکون پائے مگر وہ بے چین روح اور ہستی والی اسکی ہر مسیحائی سے انکاری تھی۔

"تم دریا کا مٹیالا پانی ہو اور میں کنارے کی مٹی ہوں۔

تمھارے بہاو کے خمیدہ راستوں کے ساتھ میری مستقل پیاس بہتی ہے۔تمھاری پیشانی،اس آنگن کی طرح ہے جس کے ایک کونے میں میری خواہشوں کی ننھی چڑیاں تمھاری پلکوں کی ٹہنیوں پر صبح سویرے شور مچاتی ہیں" عالم نے اپنے بے حد قرین مگر بہت دور دیکھائی دیتی منعام کی سمت نگاہیں جمائے دل میں سوچا،یوں لگا

اسکے تخیل میں کوئی بے چینی پھوٹی ہو۔ کوئی پرانا ناطہ ہیولوں کی شکل میں اسکے ذہن میں نمودار ہوا تھا۔

"تمھاری بے خیال نظریں مدہم اداس آواز میں اس چہچہاتے ہوئے شور کو اپنی جادوئی آنکھوں میں حنوط کر لیتی ہیں تمھاری جفاکش آنکھیں دکھوں کو کھوجتی ہیں اور پہاڑ کی چوٹی پر ایک خوبصورت گھر بنا کر دکھوں کے دکھ میں رو رو کر اک عمر بھوگتی ہیں اور پھر کسی ویران پہاڑی راستے کی طرح ان قدموں کا انتظار کرتی ہیں جن کی آہٹ آبلوں سے بھری ہوتی ہے" وہ الجھ رہا تھا، اسکے ذہن میں دو شخصیات کا تصادم تھا، وہ ماہی کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ کتنا بے نام ہے مگر ماہی ابھی تک اسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

بظاہر سوئی ہوئی یہ لڑکی کچھ پل ہر تکلیف سے بیگانی لگنے لگتی تھی مگر اسکی آنکھیں کھلتے ہی عالم کو ان کہی تکلیفیں دیکھائی دیتی تھیں۔ وہ تکلیفیں جو اسکے لاشعور میں سسکتی تھیں۔

"تمھارے گال سر سبز چوٹیوں کی ڈھلانیں ہیں اور میں منڈلاتا ہوا اک بادل جو چیڑ کے درختوں اور جنگلی پھولوں سے سجی ہوئی ڈھلانوں سے ٹکرانے کے لیے ہوا کا انتظار کرتا ہے لیکن ہوا کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے جو دل ہی دل میں دھوپ کا انتظار کرتا ہے" عالم نے ماہی کے نازک سے بے جان ہاتھ کو اپنے چہرے سے جوڑے ماہی کی سمت نگاہیں مزید گہری کیں، وہ جاننا چاہتا تھا آخر یہ لڑکی کون ہے۔

"تمھارے ہونٹ لفظوں کی وہ کمان ہیں جن سے چلنے والے سب تیر
میٹھی امیدوں سے بنے ہیں اور میری اداسی شکار ہونے کی خواہش میں تمھارے مرمریں کانوں کی لووں میں ایک گھونسلہ بناتی ہے" وہ رخ کے ساتھ کروٹ بھی بدل چکا تھا، وہ دیکھ رہا تھا ماہی نیند میں ہونے کے باوجود کسی انجان سے کرب میں سلگ رہی تھی۔

"تمھارا ہونا ہر چیز کو بھر دیتا ہے۔ وقت کو، مکانوں کو، گلیوں کو، بے نور آنکھوں کو، اپاہج خواہشوں کو اور تاریک غاروں جیسے دلوں کو اور خلا سے بھری ہوئی خاموشی کو"

عالم اسکی تکلیف جاننا چاہتا تھا، وہ اسے کیوں نہیں بتاتی آخر اسے کونسا رنج جلا رہا ہے۔ عالم اسے دیکھ کر ممکن ہے اپنی شناخت کی پہیلی سلجھا لیتا مگر اس سفر سے وہ تھک رہا تھا۔

"قدیم ملکاوں سا سحر لیے جب تم اپنی مسافر آنکھوں کے ساتھ

کسی سمت دیکھتی ہو تو تمھاری بانہوں میں بانہیں ڈال کر

تمھارے ساتھ چلنے کی آرزو لڑکھڑا کر زمین پر عین اس جگہ گر جاتی ہے جہاں سے تمھارا سایہ شروع ہوتا ہے" وہ مزید اسے دیکھ نہ پایا اور چہرے کے ساتھ رخ بھی موڑ گیا، محبت مبارک اور راس بہت دیر سے ہوئی تھی۔

بڑی کٹھور قسمت تھی ماہی کی، اسے یہ مقدر سمندر میں پٹخ کر بھی مزید پیاسا رکھنے پر بضد تھا۔ آج بہت مدت بعد اس عالم کے ذہن نے بہتری کی سمت قدم بڑھایا تھا، ممکن تھا کچھ مزید قربت کے قرین لمحے دونوں کو ہی حقیقت سے جلد روشناس کروانے کا ارادہ کر چکے تھے۔

مٹی میں کشش جاگ چکی تھی، اب روحیں ایک ہلچل کی منتظر تھیں تا کہ ماہی جان لیتی کہ اس کا یہ انجان مہربان کوئی اور نہیں اسی کا ہم دم، اسی کا ہم نوا اور اسی کی محبت ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

صبح حسب معمول عیشہ کی یونی میں کلاس تھی جسکی وجہ سے وہ ناشتہ کیے بنا نکل گئی مگر یونہی گاڑی یونی کی سمت موڑتے اسے پھر سے حسنین کا خیال آیا جسکے باعث عیشہ نے اپنی گاڑی کا رخ ہوسپٹل کی سمت کیا۔

وہ اپنے بیگ کو کندھے پر ڈالے فون جینز کی جیب میں گھسائے تیزی سے راہداری عبور کرتی اندر داخل ہوئی اور ریسپشن پر کھڑی لڑکی کی آواز پر عیشہ حیرانگی سے مڑی اور اسکی سمت آئی۔

"آپ جس پیشنٹ کو لائی تھیں وہ کل ہی یہاں سے چلے گئے ہیں، سب نے بہت روکا مگر وہ کسی کی نہیں سن رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب خود پریشان ہو گئے تھے کیونکہ انکی

کنڈیشن بہت خراب تھی" عیشہ کو وہ لڑکی یہ بتا کر صدمہ دے چکی تھی تبھئ وہ سخت کوفت اور فکر سے اپنی پیشانی مسل کر اس بندے کی اس حرکت پر پتھرا سئ گئی۔

یہ کیسا بد دماغ انسان تھا جسکا سوچ کر عیشہ کو ہول اٹھ رہے تھے۔

بمشکل وہ تھکے قدموں کے ساتھ باہر گاڑی تک پہنچی اور ایک افسردہ نگاہ ہوسپٹل پر ڈالی۔

"یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے مجھے، کیوں اس بے حس انسان کی فکر ڈال دئ آپ نے۔ اب کہاں ڈھونڈوں آپکو حسنین منصور، آپ جہاں ہوں خیریت سے ہوں" پہلے تو وہ خود کی اس بیوقوفی پر ہاری سی لگی اور اگلے ہی پل دل نے ساری دعائیں اس فرد کو سونپ دیں جو یقیناً تکلیف کے سب لیول پار کر چکا تھا۔

دل تو کچھ برا سوچ کر ہی تھم گیا تھا اور عیشہ کا مضطرب چہرہ دل کے ساتھ ہوتی کسی دلسوز واردات کی نمائندگی کر رہا تھا۔

کیسے بھی کر کے بے دلی سے عیشہ چلی تو گئی مگر وہ جانتی تھی اسکا دل سکون سے دستبردار ہو گیا ہے۔

اسے اس انسان کے لفظوں کی تکلیف ایفیکٹ کر گئی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ہاں سرجری سکسیسفل رہی الحمد اللہ، وہ لڑکی ایک حادثے میں جل گئی تھی۔ اسکا چہرہ شناخت کھو گیا تھا۔ اپنا چہرہ واپس پا کر اسکی آنکھوں میں آتی خوشی مسحور کن تھی" صبح ناشتے پر مقصود اپنی پیشنٹ کی بات کر رہے تھے اور یہ بتاتے ہوئے انکو بہت خوشی تھی اور یہ خوشی ناشتہ کرتے عالم اور ماہی کے چہرے پر بھی تھی۔

"جی بابا وہ خوشی دیدنی ہو گئی میں سمجھ سکتا ہوں۔ خیر عیشو والا معاملہ میں نے آپ سے ڈسکس کیا تھا" ماہی کو عالم کی بات سن کر ایک پل کو حیرت سی ہوئی مگر وہ پھر اپنا ناشتہ کرنے لگی۔

البتہ اب مقصود اور عالم سنجیدگی سے ایک دوسرے کی سمت متوجہ تھے۔

"ہاں اس وقت میرے پاس وقت نہئں تھا، تم ایسا کرو ایک بار خود ملو اس لڑکے سے۔ عیشہ کا اس میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لینا کچھ اچھا نہیں، تم جانتے ہو وہ بہت حساس ہے" مقصود صاحب اور عالم بہت سنجیدگی سے باتیں کر رہے تھے اور ماہی کو فی الحال تو کچھ بھی سمجھ آنا مشکل تھا۔

"جی آغا جان میں بھی یہی سوچ رہا تھا، عیشہ کی باتوں سے لگتا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ سمتھنگ لائک مینٹل ایشو۔ اگر ایسا ہے تو ممکن ہے آپکی کاونسلنگ اسکی مددگار ہو جائے" عالم کا لہجہ بہت پرامید اور دوستانہ تھا اور اب کی بار مقصود صاحب بھی اثبات میں سر ہلائے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا گئے۔

عالم نے رخ پھیرے ایک مسکراتی نظر ماہی پر ڈالی اور ان دو کو دیکھ کر مقصود صاحب بھی جی جان سے جی اٹھے۔

"اور میرا بچہ کیسا ہے، دل تو لگ گیا ہے ناں ماہی" اتنی ساری محبت کے سنگ مقصود صاحب کا ماہی سے پوچھنا خود اسے مسکان دے گیا جبکہ عالم کی نثار ہوتی نگاہیں تو اسکی ماہی پر ہی تھیں۔

"جی ٹھیک ہوں بابا، جی دل لگ گیا ہے" بہت محتاط سی وہ کہہ کر انھیں مطمئین کر گئی البتہ عالم ضرور دل والی بات پر حسئین تبسم مئں مبتلا لگا، یہ دل تو اسے عالم سے لگانا تھا پر میڈم گھر سے لگا بیٹھئ تھیں۔

ماہی سے تو عالم کی نگاہوں کے اثر میں ناشتہ کرنا بھی اب مشکل لگا۔

"اللہ میرے سب بچوں کو آباد رکھے، عالم اسے گھماو پھراو یار یہ ہفتہ دونوں انجوائے کرو۔ میرے خیال سے مری ہو آو کچھ دن۔ ویسے بھی پھر کہاں وقت ملتا ہے یار، آگے سے تمہارا آفس شروع ہو جائے گا اور ماہی کی جاب" جب سے عالم اور ماہی کی شادی ہوئی تھی تب سے عالم کو بھی مینٹل اٹیک نہیں ہوا تھا اور اسکی سلجھی حالت بس

ماہی تھی جسکا اندازہ مقصود صاحب کو تھا، تبھی وہ دونوں کو مزید ساتھ رہنے کی خوشی کے سنگ تلقین کر رہے تھے۔

ماہی تو سن کر ہی بہت متذبذب لگی اور عالم اسکی اسطرح بیقراری بھانپ کر بابا کو دیکھنے لگا جو خود بھی ماہی کے ہزار ضبط کے اسکے چہرے کے اڑے رنگ دیکھ سکتے تھے۔

"آغا جان سنا ہے وہاں بہت ٹھنڈ ہے، آپ جانتے ہیں مجھے ٹھنڈ سوٹ نہیں کرتی۔ اور دیکھیں اب تو میرے ساتھ مجھ سے بھی دوگنی نازک ماہی ہیں، میرا خیال ہے انہی سے پوچھ لیتے ہیں" عالم نے خود ہی معاملہ بہت نرمی اور پیار سے سلجھانے کو رخ ماہی کی سمت کیا اور خود کو اس ذمہ داری سے بری کرتے ہوئے ماہی کی سمت منتظر نگاہوں سے دیکھا جس پر مقصود صاحب بھی مسکرا کر ماہی کی سمت توجہ مبذول کر چکے تھے۔

"ھاں یہ بہتر ہے، چلو ماہی بچے بتاو کیا کریں پھر" مقصود صاحب کے ملائم پن سے کیے سوال پر ماہی نے باری باری بے تاثر انداز میں دونوں کو دیکھا اور اسے سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے۔

"جیسا آپ سب کو ٹھیک لگے لیکن ٹھنڈ مجھے بھی کچھ خاص سوٹ نہیں کرتی۔ ہم یہیں گھوم لیں گے بابا کیونکہ ان کی طبعیت کا بھی تو رسک نہیں لینا" ماہی نے جس طرح عالم کی فکر دیکھائی یہ اس نے اپنے پاوں پے آپ کلہاڑی مارلی تھی، مقصود تو بچوں کی خوشی میں راضی تھے جبھی دلفریب راضی مسکان دے گئے البتہ ماہی کو عالم کا دیکھنا سخت کنفوز کر رہا تھا۔

ناشتے کے بعد کچھ دیر کے لیے عالم بھی آفس گیا تھا جبکہ مقصود صاحب دوپہر تک آرام کرنے کے بعد جانے والے تھے۔

عالم کے جاتے ہی ماہی دن کے لیے کچھ بنانے کچن مئں آئی اور اسکا دل یونہی کیا کے وہ آج کا کھانا بنائے جس پر ملازمہ اسکی مدد کے لیے ساتھ لگ چکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

حسنین سارا دن کمرے میں بھوکا پیاسا پڑا رہا، اسے اس وقت اپنا ماتم منانے کے سوا کچھ بھی عزیز نہ تھا۔

اسکے سر کا زخم بھی پٹی پر خون خشک کر چکا تھا، پٹی صبح بلال نے بدل تو دی تھی مگر وہ بلال کی لاکھ منتوں پر بھی ناشتے سے صاف منکر ہوا۔

اسکا کہنا تھا کہ اسے کسی شے کی طلب نہیں۔

ایک خوبصورت اور جوان عمر کے باوجود حسنین منصور کے اندر ظالم وقت نے تلخیاں گاڑ دی تھیں، اسے محبت کا ذائقہ اور تسلیوں کی تھپکی بے اثر لگتی۔

مدت گزر گئی تھی وحشی بن اوڑھے، اور یوں تپتے صحرا میں وہ لڑکی بارش کا وہ قطرہ تھی جس سے وہ پیاسا شخص ضد میں گریزاں تھا۔

گریز اس لیے کہ اتنی دیر سے بارش نے برسنے کا فیصلہ کیوں کیا، یہ محبت اور رحم کی بارش اسکی بے رحم ذات پر اس دیر سے کیوں برسی۔

ریلنگ پر کھڑا سر پر سفید پٹی ہنوز بندھی تھی، کالی شرٹ اور نیلی جینز میں بالوں کا بکھرا انداز اور چہرے پر اگلی ہلکی شیو اسے ویران سا کھنڈر ثابت کر چکی تھی۔

اس لڑکی پر وہ کیوں چلا آیا تھا، یہ بات اسکے ذہن میں ہیجان کی طرح پھوٹتی جا رہی تھی۔

دوسری سمت وہ بھی پوری یونی میں بوکھلائی سی بدروح بنے پھرتی رہی، اسکا دھیان ہر شے سے ہٹ کر حسنین کی سمت جا اٹکا تھا۔

"سنا ہے وہ اداس ہے
اسے کہو کبھی بھی تیرگی میں ڈوبنے لگے، کبھی بھی ٹوٹ کر گرے، کبھی بھی ہار کر گرے، تو میری یاد گلے لگا لیا کرے۔
کہ اس میں زندگی کے عام دکھ تو کیا یہ رائیگانِ حیات بھی کبھی کسی کو رائیگاں نہیں ملی۔
اسے کہو کہ رو چکے تو دیکھ لے، میری نظر سے کائنات کے فسوں کو کھوج لے تو سوچ لے کہ منظروں کو کیا ہوا۔
کسی نے اس کے نام پر زماں مکاں پلٹ دیے، فلاسفہ کے ذہن میں بنے قدیم زاویوں کے نقش تک الٹ دیے۔

کسی نے ان فضاؤں میں خلا میں کہکشاؤں میں مہیب راستوں کے سورجوں پہ اس کا نام ثبت کر دیا۔

کسی نے اس کے راستوں میں سرخ پھول بھر دیے اور کسی نے اس کے نام کے دیے جلا کے طاقچوں میں رکھ دیے۔

ابھی بھی وہ اداس ہے، اسے کہو کہ اب بھی تیرگی میں ڈوبنے لگے

ابھی بھی ٹوٹ کر گرے، ابھی بھی ہار کر گرے تو میری یاد گلے لگا لیا کرے"

محبت کا کیا ہے کبھی بھی کہیں بھی کسی سے بھی ہو جاتی ہے، اس بے رحم کو اس بات سے کیا مطلب کے وہ کتنوں کا سکون تباہ کرنے کو ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

رات کھانے پر عیشہ چپ ہونے کے باوجود ہلکی پھلکی باتوں کو کرنے کی کوشش میں تھی، رات کے لیے ماہی نے بہت کچھ بنا لیا تھا اور بحیثیت بہو اسے یہ سب کرنا ہی تھا

مگر مقصود صاحب، عیشہ اور عالم کی سمت سے محبت کا بڑھ چڑھ کر ملنا بھی اسے خوشی نہ دیتا۔

وہ سب کو جب خود کے ساتھ سچی وابستگی سے جڑا دیکھتی تو اسکی تکلیف بڑھنے لگتی، اک نامعلوم سا احساس جرم اسے جکڑنے لگتا تھا۔

عالم کو دیکھتی تو اپنی قسمت پر ماتم کرنے لگتی، اسکی خود سے باندھی امیدیں ماہی کا دم گھوٹ رہی تھیں۔

عیشہ فی الحال اپنی الجھن چھپانے میں لگی تھی، وہ کچھ دن چپ چاپ رہنا چاہتی تھی کیونکہ اس انسان نے اسے جانے کو کہا تھا تو پہل کرتے ہوئے عیشہ کو کچھ بہتر محسوس نہ ہو رہا تھا۔

وہ چاہتی تھی کہ وہ کچھ دن اپنی کیفیت کو پرکھے، وہ جو اسکے اندر رحم دلی کے سوا پنپ رہی تھی۔

مقصود صاحب کے دل کو سکون تھا، ایک خوشگوار فیملی اور اسکا سکھ مدت بعد ملا تھا مگر انکے اندر بھی پلتا غم ہر روز نئے سرے سے جوان ہو رہا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

عالم کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر ماہی نے اپنی توجہ اپنے بالوں کو بنانے پر مرکوز رکھی، وہ اسکے کمر تک لہراتے بالوں کو دیکھ کر مبہم سی مسکان سے ہونٹوں کو سجائے اس تک پہنچا اور آئینے میں تسلی اور تفصیل سے ماہی کو سر تا پا دیکھا۔

وہ ڈھیلے سے بال باندھتی عالم کے قریب ہونے پر جانے کو مڑی مگر اسکی کلائی عالم کی گرفت میں آکر اسکے فرار کو ناکام بنا گئی۔

آج تو ماہی کا جسم ہر حدت چھوڑ کر الٹا سرد سا پڑھ گیا اور عالم کی نگاہیں اسکی جان الگ لے رہی تھیں۔

"بہو تو آج آپ فائنلی بن گئیں، اب مسز عالم بھی بن جائیں" عالم اس سے کوئی بے جا تقاضا نہیں کر رہا تھا مگر ماہی کے اعصاب ضرور اس مانگ پر شل ہوئے۔

ماہی کی آنکھیں قطعیت لیے انہوں نے خوف نے نم سی کیں اور عالم سمجھ نہ پایا اب آخر ماہی کیا چاہتی ہیں۔

"ماہی میری جان، کیا بات ہے۔ آپ مجھے کھل کر بتا دیں مجھے سمجھا دیں یوں مجھے پریشان تو مت کریں" عالم اسکی نم آنکھیں دیکھ کر بہت فکر سے چور اسکا نازک چہرہ ہاتھوں میں بھرے اس قدر نرمی سے پیشانی چومتے روبرو ہوئے بولا کے ماہی کو لگا کہ کاش وہ اس نکاح کے بجائے زندہ زمین میں دفن ہو جاتی۔

نہ خود اذیت سے گزرتی مزید نہ اس انسان کو یوں ہلکان کرتی۔

"آپ میرے نکاح میں ہیں، یہ رشتہ بہت قریبی ہے ماہی۔ آپ مجھ سے دل کی ہر بات بھی کر سکتی ہیں، آپ عام لڑکیوں کی طرح شوہر کے قریب آنے پر شرمانے کے بجائے پریشان ہونے لگتی ہیں، بات بھی نہیں کرتیں۔ کیا میں آپکو اچھا نہیں لگتا؟"
عالم خود اب الجھ سا گیا اور مجبوراً وہ ماہی کے گریز پر یہ سوال اٹھا چکا تھا اور ماہی اب بھی جواب نہ دیتی تو یقیناً اپنی کوتاہیوں سے کچھ اور عذاب اپنے حصے لے بیٹھتی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے، آپ بہت اچھے ہیں پلیز ایسا مت سوچیں" ماہی اپنے گرد عالم کی ہلکان گرفت کے باوجود ہمت جمع کیے بول اٹھی اور عالم کو اسکے ہونٹوں سے نکلے الفاظ اور آنکھوں کی چھپی تکلیف دو مخالف فسانے لگے۔

جیسے وہ بہت تکلیف میں ہو، اور اس پر ستم کے تکلیف میں کسی کو شریک بھی نہیں کرنا چاہتی ہے۔

"تو پھر کیوں ماہی، کیوں نہیں آتیں میرے پاس۔ آپ کچھ وقت چاہتی ہیں تو دوں گا مگر آپ کچھ نہیں کہتیں۔ میں آپکو جبر اپنا نہیں کرنا چاہتا، سمجھ رہی ہیں ناں آپ" عالم کا لہجہ کچھ سخت سا تھا بھلے وہ خود نرم تھا، ماہی نے بوکھلاہٹ کم کیے نظر اٹھا کر عالم کو دیکھا۔

"جو چشم سوزاں چو ذرہ حیراں ہمیشہ گریاں' بہ عشق آمد...

(کسی حیران اور مرتعش شمع کی مانند میں آتشِ عشق میں گریہ کرتی بھٹکتی پھر رہی ہوں)" راہ فرار کی کوشش بے کار سی تھی، مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو مزید بھاگنے پر

مجبور کرنا چاہتی تھی۔ ہونٹ چپ تھے اور دلوں کی زبان اور آنکھوں کی بے تابی کا فلسفہ شروع ہوا۔

"مجھے ایسی راتیں چاہیں کہ جن میں روشن ستاروں اور دل کے داغوں میں تمیز ممکن نہ ہو، زخموں کی تپش ہر ستارہ تھوڑی تھوڑی بانٹ لے۔ جا کر چاند سے سفارش کریں کہ میری ذات کی اندھیر نگری میں بھی اک روشنی سرائیت کر دے۔ یا پھر میرے انجان مہربان میں تھک کر گر پڑوں تو میری پستی کا ادراک آپکو خود ہو جائے، آپ مجھ سے کچھ مت پوچھیں میں کتنی بار بکھری۔ آپ میرا امتحان مت لیں۔ آپ خاموشی سے مجھے سننا سیکھ لیں کہ میں نے درد سہنا تو سیکھا ہے پر کہنا نہیں سیکھ پائی"

ماہی کتنی ہی دیر بدحواسی سے ان آنکھوں کو دیکھتی رہی جو اسے بھی اسی کی مانند دیکھ رہی تھیں۔

آنکھوں کی زبان خالص اور سچی تھی، دل تک آنکھوں کے الفاظ پہنچے تھے۔

"جہان محبت میں تمہارا دل برگزیدہ ہے ماہی، یہ صرف میرا ہے مگر یہ مجھ سے ہی گریزاں ہے۔ ایسا نہ ہو میرے گلشن کے برگ بار تمہاری تکلیف کا سوچ کر مرجھانے لگیں۔ خوشبوئیں روٹھ جائیں تو جتنی بہاریں آئیں، مہکار لوٹ نہیں پاتی"
وہ آنکھیں ہرگز غیر نہ تھیں، وہ اسے الجھا رہی تھی۔

وہ دیکھتی تو رضا سے تھی مگر اسکے انداز پل میں آنکھوں کی زبان سے خائف اور بددل ہونے لگتے تھے۔

"میرا دل بھی برگ پوش تھا میرے مہربان مگر قسمت نے ہر ہریالی اجاڑ دی۔ میرے ہاتھ دیکھیں یہ نامرادی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔ میرے چہرے کی خوبصورتی کے سوا مجھے دیکھیے کبھی، دیمک لگی دیکھائی دے گی۔ میرا پور پور اک زخم دیتے بوجھ میں دبا ہے، پھر آپ کہیں کہ سانس کیسے لوں۔ میں حبس زدہ زندگی کی باسی آپ کے سنگ معطر اور حسین سفر پر کیسے چل پڑوں" ماہی کی آنکھیں نمی میں پیوست تھیں، اسکا مہربان یوں تھا جیسے اسے سچ میں سن رہا تھا۔

"میں بھی الجھ چکا ہوں، میرا دل ہر طرح میری سوچوں سے مخالف دھڑکنے لگا ہے۔ میں برگشتہ ہونے کے خوف سے تمہیں کہتا ہوں کہ اپنے خدشے مجھے کہو، مجھے کہو تاکہ میں تمہاری اور اپنی الجھن کا توڑ کر سکوں۔ اس تعلق میں تشنہ سے دو کنارے رہنا مجھے منظور نہیں" اپنی انگلیوں کی نرم پوروں سے وہ ماہی کی بہت کچھ کہتی آنکھوں سے بہتی شفق کو بہت نرمی سے ہٹا گیا تھا۔

اب باری تھی زبان کی کہ یہ طلسم توڑ دیتی۔

وہ ہنوز جواب کا منتظر تھا۔

"جی" ماہی کی بے ضرر سی جی پر وہ اب کچھ برہم سا ہوا اور ماہی اسکے چہرے پر لکھی خفگی بھانپ چکی تھی مگر اسکا ذہن معاوف تھا۔

"کیا جی، آپ کیا میرا امتحان لے رہی ہیں؟" عالم کے لہجے میں مقدور بھر سوالیہ لہر بھانپ کر وہ خود اپنی ناکامی پر سر جھکا گئی اور اپنے ہاتھوں کو بری طرح مسل کر سرخ کرنے لگی۔

"آئی ایم سوری، آپ ناراض نہ ہوں" ماہی نے خوفزدہ ہو کر عالم کے دور ہونے کو بھانپتے ہی اسکی شرٹ کی آستین جکڑ کر اسے دیکھتے تاسف سے کہا اور عالم آنکھیں موند کر ایک لمبی سانس بھرے ہارے سے انداز میں خود کی سمت بے بسی سے دیکھتی ماہی کو دیکھنے لگا۔

"ماہی آپ مجھے الجھا رہی ہیں، امتحان لیں مگر یوں اکتا کر اور خوفزدہ ہو کر نہیں۔ پاس رہ کر، پاس آکر" عالم کا ہر انداز چیخ چیخ کر ماہی کی آرزو کر رہا تھا، وہ رسائی کا سکھ چکھنا چاہتا تھا مگر ماہی کو لگتا تھا وہ اس سب کے بعد شاید یہ جو رہی سہی مضبوط ہے یہ بھی نہیں رہے گی۔

اسے اپنے دل کو بھی جواب دینا تھا، وہ دل جو اسے عالم کے قریب جانے پر کوستا تھا۔ اور مکمل عالم کا ہو جانے پر تو وہ دل کے معاملے میں سزائے موت کی حق دار ہو جانے والی تھی۔

وہ چاہتی تھی اسکی زندگی اسی جگہ رک جائے، بس وہ سوال سن کر جواب کے لیے ٹالتی رہ جائے۔

"میں آپکے پاس ہی ہوں، تھوڑا وقت دے دیں" ماہی کی آواز آنسو آنسو تھی اور اسکے اس جان لیوا تقاضے پر عالم نے اسے شدت کے سنگ پکڑ کر گلے سے لگایا اور وہ بنا کوئی مخالفت کیے اسکے وجود میں چھپ گئی۔

عالم کو سمجھ نہ آئی کے وہ ماہی کی آرزو یک لخت اتنی شدت سے کیوں محسوس کر رہا ہے، اسکا دل کبھی یوں بیقرار نہ تھا مگر یہ سب اسکے بس سے باہر تھا۔

"کچھ دن دے رہا ہوں آپکو، مجھے آپکی الجھن سننی ہے ماہی۔ میں آپکے لیے آپکا دوست آپکا ہمدرد سب بننا چاہتا ہوں، میں آپکو جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ماہی کو کونسا رنگ پسند ہے، وہ کب مسکراتی ہیں۔ انکا دل کب دھڑکتا اور انکے دل میں میری کیا جگہ ہے۔ مجھے یہ سب بتائیں پلیز، زیادہ وقت نہیں دے رہا سن لیں۔ بس چند دن" عالم اسکے وجود کو اپنے وجود میں سموئے اسکی سماعت چھومتا اسے بہت

خطرناک تاکید کر رہا تھا اور وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے جل رہی تھی، اسے اپنی موت سامنے دیکھائی دے رہی تھی۔

عالم اسے جب بھی اپنے سینے سے لگاتا تھا تو اک نامعلوم سا درد ماہی کے اندر سرائیت کرتا، یہ گرفت اسے جائز لگنے لگتی۔ وہ روتی اس لیے تھی کہ اسے پرائی گرفت میں سکون ملنے لگا، پرائی گرفت یعنی وہ گرفت بقول اسکے بدقسمتی سے دائم کی نہ تھی مگر پگلی کیا جانتی کہ یہی تو اسکی جائز اور حق دار جگہ تھی تبھی تو دونوں کے دل ایک دوسرے کے لیے حد درجہ بیقرار تھے۔

عالم اسکی تکلیف سے بے نیاز ہو کر بھی دل سے جل رہا تھا، کیونکہ وہ دو دل ایک تھے۔ اور دل تو وجود کی ہر طلب اور ضرورت سے پرے بھی پوری شان سے دھڑکتے تھے۔

اگرچہ ایک قبیلے کے فرد ہیں دونوں

تجھے گلاب بنایا مجھے ببول کیا

کبھی یہ غم کہ ادھورا رہا ہمارا کام

کبھی یہ سوچ کہ جتنا کیا فضول کیا

ہوا نے گرد اڑائی ہے بارہا میری

پلٹ پلٹ کے زمیں نے مجھے قبول کیا

"آپ خود کو اب مجھ سے شئیر کرنے کے لیے تیار کریں ماہی، جو بھی خدشے آپکو لاحق ہیں پلیز میں ہوں ناں مجھ سے کہیں۔ آپ کو اس ان کہے دکھ میں تنہا جلتا کیسے دیکھوں۔ مجھ سے کوئی شکائیت ہے، میری کوئی بات بری لگی سب جاننا چاہوں گا۔ لیکن اس خودساختہ سی تکلیف سے نکل آئیں، آپ کو مکمل خوش اور آباد دیکھنے کی آرزو ہے۔ آپکی سچی مسکراہٹ جو ابھی تک مجھے دیکھائی نہیں دی وہ دیکھنا چاہتا ہوں"

عالم شدت جذبات میں ڈوبا اسے اپنے وجود سے رہائی دیے اسکے دونوں ہاتھ تھامے اسکی آنکھوں میں جھانک کر تاکید کر رہا تھا اور وہ کہنا چاہتی تھی کہ میرا نقصان مجھے خوشی کی سمت جانے نہیں دیتا۔

سنا تھا آنکھیں آنکھوں کو پہچانتی ہیں اور درد چہرہ شناس ہوتا ہے اور اس بات کی گواہی یہ بے نام انجان مہربان اور اسکی ماہی دیتے جا رہے تھے۔

"جی" پھر سے جی سننا عالم کو قبول کرنا پڑا تھا، وہ کوئی جذباتی انسان تو تھا نہیں کہ پہلے سے ہلکان ماہی سے زبردستی کوئی حق وصول کرتا۔ محبت میں یہی تو خوبصورت بات ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ اپنے محبوب کا سکھ بھی عزیز ہوتا ہے۔

"اچھا اب آپ جا کر سو جائیں، اور پریشان مت ہوا کریں۔ مجھے تھوڑا کام ہے" ماہی کو بہت پیار سے وہ اجازت دیے وہیں کھڑا کچھ دیر ماہی کا ہر بجھا انداز بھانپتا رہا اور پھر کام کے باعث کمرے سے نکل کر سٹڈی روم چلا گیا۔

کام تو بہانہ تھا، در حقیقت وہ اپنے ذہن و دل کی اچانک افتاد سی بیقراریوں کی گتھی سلجھانے کی کوشش کرنا چاہتا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

ایک ہفتے تک عالم نے اپنے جذبات پر ہر ممکن بند باندھ لینے کا کٹھن فیصلہ لے لیا تھا، وہ ہر رات ماہی سے کیے عہد پر قائم رہنا مشکل جانتا تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ اسکا ذہن کچھ نئی تبدیلیوں کا شکار بھی ہو رہا تھا، اسے گاہے بگاہے خواب میں یا یونہی بے دھیانی میں ہیولے دیکھائی دینے لگے تھے۔

ماہی بھی اس بے نام شخص کی آرزو کا مکمل دیوان بنتی جا رہی تھی، اور یہ معاملہ اسکے ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسلنے لگتا تھا۔

ماہی اس ہفتے دو بار عالم کے ساتھ بابا کی طرف گئی اور بابا کی سمت سے شفقت اور لمس پا کر وہ اپنے اندر اس جنگ کو لڑنے کی ہمت جمع کر لیتی تھی۔

عالم نے دوسرے دن ہی آفس سٹارٹ کر لیا اور وہ جتنا وقت تھا وہ ماہی کو سوچنے کے لیے سونپنا چاہتا تھا۔

ماہی کیا کرے وہ سمجھ نہ پائی، دل کی چینخیں اسے سونے نہیں دیتی تھیں۔

عالم سے ناانصافی اسے ہلکان کرتی تو دائم سے بے وفائی کا سوچ کر اسکا دل چلنے سے انکار کر دیتا۔

اس قدر ذہنی دباو میں ہو کر بھی وہ اپنے دل کو جب سالم پاتی تو اس معاملے پر بھی زخمی ہونے لگتی۔

ڈراموں میں لوگ مرتے دیکھتی تھی تو اسے لگتا کاش وہ بھی چپ چاپ مر جائے تاکہ کسی ایک طرف کی ہو جائے۔

عیشہ اس ایک ہفتے انتہا کے پریشان حال لمحوں سے گزری، ہر روز اپنے قدم کیفے تک لے جاتی مگر حسنین کا آخری رویہ اسے کیفے کی راہداری پار کرنے سے روک دیتا۔

حسنین پورا ہفتہ سوگ مناتا رہا، بلال بھی نہ ہوتا تو شاید اس بے حس کو مرے بھی زمانے بیت چکے ہوتے۔

ہفتے میں اسکی پٹی اتر کر چھوٹے سے بینڈ تیج تک آگئی اور ہفتے بعد بلال کے بہت سمجھانے اور اپنی قسم دینے پر وہ دوبارہ جاب شروع کرنے پر راضی ہوا۔

بلال نے اسے سمجھایا کہ وہ اسکے لیے اہم ہے اور یوں وہ اسے دیکھ کر دکھی ہے۔

دوسرا اسے اپنا بوجھ بھی تو اٹھانا تھا، تب تک جب تک موت یہ اپنے سر نہ لا دیتی۔

وہ ہفتے بعد کیفے آیا اور اپنا کام شروع کیا، دو دن بعد عیشہ کی برتھ ڈے تھی اور مقصود صاحب نے ہمیشہ کی طرح حویلی میں ایک پارٹی رکھی تھی اور وہ جو پچھلے چھ دنوں سے اپنے قدم بنا کیفے میں لے جائے موڑ لیتی تھی، آخر کار اس ساتویں دن ہمت کیے اندر جانے کا فیصلہ لے گئی۔ یہ فیصلہ بھی محبت نے لیا، محبت کے لیے۔ محبت کی کشش نے کروایا۔

اور اسے اس طرف قدم بڑھاتے دیکھ کر ابھی وقت کہہ رہا تھا کہ ہر دروازے پہ مِنت اور مَنت نہیں چلتی کچھ در بڑے مست ہوتے ہیں مرضی سے کُھلتے ہیں، بس اُس در پہ اپنے نام کی عرضی لگا کے آ جاؤ۔ دَر والے کی نظر پڑی تو پُکار لے گا مَن چاہا تو عنایت بھی کر دیگا، پڑی نہ رہنا خود کو بھکارن نہ بنانا جھلیے، بھیک سے پیٹ پلتا ہے دل نہیں۔

اور پتا کیا، محبت نے اس بار بے یقین سے مرکز پر حملہ کیا تھا، کچھ محبتیں ہوتی ہی تکمیل کے لیے ہیں اور انھیں کامل ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

پھر یہی وقت کہتا دیکھائی دیتا ہے کہ اب مِنت اور مَنت دونوں کارآمد ہیں، دل مَنت مانگے گا اور آنکھیں ایک دوسرے کی مِنت کر کے ایک دوسرے کو پورے کا پورا مانگ لیں گی۔

__☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆__

"حسنین تجھ سے کوئی ملنا چاہتا ہے" وہ جو کچھ دیر سر میں اٹھتی درد کی ٹھیس پر کام سے بریک لیے اندر کمرے میں صوفے پر ٹیک لگائے آکر بیٹھا تھا، بلال کی آواز پر ہوتی آہٹ پر اپنی تھکی آنکھیں کھول گیا اور سامنے سنجیدہ اور تھوڑی خفاسی عیشہ کو دیکھ کر اس نے اپنے جبڑے بھینچے۔

"ہنہ مجھے نہیں ملنا" حسنین ساری اخلاقیات چولہے میں جھونکتا اٹھ کر باہر لپکا مگر بلال کی آواز نے اسکے قدموں کو زنجیر کیا۔

"سن لے عیشہ کی بات، میں تم دونوں کے لیے کچھ کھانے کو بھیجتا ہوں" عیشہ اس سے پہلے آج بلال کے اصرار پر اسے سارا پچھلا احوال بتا چکی تھی تبھی بلال کی بات وہ ٹال نہ سکا اور وہیں اکڑ کر بنا مڑے کھڑا ہوا۔

بلال کے جاتے ہی عیشہ تھوڑی محتاط سئ گھوم کر اسکے سامنے آئی مگر حسنین کی تیر نگاہ اسکو جھلسا کر رکھ گئی تھی۔

"مجھے آپکی بہت فکر ہے حسنین، بہت روکا خود کو مگر ناکام رہی" عیشہ اپنی بے بسی کا خلاصہ کہتے ہوئے ویران لگی تھی اور حسنین کی تپش دیتی آنکھیں رتی بھر بھی مہربان نہ ہوئیں۔

"تمہیں کہا تھا تمہارا تجسس ٹھیک نہیں، چاہتی کیا ہو تم کیوں میری جان نہیں چھوڑ رہی ہو" حسنین اسے صاف صاف جھاڑتے ہوئے استفسار کر رہا تھا اور عیشہ کا مرجھایا چہرہ وہ پڑھ کر بھی انجان بننے کی اداکاری میں ملوث تھا۔

"میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتی، دوست بننا چاہتی ہوں آپکی۔ مجھے ایسا لگتا ہے آپکو کسی ہمدرد کی ضرورت ہے۔ میں ہرگز تجسس کی ماری نہیں ہوں، نہ آپ پر ہمدردی لٹا رہی ہوں۔ آپ کی تکلیف نے متاثر کیا ہے" حسنین ایک پل کو دنگ رہ گیا، دائم کے بعد بلال کے علاوہ کسی کو خود کے لیے تکلیف میں نہیں دیکھا تھا مگر اس وقت عیشہ کے چہرے کا رنگ اسے اتنا سچا لگا کہ اسکا دل چاہا اس لڑکی کی ہر بات پر ایمان لے آئے۔

"مجھے کوئی تکلیف نہیں لہذا تم دوبارہ آنے کی تکلیف بھی مت کرنا عیشہ، مجھے کسی ہمدرد کی ضرورت نہیں۔ تم فضول میں اپنا وقت برباد کر رہی ہو" حسنین کی خودپرستی انتہا کی تھی اور وہ زچ ہونا قبول نہیں کر سکتا تھا۔

"میں اچھا لڑکا نہیں ہوں، نا تہذیب یافتہ جسکے منہ سے بات کرتے سمے پھول جھڑیں۔ تم ایک اچھی اور حساس لڑکی ہو۔ میری دوستی سے بہتر ہے جا کر اپنے لیے کوئی اور رحم دلی کا سبب تلاشو۔ اب جاو" حسنین حتمی فیصلہ سنا کر اسے مایوس لوٹا رہا تھا اور عیشہ کا دل تھم سا گیا۔

"پلیز" عیشہ خالی ہاتھ جانے پر رنجیدہ تھی۔

"گیٹ اوٹ فرام ہیر، آسان زبان تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔ دوبارہ میرے سامنے مت آنا سنا تم نے" نا جانے کیا ہوا کے وہ پھٹ پڑا تھا، عیشہ تک اسکی دھاڑ پر سہم گئی۔

"میں یہاں آپکو غصہ دلانے نہیں آئی تھی، پرسوں میری برتھ ڈے ہے اس پر ایک دوست کی طرح بلانے آئی تھی۔ آئی ایم سوری، مجھے کوئی حق نہیں زبردستی آپ سے دوستی کا رتبہ مانگنے کا، آپ کی مرضی آپ جئیں یا نہ جئیں۔ نہیں آوں گی" عیشہ کا دل صاف توڑ کر وہ بھی کہاں ٹھیک رہا تھا، اسکی یہ باتیں حسنین کا دل بھی روک

گئیں مگر عیشہ اس سے پہلے کے یہ شروع ہوتی محبت یہیں دفن کرتی، اس نے پیچھے سے ہاتھ تھاما تھا.

وہ مڑا تھا، بجھی بادامی آنکھیں گہری سیاہ سرخ گوشوں والی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں. التجا, خوف, بے بسی, اضطراب..... کیا کچھ نظر نہیں آیا تھا ان سیاہ کانچ کے کٹوروں میں........ دونوں کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا.

عیشہ نے اپنے ہاتھ کو حسنین کے ہاتھ میں دیکھ کر جھرجھری لی اور ان آنکھوں کی خاموش ہاں نے عیشہ کی کھوئی مسکان واپس لائی۔

"دوست نہیں، حق زوجیت پر مانوں گا۔ اسکے علاوہ حسنین منصور کے سامنے ہر شے ہر رشتہ بے وقعت ہے۔ بتاو کرو گی مجھ سے شادی، ہاں اب تمہارے اس ہمدردی کے بھوت کو ہوا ہوتا دیکھوں گا۔ باتیں تو بہت کر رہی ہو تم میرے لیے احساس اور جذبات رکھتی ہو، دیکھتا ہوں کتنی جان ہے تمہاری ان کھوکھلی باتوں میں" وہ جو اس پل بھر کی نرمی پر مسکرائی تھی، حسنین کی اگلی دل کو روک دیتی بات پر ہونق زدہ بن

کر اسے دیکھنے لگی جو استہزایہ سا اسکے پھٹے تاثرات دیکھ کر اس لڑکی سے جان چھوٹنے کی یقین دہانی کرواتا اسکا ہاتھ چھوڑ گیا۔

"ک۔۔۔کیا شادی؟" عیشہ کو لگا اس کی سماعت بدحواس ہو گئی ہے، بمشکل لفظ ادا کرتی وہ کانپ سی گئی۔

"لڑکی ذات سے دوستی نہیں کرتا حسنین منصور، ہر ناجائز کام بھلے اس بے رحم زندگی نے کروایا ہو پر عورت ذات سے کوسوں دور رہا ہوں۔ میرا نمبر لے لینا بلال سے، اگر منظور ہوا تو آجاوں گا اپنے سسرال حاضری دینے ادروائز تم دوبارہ اپنی یہ شکل اور ہمدردی کا ٹوکرا لے کر مت آنا" حسنین سخت انداز سے ایک ایک لفظ چباتا اس پر بجلی گرائے باہر نکلا اور عیشہ جو ایک ٹرانس میں مقید تھی، بمشکل کانپتی ٹانگوں سے صوفے کا سہارا لے پائی۔

اسکے جسم کا سارا لہو اسکے چہرے پر تھا اور کچھ دیر اپنی حالت درست کرتی وہ مڑی تو سامنے بلال کو دیکھ کر اپنا زرد چہرہ بحال کیا اور پھٹے تاثر سے اسکی سمت دیکھا جو اسے ایک چٹ دے رہا تھا جس پر اسکا نمبر درج تھا۔

"میرا نمبر، سوچ لو مجھے بتا دینا" بلال ملائم پن اور شفقت سے کہتا بولا اور وہ کانپتے ہاتھ سے چٹ کو پکڑے تیز تیز قدم اٹھاتی بنا ریسیپشن کی سمت دیکھے کیفے سے باہر نکل گئی۔

بلال باہر نکل کر ایک نظر اب کام کرتے ربورٹ حسنین کو دیکھ رہا تھا اور دوسری نظر باہر کی سمت جاتی عیشہ کو۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دل کے رشتے اگر وجود کی خوشبو نہ بنیں تو پھر روح کا درد بن جاتے ہیں، اور اسکی روح تو پہلے ہی زخموں سے چور تھی۔ منعام اب مزید کوئی بوجھ نہیں سہہ پا رہی تھی۔

وہ اسکا مہربان ہمیشہ بنا کہے ماہی کو سب کہہ دیتا تھا۔

اسکی آنکھیں ماہی کو اپنی رہی سہی آسانی ختم کرنے پر مجبور کر گئی تھیں۔

"آپکے دل کو کوئی زخم لگتا ہے آپ ٹھیس سہتی ہیں اور جب میں مرہم کا سامان نہیں کر پاتا ماہی، تو میرا دل کرتا ہے میں اپنا وجود زخم زخم کر دوں۔ تمام آرام پہنچاتی دواوں پر وہ آسیب پھونک دوں کے میرے لیے کوئی مسیحائی کی راہ باقی نا رہے۔

جیسے میرے دل کو آپ کے دل سے راہ ہونے لگی ہے میں چاہتا ہوں میرے درد کو آپکے درد سے فرق محسوس ہو اور میرے زخموں کو آپکے زخموں کا اثر پہنچے" سماعت میں گزری رات کی سرگوشی ماہی کے لاشعور میں بازگشت بن کر اسے کسی ایک سمت فیصلہ لینے پر مائل کر رہی تھی۔

"یہ کون ہے جو گلاب لہجوں میں راکھ بن کے بکھر رہا ہے، گلاب لہجوں پہ نقش کتنی کہانیاں ہیں۔ خزاں رُتوں میں چمن میں اک آتشیں سماں ہے، گلاب لہجوں پہ ڈھیر ساری اداسیاں ہیں" وہ آج ہارنے والی تھی، ہار تب تک انسان پر حاوی نہیں ہوتی جب تک انسان اسے مان نہ لے۔

وہ آج دائم کی ہر یاد اپنے دل کے مقبرے میں دبانے والی تھی۔

"میرے دل وجان کی واحد بہار، دائم شہروز! میری آپ سے بے وفائی کے ان شروع ہوتے دائروں سے دور تخیل میں میری ایک دنیا ہمیشہ آباد رہے گی جہاں ہماری محبت کا موسم خوبصورتی کے جوبن پر رہے گا، جہاں کی زمین ہمارے احساس کے نم سے ہر دم زرخیز رہے گی۔

جہاں پھول کی نرم پتیوں جیسے جذبات پہ قدر اور مدح کا شبنم ان کو اور حسین بنائے گا اور جہاں مسرتوں سے لبریز ہوائیں چلیں گی اور سکون کی بارش ہوتی رہے گی۔

جہاں مسکان کا تحیۃ اور خلوص کا تحفہ عام ہو گا، جہاں آپ ہوں گے دائم اور میں ہوں گی اور کوئی نہیں ہو گا" آج وہ آخری بار اپنی محبت کو یاد کر رہی تھی، وہ جانتی تھی اسکی محبت جاوداں ہے مگر اسے لگتا تھا اس پر بحیثیت بیوی بھی اب کچھ فرض مقرر ہیں۔

"میرا ماہی مجھ سے روٹھ گیا ہے، مجھے کتنا بے آسا چھوڑ گیا ہے۔ گویا اب کی بار سہاگن کی لال چنر میں، عشق کا رنگ پکا نہ نکلا" آخری آنسو فصیل جان سے گر گیا، ماہی نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں کو انگلیوں کی پوروں سے رگڑا اور بے ربط سا سانس لیا۔

"آج عالم کی دی رعایت ختم ہو جائے گی، یا اللہ آپ میری آبرو رکھ لیں۔ مجھے راستہ دیکھائیں کے میں حقیقت میں کس کی ہوں۔ آپ جانتے ہیں آپکی یہ گنہگار بندی بہت مجبور اور بے بس ہے، میرے ہر طرف گھپ اندھیرا ہے اور کوئی روشنی کی کرن دیکھائی نہیں دیتی۔ آپ تو ہر شے پر قادر ہیں۔ آپ مجھے سہی راہ دیکھائیں، میں جسکی ہوں میرا دل اسکی سمت کر دیں" ڈھلتی شام جب جب گہری ہوتی تو ماہی کو لگتا اسکی ذات بھی ڈھل رہی ہے۔ کھڑکی سے لگی کھڑی وہ بہت بجھی ہوئی تھی، محبت سے دستبردار ہو کر فرض کی سمت قدم بڑھانا اسکے لیے سوہان روح تھا مگر ضروری بھی تھا۔

پانچ وقت نماز کی عادی منعام، تہجد گزار بن چکی تھی۔

راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی آسانی مانگتی، اللہ سے سب کہتی اور اگلا دن گزارنے کی ہمت اس میں بھرنے لگتی۔

وہ سجدوں میں اس مالک دو جہان سے طویل ٹھہراو کے ساتھ اپنا سکون مانگتی تو اسے لگتا کوئی اسکے دل کو نرمی سے سہلانے لگا ہے۔

بے شک اللہ کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، وہ اپنی کوتاہی کی لاحق سزا کے آخری مرحلے میں تھی کیونکہ ممکن تھا اس کے لیے ایک آخری امتحان تیار کیا جانے کو تھا۔

وہ اپنی نہیں اپنے بابا کی رسوائی اور تربیت پر حرف آنے سے ڈرتی تھی۔

وہ عالم کو دیکھ کر شرمندہ ہوتی، وہ شخص صورت چھوڑ کر ہر طرح اسکو سکون دینے لگا تھا۔

کبھی کبھی تو عالم کی حد درجہ نرمی پر وہ الجھنے لگتی، اسکا دل اس شخص کے دل کی سمت کھچاو محسوس کرتا مگر وہ چہرہ اسے روک دیتا۔

"محبت کرنے والوں کے پاس راستہ نہیں ہوتا صرف دروازہ ہوتا ہے

میں ریل کی پٹڑی ہوں، مُڑ گئی تو آپ کو جھٹکا لگے گا

مجھے لگتا ہے میں آگ نگل سکتی ہوں۔

رات ہر پندرہویں کے بعد مجھے چاند کی ایک ڈلی کھلاتی ہے

مُکر جانا کونسی بڑی بات ہے، خواب بھی تو آنکھ کھلنے کے بعد جھوٹے ہو جاتے ہیں۔

میں نے اپنے پَر جلا دیئے ہیں لیکن میری آنکھیں سیلانیوں کی آنکھیں ہیں۔

محبت کو پروان چڑھانے اور نبھانے کے لیے میں نے اپنے اندر ہر رنگ کے پھول کا بیج بویا تھا۔

بارش اور مٹی میرے پسندیدہ تھے، پھر بھی کیچڑ اچھالنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔

ہر روز خود کو الگ آئینے میں دیکھنے میں کیا برائی ہے؟ میں جھوٹی نہیں ہوں، اس لیے

میں نے دروازے سے اندر آتے ہی

اپنے پیر کاٹ دیئے تھے۔۔۔"!

وہ نڈھال تھی، سکت سے زیادہ بڑے دکھ اٹھائے تھے۔

وہ خود کو عالم کے لیے موزوں نہیں سمجھتی تھی، اسے لگتا تھا کہ اگر اس نے عالم کی پیش رفت قبول کی تو آسمان پھٹ جائے گا۔

زمین دو ٹکڑوں میں اس بے وفائی پر بٹ جائے گی۔

اور پھر حشر کے دن وہ کس سے آنکھ ملائے گی اور کس سے اپنا آپ چھپائے گی۔

ایک طرف عالم کہے گا کہ تم جھوٹی اور دھوکے باز تھی دوسری سمت دائم کہے گا تم تو بے وفا نکلی۔

اور پھر حشر کے دن وہ کیا جواب دے گی کہ وہ تو اپنی بھی نہ تھی۔

زندگی بہت بے رحمی سے اسے ازما رہی تھی، آج کی یہ شام تو ویسے بھی ماہی روک دینا چاہتی تھی۔

آج وہ عالم کو اپنی بے رخی کا کیا سبب کہے گی، اور اگر وہ آخری مہربان انجان شخص بھی اس سے بدگمان ہو گیا تو بھی اسکی زندگی اندھیرے اور گھاٹے میں ہی تھی۔

وارڈراب کی سمت بڑھتی وہ اپنے لیے عالم کی ہی لائی سرخ فراک نکال کر افسردگی سے اسے چھو رہی تھی۔

آنکھوں میں جلن تھی، راہ فرار دم توڑ گئی تھی۔

آسمان پر آج پھر سے جشن تھا۔

آج وہ خود کو عالم کے سپرد کرنے کا کٹھن جان لیوا فیصلہ لینے والی تھی۔

دوسری سمت مقصود معراج خان گھر کے لان میں بیٹھے چند انہونے فسانوں کو سوچ رہے تھے۔

اس روز قبرستان میں مقصود معراج خان نے اس قبر پر جو مکالمہ کیا تھا وہ عیاں ہونے والا تھا۔

اس روز نہیں وہ ہر روز اس قبر پر یہی مکالمہ کرتے تھے۔ جانتے ہیں وہ قبر کس کی تھی؟

اس روز مقصود صاحب نے نکاح خواں سے کیا کہا تھا؟

اُس روز گلاب کی پتیاں شاپر سے نکالے وہ پوری قبر پر بھرائی آنکھوں سے ڈالنے کے بعد اگر بتیوں کو قبر کے سرہانے گاڑ کر انکو جلا رہے تھے، یہی سب ساتھ بنی اپنی زوجہ کی قبر پر بھی سب کیا، جلتی اگر بتیوں پر پھونک مارتے ہی انکا خوشبودار دھواں ہر سمت اڑنے لگا اور وہ خود بھی کوٹ کے بٹن کھولے قبر کے پاس جا بیٹھے۔ اس وقت وہ اپنی اور عالم کی ملاقات یاد کر رہے تھے، شامیں انھیں بھی ہلکان کرتی تھیں

"بہت مس کرتے ہیں تمہارے آغا جان تمہیں، سچ ہے کہ تم سے جدائی کا مرہم نہ ملا ہوتا تو تمہارے بابا بھی زندہ نہ ہوتے۔ میرے دل کے قرار، بہت یاد آتے ہو یار"

تاسف سے نڈھال ہو کر وہ اس قبر پر بہت ملائم پن سے پیار کیے اپنے آنسو بھی ہٹا گئے، اس قبر پر تختی نہ ہونے میں یہی مصلحت تھی کیونکہ وہ اصل عالم تھا۔

"جانتا ہوں تم سے کی ناانصافی بہت بڑی ہے، تمہاری جگہ تمہارے عکس کو دے دی۔ پر جتنا وہ مجھے پیارا ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر میری جان ہو تم۔ وعدہ کرتا ہوں جس روز وہ مکمل ٹھیک ہو جائے گا میں تمہاری قبر پر تختی نسب کر دوں گا۔ اپنے بابا کی اس

مصلحت پر یقیناً تم راضی ہو، تم چلے گئے ہو مگر تم پھر بھی میرے ساتھ ہو۔ یہ سچائی صرف میں، تم اور وہ جانتے ہیں مگر ایک نہ ایک دن یہ کھل جائے گی، سچ پوچھو تو کبھی کبھی اسکے بھی دور ہو جانے کا خوف میرا دل کپکپا دیتا ہے۔ تمہارے بعد اب اسکو بھی کھو دینے کا حوصلہ نہیں ہے میرے بچے" اس روز آواز کا اتار چڑھاؤ اور آنکھوں میں جی بھر کر درد لیے ہوئے وہ بہت شکستہ اور پشیمان تو تھے ہی مگر اختتام تک یوں لگا بہت خوفزدہ بھی ہیں۔

اس قبر میں کون دفن تھا، کیا عالم اور عیشہ کے علاوہ بھی مقصود خان کی کوئی اولاد تھی، اور یہ کس سچائی کا ذکر کر رہے تھے۔

نہیں، انکی کوئی تیسری اولاد نہ تھی۔

بس عالم کی وقتی شناخت کا اسکے عکس کے پاس ہونا ہی مصلحت تھی۔

"ماہی دے دی ہے اسے، تمہاری طرح وہ بھی اسکو محبوب سمجھتا ہے۔ یہ بہت عجیب معاملہ ہے اور دنگ ہوں میں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ میں نے ماہی کو بچپن میں

تمہارے لیے مانگا مگر وہ پہنچی اس تک۔ وہ ماہی سے محبت کرتا ہے، تھوڑا مطمئین ہوا ہوں کے وہ شاید اب بہتری کی سمت گامزن ہو جائے اور اسکی یاداشت لوٹ آئے تاکہ اسے اسکا چہرہ اور اسکا کھویا اعتماد لوٹا سکوں کیونکہ یہ مجھ پر قرض ہے۔ وہ بھی تمہیں بہت یاد کرتا ہے، لیکن ایک الجھن ہے کہ وہ بہت بے چین ہے۔ تم دعا کرو اسکی بے چینی اور ہم سب کا یہ امتحان ختم ہو جائے"

اس روز قبر کے اندر موجود وجود سے مقصود خان بلکل ہم نفس کی مانند ہمکلام تھے، یہ آج کا قصہ نہیں تھا، جب سے یہ قبر بنی تھی تب سے وہ روز اپنے بچے سے ملنے آتے تھے، ہاں انکا عزیز بچہ عالم معراج خان۔

آسمان پر ابھی سے اس انکشاف پر سیاہی چھا رہی تھی۔

پرانے پھول سوکھتے نہ تھے کہ آغا جان اپنے اس گلشن کی مہک دوبارہ بڑھا دیتے تھے، وہ بھی بلکل ویسے ہمکلام تھے جیسے وہ قبر والا انکو نا صرف سن رہا ہے بلکے اسکی ہر بات پر سر بھی ہلا رہا ہے۔

"تم سے دل ہلکا کر لیتا ہوں تو پر سکون ہو جاتا ہوں، عیشہ بہت خوش رہتی ہے۔ اپنے دوسرے بھیا کی بجھی اور بے چین زندگی میں رنگ بھرتی رہتی ہے، وہ بھی تو تمہارا عکس ہے۔ سوچتا ہوں اسے کیسے سنبھالوں گا جب اسے سچائی پتا چلے گی، تمہارے بابا ان سوچوں سے ہلکان ہو جاتے ہیں۔ میرے جگر کے گوشے اللہ تمہاری آگے کی منزلیں آسان کرے، اپنی ماں کے ساتھ جنت کے مزے لوٹتے ہو گے تم یقیناً۔ اللہ تمہیں پر سکون رکھے، اللہ تمہیں آسودہ رکھے" یک لخت پھر سے انکی آنکھیں بھر آئیں اور پھر سے وہ قبر کی مٹی پر بوسہ دیے وہ تاثیر اپنے بچے تک پہنچا رہے تھے۔ نظر ساتھ بنی انکی زوجہ کی قبر پر گئی تو دعاوں کا رخ اس سمت ہوا۔

آنکھوں میں کسی بڑے ضیاع کی لہر پوری قوت سے بیدار تھی۔

اور پھر اپنے دونوں عزیز حصوں سے اجازت طلب کرتے اس روز واپس اپنی گاڑی کی سمت بڑھ گئے تھے۔

کچھ دیر مزید وہ یونہی بیٹھ کر نم آنکھوں سے ماضی کے ہولناک حادثات پر نگاہ دوڑاتے رہے،

پھر سے سیاہی سے اضافہ ہوا۔

نکاح کا وہ دن بھی لان میں بیٹھے مقصود معراج کو یاد آیا جب وہ نکاح خواں کو لیے ایک طرف گئے تھے۔

"میں اسے نہیں جانتا، کہ اصل نام، اسکی پہچان کیا ہے۔ دراصل ایک حادثے میں اس نے اپنے چہرے کے خدوحال کے ساتھ ساتھ اپنی یاداشت بھی کھو دی تھی۔ میرے پاس میرے عالم کی موت کے تازہ غم کو ٹالنے اور اسکے اصل چہرے کی بہتری کی یہ سبیل تھی کہ میں نے اسے عالم کا وقتی منصوعی چہرہ دیا جب تک اسکا اصل چہرہ مجھے معلوم نہیں ہو جاتا تب تک وہ عالم جیسے منصوعی چہرے کے سنگ رہے، اور یقین کریں اسکے ہوش میں آنے پر اسکے بولنے کے انداز اور اسکا چند دنوں میں میرا ویسا حقیقت پسند اور الجھا عالم بن جانا مجھے اللہ کے کاموں کی شان دکھا گیا تھا۔ آپ

بتائیں کے اسکا نکاح اس نام کے سنگ ہو جائے گا؟ خدارا نہ مت کہیے گا مولانا صاحب یہ میرے دوسرے عالم معراج کی زندگی کا سوال ہے"

اس روز مقصود صاحب بہت خوفزدہ تھے اور کتنی ہی دیر مولوی صاحب ورطہ حیرت میں ڈوبے اللہ کے کن کی شان دیکھتے رہے اور پھر تمام سوچیں جھٹک کر وہ انکے کندھے پر دست تسلی رکھ چکے تھے۔

"نکاح ہو جائے گا، تسلی رکھیں۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں اور وہی جانتا ہے کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ وہ یا آپ اسکی اصل سے ناوقف ہیں لہذا اسکی موجودہ پہچان ہی لکھی جائے گی اور اگر کبھی آگے جا کر اسے اپنا سب کچھ یاد آتا ہے تب بھی نکاح قائم رہے گا۔ اللہ آپکو اور اس بچے کو آسانیاں دیں۔ خود سے انجان ہونا یقیناً اک بہت بڑی تکلیف ہے، میں دعا کروں گا آپ سب کو اس امتحان میں سرخرو ہونا نصیب ہو"

اس روز مولانا صاحب کی یہ ساری باتیں مقصود صاحب کے دل کو پر سکون کر گئی تھیں۔

آج یونہی انھیں وہ سب یاد آرہا تھا، خود عالم کا دوسرا روپ بھی جانتا تھا کہ وہ حقیقی عالم نہیں اور اس حقیقت سے وہ اور مقصود دونوں واقف تھے۔

جس حالت میں یہ شخص انکو ملا تھا وہ حالت یاد کر کے مقصود صاحب کی روح کانپ جاتی تھی۔

وہ دن آئی سی یو روم میں زندگی کی آخری سانسیں لیتا دائم شہروز اللہ کے حکم کے بعد مقصود معراج خان کی مسیحائی سے فقط موت سے بچا تھا۔

اسکے ماتھے پر ایک بڑا کٹ تھا اور ایک طرف سے چہرہ بری طرح پھٹ گیا تھا۔ اسے اس حال میں دیکھنا ڈاکٹرز تک کی آنکھوں میں خوف بھر گیا۔

عالم کی وفات کا علم صرف عیشہ کو نہ تھا، مقصود اتنا بڑا صدمہ عیشہ کو لاحق کرنے سے خوف کھا گئے تھے۔

اور پھر دائم کے چہرے کی بگھڑتی حالت اور اسکا بہتری کی سمت آنے کے بجائے کومہ میں چلے جانا مقصود اور زبیر دونوں کے لیے پریشان کن تھا۔

پھر اسے سڈنی کے بہت بڑے ہوسپٹل لے جایا گیا، عیشہ اس دوران بس یہ جانتی تھی کہ اسکے بھیا ٹھیک نہیں۔ زبیر کی وائف منیرہ نے اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ عیشہ کو بھی اپنے گھر رکھا۔

اس نے باقی کے دو سال تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔

آسٹریلیا کی بیسٹ سکن سپیشلسٹ ٹیم کو اس کیس میں شامل کیا گیا، اسکی ذہنی حالت تو ابتر تھی ہی مگر ڈاکٹرز نے اسکے مسخ شدہ چہرے کی بہتری کی ہر ممکن کوشش کی یہاں تک کے چہرے کے ڈھانچوں کا ایک کمپوٹرائز سکیچ تک ترتیب دیا گیا مگر وہ اس قدر وافع نہ تھا کہ دائم کو اس سکیچ کی شکل دی جا سکتی۔

پھر دو سال تک اسکے چہرے کی بہتر ہوتی حالت پر وہ لوگ پر امید تو تھے مگر دو سال بعد اس مسخ چہرے والے نے کومہ سے نکل کر جب یہ انکشاف کیا کہ اسے کچھ یاد نہیں تو ڈاکٹرز اسکے چہرے کی مزید بہتری کی سمت کام روک گئے۔

اسے دیکھنا ایک کٹھن امر تھا، یہاں تک کہ وہ شخص خود اپنے چہرے کی تباہی پر دہل جاتا۔

کچھ ماہ مزید گزرے اور آخر کار دائم کے چہرے کی مکمل بحالی کے لیے اسے ایک حفاظتی چہرے کا منصوعی ماسک دینے کا فیصلہ طے پایا۔ اس منصوعی چہرے کا مقصد دائم کے اصل چہرے کی اندرونی مرمت تھی اور اسے بہت سوچ بچار کے بعد اور اس وقت کی مصلحت جانتے ہوئے عالم کا ہی چہرہ دینے کا سوچا گیا۔

پلاسٹک سرجری وقتی تھی جس کا دورانیہ کچھ سال پر محیط تھا، دائم ایک طرح سے ذہن و دل سے خالی تھا اور جب اسے ایک دیکھنے کے قابل چہرہ ملا تو وہ اسی مطابق ڈھلنے کی وقتی کوشش پر لگا دیا گیا۔

اسے اس سارے تکلیف دہ عمل میں مقصود اور زبیر نے ہمت ہار نے نہ دی، اور پھر اپنے مسیحا کے لیے وہ بھی وقت کے ساتھ دائم شہروز سے انکا عالم معراج خان بن گیا۔

عیشہ کو وقتی دکھ سے بچانے کی کوشش کامیاب رہی، اسے عالم بھیا دو سال کے انتظار کے بعد واپس ملے تو اسکی خوشی بھی بحال ہوئی۔

مقصود معراج خان نے پہلے ہی دن دائم سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی یاداشت آتے ہی وہ اسے اسکا اصل چہرہ واپس دیں گے مگر یہ وعدہ بھی لیا کے وہ انکا عالم بھی آخری سانس تک رہے۔

بھلے وہ عالم بن گیا مگر اسکا ذہن و دل منتشر، بے چین اور بے قرار ہی رہا۔

ذہن میں اگر کسی نام کو سن کر سکون اترتا تو وہ ماہی تھی، جیسے باقی سب اس نے اپنایا تھا مگر اک واحد ماہی کے نام سے کشش تھی جو فطری سی اس دوسرے عالم معراج خان کے دل میں پیدا ہوئی۔

کیونکہ وہ ماہی کا دائم تھا، ہر چیز کھو دی اس نے مگر ماہی کی محبت اسکی روح سے الگ نہ ہو پائی۔ آج بھی وہ اپنے ان دردناک دنوں کا سوچتے تو کانپ اٹھتے، اپنے درد دیتے دنوں کو فراموش کرتے اٹھ کر اندرونی سمت بڑھ گئے۔

دراصل جلد کی گرافٹنگ ایک جراحی طریقہ کار ہے جس میں جسم کے کسی ایک حصے سے جلد کو ہٹانا اور اسے حرکت دینا، یا اس کی پیوند کاری جسم کے کسی مختلف علاقے میں کرنا شامل ہوتا ہے۔ یہ سرجری ہو سکتی ہے اگر جسم کا ایک حصہ جلنے، چوٹ لگنے یا بیماری کی وجہ سے جلد کا حفاظتی ڈھانچہ کھو بیٹھے۔

جلد کو گہرے ٹشوؤں سے دور کر دیا جاتا ہے، جس سے زیادہ مضبوطی سے سرخ رنگ لیتے ہیں، اور جلد کی زیادتی ہٹ جاتی ہے۔ چیر اوں یعنی گہرے کٹس اور پھٹے خوفناک گڑھوں کو پھر سوس کے ساتھ بند کر دیا جاتا ہے۔ چہرے اور گردن کے گہرے ٹشوز بھی اس سے سخت ہو سکتے ہیں۔

اور پلاسٹک سرجری ایک جراحی کی خاصیت ہے جس میں انسانی جسم کی بحالی، تعمیر نو یا تبدیلی شامل ہے۔ اسے دو اہم اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: تعمیر نو سرجری اور کاسمیٹک سرجری۔ ویسے تو انسان کا چہرہ اللہ تعالی نے اس خوبصورتی اور باریکی سے بنایا ہے کہ وہ مستقل کوئی اور دوسرا چہرہ ہرگز نہیں لے سکتا، ہاں میڈیکل میں وقتی طور پر اصل چہرے کی مکمل بحالی کے لیے وقتی طور پر کوئی اور شکل دینی ممکن ہے مگر یہ بھی ہر کیس میں کامیابی ملنا ممکن نہیں ہوتا کیونکہ اسکے اصل چہرے پر بہت سے سائیڈ ایفیکٹس بھی ہونے لگتے ہیں۔ جس کے باعث اصل چہرے کی بہتری کے بدلے اسکا مزید نقصان ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس کیس میں یہ کامیابی ملنا بھی ایک مصلحت تھی، محبت اور زندگی دونوں نے ایک ساتھ امتحان لینے کی جو ٹھان لی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"سر عیشہ آئی ہے" دائم اپنی میٹینگ سے فری ہو کر باقی کام کو تکمیل دے رہا تھا جب سیکرٹری نے اسے عیشہ کا بتایا تو وہ مسکرا دیا۔

"ہاں اسے میرے آفس کی طرف بھیج دیں میں آتا ہوں" دائم نے فون پر تاکید کیے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا اور چیئر سے کوٹ اٹھا کر پہنتے ہوئے فون لیے میٹنگ روم سے باہر نکلا۔

اپنے آفس تک جاتے ہوئے اسے دو منٹ لگے اور عیشہ کو آفس روم میں گلاس ونڈو کی سمت چہرہ کرکے کھڑا دیکھ کر وہ مسکراتی آنکھوں کے سنگ فون ٹیبل پر رکھے عیشہ تک پہنچا جو آہٹ پر مڑی اور اسکے چہرے کی تلخی اور پریشانی پر اسکے بھیا عالم تمام مسکراہٹ معدوم کیے فکر سے اٹے انداز میں عیشہ کو شانوں سے تھام چکے تھے جو بھیا کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ بھیا کے گلے لگ کر روہانسی ہوئی۔

عیشہ کے ساتھ بھلے اسکا سگا رشتہ نہ تھا مگر وہ اسے عالم ہی سمجھتی تھی اور وہ بھی اسے عالم جیسا پیار دیتا تھا۔

عیشہ کو وہ کافی دن سے چپ دیکھ رہا تھا مگر آج تو وہ یوں رو کر اسکا دل تھما گئی۔

"بچے کیا ہو گیا، عیشہ بھیا کی جان مجھے بتاؤ کس نے رلایا ہے میری پرنسس کو" دائم بہت نرمی سے اسکا سرخ ہوتا نازک چہرہ ہاتھوں میں بھرے پوچھ رہا تھا اور وہ اس وقت جس ذہنی دباؤ میں تھی اسے رونے کے سوا کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"آ۔۔۔ آئی ایم س۔۔ سوری بھیا جانو" بھیگی آواز کے سنگ دائم نے اس کپکپاتی عیشہ کا بے ربط فقرہ سن کر تشویش زدہ ہوئے ایک بار پھر اسے ساتھ لگایا جو اس وقت کچھ بتانے کی کنڈیشن میں نہ تھی۔

"بس ناں، اتنا سارا کیوں رو رہی ہے میری گڑیا۔ ایک دم چپ اور بتاؤ مجھے آؤ یہاں میرے پاس" اسے ہنوز کچھ بہتر کرتا اب وہ اسے ساتھ لگائے صوفے تک لایا اور اس نڈھال پری کو بٹھائے خود بھی اسکے دونوں ہاتھ پکڑے ساتھ بیٹھا جو رو کر سرخ ہو گئی تھی۔

اس عالم کا دل بھی عیشہ کی کوئی تکلیف نہیں سہہ پاتا تھا جسکی وجہ اسکا اور عیشہ کا سگے بہن بھائیوں سے بڑھ کر پیار تھا۔

"آپ مجھ سے خ۔۔۔ خفا تو نہ۔۔۔ نہیں ہوں گے ناں" عیشہ ہنوز سرخ ہوتی گالوں اور آنکھوں کو رگڑتے روئی سی بولی جس پر دائم بھی اب پریشانی میں مبتلا اسکی گال سے ہتھیلی جوڑ چکا تھا۔

"میرے بچے تم سے خفا کیسے ہو سکتا ہوں، جو بھی ہے مجھے بتاو۔ میرے ہوتے ہوئے میری گڑیا کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئیں گے، چلو بتاو مجھے" دائم اسے دوستانہ انداز میں کمفرٹیبل کر کے اپنی ساری توجہ عیشہ کی سمت مبذول کر چکا تھا اور وہ جانتی تھی وہ اپنے دل کی ساری کیفیت سے لے کر حسنین کے دل دہلاتے مطالبے کی ساری داستان بلا جھجک عالم بھیا کو کہہ سکتی ہے۔

اور پھر عیشہ نے سہم کر اور روتے ہوئے الف سے یے ساری بات دائم کو بتادی اور ہراساں سئ بھیا کے سنجیدہ اور تناوزدہ چہرے کو دیکھنے لگی جو یہ سب سن کر حقیقتً شاکڈ ہوا تھا۔

"او میری گڑیا، یہ سب۔پہلے تو تم یہ رونا بند کرو۔یہاں آو پاگل کہیں کی" وہ جانتا تھا وہ عالم کی سمت سے بس نرمی کی عادی ہے تبھی وہ اسے ویسی ہی محبت سونپتا تھا مگر دائم اس عجیب بندے پر غصہ ہو کر بھی عیشہ کو نرمی سے اپنے ساتھ لگا چکا تھا جو اب بہت بہتر تھی۔

دائم اس معاملے کو جان کر بہت جنجھلا گیا تھا، اور وہ پہلی فرصت میں آغا جان سے ڈسکس کر کے ہی اس سارے معاملے کا حل چاہتا تھا۔

اور عیشہ کی خوشی اسکے لیے عزیز تھی جو اس نے نادانستہ اس لڑکے کے ساتھ جوڑلی تھی۔

"بھیا جانو میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا، آپ جانتے ہیں آپکی عیشو کبھی کچھ غلط نہیں کر سکتی۔ وہ خود میرے دماغ میں گھس گئے تھے اور اب د۔۔۔ دل میں بھی" عیشہ کو لگتا تھا اس نے کچھ غلط کر ڈالا تبھی وہ معصومیت سے صفائیاں دے رہی تھی اور اس محبت کی بے اختیاری کا تو وہ خود قائل تھا تو عیشہ کو کیا ڈانٹتا یا اس سے نکل جانے کا طریقہ بتاتا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب انسان کے اختیار میں نہیں ہے مگر عیشو ہم بنا جانے اور سمجھے تمہیں اس کے حوالے نہیں کر سکتے۔ تم اسے بلا لو برتھ ڈے پر تا کہ میں اور بابا اس سے مل لیں پھر آگے کے معاملات ملاقات پر منحصر ہوں گے۔ اور ایک بات یاد رکھنا میں اور آغا جان تمہاری بہتری کو پہلے فوقیت دیں گے اور اگر ہمیں لگا کے وہ ہماری گڑیا کے لائق ہے تو تمہاری خوشی ضرور پوری ہو گی" دائم اسے سنجیدگی سے تمام معاملات واضح کر رہا تھا اور وہ بھی اب رونا چھوڑے کچھ بہتر ہوئے بھیا کو دیکھ رہی تھی جو اسکی مما ہی بنے لگ رہے تھے۔

"مجھے یقین ہے آپ اور بابا جو کریں گے بہتر ہو گا، تھینک یو اپنی عیشو کو سمجھنے کے لیے۔ آپ میرے لیے بہت ضروری ہیں بھیا جانو، آئی لو یو" عیشہ کا دل ہلکا پا کر اب کی بار وہ بھی مسکایا تھا۔ بہت نرمی سے اسکی نازک گال دبائے وہ اب تھوڑا اس مس روتو کو ہنسانے والا تھا۔

"آئی لو یو ٹو میری گڑیا، کب یہ چھٹکی اتنی بڑی ہوئی بھئی سچی ہمیں تو پتا ہی نہیں چلا۔ ویسے تیار ہو جا لڑکی اب تجھے تیرے بھیا جانو تیرے اُن کے نام سے چھیڑیں گے۔ ھاھا میرا ابا ولا بچہ" دائم کی اسے ہنسانے کی کوشش سو فیصد کامیاب ہوئی اور وہ جو عیشہ کے رونے پر گھبرا گیا تھا، اپنی اس بہار کے چہرے پر جگمگاتی ہنسی واپس پا کر جی اٹھا۔

دونوں ایک ساتھ ہی اچھے اور خوشگوار موڈ میں گھر کے لیے نکلے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بہت نا قابل یقین مگر بہترین فیصلہ کیا ہے تو نے، اچھا ہے گھر بسا تا کہ زندگی کے حقیقی سکھ محسوس کر سکے۔ مجھے وہ بہت اچھی اور معصوم لگی ہے، اور اسکی تیرے لیے بیقراری بھی دل پر سکون کر گئی ہے" ریلنگ پر وہ دونوں شام کی خنک زدہ فضا میں ہلکی پھلکی سنجید گئ اوڑھے کھڑے تھے۔

بلال اس پتھر بنے حسنین کو اس فیصلے پر سراہا رہا تھا مگر حسنین کے وجود میں کوئی جنبش نہ تھی جسے خوشی یا جوش کا نام دیا جا سکتا۔

"سکھ محسوس نہیں ہوتے مجھے، ان دو سالوں نے حسنین منصور سے اسکی ساری حسیں چھین لی تھیں۔ وہ لڑکی کیا ہے، میں سمجھ نہیں سکا۔ مجھے نہیں لگتا تھا کہ میرے جیسے بھی تجسس کا مرکز ہوتے ہیں، تجسس ہی سہی یہ راستہ بھی چل کر عبور کرنے کا یونہی دل کر گیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ حسنین منصور کی منزل کھنڈرات اور دلدل کے سوا نہیں ہے" وہ انتہا کا حقیقت پسند تھا، بلال کو اسکی عجیب ہاں اور ناں کی کیفیت پر ہنسئ سی آئی۔

اسکے تخیل میں بھی اک پوشیدہ چہرہ تھا اور آج بلال کا دل چاہا اپنی کہانی بھی اس شناسا کو سنائے۔

"تجھے پتا ہے محبت کا آغاز ایسا ہی ہوتا ہے، یونہی بے سبب ہم اس طرف چل پڑتے ہیں جہاں جانا منع ہوتا ہے" بلال نے کسی ٹرانس میں مقید ہوئے یہ بات کی اور حسنین آج اپنی نہیں اسکی کہانی جاننے کو بے تاب تھا۔

کیوں وہ پچھلے چار سال سے اکیلا اور تنہا تھا، حالانکہ خود مختار تھا۔ گھر بھی بسا سکتا تھا مگر آخر کیوں تھی یہ خود پر ہر خوشی کی بندش۔

"کیا تو بھی گیا تھا اس طرف؟" حسنین کا بونگا سا انداز بلال کو مسکان دے گیا اور پھر دونوں کے بیچ اک سوگوار سی چپ حائل رہی۔

"پانچ سال پہلے کا قصہ ہے، بی ایس سی میتھ میں ٹاپ کیا تھا۔ بابا بچپن میں وفات پا گئے تھے، بس ماں تھی جو سلائی کا کام کر کے میری پڑھائی کے ساتھ کفالت سر انجام دیتی تھی۔ میں نے میٹرک میں ہی اس کیفے میں نوکری شروع کر دی تھی، مہنگائی کمر توڑتی

تھی تو ماں کے کمائے پیسوں سے گزارہ نا ممکن تھا۔ بہت خوش تھے ہم دونوں، وہ مجھے اور میں اسے دیکھ کر جیتا تھا" بلال کی کہانی سننے کو بے تاب حسنین ہمہ تن گوش تھا، شام میں بھی الگ یاسیت تھی۔

"پھر انھیں میری شادی کی فکر رہا کرتی اور میں جو ایک مشین تھا ان جذبات سے دور بھاگتا تھا۔ ماں نئے نئے رشتے دیکھاتی ھائے وہ دن آج بھی مجھے مسکراہٹ دیتے ہیں۔ میرے ان لڑکیوں میں سو سو عیب نکالنے اور ماں کا سر تھام لینا" اف وہ ہنسی کہ بلال کی آنکھوں میں سرخی اتری، حسنین کو اپنی لاتعلقی پر لعنت بھیجنے کا دل کیا جس نے آج تک اس مسیحا کا درد جاننے کی کوشش نہ کی۔

"اک دن اک چہرہ بصارت سے ٹکرایا، یونہی بے دھیانی میں وہ چہرہ میرے دل کی ہر باڑ توڑ کر اندر سرائیت کر گیا۔ وہ کالج آف کامرس میں پڑھتی تھی حبا نام تھا اور اسکے علاوہ مجھے کچھ علم نہیں، یہ بھی کبھی نہ جان پاتا اگر اتفاق سے ایک دن ماں مجھے اسی کا رشتہ نہ دیکھاتیں۔ وہ دن بلکل مانگی دعا کی قبولیت کا دن تھا، رشتہ طے ہوا اور اس

مہربان آنکھوں والی سے میرے نکاح کا دن مقرر ہوا وہ خوش تھی میں نے دیکھا تھا اسکی آنکھوں کو مگر جس روز میں اور اماں وہاں نکاح کے لیے بارات لے جانے کا ارادہ کر چکے تھے اس دن ماں چلتے چلتے بیہوش ہو کر گر گئیں۔ نکاح و بارات تو بھول گئی، میری تو جان تک نکل گئی۔ ڈاکٹرز نے بتایا ماں کو کینسر ہے، ماں میری پیاری ماں اس موذی مرض میں میری تکمیل کے دن مبتلا ہوئی۔ میں نے اپنے اس آخری سکھ کو بچانے کے لیے ہر کوشش کی پر ماں مجھے دو ہفتے کے اندر اندر اس تنہا بے رحم دنیا میں اکیلا کر گئی۔

وہاں بارات نہ جانے پر کیا ہوا میں جان نہ پایا، ہمت نہ ہوئی کہ اس طرف رخ بھی کرتا جہاں کسی کو میری محبت آہ کی مانند لگ گئی تھی، عین بارات والے دن بارات کا نہ آنا کسی لڑکی کی عزت اور اسکے دل پر کیسی بجلی گراتا ہے یہ تجھے اندازہ ہو گا۔

ماں چلی گئی تو میں بھی انکے ساتھ مر گیا تھا، محبت بھی بھول گئی۔ ہمت ہی نہ ہوئی کہ ایسی خوشی خود پر حلال کرتا، جب ماں ہی نہ رہی تو میں نے بھی ہر خوشی ترک کر کے

خود کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اور آج تک وہ سفر جاری ہے۔سنا تھا کچھ وقت بعد اسکی کہیں اور شادی ہو گئی، اس کے آگے کچھ علم نہیں۔ اتنے پر ہی سکون ملا کے میری وجہ سے اسکی زندگی تباہ نہ ہوئی، گھر بس گیا اسکا بس دعا دینا نہیں چھوڑی کے وہ مجھ جیسے بے وفا اور ہر جائی انسان پر ماتم کرنے کے بجائے کسی کنارے لگ گئی ہے"

زندگی یہاں بھی دھچکا دے گئی، ادھوری خلش بلال جیسے مضبوط انسان کی آنکھیں بھی نم کر گئی۔

اسے علم ہی کب تھا کہ اسکی دعا حبا کو لگی ہی نہیں، وہ تو شادی کے کچھ دن بعد پھر سے اجڑ گئی۔

یہ الزام کے وہ منحوس ہے آج بھی اسکی خاموش ذات کے ساتھ چمکتا تھا مگر وہ اس دکھ پر صابر نکلی۔

حسنین کے پاس کوئی جواب نہ تھا مگر پھر کسی تصور کو اپنے ذہن میں اجاگر کرتا وہ بدحواسی سے چھ سال پہلے دائم اور ماہی کے نکاح والی رات تک گیا۔

ماہی کی سہیلی حبا، ذہن میں دھماکہ سا ہوا۔

"حبا ارسلان، ہے نا" حبا ارسلان کا نام حسنین کو اس لیے یاد تھا کہ اس روز وہ نکاح کا حصہ تھی، اس روز کا کوئی لمحہ حسین نہیں بھولا تھا۔

حبا کا پورا نام سن کر اب صدمے میں غرق ہونے کی باری بلال کی تھی۔

"وہ میری بھابھی کی دوست تھی، دائم بھائی کے نکاح پر دیکھا تھا۔وہ دونوں بھی اسی کالج میں پڑھتی تھیں۔ کتنی عجیب ہے ناں یہ کھٹور زندگی بھی، مجھے تیری کہانی سن کر بہت تکلیف ہوئی بلال، اور مجھ بد بخت بد دماغ کو معاف کر دے جس نے تیرا دل ہلکا کرنے میں چار سال لگا دیے" حسنین کی آنکھوں میں تکلیف تھی اور آج بلال بھی دکھ میں تھا۔

"چل یار اب رلائے گا کیا، اسی کو قسمت کہتے ہیں۔ میری محبت تو حالات کی نظر ہوئی پر اگر تجھے ہو تو اسے اپنی مٹھی میں بھر لینا، کبھی نہ کھولنا ورنہ محبت سے بچھڑنے کی تکلیف تیرے ان دو اذیت ناک سالوں سے زیادہ ہو گی۔ چل آجا کھانا لگاتا ہوں"

بلال اپنے دکھ کو جھٹک گیا تھا، اور اپنے ہنس مکھ انداز سے اسے روشن تاکید کرتا اسکا کندھا تھپکائے اندر بڑھ گیا اور حسنین نے آنکھیں موند کر اک لمبی سانس خارج کی اور اسکے چہرے پر شدید تلخی اپنے پنجے گاڑ گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ٹھیک ہے مل لیتے ہیں اسے، باقی اگر وہ اپنی عیشہ کے لیے مناسب ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں"

رات کا کھانا چاروں نے بہت خوشگوار سی خاموشی اور ماحول میں کھایا اور عیشہ چپ چپ تھی اور کھانا کھائے سونے کا کہہ کر کمرے میں چلی گئی جبکہ دائم نے اسکے جانے کے بعد ساری بات آغا جان سے ڈسکس کی جس پر وہ یہ ذمہ داری دائم پر ڈال گئے تھے۔

ماہی بھی کمرے میں چلی گئی تھی اور اس وقت مقصود صاحب اور دائم ہی ڈائنگ پر براجمان تھے۔

"بلکل ٹھیک ہے، عیشو بہت ڈسٹرب تھی بابا۔ اور میرا دل اسکی تکلیف نہیں سہہ پاتا، آپ دعا کریں وہ ہماری عیشو کے لیے مناسب ہی ہو" لب و لہجے میں مقدور فکر ملائے دائم سب بہتر ہونے کی چاہ کر رہا تھا اور مقصود صاحب بھی دعائیہ انداز میں لپٹے مسکرا دیے۔

"ان شاء اللہ جسکا تم جیسا بھائی ہے وہ یوں بھی کسی تکلیف کا شکار نہیں ہوگئ، تم نے عیشہ کو ٹوٹنے سے بچایا ہے بچے اور مجھے تو نئی زندگی دی ہے میرے شیر۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تمہاری الجھن بھی حل کریں اور تاعمر تم ہم سب کا لازمی حصہ رہو" آج بہت دن بعد وہ دائم کو رشک میں لپٹے کہہ رہے تھے اور وہ بابا کا ہاتھ مضبوط گرفت میں لیے جی جان سے مطمئین تھا۔

"آمین، آپ سے اور عیشہ سے کبھی نہیں بچھڑوں گا۔ مجھے میرا سب واپس ملا بھی تو آپکی بدولت ہی ملے گا لہذا یہ فکر کرنی چھوڑ دیں کے آپکا یہ عالم آپ کو کبھی چھوڑے

گا۔ آپ میرا سب ہیں بابا، میں زندہ ہوں تو صرف آپکی مسیحائی کی بدولت۔ آپ میری ہمت ہیں" دائم کا انداز سچا اور کھرا تھا اور مقصود صاحب کی تو عمر بڑھ جاتی۔

کئی دعائیں دیے وہ خود بھی کمرے کی سمت گئے اور دائم کو بھی مسکرا کر آرام کو بھیجا۔

کمرے کی سمت جاتے ہوئے دائم سنجیدہ تھا، اسے یاد تھا آج اسکی ماہی کو دی رعایت ختم ہو جائے گی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ جو کھانے کی میز پر چپ تھی، کمرے میں آکر یونہی قالین پر بیٹھی ٹیبل پر رکھی ڈائری پر دل بنائے جا رہی تھی۔

چھوٹا، بڑا اور پھر اس دل کے بیچ وہ حسنین لکھتی ہوئی اداس سا مسکرائی۔

اسکی زندگی سے بھری آنکھیں دعا گو تھیں کے وہ انسان اسکے بابا اور بھیا جانو کو مناسب لگے۔

انکار کا سوچ کر ہی عیشہ کا دل درد میں مبتلا سا ہونے لگتا۔

”جوهري مثل وردة حمراء عطرة

وأريد أن تكون نهاية قصتي رائحة يدي المؤمن۔(میری ذات ایک مہکتے سرخ گلاب کی مانند ہے اور کسی مومن کے ہاتھوں کی خوشبو بننا میں اپنی کہانی کا انجام چاہتی ہوں) “ وہ اپنے سامنے ڈائری کے ساتھ رکھی کتاب سے پڑھتی ہوئی مسکرائی، اسے اپنے آپ پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور پل بھر اسکی آنکھیں نمی زدہ ہوئیں۔

"آپکو دیکھنے سے خوشوں سے لٹکی بے موسمی کلیاں مدھم سرگوشیاں کرنے لگیں۔

آپ کے دیکھنے سے ہواؤں کے رتھ پہ سوار پریاں چاند کی روشنی چرا کر لے آئیں ہیں۔

میرے کاجل کی دھاری اور آب ورنگ عام اقرار کرنے لگے کہ

مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے"!

وہ اقرار کر رہی تھی، کہ اسکے دل میں کسی نازک لمحے میں اترتا جذبہ بلاشبہ محبت تھا۔

کئی دلفریب، بوکھلائے اور دل چھیڑتے رنگ عیشہ کے چہرے پر تھے اور وہ فون پر اب میسج ٹائپ کر رہی تھی۔

اسکے پاس حسنین کو اطلاع دینے کے لیے ابھی بلال کا نمبر تھا مگر اس نے انھیں میسج ٹائپ کیا۔

"میں عیشہ ہوں بلال بھائی، آپ مجھے حسنین کا نمبر بھیج دیں" عیشہ نے میسج لکھ کر ارسال کیا اور فون ایک طرف رکھ کر وہیں ڈائری پر دونوں بازو رکھ کر سر دھرتی آسودگی سے آنکھیں موند گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ کمرے میں داخل ہوا تو ایک پل کو لگا اسکی بصارت کسی ناممکن سے خواب میں جا کھلی ہو۔ معطر سا کمرہ اور سامنے ڈریسنگ کے پاس کھڑی ہوش ربا ماہی، اسکی ماہی پہلی بار یقیناً سنوری اور سجی ہوئی اسکے اندر آنے پر ہزار بے آس جذبوں کے مڑ کر روبرو تھی۔

مکمل سرخ میں لپٹی وہ تازہ گلاب کو مات دے رہی تھی، اسکی لمبی گھیرے دار سرخ فراک، سرخ ہی چوڑی دار پاجامہ اور سرخ ہی جالی دار آنچل جسے اس نے شانوں پر گرا کر آفت مچا رکھی تھی۔

بال کھولے ہوئے ہلکے سے منصوعئ حسن کے سنگ رمانی ہونٹوں کی کش لیے وہ اس دوسرے دیکھائی دیتے عالم مگر حقیقت میں دائم کے انتظار کو ختم کرنے کا فیصلہ لے چکی تھی۔

دائم نے دل کو بے خود ہونے سے روکتے ہوئے دلفریبی سے اپنے اور ماہی کے بیچ کا فاصلہ طے کیا اور وہ بنا کسی احساس کی خوشبو محسوس کیے بس اس کی آنکھوں میں رقص کرتی خوشی دیکھ رہی تھی۔

بہت مشکل تھا اسکے لیے خود کو عالم کے حوالے کرنا مگر وہ خود سے ہار گئی تھی۔

اب اسکی ساری امیدیں صرف اللہ سے تھیں اور اسے یقین تھا وہ ماہی کو بے آبرو نہیں ہونے دے گا۔

"آج اتنی ظالم کیوں بنی ہوئی ہیں؟" نہائت پیار سے وہ اسکے قریب آتا اسکے دل کو مائل کرتے حسن کو چھوئے لاڈ بھرا شکوہ کر گیا۔

ماہی نے ایک پل کو نگاہ جھکائی اور مقابل کو جواب عطا ہوا۔

ماہی نے لمبی بھیگی پلکیں اٹھا کر دائم کی آنکھوں کو دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا. پھر سے نگاہیں جھکا لی گئیں اور وہ اس کے چوڑے سینے میں منہ چھپا کر سمٹ گئی، بانہوں کا حصار عاشقانہ طور سے تنگ ہوا۔ تحفظ کا احساس ماہی کی رگ رگ میں اتر تا گیا اور ساری بے چینی ساری بے قراری پل میں محو ہو گئی۔

وہ اسے بانہوں میں لئے سکون سے مسکرایا، کیونکہ پہلی بار ماہی خود اسکے گلے لگی اور یہ رضا کا مقدس لمحہ ناجانے کیوں دونوں کے دل بے ہنگم کر گیا۔

"ایک لمحے میں کیسے کسی کی جان اسکی خالی رگوں میں واپس آتی ہے یہ آج آپکے میرے قریب آنے پر کھلا" دائم نے اسکی کان میں خمار آلود سی سرگوشی کی، ماہی

تھکن سے دوچار تھی اور اسے اندازہ ہوا یہ تھکن بڑھتی جارہی ہے۔ محبت بھرا حصار ابھی بھی قائم تھا اور جدائی دور کھڑی تمسخر سے ہاتھ مل رہی تھی۔

"میں آپکو دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی، اپنی سمٹی اور خاموش ذات کا اندھیرا کم کرنا ہی بہتر لگا۔ آپ مجھ پر ہر حق رکھتے ہیں لہذا میں آپکو آپکے حق سے دور نہیں رکھوں گی"

ماہی اسکے سینے سے الگ ہوئے روانی سے مگر درحقیقت دل پر پتھر رکھے کہہ رہی تھی اور محبت بھرے حصار میں مزید چاہت اور قربت شامل ہو رہی تھی۔

"مرے گلے آن پڑا تھا جب رائیگانی کا دُکھ زمین قدموں سے سرکنے لگی تھی اور آسمان مرے ویرانے پہ برسنے سے انکاری تھا۔

آب خورے میں چند کڑوے کسیلے گھونٹ باقی تھے، جو اُگلے جاتے تھے نہ نگلے جاتے تھے۔

ایسے میں آپ نے مری سانسوں کو بحال کیا اور میرے چہرے کی بوسیدگی اور گرد کو ہٹا کر مری اصل کو دنیا جہاں کے روبرو لایا ہے۔ آپ میری زندگی ہیں ماہی، میرا آپ سے کوئی بہت گہرا رشتہ ہے"

دائم کے لفظ جذباتیت سے بھرے تھے اور ماہی تو ان آنکھوں کے سوا کچھ دیکھ نہ پائی جہاں وہ کچھ تھا جو اسکی مراد تھا۔

یہ آنکھیں ایسی نہ ہوتیں تو آج وہ یوں اس بظاہر دیکھائی دیتے عالم کو اپنا آپ سونپنے کے بجائے موت چن لیتی مگر یہ آنکھیں اسے زندگی دے رہی ہیں۔

دائم نے مزید قریب ہوئے ماہی کی پیشانی پر لب رکھے اور ماہی کو محسوس ہوا یہ تاثیر روحانی ہے۔

اسکی روح تک اترتا یہ ہونٹوں کا اثر اسے بے حال کر گیا۔

"مجھے آپکے دل سے، آپکی آنکھوں سے والہانہ عقیدت ہے" دائم نے اسکی بے آس آنکھوں پر اپنے ہونٹوں کو باری باری رکھا اور ماہی کو لگا اسکی بینائی جو دھندلا گئی تھی اب ہر منظر واضع دیکھائے گی۔

"اس نے بس آیت محبت کی پڑھی

اور مجھے آرام ہونے لگ گیا" ماہی کا خاموش اجڑا دل بول اٹھا۔

یہ ذائقے یہ نفیس بوسے آج کچھ منفرد احساس لیے ہوئے تھے، آج انکی تاثیر ماہی کی روح تک ٹھنڈک دے رہی تھی۔

وہ اسکے وجود کو اپنی باہوں میں لیے اگلا سفر مسکراہٹ کے افق سے شروع کرنا چاہتا تھا اور ماہی کا دھڑکتا دل ایک پل کو بے جان ہوا۔

ذہن ودل کانپ گئے، دونوں کے۔

دونوں کے دل کسی ایک مرکز پر ماہی پکار اٹھے، یہ احساس ماہی کے چہرے پر سفیدی اتار گیا اور خود دائم کو لگا اسکے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی پکار اٹھی ہو۔

بھولی بسری یادیں ہیولوں کی شکل میں اسکے ذہن میں دوبارہ اتریں، یہ زائقہ قدیم تھا۔ بلاشبہ یہ بندھن بہت پرانا تھا۔

"اس دنیا میں تم پر صرف ایک شخص مہربان ہو گا ماہی، دائم شہروز" ماہی کی سماعت میں کسی کی دل دہلاتی ہدایت چینخی۔

دائم کی بڑھتی قربت خود دائم کو تھکا رہی تھی۔

"تم صرف دائم کی ہو" یہ دوسرا عالم اسے اپنے حصار و وجود میں گم کر چکا تھا مگر بند آنکھوں سے کرب کو دل میں دباتی ماہی کے ذہن میں یہ آوازیں ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔

"آج میرے الہام, تصور تخیل اور خیالات سب سچ ہوں گے، آج آپکو انتہائی قریب محسوس کرنا چاہتا ہوں ماہی۔ اتنا قریب کے میرے دماغ میں سنسناتی وہشت معدوم ہو کر آپکے ساتھ کسی غائبانہ ناطے کو عیاں کر دے۔

آپ کون ہیں ماہی، مجھے جاننے دیں آج۔ آج مجھے مت روکیں" ماہی اسکی بڑھتی من مانیوں پر ہانپ اٹھی اور وہ ماہی کے کچھ کہنے سے پہلے اسکے لبوں پر انگلی رکھ کر بے خودی میں بول اٹھا۔

"کچھ باتیں ان سنی رہنے دیں

اک او جھل بیکلی رہنے دیں

سب باتیں دل کی کہہ دیں اگر پھر باقی کیا رہ جائے گا

سب باتیں اُسکی سُن لیں اگر پھر باقی کیا رہ جائے گا

اک رنگین اَن بنی دنیا پر

اک کھڑکی اَن کھُلی رہنے دیں"

ماہی کی ہر مخالفت دم توڑ چکی تھی، وہ اسے اپنے بس میں کیے اپنی باہوں کے دائرے میں مقید کیے بستر تک لے گیا۔

ماہی کو خود اپنے آپ سے ایسی منافقت کی امید نہ تھی، اسے اس وقت صرف ان سامنے والی آنکھوں کے تقاضے چپ چاپ نبھانے تھے اور وہ خود پر قابض ہوتے اس انسان کے آگے ہارتی ہوئی آنکھیں موند گئی۔

"تمہیں یقینِ محبت نہیں ہے؟ حیرت ہے

خدا کا حکم محبت ہے! "کُن" محبت ہے" دھڑکنیں ہم آہنگ ہو گئیں، وجود کے ملن میں چہروں کا کام ختم ہو گیا۔

وہ سمجھ نہ سکی یہ خیر ہے یا شر پر بہت مدت بعد اسے ایسا محسوس ہوا کسی نے اسکی جلتی روح کو آسودہ کیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آپ کے اور آپکی خواہش کے بارے میں بھیا اور بابا کو بتا دیا ہے، آپ بر تھ ڈے پر آئیں گے حسنین؟" عیشہ نے بہت محتاط ہو کر بہت کوششیں ناکام ہونے کے بعد آخر بلال کی سمت آئے نمبر پر مسیج بھیجا۔

وہ گہری رات میں ٹیرس پر کھڑا اسگریٹ پھونک رہا تھا جب میسج ٹون پر حسنین نے جینز کی پاکٹ سے فون نکالے میسج اوپن کیا۔

میسج پڑھ کر حسنین کے ماتھے پر تناو بڑھا۔

"ایڈریس بھیج دو اور وقت، آجاوں گا" حسنین نے سگریٹ کا کش لیے دھواں باہر انڈیل کر دوسرے ہاتھ سے ٹائپ کیا اور بستر پر بے قراری سے کروٹ لیٹی عیشہ اتنی جلدی جواب آنے پر بے قراری سے میسج اوپن کر چکی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ پاگلوں سا مسکاتی رہی۔

"یہ ایڈریس، اور پرسوں شام چار بجے" عیشہ نے گھر کا ایڈریس لکھ کر برتھ ڈے پارٹی کی ٹائمنگ لکھ کر میسج بھیج دیا اور اس بار وہ منتظر تھی کہ وہ یونہی کوئی بھی جواب دے دے مگر حسنین بیزار سا ایڈریس پر نظر ڈالے سگریٹ کا دھواں پھر سے اندر انڈیلنے لگا۔

"آپ کیسے ہیں، آپکا زخم کیسا ہے؟" کچھ دیر عیشہ ہونٹ کا کونا کچلتی رہی پھر بوکھلا کر ٹائپ کر گئی اور دوسری سمت خاصا بے نیاز تاثر تھا۔

"بیوی بن لو پھر بتاوں گا بلکے تفصیل سے مرہم بھی لگواوں گا۔شب بخیر" حسنین میسج ٹائپ کیے بے دلی سے سگریٹ فرش پر گرائے جوتے سے مسلتا اندر بڑھ گیا جبکہ عیشہ ایسا جواب سن کر سکتے میں آچکی تھی۔

"اف یار یہ بندہ" عیشہ سرخ ہوتی جھینپ کر رہ گئی، مشکل تو یقیناً ہو گی کیونکہ پتھر سے دل جوڑ بیٹھی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ حسین کے بھیجے میسج کو دیکھ دیکھ کر ہنستی رہی، ایک ہی میسج اس نے نیند آجانے تک ہزار بار پڑھ لیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ جاگ چکی تھی، سکون سے بیدار ہونے جیسا سماں تھا۔

وہ دنگ تھی، اپنے ہر دکھ کے مدہم ہونے پر۔ وہ خود کو بے وفا اور مجرم سمجھنے کے بجائے بہت ٹھہرا ہوا اور کسی منتخب سانچے میں ڈھلا محسوس کر رہی تھی۔

فجر کی اذانیں دور دور بلند ہو رہی تھیں، اسے اللہ کے دیے مرہم پر پیار آ رہا تھا۔

کچھ فاصلے پر نگاہ گئی تو سفید سوٹ میں ملبوس مہربان انجان کو دیکھ کر وہ تھوڑی بوکھلائی سی لگی۔ وہ نماز ادا کر رہا تھا۔

ماہی نے تکیے کو ٹھیک اور دراز کیے اپنی آنکھوں کا رخ دائم کی سمت جا ٹھہرایا۔

"یہ سب کیا ہوا ہے، کوئی جلن اور کوئی تپش نہیں رہی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مجھے لگا ہی نہیں کہ میں اس شخص کی نہیں ہوں۔ یہ انجان مہربان سا انسان میرے اتنے قریب آ گیا اور مجھے کچھ بھی پچھتاوا نہیں" ماہی پریشان و حیرت زدہ تھی اور ہلکان تھی کے وہ ایک رات میں بدل گئی۔

دائم کے سوا کسی اور کی ہو کر ہونے والی تکلیف کہیں روپوش تھی۔

وہ ٹکٹکی باندھے اس ملگجی سویرے میں دعامانگتے شخص کو دیکھ کر سخت الجھن میں تھی۔

"مجھے محسوس ہوا کہ ماہی سے آپ نے میرا کچھ خاص رشتہ بنایا ہے میرے اللہ، مجھے اس الجھن سے نکال دیں۔ مجھے بتائیں کے وہ مجھے اتنی عزیز کیوں لگی، مجھے میری یاداشت واپس دے دیں۔ مجھے لگتا ہے آپ نے کچھ مخفی رکھا ہے مجھ سے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں جو مخفی ہے اسی میں بھلائی ہے پھر بھی میری رہی سہی الجھن مٹادیں۔ ماہی کو مجھ سے کبھی جدا ہونے مت دیجئے گا، وہ آپکے اس ناتواں سے بندے کا سکھ اور دوا ہے" وہ بھی اسی الجھن میں تھا، کچھ تو ایسا ہوا تھا جو دونوں کو الجھا گیا۔

دعا ختم کیے وہ اٹھا تو نگاہ خود کی سمت کھوئے انداز سے دیکھتی ماہی تک گئی تو دائم نے مسکرا کر جائے نماز فولڈ کر کے رکھا اور آہستگی سے نیم دراز بیٹھی ماہی تک آیا جو اسکے پاس آنے پر کسی ٹرانس سے نکل کر گھبرائی سی لگی جب دائم نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے عقیدت سے چوما اور ماہی کو دیکھنے لگا جو نہ خوش تھی نہ اداس۔

"بہت بے جا حق وصولی کر بیٹھا ہوں آپ سے، آپ کی سکت سے بڑھ کر خواہش کر لی تھی۔ لیکن یقین مانیے میری شفاء کے لیے آپ ضروری تھیں" دائم اسکی مقدس پیشانی پر لب رکھے سچائی لیے بولا اور ماہی اس وقت بھی ویسا ہی راضی چہرہ لیے تھی جیسا رات کو۔

"آپ خوش ہیں میرے لیے یہی بہت ہے" ماہی کی سمت سے ایسا موہوم ہی سہی پر اعتراف مبارک تھا۔

"بے حد خوش ہوں، مجھے شادابی عطا ہوئی آپکے سبب۔ شرف ہے۔ماہی آپ مجھے ایسا ویسا جذباتی شخص مت سمجھیے گا، پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا ابھی بھی دنگ ہوں۔ اور اس رات نے مجھے بہت سی نئی راہیں دیکھائی ہیں، شاید میں وضاحت نہ کر سکوں" دائم اپنے جذبات کا سمندر اسے سونپنے کے بعد تھوڑا پشیمان بھی تھا، مگر ماہی خاموش آنکھیں لیے بس دیکھ رہی تھی۔

"آپ شوہر ہیں میرے، یہ آپکا حق تھا۔میں ایساویسا کچھ نہیں سمجھوں گی آپ پریشان نہ ہوں" ماہی اسکا ہاتھ تھامے سنجیدگی سے مطمئین کر رہی تھی۔

دائم تھوڑا مطمئین ہوئے مسکرایا تھا۔

رات اس نے ماہی کو تسخیر کیا اور وہ بھی چپ چاپ اسکی ہو گئی تھی۔

"آپ سے مجھے محبت ہے یا نہیں لیکن آپ میرے دل کی بہار اور میری جان ہیں۔ مجھ سے کبھی دور مت جایئے گا ماہی، ذرا سا دور بھی نہیں۔وعدہ کریں مجھ سے" دائم کی بے قرار اداسی اور عہد لینا ماہی کو بھی تھوڑا پریشان کر گیا مگر وہ سب کچھ اللہ پر چھوڑے اس مہربان کے پھیلے ہاتھ میں اپنا نازک ہاتھ رکھے سر اثبات میں ہلا چکی تھی۔

"نہیں جاوں گی، ساری کشتیاں جلا کر آئی ہے ماہی۔

(اب جانے کی نوبت آئی تو ماہی اپنی جان لے گی)" پہلی بات وہ اس عالم سے کہہ کر دوسری دل میں کہہ کر دلخراش سا ہوئی مگر بظاہر پہلی بار اس مہربان انجان کے لیے مسکرائی۔

وہ تو قربان ہوا، اس مسکراہٹ کو پورے حق سے اپنے پاس سنبھالا۔

"زندگی کی کھوج میں سیارہ در سیارہ

گھومتے سائنٹسٹ

اگر آپکی مسکراہٹ دیکھ لیں

تو ان کی تلاش ختم ہو جائے" دائم نے ان تبسم زدہ ہونٹوں کی نرمی پر رشک سے الفاظ وارے، ماہی نے آنکھیں موند کر ان مقابل کے ہونٹوں کے لمس چہرے کے ہر نقش پر جابجا محسوس کیے اور نرمی سے ان معطر باہوں میں قید کر دی گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اگلا دن اک خوشگوار دن کی مانند گزرا، ماہی، دائم، عیشہ اور مقصود صاحب نے ایک خوبصورت اور خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا اور کل کی پارٹی کے لیے وہ سب ایکسائٹڈ تھے جسکی ایک وجہ اس پارٹی میں حسنین کا آنا تھا۔

یقیناً حسنین اور ماہی کے لیے یہ ملاقات کسی جھٹکے سے کم ثابت نہیں ہونے والی تھی۔

ناجانے حسنین اسے یوں کسی اور کے نکاح میں دیکھ کر کیا سمجھ بیٹھے، ماہی جسے اپنی زندگی کل رات کے بعد کچھ سنبھلی محسوس ہو رہی تھی وہ اپنے اوپر ٹوٹتی قیامت سے انجان تھی۔

عیشہ کا تو خوشی اور گھبراہٹ سے آج کا دن گزرنا کھٹن تھا، اسے بس اس وقت محبت ہی ہر سمت حاوی محسوس ہو رہی تھی۔

نیا نیا حمار تھا آخر، یہ سب تو ہونا تھا۔

دائم اور ماہی دنکو جہانگیر کی طرف انھیں کل کی پارٹی کے لیے خود مدعو کرنے گئے تھے اور پھر ماہی نے خود ہی مزید اربریانی اور کباب کے ساتھ رائتہ بنالیا اور وہ وہاں سے دن کا کھانا کھا کر ہی لوٹے جسکے بعد حسب توقع دائم اور عیشہ مارکٹ نکل گئے۔

دائم نے ماہی کو بھی ساتھ چلنے کا کہا مگر اس نے دائم کو اپنی پسند کا ڈریس لانے کا کہہ کر بری الذمہ ہوئے گھر ہی رکنے کا ارادہ کیا کیونکہ ویسے بھی مقصود بابا گھر تھے تو ماہی کو ساتھ جانا مناسب نہ لگا۔

عیشہ کی خوشی پر دائم یہی سوچ رہا تھا کہ اسکی گڑیا کی یہ خوشی کسی وجہ سے کم نہ ہو۔

ماہی نے پہلے مقصود بابا کے ساتھ شام کی چائے پی اور پھر وہ باہر نکل گئے جس پر ماہی بھی رات کے کھانے کے لیے کچن چلی گئی۔

یوں تو حویلی میں ملازمین کی کمی نہ تھی مگر وہ اپنی عادت چھوڑنا نہیں چاہتی تھی تبھی روز کی کوئی ایک ڈش وہ بناتی۔

ویسے بھی اتنے بڑے گھر میں فارغ گھومنے سے دماغ کو تھکانے سے لاکھ درجے بہتر تھا کہ وہ اپنے آپ کو بزی رکھتی۔

اس موجودہ عالم کی سمت سے وہ کچھ پرسکون تھی، شاید یہ ان دو کے کچھ خاص اور قریبی رشتے کا سبب تھا کہ وہ اپنے دل کی جلن میں کمی محسوس کر رہی تھی۔

وہ بھی الجھی تھی، اللہ پاک کی سمت سے ملے مرہم پر دنگ تھی۔

دائم اور عیشہ نے خوب دل کھول کر رات تک شاپنگ کی جس میں آغا جان اور ماہی کی شاپنگ بھی تھیُ اور واپسی پر اس نے عیشہ کی فرمائش پر بہت پیارا کیک کل کے لیے آرڈر کیا جو کل شام چار بجے ہی تیار کروا کے حویلی پہنچانے کا کہا گیا۔

عیشہ نے اپنے لیے بہت پیاری ڈیزائن والی لئیرڈ میکسی لی جو اسے بھیا نے ہی پسند کر کے دی اور ماہی کے لیے اس نے اس شاپ کی سب سے خوبصورت بلیک اینڈ ریڈ ساڑھی خریدی جس پر عیشہ نے بھی بھیاجان کی چوائز کو خوب سراہا۔

تمام شاپنگ کرنے کے بعد وہ تقریباً رات نو تک واپس پہنچے اور آگے ایک مزید ار تیار ڈنر نے تو مزید ماحول لذت آمیز بنا دیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آپ نے اپنا ڈریس دیکھا، آپکو ساڑھی پہننی آتی ہے؟" ماہی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ اسکے پاس ہی آکر بیٹھا جو کسی کتاب کو کھولے بیٹھی تھی مگر دائم کے آتے ہی اب کتاب رکھے اسکی سمت متوجہ ہوئی جو اپنے تھوڑے کام کو مکمل کیے اب فری ہوا تھا۔

"کبھی پہنی تو نہیں لیکن پہن لوں گی، جی دیکھی ہے بہت پیاری ہے" ماہی کا ٹھہرا سا مزاج دائم کو اپنی سمت بہت نرمی سے مائل کر رہا تھا۔

بھلے دائم ابھی عالم کے روپ میں تھا مگر حقیقت میں وہ ماہی کا دائم ہی تھا جن کا رشتہ سب سے منفرد طور سے جڑا تھا۔

رات ان دو کی الجھن اسیٔ باعث تھی، یہ دائم اس ہیبت ناک حادثے سے کیسے بچا اور کیسے عالم بنا یہ بہت لمبی کہانی تھی جواب کسی آخری طوفان پر ماہی پر کھلنے کی منتظر تھی۔

"ماہی آپ سے کچھ شئیر کرنا چاہتا ہوں، اپنی ذات سے وابستہ ایک الجھی داستان" دائم نے کچھ چہرہ پھیرے ماہی کی سمت توجہ مبذول کیے یہ کہہ کر ماہی کو بھی حیران کیا جو اسے ہی منتظر آنکھیں لیے دیکھ رہی تھی۔

"جی بتائیں، کیا ہوا" ماہی کی بیقراری پر وہ تھوڑا بہتر ہوئے اسکے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ چکا تھا۔ اب جب وہ اسے اپنا لباس بنا چکا تھا تو اسے لگا یہ سچائی ماہی جاننے کی مستحق ہے۔

"پہلے وعدہ کریں ماہی آپ مجھے نہیں چھوڑیں گی، میرا ساتھ مت چھوڑیے گا۔ میں یہ جنگ ہارنا نہیٔں چاہتا، میں آخری دم تک آپکا ساتھ چاہتا ہوں" دائم اسکے چہرے پر

پھیلی بے چینی اچھے سے جانتا تھا مگر پھر بھی کچھ قصد باندھ رہا تھا اور ماہی تو اب خوفزدہ سی لگ رہی تھی۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں، بتائیں ناں کیا بات ہے" ماہی نے پریشانی سے اسکے ہاتھوں پر دباو ڈالے پوچھا جس پر دائم نے ایک تھکی سانس خارج کی۔

"میں عالم معراج خان نہیں ہوں" مدھم سی آواز میں دائم کی سمت سے کیا یہ انکشاف ماہی کی ہستی تہس نہس کر گیا اور وہ جو صبح سے مطمئین تھی اس عجیب سے انکشاف پر پتھرا گئی۔

"ک۔۔کیا، کیا مطلب۔آپ کیا کہہ رہے ہیں" ٹوٹتے جڑتے لفظوں کے سنگ وہ سفید پڑتے چہرے کے سنگ اپنے ہاتھ چھڑواتے بولی اور دائم سر کو جبراً اثبات میں ہلائے اب کی بار ماہی کا چہرہ ہاتھوں میں بھر چکا تھا۔

"یہ مجھ انجان شخص کی زندگی کا سب سے بڑا سچ ہے، میرے پاس عالم کی پہچان، اسکا یہ منصوعی چہرہ ہے مگر یہ عالم نہیں ہے۔عالم کی وفات چھ سال پہلے ہو چکی ہے، میں بابا

کا منہ بولا بیٹا ہوں جسکی زندگی بچائی انہوں نے۔ مجھ سے میرا اصل چہرہ اور میری یادداشت ایک حادثے میں چھن گئی اور تبھی میرے اصل چہرے سے واقفت نا ہونے کے باعث انہوں نے ایک وقتی اور منصوعی پلاسٹک سرجری کر کے مجھے عالم کا چہرہ دیا تاکہ جب تک میری یادداشت نہیں لوٹتی میں اس شناخت کے ساتھ زندگی گزار سکوں، میرا مسخ شدہ اصل چہرہ اس منصوعی ماسک کے نیچے ہے مگر وہ پہچان میں نہیں آسکتا تھا" دائم کی یہ باتیں ماہی کو کپکپی دے چکی تھیں اور وہ بہت تہس نہس سانس لیتی مقدر کے اس ایک اور کھیل پر ٹوٹ کر رہ گئی۔

اسکے ہوش وحواس دم توڑ گئے تھے، وہ باقاعدہ سخت کانپ رہی تھی جب دائم نے اسے پوری قوت سے خود میں سمویا جیسے ڈر گیا ہو کہ وہ اس سے کھو نہ جائے۔

"پلیز ماہی اس وجہ سے مجھ سے دور مت جایئے گا، میں جو بھی ہوں دعا کرتا ہوں جلد خود سے مل سکوں۔ مگر آپ یوں مجھ سے گریزاں ہوئیں تو مر جاوں گا" دائم اسے خود میں بھینچے سخت تاسف سے درخواست کر رہا تھا اور ماہی سے تو سانس لینا کٹھن تھا۔

حادثے پر ماہی کے ذہن میں اک جھماکا ہوا۔

حادثے پر وہ آکر رک گئی۔

"حا۔۔۔ادثہ ک۔۔۔کب ہوا۔ دن تاریخ؟ پلیز مجھے بتائیں کچھ بھی جو آپکو پتا ہو"

دائم جو ماہی سے ایسے سوال کی توقع نہ کر رہا تھا، تذبذب سے انداز میں ماتھا سہلانے لگا۔

"تین مارچ، وہ دن میری زندگی کا سیاہ دن تھا۔ بابا بتاتے ہیں کہ جب میں انکو ایز آ چیلنجنگ پیشنٹ ملا، اس سے دو روز پہلے انہوں نے عالم کو کھویا۔ یہ بات عیشہ بھی نہیں جانتی کہ اسکے اصل عالم بھیا اب اس دنیا میں نہیں۔ہارٹ اسٹروک کے باعث عالم معراج خان کی اسی رات ڈیتھ ہو گئی تھی" ماہی کی سماعت میں یہ دن کوڑھے کی طرح برسا، یہ دن وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

یہ دن تو اسکی زندگی کا بھی آخری روشن دن تھا۔

ماہی نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اپنے سامنے موجود وہ بیقرار آنکھیں دیکھیں، دل ایمان لے آیا۔

یہ آنکھیں یونہی اسے مائل نہیں کرتی تھیں، یہ آنکھیں تو اسکا حقیقی سکون تھئں۔

وہ اپنے دائم کو ایک پل میں پہچان گئی، دل چاہا ساری حدیں پار کر دے مگر وہ بس جبر سے رو ہی پائی۔

دل نے سجدہ شکر کیا، اللہ کے اس انعام پر ماہی کا دل چاہا خوشی سے جان دے ڈالے۔

اب وہ سمجھی تھی کہ یہ شخص جب جب اسے چھوتا تھا تو وہ کیوں تکلیف اور سکون ایک ساتھ محسوس کرتی تھی کیونکہ یہ تو دائم تھا۔

وہ حیرانی و پریشانی سے ماہی کو دیکھ رہا تھا جو نثار ہوتی بھیگی آنکھیں لیے اپنے اوقات سے بڑے انعام پر سکتے میں تھی۔

گزری رات کا فرحت بخش سکون یوں لگا ماہی کی رگوں میں پھر سے جاری ہوا تھا۔

وہ اتنی بڑی خوشی کیسے منائے اسے سمجھ نہ آیا۔

"یا میرے مالک یہ کیسا امتحان تھا آپکا، یعنی یہ میرے دائم ہیں۔ میں کل عالم کی نہیں بلکے اپنے دائم کی ہوئی ہوں۔ یا اللہ میری ایسی شاہانہ آبرو رکھ کر آپ نے میرے ہر دکھ کو ایک پل میں ختم کر دیا۔ آپ کا کرم ہے کہ آپ نے ماہی کو کسی ایک در کا کر دیا" ماہی آنکھیں آسودگی سے موندے سراپا شکر تھی اور اسکا دائم جو ابھی عالم تھا اسے اپنے حصار میں لیے ماتھے پر بوسہ دے گیا۔

"ماہی کچھ بولیں ناں میری جان، مانتا ہوں بہت بڑا دھچکا ہے۔ لیکن آپ سے اتنی بڑی سچائی چھپا نہیں پایا" دائم نے اب کی بار فکر سے اس ہلکان سی شکر میں ڈوبی ماہی کا چہرہ اٹھائے گھبرا کر سوال کیا اور وہ بس چپ رہنا چاہتی تھی۔

"ماہی آپ پر قربان ہو جائے دائم، آپ کی محبت سچی تھی تبھی ماہی گھوم پھر کر آپ تک آئی۔ دعا ہے آپکو آپکی یاداشت، شناحت اور آپکا چہرہ واپس مل جائے۔ ماہی تو سنور گئی ہے" ماہی بدحواس سی دائم کا سوال سن نہ پائی اور تحیر سے کھلی آنکھوں کے سنگ اسے دیکھتی جا رہی تھی۔

دائم اب پریشان تھا، ماہی کچھ بول نہیں رہی تھی۔

" کبھی نہیں چھوڑوں گی، مگر آپ بھی اس قصد کو نبھایئے گا۔ اب کہاں جائے گی ماہی، بولیں" ماہی کی سمت سے ایسا گہرا اور دلفریب من چاہا جواب دائم کو بھی آسودہ مسکان دے گیا۔

" آپ سے میرا دل جڑا ہے ماہی، چہرے یا وجود کی فکر مت کیجئے۔ آپ میرا سکون ہیں" دائم کی محبت اب ماہی کو بہت خوشی دے رہی تھی کیونکہ اب وہ دائم کی قربت جی کر اپنی ہر بوسیدگی دور کرنا چاہتی تھی۔

"میری دعا ہے آپ اپنی جنگ جلد جیت جائیں، آپ پریشان مت ہوں میں ہمیشہ ساتھ ہوں آپکے" ماہی نے پہلی بار خود دائم کی سمت پیش رفت کی اور اسکی گال پر ہونٹ جوڑے ساتھ ہی اسکی باہوں میں سمٹ گئی۔ دائم نے بھی اس نئے سے راضی بہ رضا لمس پر ہارٹ بیٹ مس کی۔

"اللہ عالم کے درجات بلند کریں، مجھے بہت دکھ ہوا انکی موت کا۔ آخری ملاقات یاد ہے مجھے ان سے، وہ مجھے پسند کرتے تھے۔ بہت باہمت اور حوصلہ مند انسان جنہوں نے بہت تکلیف اٹھائی۔ امید ہے وہ جنت میں ہوں گے" ماہی اسکے گلے لگی وہ آخری ملاقات یاد کیے یک لخت روہانسی ہوئی اور اب ایسا ہی درد دائم کے چہرے پر درج تھا۔

"ان شاء اللہ وہ جنت میں ہی ہوں گے، آپکو پتا ہے میں آپ کے ساتھ شادی کو کچھ سال تک خیانت سمجھتا تھا پھر آغا جان نے مجھے سمجھایا کے ماہی میرے لیے ہی ہے تبھی تو اللہ نے وسیلہ بنایا ہے۔ اور ایک بات، عالم نہ ہو کر بھی میرا دل آپکے لیے دھڑکتا تھا ماہی۔ ابتدا کے دو سال تک تو میں کومہ میں رہا، پھر یاداشت چلی گئی، بابا نے مجھے سب حقیقت بتائی۔ فیصلہ مجھ پر چھوڑا اور میں جو خود تک سے تنگ تھا آخر کار اپنے مسیحا کی مسیحائی پر راضی ہوا۔ بہت کٹھن وقت تھا" دائم اسے کسی ٹرانس میں مبتلا

بتاتا گیا اور ماہی کی آنکھوں سے خوشی و غم کی ملی جلی کیفیت سے مزین آنسو ٹپکتے رہے۔

عالم کے مرنے کا دکھ بھی تھا اور دائم کے ملنے کی آسودگی بھی۔

"ہم پھر کریں گے اس پر بات، میں تھک گئی ہوں آپکے سینے پر سر رکھ کر سونا چاہتی ہوں" ماہی کی ہمت جواب دے رہی تھی، وہ رونا چاہتی تھی۔

دائم نے بھی جی جان سے ماہی کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے ساتھ ہی اٹھا کر لے جاتے بیڈ تک کا فاصلہ طے کیا اور خود لیٹتے ہی بازو سے ماہی کا ہاتھ پکڑ کر پاس لٹائے مسکرایا جو فوراً سے بیشتر اس کے سینے سے جا لگی۔

آج وہ اپنے آپ کو بہت محفوظ، بھرا ہوا اور یکجا محسوس کر رہی تھی۔

وہ دائم کے پاس تھی یہ سکھ اسکے لیے دو جہاں کی دولت سے بڑھ کر تھا۔

یعنی محبت کسی انجان مہربان کی طرح سایہ فگن تھی اور وہ جو صحرا صحرا گھوم آئی آخر کو سائبان پا گئی۔

"اس دنیا میں واقعی ماہی پر صرف ایک شخص ہی مہربان نکلا، دائم شہزور۔ میں منعام دائم شہروز ہوں" ماہی اسکے سینے پر سر رکھے محفوظ بازووں کی پناہ میں اپنے دائم کے وجود کا حصہ بنی ہوئی سوچ رہی تھی۔

"ماہی" بے جان سی ماہی کو محسوس کرتا دائم یونہی پکار بیٹھا اور ماہی کا دل اس صدا پر بے ہنگم ہو کر دھڑکا۔

"جی کہیں" ماہی دل و جان سے حاضر تھی، دائم نے تبسم خیز آنکھوں کے سنگ ماہی کے اخیر حسن کو دیکھا اور جھک کر اسکی من پسند آنکھوں پے لب رکھے۔

"آپ بہت خوبصورت ہیں، آپکی آنکھیں کسی تازہ رومانوی غزل جیسی ہیں جن کی سمت مائل ہونے میں وقت نہیں لگتا۔ آپکے یہ ہونٹ جن پر اداسی بھی بیٹھی ہو تو کشش رکھتی ہے مگر کبھی کبھی آتی مسکراہٹ بہت حسین ہوش ربا شے ہے۔ آپ کسی ملکہ یا کسی شہزادی سے کم نہیں، آپ بہت خاص ہیں" دائم کے لفظ وہ آنکھیں

بند کیے دائم کا چہرہ یاد کیے سن کر بھینا بھینا مسکرائی اور اسکے دائم نے چپکے سے اسکی مقدس اور قیمتی مسکراہٹ پر حاکمیت جمائی۔

"اور آپکے پاس بھی ایک ظالم چیز ہے" ماہی شریر سی پر اسرار ہوئی۔

ماہی نے بوکھلائی اور لجائی معصومیت سے آنکھیں کھولیں اور اسکا دل چاہا وہ دائم کا ڈنپل دیکھے۔ وہ جو اس وقت عالم کے چہرے کی ہلکی سیاہ بڑھی شیو میں منہدم انداز میں دبا تھا اور اس وقت اپنی اصل گہرائی سے بہت کم بس مدھم سا ایک دباوزدہ گڑھا دیکھائی دیتا تھا۔ مگر ماہی کو پھر بھی دیکھائی دیا۔ وہ اس پر ہونٹ دھرے مسکائی۔

یہ ڈنپل کا مدھم نشان بھی ثبوت تھا کہ یہ اسکا دائم ہی ہے۔

ماہی کا تن من سب منجمد سا ہوا۔

"ھاھا آپکو یہ ظالم میرا ڈنپل کیسے دیکھائی دیا ماہی یہ تو چھپا ہوا ہے میرے اس چہرے کے دباو سے، اور نہ آج تک میں نے ظاہر ہونے دیا۔ کیونکہ آغا جان کے بقول عالم کے چہرے پر ایسا کوئی گڑھا نہ تھا جسکے باعث ہمیں اسے چھپانا پڑا۔ آپ کو کیسے نظر

آگیا یار، میں تو حیران ہوا۔ ویسے بھی علاج کے دوران وہ ایفیکٹ ہوا ہے، اب چہرے کی ساخت تھوڑی بدل گئی ہے" ماہی اسکی اس بات پر پورے دل سے مسکرا دی، کیا بتاتی اس وقت کے یہ گڑھا یہ ڈنپل ہی تو ماہی کی جان تھا۔

"بیوی سب سے قریب ہوتی ہے، اس سے کچھ چھپا ہوا بھی نہیں چھپ سکتا" ماہی زیر لب تبسم دبائے اسے دیکھتے اترائی اور دائم اسکا ایسا انداز دیکھ کر ہشاش بشاش ہو چکا تھا۔

"یہ تو بجا فرمایا آپ نے میری جان" دائم بھی جی جان سے مان گیا۔ کیا بتاتی کہ وہ اسکے چہرے کو بند آنکھوں سے جب چاہے دیکھ سکتی ہے۔

"اب سوتی ہوں، آپ بھی آرام کریں" ماہی نے اپنی نازک ہتھیلی دائم کی گال سے جوڑے کہہ کر مزید قریب ہوئے آنکھیں موندی اور دائم نے بھی اسکی پیروی کی۔

دائم کے نیند میں ڈوبنے کی دیر تھی کہ ماہی اپنی میٹھی آنکھیں کھول چکی تھی۔

وہ اپنے گرد پھیلی اپنے دائم کی گرفت کو محسوس کرتی اک لمبا سانس لیے مسکرائی۔

اسکا دل چاہا آج روتی جائے، تشکر سے بھرے آنسو بہائے۔

دائم کا ہاتھ اپنے چہرے پر سے اٹھائے وہ اب شدید محبت سے چوم رہی تھی۔

وہ کیوں دائم کو پہچان نہ پائی، یہ چہرہ بھلے عالم کا سہی پر یہ ہاتھ، یہ وجود سے منسلک پورا انسان۔ یہ آنکھیں۔ اور اس شخص کے سینے کے اندر دھڑکتا دل اسکے دائم کا تھا۔

کتنا روئی تھی وہ دائم کے لیے، کتنا تڑپی تھی اور آج وہ صرف اسکا تھا، اسکے پاس تھا اور سب سے بڑھ کر اسکا انجان مہربان تھا۔

"آئی مسس یو سوچ میرے دائم میری روح، دل اور وجود کی بہار، خدا نہ کرے آپ اپنی ماہی سے اب اسکی موت سے پہلے جدا ہوں۔ آپکی یاداشت آنا آپکی ماہی کا امتحان نہ بنے۔ دائم کتنا تڑپی ہے آپکی ماہی یہ سب بتاوں گی، میرا اقرار مجھے ملا ہے۔ آپ میرے ہیں دائم اور ہمیں یہ مقدر بھی جدا نہیں کر پایا" ماہی اپنا ہوش گنوا رہی تھی، وہ خود پر ہر اختیار کھو رہی تھی۔

وہ نیند میں تھا اور اسکی نیند پکی تھی مگر اتنی بھی نہیں کے اسکی ماہی اسکے قریب تر ہوتی اور اسے خبر نہ ہوتی۔

"اکیلے اکیلے پیار جتانے نہیں دوں گا ماہی، مجھے سلا کے آپ خود چیٹنگ کر رہی ہیں۔ اب نہیں سونے والا میں، لہذا آپکی نیند کا بھی خدا حافظ" سماعت میں پڑتی اسکے دائم کی بند آنکھوں سے کی سرگوشی ماہی کو بے باکی منقطع کرنے پر اکسا گئی مگر اس سے پہلے کے وہ سنبھل کر کوئی راہ فرار پکڑتی اسے اسکے دائم نے خود میں مقید کر دیا۔

رات پھر سے دلفریب بلکے آج کل سے زیادہ حسنین راہ پر گامزن ہو گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"صبح صبح کدھر نکل گیا تھا شوخے" بلال جو ٹاول گردن میں ڈالے باہر ڈائنگ پر تازہ حلوہ پری پلیٹوں میں لگا رہا تھا، چند شاپنگ بیگز کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوتے حسنین کو دیکھ کر پوچھنے لگا جو تھکے سے انداز میں وہیں کرسی گھسیٹے براجمان ہوا۔

"اوہ ھو، سسرال جانے کی تیاری ہو رہی ہے" جناب نے اسکے لائے بیگ میں کپڑے دیکھ کر خوشی سے لتاڑا مگر حسنین کے منہ پر ازل کا کھچاو برا جمان ہوا پڑا تھا۔

"اور کیا پھٹی جینز اور بدھے رنگ کی شرٹ پہن کر جاتا۔ تاکہ عزت کی لسی میری وفع سے ہی ہو جاتی، اب اگر اس طرف کا رخ کر ہی لیا ہے تو سنجیدہ بھی ہونا پڑے گا" حسنین نے منہ بسورے فوری جواب نازل کیا کہ ایک پل کو بلال تو حیرت سے بیہوش ہوتا ہوتا بچا۔

یہ اسکے سامنے اسکا وہی زندگی سے کٹا لٹا حسنین تھا یہ بات واقعی ناقابل یقین تھی۔

"قسم سے مجھے اس دن کا شدت سے انتظار تھا، میری دعا ہے اللہ اب تجھے کسی دکھ کے سائے سے بھی متعارف نہ ہونے دیں۔ میرا شہزادہ لگا ہے سچی آج" بلال کی اپنی خوشی دیدنی تھی، اسے محسوس ہوا اسکی اس پتھر کو پگھلانے کی کوشش رنگ لائی ہے اور یقینا اس انہونی میں محبت کا خاصا عمل دخل تھا۔

"پتا نہیں، تو بھی چل رہا ہے میرے ساتھ۔ میرا ابا بھائی بن کر اور اب آگے سے چوں چاں مت کریں" حسنین جو ابتدا میں نا امید لگا مگر یک لخت بلال کو حکم سناتا اسے بھی ہنسا دیا۔

وہ محترم تو آج دل و جان سے حاضر تھے، آج اس نے حسنئن کے لیے کیفے تک سے چھٹی مارنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

وہ محبت کے وجود پر ایمان لاتے حسنین کے لیے بہت خوش تھا اور حلوہ پوری سے انصاف کرتے وہ دونوں نہیں جانتے تھے ان دونوں کی کہانی شروع ہونے کو ہے کیونکہ اس پارٹی میں جہاں حسنین کا سامنا ماہی سے ہونے والا تھا وہیں ماہی اور عیشہ نے حبا کو بھی بلا رکھا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"مجھے یہ بات کسی کو تو بتانی ہو گی، دائم کو انکا چہرہ مل جائے گا تو وہ زیادہ بہتر طور سے اپنے ذہن کی بھولی بسری یادوں کو جان لیں گے۔ یہ انکے پاس عالم کا چہرہ منصوعی

ہے" آئینے کے سامنے حسن اور پاکیزگی سے لدی ماہی اپنے ہوش ربا سراپے پر اترانے کے بجائے گہری سوچ میں گم تھی۔

وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دائم کی یاداشت کے واپس آنے کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

اسے خود کو اور دائم کو ایک پر سکون زندگی کی سمت لانا تھا۔

"مقصود بابا، ہاں مجھے یہ راز ان سے کہنا ہو گا۔ ایک وہی ہیں جو اب میری مدد کر سکتے ہیں۔ عیشہ کو سنبھالنا کٹھن ہو گا مگر حقیقت تو حقیقت ہے۔ وقت لگے گا مگر وہ سمجھ جائے گی" اپنے کانوں میں نازک سے ڈائمنڈ ائیر رنگز پہنے وہ اب کھلے بالوں کو کندھوں پر پھیلائے اپنا سرخ آنچل شانوں پر پھیلا رہی تھی اور اسکے چہرے پر بے انتہا الجھن تھی۔

"مقصود بابا مجھے غلط نہ سمجھ لیں، اور میرے بابا انکو کیا کہوں گی۔ اور دائم سے کیا کہوں گی اس سب پر۔ یا اللہ آپ مجھے کوئی راستہ دیکھائیں، میں دائم کا چہرہ واپس چاہتی ہوں" ایک خیال سے چھٹکارہ ملتا تو نیا خیال سر اٹھاتا ماہی کی الجھن بڑھا دیتا۔

"اکیلے اکیلے کیا سوچا جا رہا ہے" اپنے گرد اسکے دائم کی حائل ہوتی بازو اور کانوں میں رس گھولتی سرگوشی پر وہ تھکا سا مسکرائی۔

وہ فریش ہو کر ابھی ریڈی ہوا تھا اور ایک میٹنگ تھی جسکے بعد وہ کیک پک کر کے لیے واپس آنے والا تھا۔

"آپ کو، آپ سے ایک بات کہوں" پہلی بات کہتی ماہی کا سرخ چہرہ مقابل کو لطف دے گیا اور اگلی پر جناب نے اپنی توجہ ماہی کو مکمل طور پر دی۔

"ہاں کہیں، کیا بات ہے" وہ اسے کہنے کی ہمت دیتے خود بھی سنجیدہ تھا۔

"اگر آپکو آپکی یاداشت سے پہلے آپکا چہرہ مل جائے تو؟" ماہی نے یہ سوال بہت ڈرتے ہوئے پوچھا مگر مقابل کچھ دیر حیرت کے بعد مسکراہٹ ابھری اور اسکی ٹھوڑی پر لب رکھتا وہ اسے خود میں سمو گیا۔

"تو میں جلدی ٹھیک ہو جاوں گا، پر ماہی میرا اصل چہرہ ہی تو مجھے نہیں پتا۔ ویسے بھی میرے دماغ کے بھی کئی مسائل ہیں۔ کیا بتاوں کیا کیا نہیں لاحق مجھے" پہلی بات میں خوشی ہمکی مگر باقی باتوں پر وہ اسے شانوں سے پکڑ کر کہتا خوفزدہ لگا۔

"آپ کو ماہی پر بھروسہ ہے؟ ماہی اگر آپکے لیے کچھ کرے تو کیا آپ بنا سوال اٹھائے میری بات مانیں گے" ماہی نے بہت مان سے پوچھا اور مقابل اب خدشے اور پریشانی تھی۔

"مانوں گا، آپکے لیے تو یہ بے نام بندہ اپنی جان بھی دے دے۔ پر جو بھی کریں خود سے دور مت ہونے دیجئے گا" وہ اسکا چہرہ بیتابی سے ہاتھوں میں بھرے تاسف سے تڑپ اٹھا اور ماہی نے آسودگی سے وہ پیشانی چومی جہاں اسکا بخت تحریر تھا۔

"دور تو اب کبھی نہیں ہونے دوں گی، بس آپ کی ہر الجھن بہت جلد ہٹا دوں گی۔ جائیں اب آفس اور وقت پر آیئے گا آج عیشہ کے لیے بہت خاص دن ہے اور ہم مل کر عیشہ کو کبھی دکھ نہ پانے کی دعادیں گے" ماہی نے بہت پیار سے نثار ہوئے محبت

لٹائی اور جناب نے سود سمیٹ واپس لٹا کر فرخت بخش ماہی کا مہکتا وجود وچہرہ محسوس کیے اسے مسکراتے ہوئے رہائی دی اور کمرے سے باہر نکل گیا اور اسکے جاتے ہی ماہی نے اپنے فون کو اٹھایا اور گیلری سے کچھ پرانے فولڈر میں موجود دائم کی تصویریں نکالیں۔

ہر پوز اور ہر سائز کی تصویر تھی، ویسے تو انسان کا چہرہ اللہ نے اس خوبصورتی اور باریکی سے بنایا ہے کہ وہ اس کے سوا کوئی اور شکل قبول نہیں کر پاتا۔ یہاں بھی یہی تھا، ڈاکٹرز نے دائم کے مسخ ہوتے خدوخال کو بہتری کی سمت مائل کرنے کے لیے عالم کے چہرے کی ایک منصوعی اور وقتی شکل دے دی تھی کیونکہ اسکا اپنا چہرہ ہنوز اسکے پاس تھا مگر اسکی اصل اور ہڈیوں پر مکمل ترتیب شکل اسکی اپنی ہی تھی اور دائم کی اصل شکل کا ایک منہدم سا سکیچ مقصود معراج خان کے پاس اس حادثے کے وقت کا موجود تھا جو کمپوٹر رائز تھا مگر وہ اتنا کلئیر نہ بن پایا تھا جسکی باعث انھیں دائم کے چہرے کی سرجری کرنے کے بجائے مجبوراً ایک وقتی ماسک تیار کیا تھا اس کے سوا کوئی

اور وقتی شکل دینی اہم تھی جسکا مقصد دائم کے چہرے کے خدوخال میں ہوتی توڑ پھوڑ کو بحال کرنا تھا۔

اور اب جب ماہی کے پاس اس منہدم سکیچ کا اصل فوٹو موجود تھا تو دائم کے چہرے کے بحال ہوتے خدوخال کو اب چھ سال کے علاج کے بعد باآسانی اسکے اپنے چہرے میں ڈھالا جاسکتا تھا۔

ماہی کافی دیر انٹرنٹ پر سرچ کرتی رہی اور اسے اب یہ سب جلد از جلد مقصود بابا کو بتانا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

پوری حویلی رنگ برنگی سجاوٹ سے مزین کی گئی تھی، عیشہ کی ہر سالگرہ کو وہ سب ایسے ہی شاہانہ مناتے آئے تھے۔ اور ویسے بھی آج اس چلبلی سی پیاری گڑیا کا دل بھی الگ ہی بے ہنگم تھا، وہ پل پل حسنین کی ہوتی جارہی تھی۔

یہ محبت نامی بلا اس پر بہت اجلت میں اترتی جارہی تھی۔

حویلی کے لان میں ہی ضروری سجاوٹ ترتیب دی گئی تھی، دائم جو مہمانوں کو ویلکم کرنے میں منہمک تھا، آہٹ پر مڑا تو اپنے سامنے اس دنیا کی سب سے خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر ایک پل کو تھم سا گیا۔

مبہوت کر دیتا ماہی کا دہکتا حسن، دائم کے ہوش اڑا گیا۔ وہ بھی آج دل سے سجی تھی تبھی قیامت خیزی کے سنگ سیدھی دل کے تار ہلا گئی۔

"چشم بد دور، میری جان کالا ٹیکہ لگا لیں کہیں کسی کی نظر نہ چھو جائے" وہ جو محفل میں ہی اپنے جذبات کہہ بیٹھا، سامنے عیشو کی ہنسی پر کلک ہوتی تصویر پر دونوں ایک پل کو خجل سے ہوئے۔

"ھاھا سوری لوو برڈز، یہ پکچر میں آپکے بچوں کو دیکھاوں گی۔ ھاھا کیری ان" وہ پری جو خود آج کسی حسین ہوش ربا دوشیزہ سے کم نہ تھی، دونوں کو دلفریب ہنسی دیتی منظر سے غائب ہوئی۔

دوسری سمت آغاجان بھی زبیر صاحب کے ساتھ کھڑے انہی کو دل پسند انداز میں دیکھ رہے تھے۔

حبا نے جہانگیر انکل کے ساتھ آنا تھا وہ ابھی پہنچی نہیں تھی اور ابھی تک محفل کے ولن حسنین صاحب کی بھی انٹری نہیں ہوئی تھی۔

ماہی کی پلکوں کا شرمگیں رقص دائم کو بے خود کر رہا تھا مگر وہ مسکرا کر یہ منظر جینے پر ہی اکتفا کر چکا تھا۔

ماہی اسے دیکھ کر یہی سوچ رہی تھی کہ وہ آج رات ہی مقصود بابا کو ساری سچائی بتا دے گی۔

"آپ کی ان آنکھوں کا حصار ہو تو آپکی ماہی کو کوئی نظر چھونے کا نہیں سوچے گی"

ماہی کی آواز کا اتار چڑھاو، آج مقابل کھڑے دل پسند مرد کے باعث تھا۔

وہ آنکھیں اخیر ر آسودہ تھیں۔

"صرف آنکھوں کا حصار اس وقت مجبوری ہے مجھ معصوم کی، آپ تو وہ ہیں جسکے لیے ہر طلسمی اور قریبی حصار بھی ہمہ وقت مہیا ہے۔سچ میں آپ بہت پیاری ہیں ماہی، بے حد عزیز" ماہی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے وہ ان آنکھوں میں جھانکتا شریر ہو کر یک لخت عاشقانہ ہوا اور ماہی بس بھینی ہنسی دبائے سر جھکا گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید ایک دوسرے میں کھو جاتے، سامنے سے آتے بابا اور جان سے پیاری ہمدرد حبا کو دیکھ کر ماہی مزید خوشی سے بھر گئی۔

خود حبا اپنے سامنے کھلی تازہ اور ایک دم بدلی ماہی کو دیکھ کر خوشگوار حیرت کا شکار ہوئی۔

آج اس محفل میں کئی فیصلے اور کئے پرانے تار چھڑنے والے تھے۔

جہانگیر نے بھی شفیق انداز مئں دونوں بچوں کو مل کر سدا ساتھ کی دعائیں دیں اور پھر وہ چلبلی سی عیشہ تک پہنچے جو آج بھاگ بھاگ کر سب سے ہی دعائیں لوٹتی نظر آئی۔

دائم بھی وہیں بڑھ گیا البتہ اب ماہی کی خوشی کا سبب جاننے کو بے قرار حبا اسکا ہاتھ تھامے مسکرائی۔

"کیا یہ خوشی سچی ہے ماہی، مجھے لگ رہا ہے سو فیصد سچی ہے" حبا آج خود بھی بہت سوبر اور پیاری تیار تھی، ماہی کا بلش کرتا چہرہ حسین تھا۔

"سچی ہے، تم یقین نہیں کرو گی حبا مگر عالم ہی دائم ہیں" اپنی اتنی بڑی آسانی وہ اپنے دکھوں کی رازدار سے کہے بنا نہ رہ پائی اور ایک پل کو حبا کا یہ سن کر رنگ بھک سے اڑا۔

وہ کبھی ماہی کو دیکھتی اور کبھی ہونق زدہ بنی کچھ فاصلے پر کھڑے دائم کو، وہ پتھرائی سی کیفیت میں مبتلا تھی۔

"واٹ۔۔۔۔ی۔۔۔یہ کیسے ہوا۔۔۔آ۔۔۔آئی مین ہاو ماہی" حبا کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر ماہی نے اسے چند لمحوں میں ہی اپنے مقدر کی یہ عجیب کہانی اسے سنا دی اور حبا کا رنگ سب جاننے کے بعد بھی سفیدی میں لپٹا تھا۔

اور پھر وہ ہنستی ہوئی ماہی سے گلے جا لگی، دل تھے کہ آج مدت بعد قرار پا گئے۔

حبا تو کبھی ہنستی اور کبھی اس بے شمار بڑے انکشاف پر اسکی آنکھیں نم ہو تیں۔

یہ تو عیشہ انکی طرف ہنستی ہوئی آکر انھیں زبردستی ساتھ لے گئی ورنہ وہ دونوں ہی اپنی کیفیت میں اس وقت ہلکان سی تھیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"واہ یار، بنگلہ تو بڑا شاندار ہے۔ کافی رئیس لوگ لگتے ہیں۔ ویسے میری مان تو گھر داماد ہی بن جا" گاڑی عین مطلوبہ پتے کے بنگلے کے دروازے کے پاس روک کر باہر نکلتا رائیل بلو تھری پیس میں ملبوس بلال توستائشی انداز سے سراہتا ہوا بولا جبکہ حسنین نے بھی گاڑی سے باہر نکل کر ایک جلی سی نگاہ حویلی پر ڈالی اور پھر نگاہ کا رخ بلال کی سمت ہوا۔

"کیوں مجھے برداشت کر کر کے تھک گیا ہے جو یہ زلیل مشورہ دے رہا ہے، ایک مکا کھانہ لینا ناک پر" نروٹھے انداز سے حسنین نے تپ کر کہا جس پر بلال شریر سی ہنسی کے ساتھ جلے بھنے یار تک پہنچا۔

"ابے یار تو جانتا ہے تیرے بنا میں بھی نہیں رہ سکتا اب، ایویں تنگ کر رہا تھا۔ چل اب یا باہر سے ہی جلے جلے انداز سے گھر کو گھورنے کا پلین ہے" آج تو دونوں بن ٹھن کر بجلیاں گرا رہے تھے اور حسنین کا منتشر حسن بھی مانو ایک مرکز پر آن ٹھہرا تھا۔

حسنین نے خفیف سی ھنہ کیے اپنے قدموں کو سفر کا آغاز کرنے کی زحمت دی اور وہ دونوں کمال اعتماد کے سنگ اندر داخل ہوئے جہاں آغاز میں ہی دو خواتین و خضرات پر نگاہ پڑتے ہی بلال اور حسنین اس سمت لپکے۔

سامنے ہی دائم اور عیشہ کھڑے تھے اور عیشہ کے ساتھ کھڑے اس انسان کو حسنین نے اندازا ہی پہچانا تھا کہ یہی عیشہ کے بھائی ہیں۔

عیشہ کا تو دل تھم چکا تھا، وہ حسنین جسے اس نے اجاڑ اور عجیب ہی سر پھاڑ خلیے میں دیکھا تھا آج تو یوں تھا کہ عیشہ کو لگا وہ اسکی لکس پر ہی فدا ہو جائے گی۔

وہ بھی ان دو تک پہنچتے پہنچتے دائم کی دلچسپ نگاہیں اور عیشہ کی محویت محسوس کر چکا تھا۔

آخر وہ چاروں اب آمنے سامنے تھے۔

"حسنین منصور، تو آپ ہیں حسنین منصور۔ ویلکم۔ میں عیشہ کا بڑا بھائی عالم" دائم کا جاندار اور مضبوط انداز ایک پل کو حسنین کو بھی جھٹکا دے گیا کیونکہ دائم کے ذہن میں اسے محسوس ہوا خون گردش سا کر اٹھا ہو۔ یہ لڑکا کچھ تو شناسا سا تھا، آخر کو اس دنیا میں دائم کا دل دو ہی اپنوں کے لیے شدت سے دھڑکتا تھا، ایک ماہی اور دوسرا حسنین۔ تبھی دائم کے دماغ اور دل دونوں میں اس شخص کو دیکھ کر ان کہی سی ہلچل مچی تھی۔

وہی ہیولے سے اسکے ذہن میں گھوم رہے تھے جیسے یہ لڑکا بھی اسکے لیے اجنبی نہ ہو۔

"جی تھینک یو" حسین نے بھی جواب میں نوابی انداز اور پختگی کے سنگ دائم کا بڑھا ہاتھ تھام لیا اور اسکے بعد دائم نے بلال کو بھی ویسی ہی خوش دلی سے ویلکم کیا اور اس سے پہلے کہ دائم اور عیشہ ان دو کو لے کر باقی مہمانوں کی سمت بڑھتے، سامنے سے اپنے دھیان میں آتیں ماہی اور حبا وہیں پتھر کا مجسمہ بن گئیں۔

یہی حساب حسنین منصور اور بلال کا تھا، دونوں طرف خوف اور بے یقینی کی لہر پوری قوت سے بیدار ہوئی۔ یک لخت سائیں سائیں کی آواز گونجی اور گہرا سناٹا پھٹ کر پھیلا۔

ماضی کی سیاہ لہریں، سونامی کی طرح ہستیوں کے شہر تباہ کرنے کو مچلیں تھیں۔

جہاں حسنین کی آنکھوں میں ماہی کے لیے حقارت تھی وہیں ماہی سفید پڑتی اس سامنے کھڑے حسنین سے یوں لگا ہراساں ہے۔ بلکل ویسے ہی دو تشنہ اور تڑپتے دل بھی آنکھوں کے ظالمانہ ملاپ سے بے ہنگم ہوئے۔

ماہی کو اس دیارِ غیر میں یہی محسوس ہوا کہ اسکی آسانی پھر سے رخصت ہو چلی ہے اور بلال کو لگا وہ حبا کے سامنے مسمار سا ہونے کو ہے۔

حبا کی آنکھیں بد قسمتی کے لیبل کی وجہ بنتے اس شخص سے چپ چاپ چینخ کر جو تقاضے کر رہی تھیں وہ اڑی رنگت والے چہروں سے عیاں تھے۔

آغا جان اور جہانگیر بھی وہیں آ گئے اور مجبوراً ماہی، حبا، بلال اور حسنئن کو پتھرائی صورتیں بحال کرنی پڑیں۔

ایک پل کو ماہی کانپ اٹھی، حسنین جانتا تھا وہ دائم کی منکوحہ تھی اور اب وہ اسے کسی اور کہ ساتھ دیکھ کر یقیناً حقارت سے گھور چکا تھا۔

حبا خود اس اتفاق زدہ ٹکراو پر ساکت تھی مگر بلال کے چہرے کی سفیدی سب سے الگ تھی۔

اپنے سامنے اپنی اپنی گمشدہ محبتوں کو دیکھنا انکی چلتی کائنات کی گردش روک چکا تھا۔

حسنین کی تیر جیسی نگاہ ماہی کے دل تک اتر رہی تھی اور وہ کسی آتش فشاں جیسے اپنا آپ سمیٹے کھڑا تھا۔

"بیٹے کچھ بتائیں اپنے بارے میں، ویسے تو یہ پارٹی میری لاڈلی پرنسس کے لیے ہے لیکن چونکہ تم اسکی خوشی ہو تو ہم چاہتے کہ پہلے بات چیت ہو تاکہ کیک کاٹنے کے ساتھ ہم ایک خوبصورت سے تعلق کو بھی قائم کریں" آغا جان کی سمت سے ان سب کو لاونج میں بٹھایا گیا اور اس وقت بھی حسنین کی نظریں دائم اور ماہی پر تھیں جو اب بلال کے گھورنے پر کچھ منہ کی سختی زائل کر چکا تھا۔

عیشہ باہر حبا کے ساتھ تھی جبکہ اس وقت لاونج میں دائم، ماہی، جہانگیر صاحب، مقصود صاحب، بلال اور حسنین موجود تھے۔

"میں ایک کیفے میں ویٹر ہوں، ماں باپ دونوں مر چکے ہیں۔ اکیلا ہوں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے میری کہانی میں" حسنین کے لہجے کا سخت پن اور کسی کو محسوس ہوا ہو

یا نہ ہوا ہو، ماہی کی سمت وہ بہت تلخی سے دیکھ کر جیسے پس لب ہی بنا کہے بہت کچھ جتا گیا ہو۔

بلال نے بھی ان سب کے سنجیدہ چہرے بھانپ کر چپ توڑنے کا فیصلہ کیا۔

"آپ سب بھروسہ رکھیں، میں ہی اسکا سب ہوں۔ دراصل ہم دونوں دوست ہی فیملی کے معاملے میں ایک سے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ میں اسکا اور یہ میرا ہمدرد ہے" اپنی حمایت میں اس وقت بولتا بلال حسنین کو زہر لگا تبھی وہ جبڑے بھینچ گیا مگر دائم، مقصود اور جہانگیر صاحب اب خاصے فکر مند تھے۔

ویٹر ہو کر لڑکا کچھ زیادہ اکڑا ہوا اور مغرور تھا اور دائم کو خاص تشویش تھی کیونکہ اس نے اس لڑکے کا دو تین بار ماہی کو عجیب طرح دیکھنا بھانپا اور دوسری بات ماہی بھی کچھ انکمفرٹیبل تھی۔

"دیکھو بھئی حسنین، میری گڑیا مزاج کی بہت نازک اور ہنس مکھ ہے۔ تم مزاج کے سخت اور سنجیدہ لگے ہو، تھوڑا خود کو اگر بدل لو تو ہماری فکریں ختم ہو جائیں گی۔ باقی

کام چھوٹا ہو یا بڑا، انسان کو عزت اور حلال سے جوڑے تو بہترین ہوتا ہے" دائم نے اپنی تمام تر توجہ حسنین پر مرکوز کیے بہت ملائم پن سے اسے باتوں کے بیچ سمجھا بھی دیا اور جہانگیر اور مقصود بھی دائم کی بات سے بلکل متفق تھے۔

ماہی کا دل تو بری طرح متذبذب تھا۔

"کوشش کروں گا، مزاج بدلنا ایک کٹھن چیز ہے۔ آئی ول ٹرائے مائی بیسٹ"

حسنین نے اب کی بار دنیا جہاں کی درویشی لہجے میں سمو کر اس کمال ادا سے کہا کہ ماہی کے علاوہ باقی سب اب مطمئین سے تھے اور اسکے بعد وہ لوگ باہر ساتھ ہی آئے۔

عیشہ جو گھبرائی سی حبا کے ساتھ تھی، سب کو اچھے انداز میں باہر آتا دیکھتی فوری ماہی تک پہنچی جو تھکن سے بے حال ان دو کی طرف آئی البتہ باقی مرد حضرات اب دوسری طرف جا چکے تھے۔

حبا نے آنکھ چراتی ماہی کو دیکھا اور پھر عیشہ کو جو شدت سے اندر ہوتی بات جاننے کی منتظر تھی۔

"ماہی بتائیں ناں پلیز، کیا بھیا جانو اور بابا جانی کو حسنین پسند آئے؟" عیشہ کا کملا کر پوچھا سوال ماہی پر مزید بوجھ لاد چکا تھا، جانتے بوجھتے وہ عیشہ کو ایسے عجیب سے انسان کا ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"ابھی تو ملاقات ہوئی ہے چندا، تھوڑی تو اس کے متعلق پوچھ گچھ کروانی ہو گی ناں۔ بے فکر رہو، اپنے بھیا اور بابا پر بھروسہ رکھو وہ تمہارے لیے بہترین کریں گے" ماہی نے اسکی گال سے ہتھیلی لگائے بمشکل بات بنائی تو عیشہ کا کھلا چہرہ اتر سا گیا دوسری سمت دور سے حسنین کی آنکھیں ماہی پر تھیں اور وہ سخت بری طرح اس سچویشن میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

کیک کٹنگ سرمنی اچھے اور شاہانہ انداز میں ہوئی مگر حسنین کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ماہی سے بات کرنے کا موقع تلاش کر رہا تھا اور آخر اسے ماہی کسی کام کے لیے اندر جاتی دیکھائی دی اور وہ بھی نظر بچاتا ایک نگاہ اپنے بھائی کے ساتھ مسکرا کر باتیں کرتی عیشہ پر ڈالے اندر کی سمت بڑھ گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"حبا" کسی کی آواز پر وہ بے ساختہ پلٹی تو سامنے کھڑے انسان کے منہ سے اپنا نام سن کر حبا کے ماتھے پر وافع شکنیں ابھریں۔

کیوں آیا تھا یہ سامنے؟ حبا کے ذہن و دل پر قیامت ٹوٹتی محسوس کی۔

"آپ کو میرا نام یاد ہے، واہ" حبا کی بے چینی اور استفسار زدہ طنز پر بلال کے چہرے کی سنجیدگی میں اضافہ ہوا۔

کیا بتاتا کہ وہ پوری کی پوری اسکے دل پر مدتوں سے نقش ہے۔

وہ آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں مگر ہونٹ چپ پر مجبور لگے۔

"پانچ سال پہلے کا اک پرانا سا افسانہ ہے جس کا سرسری کردار ہونے سے جھٹلا نہیں سکتی ہو تم مجھے، تم یہاں ہو گئ۔ میں تمہیں یوں دیکھ پاوں گا یہ سب کبھی نہیں سوچا تھا" بلال کے لہجے میں یاس تھی، حبا عجیب شش و پنج میں مبتلا خالی آنکھیں لیے اس

انسان کے سامنے مضبوط رہنے کی کی سعی میں اس سے پہلے ہلکان ہو کر مڑ جاتی، اک صدا ابھری اور حبا کے قدموں کو زنجیر کر گئی۔

"حبا پلیز یہ تو بتا دو کیسی ہو اور کس خوش نصیب کی ہو"

کتنی خوش تھی وہ اس روز جب اس شخص جیسا ہمسفر اسے اس دنیا کی سب سے بڑی راحت لگا تھا، اپنے دل و دماغ میں بسنے والا یہی تو وہ پہلا مرد تھا جس کی خواہش حبا نے پوری جستجو سے کی تھی۔ہاں تصویر بھی تھی اسکے پاس بلال کی۔بارات نہ آئی اور پھر منحوسیت کا کہرام مچ گیا۔کچھ دن بعد رشتے کروانے والی عورت آ کر گھر میں تماشا کر کے گئی کہ زہرہ تمہاری منحوس بیٹی نے اس گھر میں تباہی مچا دی۔

وہ ماں جو اپنے بیٹے کا بڑے چاؤ سے سہرا سجانے والی تھی، مر گئی۔تب اس دن پہلی بار کسی نے حبا کو بد قسمت کہا تھا۔

چند آنسو حبا کی آنکھوں سے بہے، وہ مڑی جہاں وہ شخص کھڑا تھا جسکی وجہ سے وہ اس منحوس سائے میں داخل ہوئی۔

"میں تم سے نہیں بولوں گی

چاند تو ہر رات نکلا تھا مگر تمہارے بعد روشنی نہیں کر سکا۔

رات کی چادر سے ستارے جھڑتے رہے لیکن میں نے نہیں چنے۔

دیواریں بہری ہو گئیں تھیں تو مجھے ان سے باتیں کرنے کا کیا فائدہ ہوتا۔

تصویروں سے رنگ چرا لیے گئے تھے، تو میں خاکے بنانے لگی۔

نغمے نوحے بن گئے، پھر بھی میں انہیں گنگناتی رہی۔

پر میں تم سے نہیں بولوں گی۔

یہ دنیا ہے اس میں کوئی چیز ضروری نہیں۔

میں جانتی ہوں کہ محرومی بھی ایک نعمت ہے اور میں اس وقت بھی زندہ تھی جب میں محرومی کی نعمت سے بھی محروم تھی۔

تمہارے بغیر بھی ہنسا جا سکتا ہے سنا تم نے، خوش رہا جا سکتا ہے

اس لیے میں تم سے نہیں بولوں گی"

دل پھٹ گیا تھا، آخر پہلی بار وہ خود کو منتشر اور بکھرتا ہوا محسوس کر رہی تھی، کئی سالوں سے بنائی گئی ہمت اس شخص کو دیکھ کر ٹوٹ گئی تھی۔

وہ ناراض تھئ، نہیں بلکے وہ تو اپنے سوا کسی کو قصوروار مانتی ہی نہ تھی۔

"وہی ہیں آپ جنکی وجہ سے مجھے بدقسمتی کا لیبل ملا، ویسی ہی بدقسمت ہوں آج بھی۔

ہونے والے شوہر کی ماں کو کھانے والی، کچھ عرصے بعد اپنے شوہر کو بھی کھا گئی۔

خوشی مل گئی جان کر میرا حال، خوشی مل گئی میری بدقسمتی کا فسانہ سن کر۔

آئی ایم سوری اجازت دیں" ایک پل کو بلال پتھر بن گیا، وہ جو دلخراشی سے کہہ کر ہتھیلوں سے آنکھیں رگڑتی ہر منظر سے اوجھل ہوئی بلال کے حواس شل کر گئی۔

کتنی ہی دیر بلال اس سوہان روح حقیقت سے سلگتا رہا۔

دوسری سمت ماہی جو اپنی ساڑھی پر گری کولڈ ڈرنک صاف کرتی باہر دوبارہ آ رہی تھی، اپنے سامنے خونخوار سے انداز میں کھڑے حسنین کو دیکھ کر ٹھٹکی۔

وہ اسے جلا دیتے انداز میں دیکھ رہا تھا اور پھر یکدم اس نے ماہی کے چہرے کی اڑتی ہوائیاں دیکھتے ہوئے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔

"میں تو سمجھا تھا دائم شہروز کو صرف بد بخت سوتیلا باپ اور مجھ سا بے درد بھائی ہی عذاب کی صورت ملا، آپ بھی ستمگر اور ہر جائی نکلیں منعام بھابھی" لہجے میں استہزایہ رنگ ملائے وہ ماہی کو خون آشام انداز سے دیکھ رہا تھا اور ماہی کے پاس اسکے لیے کوئی جواب نہ تھا۔

"تم کچھ نہیں جانتے حسنین، اس لیے اس معاملے سے دور رہو" ماہی نے ہراساں سا ہوئے خفیف سی خفگی کے سنگ وارننگ دی جس پر وہ دلخراش سا ہنسا۔

"آپ نے کیسے انکو مردہ سمجھ لیا ماہی، حتی کہ آپ سے تو دل جڑا تھا انکا۔ کیسے آپ کسی اور کا گھر آباد کر سکتی ہیں۔ میرے بھائی کو اتنا بڑا دھوکہ، کیا آپ سے انکا انتظار نہ ہوا۔ بولیں منعام دائم شہروز جواب دیں" وہ سخت دلبر داشتہ سا پھٹ پڑا اور اختتام تک لہجے میں نمی سی گھل گئی۔

ماہی نے بے ربط سی سانس لیے دامن چھڑوا کر جانا چاہا مگر وہ اس بھاگتی ماہی کی راہ میں ایک بار پھر حائل ہوا۔

دونوں کی آنکھوں میں سرخی تھی، ماہی کی ہتھیلیاں پریشانی سے بھیگتی محسوس ہوئیں۔

"پلیز حسنین تم کچھ نہیں جانتے، میں تمہیں سب بتاوں گی مگر کچھ دن بعد۔ میرے پیارے بھائی مجھ پر بھروسہ رکھو" ماہی جانتی تھی وہ بددماغ سا انسان ہے تبھی خود پر قابو پائے اسے سمجھاتی بولی مگر وہ اسے حقارت سے دیکھ کر ہلکان کر چکا تھا۔

"میرے اور عیشہ کے بیچ آنے کی غلطی مت کریے گا، آپ جیسی سفاک عورت میرے بھائی کے لائق ہی نہ تھی۔ دائم بھائی مرے نہیں ہیں، وہ آئیں گے اور آکر آپکی یہ سچائی دیکھ کر جیتے جی مر جائیں گے۔ قابل نفرت ہیں آپ منعام، اس گناہ پر آپکی پکڑ ہو کر رہے گی اتنا یاد رکھیے گا۔ نکاح پر نکاح کیا ہے آپ نے" حسنین بنا کچھ جانے کیچڑ کی طرح ماہی پر زہر اگل رہا تھا اور کچھ دور کھڑے جہانگیر جو شاید منعام کو

ڈھونڈتے اندر کی سمت آرہے تھے یہ سب سن کر اپنے دل پر ہاتھ جکڑتے وہیں دیوار سے جا لگے۔

حسنین تو زہر اگل کر جا چکا تھا اور ماہی تک کو خبر نہ ہوئی کہ جس آگ کی تپش سے بچانے کے لیے اس نے اپنا آپ گلا ڈالا تھا وہ آخر کار جہانگیر تک پہنچ گئی تھی۔

وہ بوڑھا دل پر ہاتھ جکڑے ضبط کے دہانے پر تھا مگر یہ صدمہ اس سے سہا نہ گیا اور کچھ دیر بعد ملازمین نے دوڑ کر باہر آتے ہوئے سبکو جو اطلاع دی وہ سب پر ہی سکتہ اتار چکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ہو کیا گیا ہے تجھے، ہر شے تباہ کر دی۔ حسنین میری بات سن یار" اس بپھرے دیو نے کمرے میں پہنچتے ہی ہر شے کا کباڑا کر دیا اور بلال پیشانی رگڑتا اب اسکی اس حالت پر آخر ہاتھ جوڑ کر پھٹ پڑا۔

حسنین اس وقت دہکتا شعلہ تھا اور بلال کو لگ رہا تھا اسے شدید ڈپریشن اٹیک آیا ہے۔

اپنا کوٹ بیڈ پر دھرے وہ حسنین تک آیا جو کانپتا ہوا بیڈ پر بیٹھا مٹھیوں میں چادر جکڑے سخت مخدوش تھا۔

"ماہی نے میرے بھائی کو زندہ در گور کرنے کے حالات بنا دیے، وہ شخص جو صرف اس سے نکاح کے باعث قیامت کا شکار ہو گیا اس بے حس نے خود پر اسکا تا عمر نہ سہی کچھ عرصہ انتظار بھی واجب نہ کیا۔ وہ کتنی بری ہے بلال، آج مجھے لگ رہا ہے جیسے بابا کے ساتھ ساتھ ماہی بھی میرے بھائی کی قاتلہ ہے" حسنین کی ہستی تہس نہس تھی خود بلال اسکے ایسے پاگل پن سے خوفزدہ ہوا مگر اس وقت حسنین پر مانو خون سوار تھا۔

"شوہر لاپتہ ہو جائے تو بیوی کو حق ہے دوسرے نکاح کا اور ویسے بھی ان دو کا نکاح خفیہ تھا حسنین۔ ضرور ماہی نے بابا کے زور دینے پر شادی کی۔ دیکھ حسنین خود کو سنبھال، کیوں اپنے دماغ کو پھاڑنے لگا ہے" بلال اسے شانوں سے پکڑے سختی سے سمجھا تو گیا مگر حسنین کی سرخ ہوتی آنکھیں خود پر پڑتی پا کر وہ چاروناچار چپ ہو گیا۔

"جو بھی ہے، وہ دائم بھائی کی محبت کے لائق نہیں تھیں۔ آہ دائم بھائی یہ کیا کر بیٹھے آپ، نہ آپ اس ماہی سے نکاح کرتے نہ آپ پر عذاب اترتا۔ جا یہاں سے بلال مجھے اکیلا چھوڑ دے" حسنین نے برخستگی اور بے رحمی سے دھاڑ کر بلال تک کو کمرے سے باہر نکال دیا اور خود وہ دروازہ بیچ کر بند کرتا بہت بری حالت میں وہیں گھٹنوں کے بل گر پڑا۔

اسکا دل چاہا وہ یا تو ماہی کو مار آئے یا اپنی جان لے لے، جب بھی اس پر ڈپریشن کا اٹیک ہوتا تو وہ یونہی درندہ اور پاگل بن جاتا۔

باہر کھڑا بلال سر جکڑے اس سب صورت حال پر تو دکھی تھا ہی مگر آج تو اسکے دل کو بھی گھاو لگا تھا۔ دوسرا اسکا دھیان ہوسپٹل کی سمت ہی تھا، وہ جانتا تھا صبح تک حسنین اپنے سوگ اور ماتم سے نکلنے والا نہیں لہذا وہ خود بھی دوبارہ ہوسپٹل نکل گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

آئی سی یو میں زندگی اور موت کی جنگ لڑتے جہانگیر فلک پل پل سسک رہے تھے، یہ تیسرا دل کا دوڑا تھا اور جس طرح انکی رکی دھڑکن ماہی نے دیکھی تھی وہ بھی دائم کے سینے میں چھپ کر کانپتی ہوئی درد میں جا گزیں تھی۔

آغا جان کا زبیر کو خصوصی کہنا کہ وہ انکی جان بچالیں، ماہی کو مزید دردناک تکلیف سے دوچار کر گیا۔

خود عیشہ اور حبا تک سخت تکلیف اور رنج میں لپٹی تھیں، بیٹھے بیٹھے ماہی پر قیامت ٹوٹی تھی۔

"ماہی حوصلہ کریں میری جان، جہانگیر انکل کو کچھ نہیں ہوگا" بکھرے بال ملائم پن سے سہلائے وہ اس ہراساں اور درد سے چور ہوتی ماہی کو تسلی دے رہا تھا مگر وہ بہت برا رو رہی تھی۔

دوسری سمت عیشہ بھی حبا کے ساتھ لگی روتی جا رہی تھی مگر اس وقت آئی سی یو روم سے آتی خبر قیامت برپا ہونے کی وعید جیسی تھی۔

"ک۔۔۔کیا ہوا زبیر" آئی سی یو روم سے نکلتے زبیر کے چہرے پر اس وقت صاف پریشانی درج تھی، مقصود بے قراری سے انکی سمت لپکے تو انہوں نے مقصود کا کندھا جکڑا۔

"انکے پاس بس کچھ لمحے ہیں، وہ ماہی سے ملنا چاہتے ہیں۔ آو ماہی" ایک پل میں وہاں موجود ہر فرد کی جان اچک لی گئی، ماہی کا وجود یوں لگا پل بھر میں مسمار ہوا ہے۔

خود دائم اور مقصود بہت پریشانی سے دروازے تک پہنچے جہاں سے ماہی کانپتی ٹانگوں اور اجڑے حال کے سنگ اندر داخل ہوئی۔

اسی دن سے ڈرتی تھی، بابا کے بنا زندگی سے خوفزدہ سی ماہی سہم کر اپنی ہتھیلوں سے آنکھیں رگڑتی اپنے بے لگام آنسوؤں کے سنگ بابا کا ہاتھ پکڑے پاس بیٹھی جس پر منصوعی سانس پر زندگی کے آخری لمحوں کو جیتے جہانگیر اپنی آنکھیں کھول گئے۔

باہر بھی ہر فرد تکلیف میں تھا۔

"م۔۔۔ماہی، م۔۔۔۔مجھے معاف کر دوم۔۔۔میری بچئ، میں کتنا بدقسمت۔۔۔۔ب۔۔۔باپ تھا جس نے اپنی بیٹی کی۔۔۔۔کی اذیت نہ جانی، میرے ہوتے ہوئے تم جہنم میں سلگتی رہی۔جو ص۔۔۔صدمہ۔۔۔۔" ماہی بے جان سی ہوئی، بابا کی سانس رک رہی تھی اور وہ اسے جیتے جی مارنے کے لیے نجانے کونسا انکشاف کرنے کو تھے۔

"بابا نہیں۔۔۔۔بابا جان" وہ پھوٹ پھوٹ کر بابا کا ہاتھ چومے روئی، پر وہ اٹکتی سانس سے ماہی کی سمت سرخ بیقرار آنکھیں لیے تھے۔

"میں۔۔۔۔ت۔۔۔تمہاری ماں۔۔۔ن۔۔۔نہیں بن پایا، ماہی ت۔۔۔تم مجھے معاف کر دو۔ع۔۔۔عالم کو سب بتا دو، م۔۔۔میں نے تمہاری اور ح۔۔۔حسنین کی بات سن لی تھی۔ک۔۔۔۔کیوں میرے بچے، ک۔۔۔کیوں چھپایا ت۔۔۔تم نے۔ اپنے۔۔۔اپنے بابا کو۔۔۔۔کو رسواہ۔۔۔ہونے سے ب۔۔۔بچالو۔م۔۔۔ماہی اپنے

بابا۔۔۔کی قبر۔۔۔کو دہکنے سے بچا۔۔۔" ماہی کا رنگ اس ٹوٹتی جڑتی بات نے اڑا دیا اور وہ سخت روتی ہوئی بابا کے سینے جا لگی۔

"وہ دائم ہی ہیں، بابا میرے بابا مجھے مت چھ۔۔۔چھوڑیں۔ آپکی ماہی نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ بابا عالم ہی دائم ہیں، میرے پیارے بابا مجھے مت چھوڑنا۔ بابا مجھ سے بات کریں، بابا ماہی کو مت چھوڑیں" ماہی کی سانس ہانپ گئی، وہ بابا کو دیکھتی اٹھی جنکے چہرے پر بھیگی سی مسکان تھی اور انکی سانس بہت مدھم تھی۔

"م۔۔۔ماہی" بس یہ آخری لفظ تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے جہانگیر کی روح انکے جسم کا ساتھ چھوڑ گئی، ماہی کی دردناک چینخ پر ڈاکٹرز اور نرس اندر بھاگے۔

خود دائم اور مقصود صاحب تک آئے مگر وقت قضا بہت اجلت میں آیا، ماہی کو لگا وہ بھی بابا کے ساتھ مر گئی ہے۔

دائم نے بمشکل گرتی ماہی کو سنبھالا مگر وہ ہوش سے ناطہ توڑ گئی۔

کہرام مچ گیا، وہ دکھ جس سے ماہی نے بابا کو ہر ممکن بچایا آخر وہی انکی جان لے گیا۔

ماہی کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ وہ کہاں ہے اور کہاں نہیں۔

بلال بھی پہنچ تو آیا مگر وہاں پہنچ کر انتقال کی خبر اسے بھی رنجیدہ کر گئی۔

اگلے چار دن تک ماہی اپنے مکمل ہوش میں نہ آسکی، وہ چار دن ہر ایک پر سوگوار ترین گزرے، ہر کوئی اس یک لخت اترتی قیامت پر ہل گیا۔

حسنین نے چار دن خود کو کمرے میں مقید رکھا یہاں تک کہ قل کے بعد خود عیشہ نے کئی بار اسے فون کیا مگر اس کا فون ایک بار بھی آن نہ ملا۔

ماہی کا دکھ بہت بڑا تھا تبھی وہ گہرے صدمے میں جا ڈوبی، آغا جان اور دائم اسکی حالت پر خود بھی آدھے ہو گئے تھے۔

ڈاکٹرز کے مطابق وہ بہت زیادہ ذہنی دباو میں تھی اور سب جانتے تھے کہ ابھی اسکا ذہنی دباو کم کرنا ناممکن تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بابا، نہیں۔۔۔۔"

چار دن کی نیم جان بیہوشی کے بعد وہ چینخ مارے ہانپتی ہوئی اٹھی تو دائم نے جو اسکے سرہانے ہی بیٹھا اسکی پیشانی سہلا رہا تھا، اسے بیقراری سے خود میں سمویا، وہ کب سے اسکے پاس بیٹھا اسکی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

"ماہی، بس ناں۔ خود کو اتنی تکلیف مت دیں، صبر کریں۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ ہمت کریں" ماہی کا کانپتا وجود اپنی گرفت میں جکڑے وہ اسے ایک مشکل فعل سونپ چکا تھا مگر وہ کیا بتاتی کہ وہ وقتی سکھ کے بعد پھر سے دکھوں مئں جھونک دی گئی ہے۔

"چار دن سے آپکی بے جان حالت دیکھ کر میں کس قدر کرب زدہ تھا آپ سوچ بھی نہیں سکتیں، میری جان میں ہوں ناں آپکے پاس یوں ہمت ہار نہیں سکتیں آپ" مسلسل رو کر سرخ پڑتی ماہی کو درد دیتے تاثر کے سنگ بہت نرمی سے روبرو لائے وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکی تپش زدہ پیشانی چومتا بولا مگر وہ ہنوز رو رہی تھی۔

"م۔۔۔میرے بابا چلے گئے، میرے بابا کیسے جاسکتے ہیں۔میں کیسے رہوں گی انکے بنا، اور میری بد قسمتی دیکھیں آخری وقت انکا چہرہ بھی نہ دیکھ پائی" روتی آواز میں نمی لیے وہ سخت تکلیف اور تاسف میں مبتلا تھی اور دائم اسکو پکڑ کر سینے لگا گیا۔

"ایسے نہیں کہتے ماہی، بس کریں اللہ کے کاموں میں ہم انسان دخل نہیں دے سکتے، آپ کی ایسی حالت مجھے بھی دکھ دے رہی ہے" وہ اسے کسی بھی طرح اس تکلیف دہ سلسلے سے نکالنے کی کوشش میں تھا مگر ماہی کو جو درد تھا وہ اس وقت اس ظاہری عالم اور حقیقی دائم سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔

اسکی آنکھیں بے مراد تھیں، وہ خود پر نازل امتحان کی سختی پر ماتم میں تھی۔

"آپ کو کیسے بتاوں دائم کہ ہماری بے رحم قسمت نے ہمیں ایک کرنے کے بعد بھی گھسیٹنے کی ٹھان لی ہے، میرے اندر ہر ہمت دم توڑ گئی ہے۔مجھے ڈر ہے اب ماہی کا غروب ہونا طے ہے، ہر کوئی مجھ پر قہقہے لگائے گا۔کوئی مجھے آپکا کوئی بابا کا قاتل کہے

گا، کاش میں مر جاتی" ماہی اس کے حصار میں لپٹی کرب میں جا گزیں تڑپ اور سسک رہی تھی اور دائم کو لگا خود اسکے دماغ میں ٹھیس اٹھی ہو۔

درد کی شدت اتنی سخت تھی کہ وہ نادانستہ اپنی کنپٹی مسل کر رہ گیا، آج ذہن مئں ہیولوں کے ساتھ کچھ دبی سی آوازیں ابھریں۔

ماہی کا رونا تو اسے سنائی نہ دیا بس دو ہیولے دیکھائی دیئے، چاند کا عکس اور پھر یک لخت دائم کو لگا اسکا جسم برف ہوا تھا۔

ماہی نے اپنے گرد دائم کی ڈھیلی پڑتی گرفت محسوس کیے سر اٹھایا تو دائم نے زرد چہرا بحال کیے خود کو بمشکل ٹھیک کیے ماہی کی سمت نگاہ کیے دیکھا جو اب اپنا دکھ بھولے دائم کے چہرے کی بیقراری دیکھ کر پریشان تھی۔

"آپ کچھ کھائیں گی" دائم الجھ سا گیا مگر پھر بھی خود کو بہتر پیش کرتا ماہی کی گال سہلائے لاڈ سے بولا جس پر وہ نفی میں سر ہلاتی پھر سے اسکے سینے سے لگی رو دی۔

"بس کریں ناں، مجھے بھی کچھ ہو جائے گا۔ آپکے آنسو نہیں برداشت ہو رہے ماہی۔ پلیز" ماہی کو لگا وہ اس سے التجاء کر اٹھا ہو تبھی وہ اب کی بار واقعی بھیگی آنکھیں اٹھائے ان آنکھوں کو دیکھنے لگی جہاں ان کہی تکلیف تھی۔

"نہیں رو رہی، آپ جائیں کھانا لے آئیں" ماہی کی دردناک سی اجازت پائے وہ اسکے قریب ہوتا اسکی متورم اور سوجھی آنکھیں باری باری چومتا اداسی کے سنگ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا البتہ اسکے جاتے ہی ماہی نا چاہتے ہوئے بھی پھوٹ کر رو دی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دوسری سمت حبا چائے بناتی ہوئی دردناک خیالات سے تب چونکی جب جلتی آگ کی تپش اسکی انگلی جلا گئی، ہلکی سی سسکاری منہ سے نکلنے پر وہ ہانپتی ہوئی مڑی تو زہرہ کو فکر مندی سے اندر آتا دیکھ کر چہرے کا کرب دبایا۔

"کدھر دھیان تھا بچے، سارا ہاتھ جلا لیا۔ جاو میں بناتی ہوں، لگاو اس پر کچھ" زہرہ نے خفا ہوئے حبا کو پیار سے کہا جس پر وہ آنکھ سے چھلکتے آنسووں کے سنگ باہر نکل گئی مگر زہرہ ضرور اداس ہوئیں۔

چائے کہ دو کپ لیے وہ باہر آئیں تو کرسی پر بیٹھی حبا غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے انھیں اب پریشان کر گئی تبھی وہ نرمی سے چائے کے کپس والی ٹرے رکھتیں خود بھی پاس بیٹھیں۔

انکی ساری توجہ حبا کی سرخ آنکھوں کی سمت تھی، اور اسے وہ ماہی کے دکھ کا اثر سمجھنے کی غلطی کر رہی تھیں۔

"میرے بچے انسان کی زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، ماہی کے لیے زندگی بھی بہت کٹھن ہے۔ دعا کرو اللہ اسے صبر دے، تم اپنی سہیلی کی ہمت بندھاو نہ کہ تم خود بدحواس ہوئی پھر رہی ہو" زہرہ کا مزید فکر سے تسلی دینا حبا کی آنکھوں میں سرخی لے آیا اور اب تو زہرہ اٹھ کر باقاعدہ رو پڑتی حبا کو سینے سے لگائے ہلکان ہو گئیں۔

"امی جان آخر۔۔۔کب ملیں گی ماہی کو اسکی خوشیاں، میری ہمت ٹوٹ گئ ہے۔ کتنی خوش تھی وہ مگر اسے خوشی راس نہ آئی، آخر کب تک قسمت سے یہ جنگ جاری رہے گی، کیا ہم بیٹیوں کی زندگی ہمیشہ دکھوں سے جڑی رہتی ہے" ٹوٹے کانچ کی جھنکار لیے حبا کی آج ناجانے کون کون سی تکلیف کا بھرم ٹوٹا تھا اور خود زہرہ بھی اس مسلسل امتحان پر دکھی سی تھیں۔

"نا میرے بچے یوں کمزور نہیں پڑتے، تمہیں ماہی کا ساتھ دینا ہے۔ وہ اس وقت بہت بکھری ہے تمہیں سمیٹنا ہے اسے۔ ممکن ہے دائم کی سچائی کے بعد اسے وہ سب اکیلا کر دیں، ہمیں ماہی کی ہمت بننا ہے تاکہ وہ دائم کو اسکی پہچان دلا سکے۔ وہ سرخرو ضرور ہو گی بس اللہ سے ناامید نہیں ہوتے، اور میری بیٹی تو بہت بہادر ہے ناں۔ ابھی شام میں جانا تم ماہی کے پاس اسے تنہا مت چھوڑنا" زہرہ کو حبا نے سب بتا دیا تھا اور تبھی وہ بھی ماہی کے لیے پل پل دعا گو تھیں۔

حبا نے کچھ حوصلہ قائم کرتے ہوئے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیے اٹھ کر زہرہ کو دیکھا جو اسکی سہیلی تھیں اور تبھی حبا کو لگا وہ انھیں دوسرا انکشاف بھی بتائے۔

"امی جان میری ملاقات بلال احمد سے بھی ہوئی، وہ حسنین کے ساتھ آئے تھے" حبا نے خالی بے مراد آنکھوں کے سنگ بتایا تو زہرہ نے رنجیدہ سی نگاہ حبا پر ڈالے اسکا چہرہ تھامے پیشانی چومی۔

"تو حقیقت میں میری بہادر بیٹی کو اس انسان کا سامنا رلا گیا، تم بد قسمت نہیں ہو حبا اس لیے تمہارے سامنے کوئی بھی آجائے تم صرف یہ یاد رکھنا تم زہرہ اور ارسلان کی بیٹی ہو، تم ایک عالم دین ہو۔ اس دنیا کو راضی رکھنے والے دکھ اٹھاتے ہیں، میں جانتی ہوں میرے بچے سے میرا اللہ راضی ہے۔ تمہارے امی بابا راضی ہیں اس لیے کسی طور متاثر مت ہونا" زہرہ کا شفقت کے سنگ اسے تسلی دینا حبا کو مضبوط تو کر گیا مگر خود زہرہ جانتی تھیں کہ حبا اس حادثے سے بہت ٹوٹ پھوٹ گئی تھی۔

"امی جان وہ بہت تکلیف میں لگے مجھے" حبا کی آنکھوں میں یہ کہتے ہوئے درد ابھرا اور ویسی تکلیف زہرہ نے محسوس کیے اپنی ہتھیلی حبا کی گال سے جوڑی۔

"اگر اسکی تکلیف میں کمی لکھی ہوگی تو ہو جائے گی، تم اس سب کو مت سوچو۔ جاو فرئش ہو جاو اور بابا کو بلاو مل کر کھانا کھاتے ہیں پھر تم ماہی کی طرف چلی جاو۔ جاو میرے بچے" زہرہ نے بہت پیار سے حبا کو سمجھاتے ہوئے زبردستی بھیجا اور خود وہ حبا سے زیادہ رنج میں مبتلا ہوتی گئیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بہتر نہیں ہے آغا جان، بہت ڈپریس ہے۔ دعا کریں اللہ اسے صبر دے۔ عیشو کہاں ہے" ملازمہ کو کھانے کی ٹرے تیار کرنے کا کہتا دائم خود مقصود صاحب کے پوچھنے پر مڑا جو خود غم سے نڈھال تھے۔

"وہ تھوڑی دیر پہلے ہی نکلی ہے، تم ماہی کا دھیان رکھو بچے اسے اس وقت سب سے زیادہ تمہاری تسلئ درکار ہے" مقصود صاحب خود ابھی باہر بیٹھے تعزیت والے لوگوں

کے پاس سے کچھ دیر اٹھ آئے تھے اور دائم کو مضبوط سی ہدایت کرتے واپس بڑھے جبکہ ملازمہ نے ایک ٹرے مئں کھانا رکھے دائم کو پکڑایا جسے لیے وہ کمرے کی سمت بڑھا۔

ماہی بیڈ کراون سے ٹیک لگائے نیم جان سی تھی اور دائم نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیے اس تک کا فاصلہ طے کیا جس پر ماہی بھی اپنے آپ کو بہتر کرنے کی شکستہ سی کوشش کرتی دائم کو بھی دکھی کر گئی۔

سائیڈ ٹیبل پر کھانے کی ٹرے رکھتا دائم ماہی کے قریب بیٹھتے ہی اسکے دونوں بخار کی حدت میں دہکتے نازک ہاتھ ہاتھوں میں لیے چومتا ہوا اسکی درد میں اجڑی آنکھوں کی سمت متوجہ ہوا جن میں نمی سمٹی سی سرخی میں پیوست تھی۔

"اس دنیا کی ریت ہے ماہی، مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ آپ کو بھی جینا ہے، میرے لیے۔ آپ کو نڈھال دیکھنا میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ ابھی تو آپ نے مجھے میری الجھنوں سے بھی نکالنا ہے، بہادر بنیں" بہت رسانیت سے وہ ماہی کی گال

پر لڑھکتے آنسو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں سے جذب کرتا بول رہا تھا اور وہ اندر باہر سے تکلیف میں لپٹی ہو کر بھی سر کو اثبات میں ہلا رہی تھی۔

"آپ مجھے اکیلا مت چھوڑیے گا، ورنہ اس غم کو تو سہہ لیا پر اس پر ماہی کی جان۔۔۔"

دائم اس سے زیادہ سن نہ پایا، ماہی کے ہونٹوں سے نکلتے اس بے رحم جملے کو وہ پورا ہونے نہیں دے سکا تھا۔

ماہی اپنے ہونٹوں پر دھرے اپنے دائم کے ہاتھ کو کرب کے سنگ ہاتھوں میں لیے چومتی ہوئی پھر سے اس کے سینے سے جا لگی، شاید ڈر اور خوف کی کئی لہریں ایک ساتھ ماہی کے وجود پر اتر آئی تھیں۔

"خدا کے لیے ماہی، کیوں کر رہی ہیں ایسا۔ آپ کو نہیں چھوڑوں گا، آپ کو چھوڑ دیا تو قسم سے خود سے بچھڑ جاوں گا۔ جانتی ہیں آپ جب سے آپ میری زندگی کا حصہ بنی ہیں مجھے اس زندگی سے الفت محسوس ہوئی۔ ہر تکلیف مجھے چھوڑ رہی ہے، ماہی آپ کبھی خواب میں بھی ایسا مت سوچیے گا کہ میں آپکو خود سے دور کروں گا یا کبھی ہونے

دوں گا" بیقراری سے وہ ماہی کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پوری سچائی سے اعتراف کر رہا تھا اور اس عہد پر بھی ماہی کا دل چیخ چیخ کر رونا چاہتا تھا۔

"وعدہ کریں مجھ سے کچھ بھی ہو جائے مجھے خود سے دور نہیں کریں گے، کچھ بھی ہو جائے" ماہی کا کانپتی آواز اور بوکھلا کر وعدہ لینا خود دائم کو تکلیف زدہ کر رہا تھا، وہ ماہی کی بے حال ہوتی ہستی سے بہت متاثر تھا۔

"وعدہ کرتا ہوں میری جان، وعدہ آپکو خود سے دور نہیں کروں گا۔ بس آپ روئیں مت ماہی، تھوڑا سا کچھ کھالیں ورنہ آپ کی طبعیت مزید بگڑ جائے گی" دائم کا پیار بھرا اصرار اسے کچھ بہتر تو کر گیا اور بمشکل ہی سہی وہ بس زندہ رہنے کے لیے ضروری حد تک ہی کھا پائی۔

دائم نے اسکی نڈھال صورت پر رنجیدہ نگاہ جمائے بارہا اسکے آنسو اپنے ہاتھوں میں جذب کیے اور ماہی دعا گو تھی کہ قسمت اب اس سے یہ آخری در نہ چھینے۔

"آپ میرے پاس رہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے" ماہی کا تپتا وجود یک لخت کانپ اٹھا اور دائم فکرمندی سے سامنے سے اٹھ کر ماہی کے پاس بیٹھتے ہی اسے اپنے حصار میں لیے سر پر بوسہ دیے تحفظ کا احساس دلا چکا تھا۔

"آپ کے پاس ہوں، بلکل مت ڈریں" دائم کا لفظ لفظ ماہی کو دوا کی طرح کارآمد تھا اور وہ یونہی درد سے نڈھال کب نیند میں ڈوبی اسے خبر نہ ہوئی البتہ اسکا مسیحا پل پل اسکے سکون کے لیے شدت سے دعا گو نظر آیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اے مضطرب دل تم خدا کا گھر ہو یا کوئی صنم کدہ؟ ہم کس کو پکاریں کہ ہمیں ہمت دے کہ ہم زندگی کو مرتے نہیں دیکھ سکتے" وہ تھکے قدموں سے کیفے کی راہداری عبور کیے اندر داخل ہوئی تو سامنے ہی اسے بلال دیکھائی دیا جو عیشہ کی پریشانی بنا سنے سمجھ چکا تھا۔

"عیشہ، آجاو بتاو کیا کھاو گی" عیشہ کی اداسی بھانپ کر بلال نے دانستہ شفیق انداز اپنایا مگر وہ یہاں صرف حسنین کی خبر لینے آئی تھی جو اس دن کے بعد اسے کہیں دیکھائی اور سنائی نہ دیا تھا۔

"بھائی، حسنین کہاں ہیں، وہ میری کوئی کال پک نہیں کر رہے۔ کیا کچھ ہوا ہے۔ بھیا جانو اور بابا جان نے کچھ کہا ہے کیا انھیں" عیشہ کا ایسا دکھی ہو کر کیا سوال بلال کو بھی اداس کر گیا، وہ کیا بتاتا کہ حسنین جیسے انسان کو کچھ بھی کسی وقت ہو سکتا ہے۔

ایک وہ بے حس تھا جس نے تین چار دن سے خود کو خوامخواہ کی اذیت دے رکھی تھی اور ایک یہ معصوم پری جو کئی شکوک و شبہات میں مبتلا اس دنیا میں اس بے حس کو تلاش کرتی بھٹک رہی تھی۔

"نہیں عیشہ کچھ بھی نہیں کہا بلکے آئی تھنک انھیں حسنین پسند آگیا ہے، وہ تھوڑا ڈسٹرب ہے منٹلی دراصل کچھ دن پہلے ہی اسکے فادر کی ڈیتھ ہوئی ہے اور اسکے بڑے بھائی کچھ سال پہلے ایک حادثے میں کھو گئے۔ ظاہر ہے اب جب وہ اپنی زندگی کا اتنا

بڑا فیصلہ لینے جا رہا ہے تو اسے وہ دونوں بہت یاد آ رہے ہیں۔ تم پریشان مت ہو وہ ایک دو دن تک بہتر ہو جائے گا" بلال جو عیشہ کی اداسی ہٹانے کی ہر ممکن کوشش میں حسنین کی دکھی زندگی کی کتاب کھول بیٹھا یہ عیشہ کے لیے واقعی دردناک تھا۔

وہ آنکھیں نمی میں جاگزیں سی تھیں، اب اسے سمجھ آئی کہ حسنین ایسا کیوں تھا۔

"تم اداس مت ہو، اب سے تم نے ہی اسے سنبھالنا ہے اور تبھی یہ سب تمہیں بتایا ہے۔ میں گھر جا کر اسے تم سے بات کرنے کا کہوں گا وہ کرے گا، اب تم بے فکر ہو کر گھر جاو" بلال ہر طرح نرمی اور ملائم پن لیے عیشہ کو تسلی دیتے بولا مگر وہ خود بھی سمجھ نہ پائی کہ وہ اتنی تکلیف میں کیوں ہے۔

بلال کو بائے کہتی معصومیت سے سر ہلائے وہ مڑ تو گئی مگر اسکے قدموں میں وافع تھکن یوں لگا امر ہو گئی ہے۔

"میں اپنے بابا اور بھیا آپ کے ساتھ شئیر کر لوں گی حسنین، آپ کی تکلیف پھر ختم نہ سہی کم ضرور ہو جائے گی۔ میں سمجھ سکتی ہوں اپنوں کے بنا رہنے کا جب تصور تک

انسان کی جان نکال دیتا ہے تو یہ حقیقت جن پر اترتی ہے انکا تو بہت برا حال ہوتا ہے۔ میں بھیا جانو کو کہوں گی وہ آپکو عیشہ جلدی دے دیں" میسج ٹائپ کرتی عیشہ باقاعدہ رو رہی تھی، اسکی سرخ سی گالوں پر گلابی آنکھوں سے بہتی شفق ٹھہر ٹھہر کر برس رہی تھی۔

دوسری سمت وہ سگریٹ کے دھویں کا رقص دیکھتا خطبی اور پاگل حسنین منصور اسکے میسج کو کھول کر پڑھتا ہوا سپاٹ انداز سے نجانے کن غیر مرئی نقطوں پر حقارت سے نظریں جما چکا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"دل کی بوسیدہ عمارت میں غم کا روگ بج رہا ہے

پل پل کیفیت غیر ہوتی جا رہی ہے

ہمارا رابطہ ہمارے جسم سے منقطع ہونے کو ہے

ہماری سانسیں صحرا کی تپتی ریت پر اس باد کی طرح چل رہی ہے جو پیاسے کی شدت کو بڑھاتی ہے"

حبا اور ماہی دونوں ہی کہیں نہ کہیں مقدر کے جان لیوا مرحلوں کا شکار ہوئی تھیں۔

یہ جان لیوا مرحلے بھلے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ شدت سے ٹوٹتے ہوں مگر انکی تپش ایک سی ہوتی ہے۔

"تمہیں ہمت کرنی ہے ماہی، خود کو سنبھالو گی تو دائم کو انکی پہچان اور یاداشت واپس کر پاؤ گی۔ اور جہانگیر انکل تم سے خفا نہیں ہو سکتے، یہ زندگی ہمیں کاش اتنی مہلت دے دیا کرے کہ ہم کسی کی رکی سانس بحال کرنے کا موجب بن سکیں" حبا شام تک پہنچ آئی تھی اور خود دائم کو حبا کے آجانے سے کچھ تسلی ملی جسکے باعث وہ بھی کچھ ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنے آفس نکل گیا تھا۔

حبا کے لہجے میں نمی تھی اور ماہی اسکے کندھے پر سر رکھے رو رو کر تھک چکی تھی۔

"میری ہمت توڑ گئے ہیں بابا، حسنین کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ وہ آج بھی اتنا ہی بدماغ ہے جتنا چھ سال پہلے تھا، میں تھک چکی ہوں حبا اور میرا دماغ ایسا لگتا ہے کسی قابل نہیں رہا" ٹوٹے کانچ کی سی لرزش لیے ماہی نے شکست فاش جیسا ماتمی انداز اپنائے کہا اور حبا نے نرمی سے اسکے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔

"حسنین کے ساتھ بھی لگتا ہے وقت نے کم ستم نہیں کیے ماہی، تم اس وقت صرف مقصود انکل سے بات کرنے کا سوچو۔ جلد از جلد انھیں سارا کچھ بتاو تا کہ دائم کے اصل چہرے کی سرجری کی جا سکے۔ مجھے یقین ہے ایک بار انکا چہرہ واپس انکو مل گیا تو وہ بہت جلد اپنی یاداشت بھی پالیں گے" حبا اسکی اندھیاری ذات میں ایک موہوم سی روشن کرن دیکھائے اسے سہی راہ دیکھا رہی تھی مگر یہاں بھی ایک مسئلہ تھا کہ عیشہ کو سنبھالنا ایک مشکل امر تھا۔

"عیشہ کیسے برداشت کرے گی حبا، بھلے اسکا مجھ سے اور دائم سے کوئی سگا رشتہ نہیں مگر وہ ہم دونوں کے لیے بہت اہم ہے۔ ایک طرح وہ اصل عالم کی امانت ہے ہمارے

پاس، اسکی تکلیف عالم کی تکلیف بنے گی۔ بس یہی سوچ کر بابا سے بات کرنے سے ڈرتی ہوں کہیں وہ بھی ماہی کو غلط اور مجرم نہ ٹھہرا دیں" ماہی کی الجھن کا کوئی حل نہ تھا، ایک خدشہ بیٹھتا تو نیا از سر نو جاگ جاتا۔

"پھر عیشہ اور حسنین کی شادی کا ویٹ کرو گی کیا؟" حبا کا نیا سوال ماہی کو مزید ہراساں کر گیا تبھی وہ حبا کے کندھے سے سر اٹھائے ڈری لگی۔

"وہ عیشہ کے لائق نہیں ہے حبا، کیسے ہونے دوں یہ ستم بھی۔ یا میرے اللہ کوئی راستہ دیکھائیں" ماہی کا دماغ سخت برے حال میں تھا۔

"لیکن عیشہ اسے بہت چاہتی ہے ماہی، کیا پتا عیشہ ہی حسنین کی واحد آسانی ہو۔ اور ویسے بھی ایک بار دائم کا چہرہ انھیں مل گیا تو حسنین کی ساری غلط فہمی بھی دور ہو جائے گی" حبا ہر بار کوئی نئی امید تھما دیتی تھی، ماہی نے اضطراب کے سنگ اپنے ماتھے کو سہلایا۔

"پتا نہیں کیا چاہتی ہے یہ قسمت بھی" ماہی اس وقت خود بہت الجھی تھی تبھی حبا نے اپنی بات نہیں کہی تھی، ویسے تو ماہی جانتی تھی حبا کی زندگی بھی کم دردناک نہیں رہی مگر یہ بلال والا ایک ایسا معاملہ تھا جسکی گواہ بس حبا اور اسکے گھر والے تھے۔

ویسے بھی ان پانچ چھ سالوں میں ماہی کا بولنا اور ملنا حبا سے بھی کم رہا تھا، اور اسی دوران حبا پر بھی قیامتیں ٹوٹی تھیں۔

احساس و مروت کے ہاتھوں روندے ہوئے ہم
کچھ کہہ بھی پائے تو فقط اتنا کہ چلو خیر

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بس کر دے خدا کا واسطہ ہے تجھے" بلال نے کمرے میں انٹر ہوتے ہی دھویں کا حبس زدہ غبار بمشکل حلق سے نگلے پتھر بن کر ریلنگ کے ساتھ جڑے حسنین تک کا فاصلہ عبور کیا اور اسکے ہاتھ سے جلتی سگریٹ چھین کر فرش پر پھینکتے ہوئے باقاعدہ اسے جھنجھوڑ ڈالا اور حسنین کی آنکھوں کی سرخی از سر نو جاگی۔

وہ زندگی کو جان بوجھ کر سلگا رہا تھا اور بلال کو اس لیے بھی دکھ تھا کیونکہ وہ اس بار جان بوجھ کر خود غرض بنا تھا۔

"تو بس کر دے بلال، تجھے میرے جیسے ناسور کے لیے سوچنا چھوڑ دینا چاہیے۔ میں نہیں ٹھیک ہو سکتا، بیماریوں کے علاج اور زخموں کے مرہم ہوتے ہوں گے پر ناسوروں کو کاٹ کر پھینکا جاتا ہے" حسنین خالی آنکھوں سے اس وقت غائب دماغی سے جو کہہ گیا، آج پہلی بار بلال کی آنکھیں اس شخص کی بے رحمی پر سرخی کو چھو گئیں۔

"مجھے پہلے ہی تکلیف کی انتہا لاحق ہے، مزید امتحان مت لے حسنین۔ عیشہ سے بات کر اسے کس بات کی سزا دے رہا ہے۔ محبت کو جوتی کی نوک پر رکھنے کی غلطی مت کرنا، وہ تجھ سے بے لوث چاہت باندھ چکی ہے۔ خدا کے لیے اپنی اس آخری آسانی کو مت گنوا" بلال کا لہجہ بات کرتے بھیگ گیا اور وہ حسنین کی بے مرادی پر پھٹ پڑا، تلخی لیے اور دلبر داشتہ ہوئے وہ آج خود حسنین کو بکھرا لگا۔

سمیٹنے والا مسیحا بکھر گیا تھا اور تمام تر بے حسی کے حسنین سے یہ نہ دیکھا گیا۔

"آئی ایم سوری، معاف کر دے۔ میں کیا کروں آخر، میرے اتنے زخموں پر وہ ایک زرا سی مرہم عیشہ کارآمد نہیں ثابت ہو گی۔ اسکا بھائی میرے بھائی کی محبت پر قابض ہے اور وہ شخص میرے لیے قابل نفرت ہے۔ ماہی کو تو اللہ پوچھے گا، سزا ملی ہے اسے باپ مر گیا اسکا۔ یہی ہونا چاہیے تھا" اپنی تکلیف کے دہانے پر کھڑا یہ پاگل شخص کسی دوسرے کے لیے بھی بے رحم ہو سکتا ہے ایسا سوچنا بھی بلال کے لیے جان لیوا تھا۔

شاکی نگاہوں سے وہ پتھر بنے حسنین کو آج کہیں پٹخ دینا چاہتا تھا۔

"تجھے یہ سب زیب نہیں دیتا حسنین، بنا کسی کی مجبوری جانے اس پر زہر مت اگل۔ یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھ یار، بخش دے اپنی اور ماہی کی جان" خوف و یاس میں مبتلا بلال ہار مانے ہاتھ جوڑتا سخت تکلیف زدہ تھا اور حسنین اسکے انداز پر بھڑک اٹھا مگر اب اسے اپنی آگ کیسے بجھانی تھی یہ وہ ان چار ماتمی دنوں میں سوچ چکا تھا۔

"مجھے چھوڑ، تجھے کیا ہوا ہے۔ حبا کی وجہ سے یہ تیری آنکھوں کی سوگواری؟" بلال کی گزارش کو چنداں اہمیت نہ دیتا حسین فوراً سے بیشتر سرد مہری سے برہم ہو کر پوچھ رہا تھا اور بلال جو آج اسی کام سے گیا تھا، اس نے حبا کے متعلق اپنے پرانے محلے کی ایک خالا سے پوچھا تھا جسکے بعد اسے حبا کے ساتھ ہوتے آج تک کے غیر انسانی سلوک اور ناقابل برداشت حادثے کی خبر مل چکی تھی۔

"تجھے کیا، میں مروں یا جیوں" بلال نے آنکھوں کی سرخی دبائی تو آنسو گال پر لپک پڑے جسے اس نے بے دردئی سے رگڑ کر رخ پھیرا مگر حسین اسے ایک ہی جھٹکے سے پکڑ کر روبرو کر چکا تھا۔

پہلی بار بلال اتنی اذیت میں تھا کہ حسنین کا دل چاہا زمین میں گڑھ جائے۔

"بتاناں، مجھے مزید مت پریشان کر" حسنین کا لہجہ بھی بھیگا تھا، دونوں طرف تاسف کی بھرمار تھی۔

"اسکی شادی ہوئی تھی مگر دو ہفتے بعد اسکے شوہر کی ایک کار ایکسیڈنٹ میں موت ہو گئی۔ اس سے پہلے ہونے والے شوہر کی ماں نگل جانے کا الزام تھا اس پر اور پھر اس ظالم دنیا نے اسے سبز قدم والی ڈائین تک کا نام دیا۔ یہ سب میرے لیے سننا کتنا دردناک تھا میں ہی جانتا ہوں، کتنا بدقسمت ہوں میں حسنین۔ مجھے جس محبت کا بڑا دعوی تھا اسکی کوئی تکلیف مجھے محسوس نہ ہو سکی" بلال کی آواز یہ بتاتے کانپ رہی تھی اور وہ گردن موڑے رات کی خنکی سے بھری فضا اندر اتارتا بے حال انداز سے ہانپ رہا تھا۔

"اسے مزید اکیلا چھوڑنا تجھے بھی زیب نہیں دیتا، پہلی فرصت میں جا کر اسکے والدین سے بات کر اور اپنے اس گھر کو آباد کر تا کہ میں بھی سکون سے اپنے سسرال جا کر آباد ہو سکوں" پہلی باتیں تو بلال نے بھی پر امید ہوئے سنیں مگر آخری بات پر وہ سخت حیرت سے جھٹکا کھائے ہونق بنا مڑا جہاں اب حسنین کے چہرے پر حقارت اور شیطانی رنگ ایک ساتھ تھے۔

"ک۔۔۔ کیا کہا، کیا کہا تو نے پھر بول" بلال کا بوکھلا کر استفسار کرنا حسنین کے چہرے پر دل جلی مسکان لے آیا۔

"میرے پلان کے بیچ ٹانگ اڑانے کی کوشش بھی کی تو ناک اور منہ پھوڑ دوں گا تیرا، عیشہ سے شادی تو کروں گا ہی اب ساتھ ساتھ کچھ اور بھی کروں گا" حسنین کے خطرناک تیور بھانپتا بلال اس سے پہلے کہ کچھ بول پاتا، حسنین نے اک اکتائی سی خون آشام نگاہ ڈال کر اسکی زبان بند کرواۓ وہاں سے فرار کی راہ پکڑی اور بلال کے اس بد دماغ کی الٹی منصوبہ بندی پر ہاتھ پیر پھول چکے تھے۔

خدا خیر کرے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"تمہاری اپنی کنڈیشن بھی اچھی نہیں میرے بچے، اپنا بھی دھیان رکھو۔ ماہی کو صبر آتے آتے ہی آۓ گا" ماہی کمرے میں سو رہی تھی تبھی دائم اپنے اور آغا جان کے لیے کافی خود بنا کر لاونج میں ہی لے آیا۔

"میں نے ماہی کو اپنی سچائی بتا دی ہے آغا جان، کچھ دن پہلے" دائم اپنا مگ سامنے میز پر دھرے انکے ساتھ بیٹھتے ہی یہ جو انکشاف کر گیا اس پر مقصود صاحب ایک پل کو حیرت و پریشانی میں مبتلا لگے۔

"کیا کہہ رہے ہو، یہ سب اتنی جلدی۔۔۔اسکاری ایکشن کیسا تھا" آغا جان کی آنکھوں میں لامحدود خدشے ابھرے اور وہ انکے سوال پر رخ پھیرے بابا کے دونوں ہاتھ تھامنے روبرو ہوئے ساری توجہ انکی سمت مبذول کر گیا۔

"وہ میرے ساتھ ہیں ہر حال میں، آغا جان مجھے کچھ دنوں سے عجیب سے لوگ اور چہروں کے ہیولے نظر آ رہے ہیں۔کچھ آوازیں بھی ہیں جو مجھے سونے نہیں دیتیں اور وہ لڑکا حسنین ہے جو مجھے ایسا لگا میں اس سے مل چکا ہوں۔ آغا جان میں بہت پریشان ہوں، میرے سر میں ہر وقت افرا تفری مچی ہوئی ہے" دائم کا سخت ذہنی دباو کی کیفیت میں بنا رکے یہ سب انکو بتاتا بھی تشویشناک کر چکا تھا تبھی وہ دائم کے چہرے کی سمت دیکھ کر اب اسکی گال سہلائے اداس سے تھے۔

"مطلب تم کون ہو یہ جلد کھل جائے گا، میرے شیر یہ تو خوشی کی بات ہے کہ تمہارا دماغ بہتری کی طرف آ رہا ہے۔ عالم میں وعدہ کرتا ہوں تمہاری یاداشت کے واپس آتے ہی میں تمہیں تمہارا چہرہ تمہاری امانت لوٹاوں گا۔ لیکن تم میرے لیے میرے عالم ہی ہو سمجھ رہے ہوناں، عیشہ کو تم نے ہی سنبھالنا ہے اور تمہارے آغا جان بھی تم سے الگ جی نہیں پائیں گے" اس عالم کی بہتری پر ناچاہتے ہوئے مقصود معراج خان کی آنکھوں مئں نمی اتر آئی اور دائم نے جی جان سے قربان ہوئے بابا جان کے ہاتھوں کو باری باری چوما اور چہرہ اٹھائے اداس سا مسکرایا۔

"آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں کیا، میری یہ زندگی آپکی اور عیشہ کی ہے اتنا یاد رکھیں بابا۔ میں آپکا عالم آخری سانس تک رہوں گا، آپ میرے سگے سے بھی پیارے بابا ہیں پلیز دوبارہ ایسا مت کہیے گا۔ اور عیشہ کے لیے اسکا یہ بھائی جان دے سکتا ہے، بس اپنی الجھن سے نکلنا چاہتا ہوں تاکہ آپ سب کا سائبان بن سکوں۔ میں اپنا سب کچھ، اپنا اعتماد اور اپنی اصل سے واقفت چاہتا ہوں بس" دائم کی جذباتیت اور سچائی پر

مقصود صاحب کی آنکھیں دوبارہ چمک اٹھیں جس پر وہ اسکی پیشانی آسودگی سے چومے سچے دل سے مسکرائے تھے۔

"سب مل جائے گا، تم زبیر سے ملو جلد از جلد۔ان شاءاللہ میرے بچے کی ہر الجھن حل ہونا اب زیادہ دور نہیں" لہجے میں بے حد مان لیے وہ دائم کی ہمت بڑھا گئے تھے اور وہ بھی ایک بار پھر بابا کا ہاتھ چومے دل و جان سے جی اٹھتی مسکان دے کر یہ بتا گیا کہ وہ انکا عالم تو نہیں مگر اس سے کم بھی نہیں ہے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

عیشہ مسلسل پڑھنے کی کوشش میں تھی مگر اس سے ایک لفظ بھی پڑھا نہ جا رہا تھا۔

اوپن ونڈو پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھی وہ بک کو سینے سے لگائے اداسی سے باہر جھانک رہی تھی۔

اسکی پلکوں پر بھاری پن تھا مگر نا جانے کس انتظار نے اسے نیند سے دستبرداری پر لگا رکھا تھا۔

فون کی رنگ پر وہ اپنے خیالات سے چونکی تو بیڈ پر دھرا اسکا فون بج رہا تھا، عیشہ نے ونڈو سے اتر کر کمرے میں انٹر ہوئے بیڈ تک کا فاصلہ عبور کیا مگر فون پر حسنین کا نام دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں چمک بیدار ہوئی۔

فوراسے بیشتر عیشہ نے فون پک کیا اور وہیں بیڈ پر بیٹھتے ہی تکیہ گود میں لیے دل و جان سے متوجہ ہوئی۔

"عیشہ کیسی ہو؟" تحمل سے سوال آیا، گو وہ ایسے تحمل کا عادی کہاں تھا۔

وہ ابھی فریش ہو کر نکلا تھا، تین چار دن کا سوگ ہٹ کر اسکے چہرے کی شادابی واپس آچکی تھی۔

ٹاول بیڈ پر پھینکتا وہ وہیں تکیے پر بازو ٹیکتا دراز ہوا۔

"ٹھیک نہیں ہوں، آپ کہاں چلے گئے تھے۔ اتنے سارے دن میری کوئی کال نہیں لی، کسی میسج کا جواب نہیں دیا" جواب میں وہ بھرائی آواز ہی امید کر رہا تھا، گو پیشانی پر بل تو پڑے ہی تھے مگر وہ اب عیشہ کے معاملے میں واقعی محتاط ہی رہنا چاہتا تھا۔

لہجے میں ان کہے دکھ سمو کر معصومیت سے بتاتی عیشہ کس سچائی سے اس سے وابستہ تھی یہ بھی حسنین کو محسوس ہوا۔

"اپنے بھائی اور بابا کو کہو میں شادی جلدی کرنا چاہتا ہوں، اگر انھیں اعتراض نہیں ہمارے رشتے پر تو دیر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ میں کہاں تھا یہ سب جاننا اہم نہیں تمہارے لیے" حسنین کی باتیں سرد مہری لیے عیشہ کو ساکت کر گئیں تھیں، وہ سمجھ نہ پائی کہ اب کیا جواب دے۔

"آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتے ہیں، میں وجہ جاننا چاہتی ہوں" عیشہ کو یہ سوال کرنا معیوب تو لگا مگر وہ بھی اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی تبھی بلا جھجک کہہ گئی۔

دوسری سمت اس سمے قنوطیت کی انتہا نے چہرے پر گھیرا و کیا تھا، وہ جبڑے بھینچتا چت بیڈ پر لیٹا اور چھت پر لگے پنکھے پر نگاہیں جما کر اک سرد سی سانس بھری۔

"وجہ بھی بتا دوں گا تفصیل سے، اور مجھ سے یہ شادی سے پہلے کال اور میسج والے چونچلے نہیں ہوں گے لہذا تم کال یا میسج سے گریز ہی کرو۔ مجھے اپنے بھائی اور بابا کا

جواب دے دینا میں نکاح خواں کے ساتھ حاضر ہو جاوں گا۔ چونکہ میرے والد کا کچھ وقت پہلے ہی انتقال ہوا تھا اور وہاں تمہاری بھابھی کے والد بھی ابھی وفات پا گئے ہیں تو اس وجہ سے میں سادگی سے بس نکاح ہی چاہتا ہوں" حسنین کا سپاٹ انداز عیشہ کو اداس کر رہا تھا، ایسا بے رحم انسان اس نے آج تک نہ دیکھا تھا۔

نمی تو عیشہ کی آنکھوں میں مچلنے کو بے قرار تھی۔

"جی بہتر" عیشہ نے مختصر کہہ کر رونے سے خود کو روکا اور اسے زرا اندازہ نہ تھا کہ حسنین اس وقت اسکی رونی صورت بھانپ چکا ہے۔

"اچھی لگتی ہو تم مجھے عیشہ، تھوڑی ہی سہی۔ باقی کسی کے ساتھ حسنین منصور مخلص اور کھرا ہو نہ ہو لیکن تمہارے ساتھ ہو گا لہذا یہ رونے دھونے کا سلسلہ ختم کرو مجھے وحشت ہوتی ہے روتی آنکھوں سے" حسنین کی سمت سے ایسا جلا اور بھنا سا اظہار تک عیشہ کا رونا روک نہ پایا، وہ جانتی تھی کہ اسے ابھی اس انسان نے بہت ہرٹ کرنا ہے مگر بیچ میں محبت تھی اور محبت سب سہہ لیتی ہے۔

ہتھیلیوں کی پشت سے اپنی نمی سے تر گالیں رگڑتی عیشہ بہت زیادہ اداس تھی اور حسنین کو بھی اپنا پتھر دل ان سوں سوں کر کے بہتے آنسوؤں پر پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میں تو بات بات پر رو دوں گی پھر، ایسے سخت طریقے سے بات کیوں کرتے ہیں آپ مجھ سے۔ مجھے رلائیں گے آپ کیا ہر وقت" عیشہ کا بھرائی آواز سے کیا استفسار حسنین کے تنے اعصاب بحال کیے اسکے چہرے پر دل جلی ہی سہی مسکان لے آئے تھے۔

"یہ لاڈ مجھ سے نہیں ہوتے عیشہ، خیر میرا ایک اور کام کرنا ہے تمہیں۔ اپنی بھابھی ماہی سے انکی دوست حبا کا نمبر لے کر دینا ہے۔ اور اس پر ابھی کیوں مت کرنا، بعد میں بتاوں گا یہ سب۔ اب سو جاو آرام سے ایک ہی بار نکاح پر ملاقات ہو گی۔ بائے۔ مجھے نمبر سینڈ کر دینا اور باقی جو کہا وہ بتا دینا" حسنین اسکی ہر تکلیف سے دانستہ بے

نیازی برتتا اسے یکے بعد دیگرے احکامات سونپتا رابطہ منقطع کر گیا اور وہ پھٹی آنکھوں کے سنگ کٹی کال دیکھتی رہ گئی۔

دل چاہا بہت سا روئے مگر منہ بسور کر وہیں سمٹ کر رہ گئی۔ حبا آپی کا نمبر اسکے پاس تھا مگر وہ صبح ماہی کی اجازت کے بعد ہی سینڈ کرنے کا سوچ چکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بس کریں تھک جائیں گے" کب سے وہ ماہی کا سر اپنی گود میں رکھے بڑے پروفیشنل انداز سے پیشانی اور آنکھوں کا مساج کر رہا تھا اور وہ اب شرمندہ ہوتی ہوئی خجل ہوئے دائم کا پیشانی پر دھرا ہاتھ پکڑے تھکے سے انداز میں تھامے بولی مگر وہ مسکرا کر ماہی کی حدت زدہ گال پر ہتھیلی رکھ چکا تھا۔

"آپ کچھ بہتر محسوس کر رہی ہیں مجھے یہی چاہیے، کتنی ویک ہو گئی ہیں آپ۔ میرا بس چلے تو آپ پر کسی دکھ کی آنچ تک آنے نہ دوں" اسکے لیے اس وقت دائم کی گود میں سر رکھنا دوجہاں کی آسودگی تھی مگر وہ مکمل پرسکون نہیں تھی۔

اسکا دل بابا کی جدائی اور مقدر کی بے رحمی پر بھیگا ہوا تھا۔

وہ اسے اس پیار سے جتا رہا تھا کہ ماہی کا مزید دردناک رہنے کا اصرار ماند پڑھ گیا اور وہ اپنی بھاری آنکھیں اٹھائے اپنی مہربان آنکھوں سے ہمکلام ہوئی۔

"آپ پریشان مت ہوں میرے لیے" ماہی اپنا ہاتھ اسکے چہرے تک لے جاتے تھکی سی تاکید کیے بولی جس پر مقابل اسکی ہتھیلی کو تقدس سے چوما گیا۔

"کیوں پریشان نہ ہوں، میرا آپ سے ایسا ہی رشتہ ہے میری جان۔ دکھ آپ پر ٹوٹتا ہے تو دل اس بندے کا جلتا ہے۔ بہت جلد ہر گھاو بھر جائے گا، آپ تو بہت سمجھدار ہیں۔ اللہ کی مصلحت کو مانتی ہیں ناں، مجھے یقین ہے بابا کی کمی پُر تو نہ ہو گی کبھی مگر وقت کوئی نہ کوئی مرہم ضرور دے گا" دائم کا انداز دوستانہ تھا، وہ اسے بہت پیار سے سمیٹ لینے کی کوشش میں تھا۔

خود ماہی اب تھک گئی تبھی اسکی گود سے سر اٹھائے نیم دراز انداز میں لیٹے دائم کے پاس بیٹھی اور اسکے بیٹھتے ہی مہربان سے حصار میں محفوظ ہوئی۔

وہ اسکے چہرے کو دیکھ کر مبہم سا تبسم جو اک تسلیٔ تھا، عطا کیے ہلکان سی ماہی کی پیشانی پر لب رکھے دوبارہ روبرو ہوا۔

ماہی نے اپنے زخموں پر مرہم محسوس کیے اپنے سر کو دائم کے سینے پر رکھے بازو اسکے گرد جکڑ لی۔

"آپ نہ ہوتے تو ماہی یہ غم سہہ نہ پاتی" ماہی نے چہرہ اٹھا کر نم ہوتی آنکھوں سے ایک اور سچ کہا۔

دائم نے اثبات میں سر ہلائے باری باری تسلی بڑھانے کو اسکی دونوں آنکھیں چومی۔

"مجھے اچھا لگا یہ جان کر کہ آپ کا حوصلہ ہوں میں، سکون ملتا ہے مجھے آپکی تکلیف میں کمی کا سبب بن کر" اسکے ریشمی بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ اسے صدق دل سے قیمتی کر رہا تھا۔

"میں بہت پیار کرتی ہوں آپ سے، بے انتہا" محبت کا اظہار وہ درد میں مبتلا کر رہی تھی کہ اختتام تک اسکی آواز میں نمی گھل گئی۔

"پہلی بار اظہار کیا آپ نے، قربان ہو جاوں آپ پر" یہ اظہار اسکے دائم کے لیے تھا اور وہ اپنی اس واحد آسانی پر شکر گزار ہونا چھوڑ کیسے دیتی۔

مقابل تو نثار ہو جاتا انداز تھا، وہ اسے دل سونپ دینے کی حد تک سخی تھا۔

"اور آپ؟" نجانے کیوں اسکا دل چاہ رہا تھا وہ بھی اظہار سنے، وہ اپنی تکلیف میں مزید کمیُ چاہتی تھی۔

"میں، میں تو ہوں ہی آپ سے ماہی۔ آپ ہیں تو میرا اس دنیا میں ہونا ہے۔ آپ تو محبت کے ایمان کی طرح رگوں میں سرائیت کرتی ہیں۔ کیا کیا بتاوں کے کیسی کیسی اور کس کس طرز کی محبت ہے مجھے آپ سے۔ آپ کا ہنسنا میری زندگی ہے، آپکے آنسووں پر دل تڑپ اٹھتا ہے۔ آپ کے قریب آکر مجھے خود سے ملنے کا شرف ملتا ہے، آپ سے دور بھی آپ کی خوشبو میرے وجود کا حصہ رہتی ہے" وہ اسے ہر ہر لفظ میں معطر چاہ سموئے مہکا رہا تھا اور وہ بس آج دائم کے منہ سے ایسا سب سننے کی طلب محسوس کر رہی تھی۔

"درد سارے بھول جاتے ہیں، آپکی پناہ میرے لیے ہر دکھ سے نجات ہے" پھر سے وہ اسکے سینے میں سمٹ کر اسے معتبر کر رہی تھی اور دائم اسے اپنے وجود میں مقید کیے دعا گو تھا کہ ماہی اسکے لیے اتنی ہی مبارک اور راس رہے۔

"بس یہی چاہتا ہوں کہ ہر دکھ سے آپ نجات پالیں، میں آپکا ہوں آخری سانس تک اور آپ میری۔ اس دنیا میں آپ پر صرف ایک شخص مہربان ہے۔۔۔

دا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یک لخت ماہی بوکھلا کر سینے سے جدا ہوئی جہاں دائم کچھ کہتے کہتے رک کر اپنا سر جکڑ گیا تھا۔

وہ اپنا نام لینے والا تھا، ماہی کا دل بری طرح دھڑکا۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں، کیا ہوا" ماہی اپنا ہر درد بھولے دائم کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پوچھ رہی تھی اور وہ سمجھ نہ پایا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔

"پتا نہیں ماہی، میرے ساتھ عجیب ہو رہا ہے۔ میرا سر گھوم رہا ہے بہت برا" وہ اس الجھن میں زرد سا پڑھ گیا تبھی خود ماہی گھبرا کر اسکی سمت جھکی۔

"آپ لیٹ جائیں فورا، کچھ مت سوچیں۔ میرے لیے خود کو اتنا ہلکان مت کیا کریں، آپ بھی ماہی کی جان ہیں" اسکے بھاری وجود کو سہارا دیے وہ لٹاتی اس پر جھک کر روہانسے ہو کر ماتھے پر پیار دیے بولی جس پر دائم نے بمشکل آنکھیں کھولے ماہی کی کمر میں بازو جکڑے اسے روبرو کیا۔

"کیا کہا ماہی، دوبارہ کہیں یار" وہ اسکے جان کہنے پر فدا ہی ہو گیا، اور اب ماہی پر فرض تھا اپنے مسیحا کی بھی پوری مسیحائی کرتی۔

"جان ہیں آپ میری" ماہی اسکی گال سے ہونٹ جوڑے پورے اعتراف کے سنگ بولی اور دائم کو لگا اسکے سر کی ہر تکلیف ہٹ گئی ہو۔

"ماہی مجھ سے دور مت جائیے گا، یہاں آئیں میرے پاس۔ کتنی پیاری ہیں آپ مجھے، بتا بھی نہیں سکتا" پکڑ کر ماہی کو خود پر گرائے وہ عاجزانہ سے انداز میں اسے خود میں سموئے آنکھیں موند گیا اور وہ بھی لگا تپتے صحرا سے نکل کر پھولوں کی سیج پر آن پہنچی ہو۔

"سو لیں آپ بھی اب، میں بھی سونے کی کوشش کرتی" خود کو دائم کی پناہ میں سونپتی ماہی اپنے اور اسکے کچھ سکون کو چاہتے خود بھی آنکھیں موند گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ماہی آپ کیسی ہیں اب" دائم کو صبح صبح ہی زبیر انکل سے ملنے جانا تھا لہذا وہ ماہی کو ناشتہ کروانے کے بعد اب باہر آغا جان کے پاس بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا جب عیشہ موقع ملتے ہی ماہی کے کمرے میں آئی۔

وہ جو آنکھیں موندے ہوئے لیٹی تھی فوری جاگ کر متوجہ ہوئی اور اپنے پاس آکر بیٹھتی عیشہ کی گال سے ہتھیلی جوڑے ہلکا سا سر ہلا گئی۔

"بہتر ہوں چندا، تم بتاو کیا ہوا ہے چہرہ پریشان ہے" ماہی کا انداز مخلص تھا اور عیشہ جو رات سے رونا رو کے تھی فوراً اسے بیشتر ماہی کے سینے جا لگی اور اس اچانک افتاد پر ماہی خود بھی گھبرا گئی۔

"عیشو میری جان کیا ہوا ہے تمہیں، یہاں دیکھو فورا" ماہی نے بہت نرمی سے اسکا ہلکان چہرہ تھامے پوچھا جس پر وہ سرخ سی ہوئی پہلے کچھ دیر چپ رہی پھر سارا کچھ الف سے یے ماہی کو بتا کر صدمے میں غرق کر گئی۔

دائم جو شاید اپنا فون بھول گیا تھا، اتفاق سے سارا معاملہ سن چکا تھا۔

چہرے پر اس وقت تینوں کے سنجیدہ لہر تھی۔

"اسے کہو مجھ سے آج آفس آکر ملے شام چار بجے، نیکسٹ جمعے کا دن بیسٹ رہے گا میری گڑیا کی شادی کے لیے" بھیا کی آواز پر نا صرف روتی ہوئی عیشہ چونک کر اٹھی بلکے ماہی تک پھٹے تاثرات سے دائم کو دیکھ رہی تھی جو یہ سب ایک دم طے کر بیٹھا تھا۔

ماہی جان بوجھ کر عیشہ کو گڑھے میں کیسے دھکیل دیتی مگر جس طرح عیشہ اٹھ کر خوشی سے دائم کے گلے لگی ماہی کو لگا وہ اس معاملے میں مر کر بھی اعتراض نہیں اٹھا سکتی۔

"آئی لوویو بھیا جانو، آپ سچ میں عیشو کی مما ہو۔ آئی ایم ویری ہیپی۔ آپکو پتا ہے انکو عیشہ چاہیے، وہ بہت زیادہ عیشہ کو چاہتے ہیں بس بتاتے نہیں۔ میں انکو ابھی بتاتی ہوں جاکر" عیشہ کا گلاب چہرہ اور خوشی ہمکتے انداز پر دائم بھی اسکی پیشانی چومے مسکرایا اور وہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی البتہ دائم اب سنجیدہ سی بیقرار نظریں ماہی پر ڈالے قریب آیا اور اپنا سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھائے کچھ دیر ماہی کے پاس بیٹھا۔

"آپ نے جلدی نہیں کر دی، عیشہ اس عجیب سے لڑکے کے ساتھ کیسے رہے گی" ماہی کا ہلکان ہوئے تاسف سے کیے اس سوال پر دائم نے اسکے چہرے پر جھکتے من مانی کے سنگ ہلکی سی لمس پذیر گستاخی کرتے ہی ماہی کی کمر جکڑی اور وہ اپنی بات کے بری طرح ٹالے جانے پر افسردہ ہوئی۔

"جان چھڑکتی ہے وہ اس پر، حسنین کے سامنے شرط رکھوں گا یہیں رہنے کی۔ عیشہ کو کہیں اور نہیں بھیجوں گا ماہی تسلی رکھیں۔ عیشہ اور حسنین یہیں ہم سب کے ساتھ

رہیں گے" دائم کی یہ بات ماہی کے مزید اعصاب تان گئ،ماہی نے سوچ لیا تھا کہ اس سے پہلے اب اسے مقصود بابا سے بات کرنی ہی ہو گی۔

"پلیز آپ ایک بار سوچ۔۔۔" ماہی پھر سے افسردگی سے اصرار کر رہی تھی مگر مقابل اس وقت بے خودی حاوی تھی،اسکی گال پر ہونٹوں کا دباو ڈالے وہ مسکرایا تھا۔

"ششششش،بس ناں ماہی۔آپ دعا کریں بس زبیر انکل کی طرف سے کوئی ہیلتھ وائز اچھی نیوز ملے مجھے،اور ہاں اپنا دھیان رکھیے گا۔عیشہ کو کوئی تکلیف ہونے نہیں دے گا اسکا بھائی بھروسہ رکھیں" چاہت سے لبریز نگاہیں ماہی کے چہرے پر ڈالتا وہ اس سے بیسٹ وشز لیے اسکی پیشانی چومے اجازت طلب نگاہوں سے گال سہلاتا اٹھ گیا اور ماہی بظاہر مسکرادی مگر وہ دائم کے جاتے ہی سخت ہراساں لگی۔

ابھی ماہی نے آنکھیں موندی ہی تھیں کہ اسکے سیل پر عیشہ کا میسج آیا،ماہی نے اوپن کیے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

"ماہی، حسنین نے مجھ سے حبا آپی کا نمبر مانگا تھا۔ کیا دے دوں" ماہی نے کچھ دیر میسج کو خالی نظروں سے دیکھا اور الجھ کر رہ گئی۔

"یہ بد دماغ اب حبا کا سر کھائے گا، یا اللہ مجھے ہمت دیں" ماہی نے سخت عاجز آئے خود کلامی کی اور اوکے کا میسج ٹائپ کرتی بے جان انداز مئں سر بیڈ کی پشت سے ٹکائے آنکھیں دوبارہ موند گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

حبا کچن میں ناشتے کے برتن دھو کر ترتیب سے رکھتی، مدرسہ جانے کو تیار ہونے باہر نکلی تو اسکے روم میں بیڈ پر پڑا فون بجا جس پر حبا کمرے میں داخل ہوئی۔

کسی ان نون نمبر سے آتی کال پر حبا نے تھوڑی فکر کے سنگ بیٹھتے ہی فون اٹھایا اور کال پک کر کے کان سے لگایا۔

وہ جو ہمت جمع کیے ایک بار پھر اسکی زندگی میں دستک دینے کی کوشش کرنے والا تھا، ایک پل کو جھرجھری لیے سہما۔

"جی کون؟" حبا کی آواز میں حیرت تھی۔

"فون بند مت کرنا حبا، پلیز" دوسری سمت ریلنگ پر ایک ہاتھ کی پکڑ شدید کرتا بلال تاسف سے گزارش کر گیا جس پر حبا کے چہرے پر لکھی کرب کی داستان واقع ہوئی۔

"آپ نے کیوں فون کیا ہے؟ کیا چاہتے ہیں آپ" حبا جو اس روز بلال کی آنکھوں میں اپنے جیسی تکلیف پر ایمان لا چکی تھی، دانستہ تلخی سے استفہامیہ ہوئی۔

دوسری سمت تو موت اور زندگی کے بیچ کا معاملہ تھا۔

"معافی مانگنا چاہتا ہوں، اپنی بے وفائی پر۔ تمہاری اب تک کی ساری تکلیف پر۔ میں تم سے زیادہ کرب میں مبتلا ہوں حبا، پلیز مجھے اس پل صراط سے بچا لو" کیا نہیں تھا بلال کے لہجے میں، سوز، ندامت، پشیمانی، اور سب سے بڑھ کر بے حد تڑپ۔

حبا نے تکلیف دبانے کی کوشش کی تو سرخی اسکے نین کٹوروں میں پھیل سی گئی۔

"جو ہو گیا سو ہو گیا، مجھے معافی کی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی سے کوئی گلہ نہیں۔ یہ میری قسمت تھی اور مجھے اپنی قسمت قبول کیے کئی سال بیت گئے ہیں" دل پر پتھر

رکھے، وجود کی گریہ وزاری ضبط کیے وہ ہر شے سے بری الذمہ کرتی مزید اسے درد دے رہی تھی جو حقیقت میں مضبوط رہ رہ کر اب تھک گیا تھا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں حبا، پلیز انکار کر کے مجھ سے میری رہی سہی سانسیں مت چھیننا۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بے وفا نہیں تھا، میں بھی حالات کی زد میں دب جاتا اک مجبور تھا۔ تم مجھے خالی مت چھوڑنا حبا، مجھے ناں مت کرنا" بلال نے بنا تمہید باندھے سب کہا، وہ سب جو اسکی آخری خواہش تھا۔

وہ جو آنکھوں میں آنسو روکے ہوئے تھے، ساری نمی شفق بن کر گالوں پر لپک آئی۔

"بہت دیر ہو گئی ہے ایسے جذبات اور احساسات کی خواہش نہیں رہی۔ آپ میرے سیاہ سائے میں ایک بار پھر آکر مزید کچھ کھو دیں گے اس لیے۔۔۔۔" حبا کی کرب زدہ بھرائی آواز بلال کی جبرا سختی سے چپ کہنے پر دب گئی۔

"ششش دوبارہ ایسا مت کہنا، دنیا تو بے رحم ہے ہی مگر ہم ایک دوسرے کا مرہم تو بن سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو، تمہاری آنکھوں میں اپنے جیسا

کرب دیکھا ہے میں نے۔ مزید یہ بدقسمتی اور بے مرادی کا کھیل نہیں کھیلنے دوں گا مقدر کو، پلیز حبا مان جاو" بلال کو محسوس ہوا اگر اب اس نے حبا کو کھو دیا تو اسکی چلتی کائنات ساکت ہو جائے گی، اسکی شریانوں میں خون دہک اٹھے گا۔

محبت جتنے مرضی زخم لگائے، اسکا بھی تو مرہم دینے کا فرض بنتا ہے۔

"جو زخم مجھے لگے ہیں وہ کسی مرہم کے تمنائی نہیں ہیں، میری جگہ خود کو رکھیں تب محسوس کریں میری بے حسی آپکو کھری لگے گی۔ وقت نے گرد ڈال دی ہے اس محبت پر جو مجھے آپ سے تھی، میں جو بمشکل ایک مرکز پر یکجا ہوں، مجھے رہنے دیں۔ مزید کچھ برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے" حبا اپنی گالوں پر لڑھکتی نمی ہتھیلی کی پشت سے رگڑ کر مٹاتی ہر سکھ سے منکر تھی۔

بلال کا دل گردش مدھم کرتا محسوس ہوا۔

"میری جگہ بھی خود کو رکھ کر دیکھو حبا، میری تکلیف اور میرے زخموں کا کیا۔ میرا کیا قصور کہ میں بھی کل تک کسی مرہم کا تمنائی نہ تھا مگر اب ہوں۔ تمہارا تمنائی، مجھے

مزید مت آزماو۔ مجھے آپنا آپ دے دو، پلیز مجھ میں انکار سننے کی سکت نہیں" بلال کا لفظ لفظ تیر گی اور دلخراشی میں ڈوبا ہوا حبا کو قائل کر رہا تھا اور وہ اپنی غیر ہوتی حالت پر اس وقت کچھ سوچ نہ پا رہی تھی۔

"آپ کو جو بات کرنی ہے امی جان اور بابا سے کریں، میں کسی کو نہیں آزمارہی۔ اللہ حافظ" تھکن سے چور ہو کر وہ ایک مجبور کو اسکی تکلیف سے آزاد کرتی خود آنکھوں میں بے انتہا سوگ بھرے روئی اور دوسری سمت بھی آنکھیں سرخ تھیں مگر انکی نمی کسی آسودہ سکھ کے عنقریب حاصل ہونے پر تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ہمم۔۔۔۔وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا" دائم اس وقت ڈاکٹر زبیر کے ہاتھ میں رپورٹس دیکھتا ٹھٹکا جو آفس میں انٹر ہوتے ہی کچھ تشویش زدہ سا کہتے ہوئے اپنی کرسی کی جانب لپکے۔

"کیا ہوا ہے انکل، سب ٹھیک تو ہے" دائم کو کسی انہونی کے خدشے نے خوفزدہ کیا جس پر زبیر نے فائیل ٹیبل پر رکھتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ دائم کی سمت مبذول کی۔

"تمہارا اصل چہرہ اس منصوعی چہرے کے باعث نقصان کا شکار ہونا شروع ہو چکا ہے عالم، جلد از جلد ہمیں تمہارے چہرے کو ایک بار پھر سرجری کر کے بہتر کرنا ہو گا۔ دوسرا تمہارے دماغ میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تم اپنے ماضی سے ملے ہو۔ کوئی ایسا انسان تمہارے قریب ضرور آیا ہے جو ماضی میں بھی تمہاری جان پہچان کا تھا" ڈاکٹر زبیر اپنے پیشہ ورانہ انداز کے ساتھ ساتھ بحیثیت دائم کے ڈاکٹر ہونے کے ناطے اسے مکمل اور جامع تفصیل سے آگاہ کرتے بولے اور دائم جو بہتری کی امید لیے آیا تھا، ان باتوں سے الجھ کر رہ گیا۔

"مجھے دو لوگ اپنے ماضی سے جڑے محسوس ہوتے ہیں، ایک تو میری وائف ہیں منعام اور دوسرا اعیشہ کے لیے جو لڑکا پسند کیا ہے وہ۔ لیکن میں بہت الجھا ہوا ہوں، میرے دماغ میں درد سا ہے انکل۔ پلیز مجھے اس بے تاب سچویشن سے نکال دیں"

زبیر کے چہرے پر مقابل کی بے بسی جان کر افسردگی سی تھی مگر دائم کا ان دو کا ذکر کرنا بھی زبیر فراموش نہ کر سکے تھے۔

"ہمیں ایک ہفتے تک سڈنی جانا ہو گا، تمہارا ٹریٹمنٹ ضروری ہے۔میں کچھ میڈیسن لکھ کر دے رہا ہوں تب تک انکویوز کرو۔باقی میں مقصود اور اپنی ٹیم سے بات کر کے تمہیں باقی کی تفصیل دوں گا" زبیر نے کچھ دیر تشویش زدہ ہوئے دائم کی انتشار زدہ طبعیت کا جائزہ لیا اور پھر کچھ میڈیسن لکھ دیں۔

"جی ٹھیک ہے، تھینک یو انکل" دائم پریکاشن لیے اجازت طلب کرتا باہر نکل گیا البتہ زبیر صاحب کے چہرے پر کچھ الجھی ترچھی لکیریں ضرور نمودار ہو چکی تھیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"سر آپ سے ملنے کوئی مسٹر حسنین منصور آئے ہیں" میٹنگ روم سے اپنے آفس میں آتا دائم کوٹ اتار کر رولنگ چیئر پر رکھتے فون کی ٹون پر مڑا تو سیکرٹری نے اسے حسنین کے آنے کی اطلاع دی۔

یہ نام۔۔۔ذہن میں ایک پل کو درد دیتی ٹھیس سی اٹھی، دائم سمجھ نہ پایا آخر اسکے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

بمشکل انگلیوں کی پوروں سے کن پٹی سہلائے وہ آنکھیں بھینچے سر جھٹک کر خود کو نارمل کر پایا۔

"ہ۔۔ہاں بھیج دیں اور ساتھ کچھ کھانے پینے کے لیے بھی" دائم کی ناچاہتے ہوئے آواز لرز سی اٹھی، فون رکھ کر وہ اپنے بالوں کو جکڑے ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس لبوں سے لگائے ایک ہی بار پی گیا، اسکی یہ الجھی حالت کوئی دیکھ لیتا تو تشویش میں ضرور مبتلا ہوتا۔

اپنے آپ کو بہتر کرتا وہ شرٹ کا اوپروی بٹن کھولے لمبی سی سانس لیے گلاس ونڈو کی طرف مڑا مگر جلد ہی دروازے پر ہونے والی آہٹ پر دائم رخ کے ساتھ گردن موڑے رسانیت سے اندر آتے حسنین کی سمت دیکھ کر مسکرایا۔

مگر اس وقت حسنین کی آنکھوں میں اس شخص کی مسکراہٹ پر صرف حقارت تھی جسے وہ بمشکل ضبط کرتا کمال نخوت پن سے اپنے اور دائم کے بیچ کا فاصلہ طے کرتا اس تک پہنچا۔

"کیسے ہو حسنین، ہیو آ سیٹ" دائم کا انداز دوستانہ تھا جس پر پہلے سوال میں عاجزی سے سر اثبات میں ہلا کر جواب دیتا مہمان کی طرح سامنے براجمان ہوا۔

فل بلیک میں وہ ساحر لگتا ہوا خاصا ڈیشنگ لک دے رہا تھا، مگر پھر بھی سامنے بیٹھے بظاہر عالم کی شخصیت سے وہ ہر صورت دبا ہوا تھا۔

" تھینکس " لیا دیا سا انداز لیے اب دائم اسکی سمت پوری طرح متوجہ تھا۔

"میں نے تمہیں یہاں کس لیے بلایا اسکا اندازہ تمہیں ہو گیا ہو گا، عیشہ بہت لاڈلی ہے۔ میں اور بابا اسکی نہ تکلیف سہہ سکتے ہیں اور نہ جدائی۔ ایک ریکوسٹ کرنا چاہتا ہوں کہ تم شادی کے بعد ہمارے ساتھ رہو۔ گھر داماد بن کر نہیں، بلکے گھر کے بیٹے

کی طرح" مقابل سے ایسی نرمی اور مہربان طبعیت پر خود حسنین ایک پل پتھر اسا گیا، وہ جو دل میں اس شخص کے لیے سفاکیت لیے ہوئے تھا یک لخت نرم سا پڑا۔

"یہ میری عزت نفس پر حملہ ہو گا عالم معراج خان" ناجانے دائم کو ایسا کیوں لگا کہ حسنین اسکا نام لے کر کچھ جتا گیا ہے۔

دائم کو ماہی کی فکر یاد آئی اور اسکا حسنین کو عجیب کہنا۔

"نہیں میں ایسا نہیں مانتا، تم واقعی گھر کے بیٹے ہی کہلاو گے" دائم کا اصرار زرا ماند نہ پڑا جس پر حسنین نے اپنی اچٹتی نگاہوں کا زاویہ کچھ بدلا۔

"بیٹا کہلانے اور بیٹا ہونے میں فرق ہوتا ہے" حسنین صرف رعب جمانے کی کوشش میں تھا تاکہ یہ انسان اسے کوئی لیا دیا آدمی نہ سمجھ لے۔

حسنین نے پس لب کھسیانہ پن چھپائے اس سے پہلے کہ دائم مایوس ہو جاتا، مسکرا کر دائم کی پریشان صورت بہتر کر دی۔

"عیشہ کے لیے یہ بھی قبول ہے، لیکن میں شادی جلدی کرنا چاہتا ہوں۔ اسی ہفتے" حسنین کا تقاضا اب دائم کو بھی بے جانہ لگا، اسے عیشہ کی سمت سے مکمل اطمئنان مل چکا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے نیکسٹ فرائی ڈے ہم چھوٹا سا نکاح کا فنکشن کر لیتے ہیں، دراصل مجھے اس سے اگلے دن کچھ ضروری کام کے لیے جانا ہے تو ولیمہ ان شاء اللہ میری واپسی کے بعد دھوم دھام سے ہو گا۔ بی کازنہ میں اپنا کام مس کر سکتا ہوں نہ عیشہ کی زندگی کا یہ خاص دن" دائم کا انداز نرم اور متاثر کن تھا جس پر حسنین بھی اب کسی شیطانی خیال کو سوچتا ہوا سر ہلا چکا تھا۔

چائے آچکی تھی لہذا معاملہ طے کرنے کے بعد حسنین کو چاروناچار چائے ختم کرنے تک رکنا پڑا۔

اسکے جانے کے بعد بھی کافی دیر دائم عجیب سی الجھن میں مبتلا رہا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"او میرے خدا اتنا سب ہو گیا اور۔۔۔۔ حبا میری جان" اپنی زندگی کے دکھ ہی ماہی کو اتنا غرق رکھتے آئے تھے کہ یہ اتنی بڑی حقیقت جب آج حبا نے آخر ماہی پر کھولی تو وہ سفید صورت لیے پہلے تو حبا کے صبر اور ضبط پر روہانسی ہوئی اور پھر اس کو اپنے سینے میں سموئے دلبرداشتہ ہو گئی۔

آج خود ماہی نے پہلی بار حبا کو اس طرح ٹوٹا اور بکھرا ہوا دیکھا تھا۔

اسے صرف حبا کی شادی کا علم تھا مگر بلال اور حبا کی کہانی سے وہ انجان تھی کیونکہ ان دنوں ماہی نے خود تک سے ناطہ توڑ دیا تھا۔

"میں بس تمہیں نہیں بتا سکی کیونکہ تم مجھ سے زیادہ کرب میں پہلے ہی مبتلا تھی ماہی، وہ مجھ سے اب شادی کرنا چاہتے ہیں۔ امی جان کو بتایا ہے مگر انہوں نے بھی بس چپ چاپ گلے لگا لیا اور کہا کے کچھ دیر تمہارے پاس چلی جاوں" حبا کا کرب اور اسکی تکلیف آج ماہی کو خود کی تکلیف سے کئی گنا شدید لگ رہی تھی۔

قسمت نے دونوں پر بڑی بے رحمی کی تھی اور خوشیاں بہت مدت کی ریاضت کے بعد نصیب ہوئیں تھیں۔

"مجھے معاف کر دو حبا، تم پر ایسا کرب ٹوٹا اور میں اس وقت تمہاری تسلی کو موجود نہ ہو پائی۔ مجھے بہت برا لگ رہا ہے، میں تمہاری تکلیف میں تسلی دے کر کمی نہ کر پائی" ماہی کی آنکھیں درد سے بے حال تھیں اور حبا اسکے کندھے سے لگی ماہی کی پشیمانی کو دور کرنے کو الگ ہوئے اسکا ہاتھ تھامے جبراً اپنے آنسو اندر اتار گئی۔

"میری تکلیف میں تسلی سے کمی نہیں ہو سکتی تھی ماہی، اور میں جانتی ہوں تم مجھ سے کہیں درجے زیادہ اذیت میں تھی اس لیے مجھے تم سے کوئی گلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ امی جان نے کہا تھا کہ حبا تم ٹوٹنا افورڈ نہیں کر سکتی، تم ٹوٹ گئی تو تمہارے ماں باپ بھی بکھر جائیں گے۔ بس اس لیے خود کو مضبوط کرنے کے سوا میرے پاس چوائز ہی نہ تھی" حبا کا انداز بے لچک تھا اور ماہی پھر بھی افسردگی سے حبا کی گال سے ہتھیلی جوڑے بھیگا سا مسکرائی۔

"بہت بہادر ہو تم، بلال کو مت جانے دینا اب۔ تم پر بھی خوشیوں کا اب پورا حق ہے۔ میں تم دونوں کے لیے دعا گو ہوں، اب تمہیں کسی دکھ کا سایہ تک نہ دیکھنا پڑے" ماہی اسے رشک سے لبریز نگاہ لیے دیکھ رہی تھی اور آج اس نے حبا کو اسکی بہترین دعائیں سونپیں تھیں۔

پرانے درد اتنی جلدی نہیں جایا کرتے، چوٹ بہتر ہو بھی جائے تو اس کے نشان جانے میں وقت لیتے ہیں۔

بلکل ویسے ہی محبت کو پالینے کی خوشی اب ویسی نہ تھی مگر پھر بھی تپتی دھوپ میں اگر کوئی سایہ مل رہا ہو تو اس کو جھٹکنا ناشکری کے زمرے میں شامل ہوتا ہے۔

دونوں کی آنکھوں میں مدت بعد اطمئینان سا تھا، شاید منزل واقعی قریب آچکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"آپکی کافی" ماہی نے آہستگی سے دروازہ وا کیے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر لیپ ٹاپ بند کر کے بیٹھے دائم تک پہنچ کر بولی جو اپنی تھکی سی آنکھیں کھولے ماہی کے پاس آکر بیٹھنے پر لیپ ٹاپ سامنے میز پر دھرے ماہی سے کپ بھی لے کر سامنے رکھتا بلکل کسی چھوٹے بچے کی طرح ماہی کی گود میں سر رکھے اپنے ٹانگیں اوپر کیے لیٹا اور دانستہ ماہی کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکان سجی۔

وہ ماہی کا ہاتھ جکڑے بہت جنجھلاہٹ میں ڈوبا ہوا تھا تبھی ماہی نے اپنے نرم نازک انگلیوں کی پوروں سے دائم کی پیشانی پر سے بال ہٹاتے ہی ہونٹ رکھے جس پر اس بے چین شخص کو قرار سا ملا۔

"مجھے ایک ویک تک آسٹریلیا جانا ہے ماہی، کنڈیشن کچھ اچھی نہیں۔ ممکن ہے عیشہ کی شادی کے اگلے دن ہی نکلنا پڑے" دائم کی ہر الجھن وہ بخوبی سمجھتی تھی، کل ماہی مقصود بابا کو ساری سچائی بتانے کا فیصلہ لے چکی تھی اور اسے یقین تھا کہ اسکا دائم اب اپنی شکل واپس لے کر ہی لوٹے گا۔

"آپ بے فکر ہو کر جایئے گا، میری دعائیں آپکے ساتھ ہیں۔ پریشان مت ہوں، بہت جلد سب ٹھیک ہو جائے گا" ماہی کا انداز دوستانہ تھا، یوں اسکا دائم کی ہمت بندھانا خود دائم کی منتشر حالت کو سنوار سا گیا۔

"آپ مجھے اتنی راس کیوں ہیں ماہی، پہلے جب بجھنے لگتا تھا تو آپکا نام اندھیرے میں روشنی تھا اور اب آپ خود میری ہمت بن چکی ہیں" دائم اسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر حدت زدہ بوسہ دیے ماہی کی خود پر سایہ فگن آنکھوں سے ہمکلام تھا جو بلاشہ اسے زندگی دیتی تھیں۔

ماہی نے ان آنکھوں پر ہی تو اپنا سب وارا تھا، پہلے دل پھر اختیار اور پھر اپنا آپ۔

"میں کیا بتاوں، آپ مجھے لاجواب کر رہے ہیں" ماہی تھوڑی متذبذب سی ہوئی کیونکہ اس بار ان آنکھوں میں ہلکا سا تجسس تھا۔

جیسے خود دائم کسی خود ساختہ کھوج میں مبتلا لگا کہ اسے اس وجود سے جڑا کچھ پرانا یاد کرنا تھا۔

"میں بنا پلک جھپکے آپکو تا دیر دیکھ سکتا ہوں ماہی، آپکو دیکھنا ایسا پر سکون ہے کہ میری ہر تکلیف ثانوی جگہ جا بستی ہے۔بس خوفزدہ سا رہنے لگا ہوں، پتا نہیں کیا ہو گا اب میرے ساتھ" کچھ دیر وہ ماہی کا من پسند چہرہ دیکھتا رہا اور پھر یک لخت بے بسی سی اسکو حصار گئی۔

"سب بہت بہترین ہو گا، ریلکس رہیں" ماہی اسکا ہاتھ دبا کر شفیق سی تسلی دیے پر امید تھی اور مقابل کے چہرے پر پھیلا تارشک آفرین تھا۔

"کیا یہیں سو جاوں ؟" دائم نے کچھ دیر تبسم کے سنگ ماہی کے چہرے کو دیکھا اور پھر اسکی فرمائش نے ماہی کو بھی ہنسا دیا۔

کتنی مقدس ہنسی تھی اس لڑکی کی، دائم کو لگتا مدھر سے ساز بج اٹھے ہوں، ہر سمت نغمگئ رقصاں ہو۔

"آپ کو پوچھنے کی ضرورت نہیں، حکم کیا کریں" ماہی کا والہانہ انس دلفریبی کی ہر حد لیے دائم کو فرحت بخش لگا۔

"آپ کی ننھی نازک ٹانگوں کا کیا ہو گا" دائم کو بھینی بھینی مسکان کے سنگ نئی فکر سے گھیرا، ماہی نے صوفے پر رکھے کشن کو اٹھا کر دائم کے سر کو زرا سا اوپر کیے کشن رکھتے ہی تھوڑی آرام دہ گرفت بنائی اور وہ مبہم سی دلبستگی کے ساتھ ماہی کی حرکات و سکنات پر گہری توجہ کیے ہوئے تھا۔

"اچھا جی ٹانگوں کی اتنی فکر ہے تو اٹھیں بیڈ پر جائیں" ماہی نے تو شریر ہوئے مسلہ ہی حل کر ڈالا مگر دائم کے چہرے پر بھی شرارت رقصاں ہوئی۔

"نہیں یار وہاں جا کر یہ بندہ بہک جاتا ہے، آج کسی ستم کا موڈ نہیں میرا۔ آپ آج میرے سر کا وزن برداشت کر لیں پلیز" دائم کی کمال بے بسی سے کہی بات پر ماہی شرمگیں سی آنکھیں چرائے بمشکل ہنسی روک پائی، دائم خود شرارت سے مسکرا دیا۔

"آپ میری کچھ ایکسٹرا فکر کرنے لگے ہیں مسٹر، اچھا اوکے آپکا سر مجھے قبول ہے" دائم کی نگاہ کے زوایوں سے بھلے ماہی بوکھلا سی گئی پر آخر بول کر خود ہی مسکرا دی مگر

دائم نے اسکا پکڑا ہاتھ ایک ہی بے خود انداز میں مبتلا جھٹکے سے کھینچا جسکے باعث وہ ان خطرناک سانسوں کی حدود تک جھک گئی۔

"آپ کی فکر نہیں، آپ سے عشق ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے یہ خدشہ ہے کہیں آپکو کسی دن کچا کھا نہ جاوں" دائم کی اس قدر نازک قربت میں ایسی ذو معنی بات ماہی کو بھی شرم سے لال کر گئی اور گرفت میں حق شامل ہوتا محسوس کرتی ماہی مقابل کی مختصر من مانی پر پوری خوشی سے بند آنکھوں کے سنگ مسکرائی تھی۔

یہ مسکراہٹ چرا لینے کی حد تک انمول تھی، رہائی ملتے ہی وہ اپنی آنکھیں موند چکا تھا اور ماہی کا نازک ہاتھ وہ اپنے دل پر دھرے ایک پر سکون نیند لینے کا خواہش مند تھا۔

ماہی نے بھی ایک نظر اسکو سوتا دیکھ کر مسکراتے ہی آنکھیں موند لیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

بلال اور حسنین نے معاملے کو زیادہ طول نہ دینے کے لیے اگلے دن ہی سارا معاملہ دائم سے ڈسکس کیا اور ماہی خود اس معاملے میں متفق تھی۔

حسنین نے اپنی کدورت وقتی طور پر جذب کر لی تھی کیونکہ وہ پہلے اپنی اور بلال کی زندگی کسی سیدھے راستے پر لانا چاہتا تھا۔

پہلے ہی اس نے بلال کی مسیحائی کرنے میں بہت دیر کر دی تھی لہذا اگلے دن گیارہ تک وہ سب زہرہ کے گھر گئے۔

زہرہ اور ارسلان کو ان سب کے آنے کی پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی لہذا آج باقاعدہ طور پر بات کی جانی تھی۔

"جس طرح یہ میرا سب ہے ویسے ہی میں اسکا سب ہوں، قسمت کے آگے ہم لوگ بے بس ہوتے ہیں۔مانتا ہوں بلال نے اس وقت خود پر ہر خوشی حرام کر کے غلط کیا تھا کیونکہ اس وقت اسے محبت کو پہلے سے زیادہ شدت سے تھامنا چاہیے تھا۔ مگر جب ہم کسی اپنے بہت قریبی کو کھو دیتے ہیں تو بلکل وہ ہماری اپنی موت ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ بلال کو معاف کر دیں اور اسے اپنی فرزندی میں قبول کریں" آج وہ

حسنین نہئں تھا، آج وہ بلال احمد کا سب کچھ بن کر زہرہ اور ارسلان کے سامنے عاجزی میں لپٹا ہوا بیٹھا تھا۔

ماہی تو اس بہروپیے جیسے حسنین پر دنگ تھی جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا تھا، یہ شخص اس روز اپنی زبان نہ کھولتا تو آج وہ بابا کے ساتھ ہوتی۔

اسے حسنین بے رحم اور سفاک لگ رہا تھا جو یہاں عاجزی کے لباس میں ملبوس اسے ہرگز قابل بھروسہ نہیں محسوس ہو رہا تھا البتہ دائم تو اسکی ہر بات سے بہت متاثر تھا۔

خود زہرہ اور ارسلان کے چہرے افسردگی کے ساتھ ساتھ تکلیف سے پر تھے۔

"حبا نے بہت تکلیف سہی ہے اسکی وجہ سے، بہت اذیت کے فیز سے گزری ہے۔ لیکن میری بیٹی کے صبر کا اس سے بہتر پھل ہو بھی نہیں سکتا۔ اس نے اپنی زندگی کا اختیار اپنے والدین کو دے دیا ہے، لیکن ہم یہ حق تمہیں تبھی دیں گے جب تم اسکے ہر دکھ کا مداوا کرنے کی یقین دہانی کرواو گے" ارسلان صاحب جو خاموشی سے حسنین کی ساری بات سن رہے تھے، آخر کار مدھم سی سنجیدگی کے سنگ بولے اور

کمرے کے دروازے کے ساتھ لگی حبا ابھی بھی اسے اپنا کوئی دردناک جھوٹا خواب سمجھ رہی تھی۔

آنکھ کھلنے پر اسے محسوس ہوا کہ اس خواب کی کرچیاں اسکے وجود کو چھلنی کر ڈالیں گی۔

بلال نے بیقرار سی نگاہ حسنین پر ڈالی اور پھر باری باری ارسلان اور زہرہ پر اور سر کو اثبات میں ہلائے اپنی مدت بعد رہائی پر اپنی آنکھ کی نمی چھپا نہ سکا۔

"وعدہ کرتا ہوں کوئی دکھ نہیں چھوئے گا اسے، میں آپ دونوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ ناچیز کو دوسرا موقع دیا" بلال کی تکلیف بھی وہاں موجود ہر فرد نے محسوس کی۔

"اللہ پاک خیر کریں گے، تو ان شاء اللہ پھر دونوں دوستوں کی اگلے ہفتے ساتھ شادی رکھ دیتے ہیں۔ ویسے بھی مجھے اگلے ہفتے ایک ضروری کام سے جانا بھی ہے۔ میں چاہتا ہوں شادیوں میں شرکت کرلوں" اداسی ہٹ گئی تو دائم نے حتمی طور پر جلتے دلوں

کی آسودگی کی سبیل کیے خوش دلی سے تجویز دی جس پر ماہی اندر حبا کے پاس چلی گئی جبکہ باقی سبکے چہروں پر صاف خوشی کا وجود رقصاں ہوا۔

ماہی نے بے حال ہوتی حبا کو نرمی سے گلے لگایا اور وہ اس بار خواب کی سوچ سے خوبصورت تعبیر پر روئی تھی، ماہی نے بھی اسے رونے دیا کیونکہ وہ جانتی تھی یہ حبا کے بھی آخری آنسو ہیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

واپسی پر عالم کسی اہم میٹنگ کے لیے آفس گیا تو ماہی بھی سیدھی مقصود بابا کو ساری سچائی بتانے انکے کمرے میں گئی مگر ملازم نے بتایا کے وہ سٹڈی میں ہیں لہذا ماہی اپنے منتشر ذہن و دل کو دقتوں سے سمیٹتی بوکھلائی سی وہیں چل دی۔

آج حقیقت میں اسے لگا اسکے قدم کئی من وزنی بھاری ہیں، ذہن و دل عجیب وسوسوں کا شکار ہو رہا تھا۔

وہ خوفزدہ تھی کہ اپنا راز خود کہہ کر ایک نیا خسارہ نہ پا بیٹھے، دروازے تک جا کر اسکے قدم تو کیا دل بھی رک گیا۔

مقصود صاحب کسی کتاب کو پڑھنے میں مگن تھے جب آہٹ پر نگاہ دروازے میں کھڑی شش و پنج میں مبتلا ماہی کو دیکھ کر مسکرا دی۔

"آجاو بچے، آو بیٹھو" بہت شفقت سے وہ ماہی کے چہرے کی الجھن بھانپتے ہوئے کتاب بند کیے اپنی تمام تر توجہ ماہی کی سمت مبذول کیے بولے جو ابھی سے لٹھے کی طرح سفید پڑھ چکی تھی۔

"بابا بہت ہمت کر کے آج آپ سے اپنی زندگی کا سب سے بڑا راز کہنے آئی ہوں، اس امید پر کے آپ مجھے بہو نہیں بلکے بیٹی سمجھ کر اعتبار دیں گے" ماہی انکے پاس بیٹھتے ہی رخ موڑے بیقراری سے انکا ہاتھ تھامے تمہید باندھتی ہوئی نہ صرف مقصود صاحب کو حیران کر گئی بلکے وہ پریشان بھی لگے۔

"پہلے تم میری بیٹی ہی ہو ماہی، جہانگیر کی امانت ہو۔ مجھے اپنے بابا ہی سمجھو، میرا بچہ ہر گز مایوس نہ ہو گا۔ کہو کیا بات ہے" کو ٹوٹتے حوصلے کو مقصود صاحب کی یہ بات جوڑ تو گئی تب بھی ماہی نے پشیمانی کے سنگ چہرہ جھکا کر آنکھوں میں آتے آنسوؤں کو بمشکل روکا۔

اپنی کربناک زندگی جسکا ایک لمحہ ماہی کے لیے صدی تھا، چند منٹوں میں مختصر کر کے سناتی ماہی پور پور زخمی تو ہوئی ہی مگر خوف اور ڈر اسکی رگ رگ میں سرائیت کرتا گیا۔

دائم سے محبت کا قصہ اس نے عالم کے دائم ہونے تک سارا بابا کو بتا دیا، آج وہ اپنے رہے سہے کرب کا خاتمہ چاہتی تھی۔

اس کے ایک ایک انکشاف پر مقصود معراج خان کے چہرے پر تاریکی پھیلتی گئی، وہ روئی تو نہ تھی پر اسکی آواز کا بھیگا پن اور لرزاں اسکی اذیت کے ایک ایک پل کا گواہ تھا۔

کتنی ہی دیر اس ہولناک حقیقت پر دونوں طرف سناٹا تھا، مقصود صاحب کے پاس کوئی لفظ نہ تھا۔

ماہی کی تکلیف کا ایک لمحہ تک سوچنا انکو قہرناک لگا تبھی وہ سرخ ہوتی آنکھوں سے ماہی کے سر پر ہاتھ رکھ کر دلبرداشتہ ہوئے اور اس سچائی پر جو رسوائی کا خدشہ لیے ہوئے تھی، روتی ہوئی بابا کے سینے سے جا لگی۔

"بس میرے بچے رومت، واہ میرے مالک تیری شان۔ میں تو تب ہی حیران ہوا تھا جب میرے اس عالم کے دل مئں بھی ماہی دھڑکی تھی۔ اللہ نے جب تمہیں رسوا ہونے نہیں دیا میرے بچے تو کسی انسان کی بھی کوئی اوقات نہئں تمہیں مجرم کہنے کی۔ تو وہ دائم شہروز ہے، الحمداللہ میرے بچے کی جنگ کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے" نمی تو آج مقصود صاحب کی آنکھوں میں بھی تھی، آج انھیں اپنا عالم شدت سے یاد آیا تھا۔

"بابا آپ مجھ سے ناراض مت ہوئیے گا، میں نے اپنی غلطی کی پوری سزا پائی تھی۔ لیکن اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا" ماہی کی ساری تکلیف وہ سمجھ سکتے تھے انھیں ماہی پر فخر تھا جس نے ہر رشتے کی عظمت پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا تھا۔

"دائم کی کنڈیشن ٹھیک نہیں ہے اسکو اسکا چہرہ دینا لازمی ہے اب، تم مجھے اسکی تمام تصاویر بھیج دو۔ میں آج رات ہی زبیر سے سارا معاملہ ڈسکس کرتا ہوں۔ ہمیں اسے بنا بتائے سرجری کر کے عالم کے چہرے کے بجائے اسکا اپنا چہرہ دینا ہو گا۔ مگر میری عیشہ۔۔۔۔" مقصود صاحب کے بھیگے لہجے میں واقع دکھ اور خوشی کی ملی جلی کیفیت تھی مگر اختتام تک انکے لہجے میں نمی گھل گئی۔

خود ماہی نے کرب سے سر اٹھائے بابا کا ہاتھ دونوں ہاتھوں سے تھاما جو خود اس سچائی سے ہل چکے تھے۔

"ہم سب عیشہ کو بکھرنے نہیں دیں گے بابا، حسنین اصل میں دائم کا بھائی ہے۔ جب اسے سچائی پتا چلے گی دیکھیے گا وہ بھی عیشہ کا مرہم بنے گا۔ اور خود دائم کبھی عیشہ کو

عالم کی کمی ہونے نہیں دیں گے آپ یہ بات جانتے ہیں۔ بابا مجھے خود غرض مت سمجھیے گا مگر۔۔۔۔۔" ماہی کا سرخ ہوتا چہرہ اختتام تک بے بسی سے بھیگ سا گیا مگر مقصود صاحب اداس سا مسکا دیے۔

انکی مسکراہٹ کچھ کھونے کے ضیاع سی تھی مگر انکی آنکھوں کی چمک کچھ پانے کی ترجمانی بھی کر رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں بچے، وہ مجھے اور عیشہ کو نہیں چھوڑے گا۔ تم پریشان مت ہو، میں اسے اسکا چہرہ واپس دینے پر راضی ہوں۔ اور دعا ہے کہ چہرہ ملتے ہی اسے اسکی یاداشت بھی مل جائے اور مزید کوئی دکھ تمہارے سامنے نہ آئے" مقصود بابا کی ڈھارس دیتی بات پر بھی ماہی کی آنکھیں صورت برسات برس گئیں اور اس وقت سچویشن ایسی تھی کہ تکلیف کا اظہار کرنے پر آنسو اور آہیں بھی ناکام تھیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"الحمداللہ کے سارے معاملات اچھے سے طے ہو گئے، سات دن بعد دونوں شادیاں ہو جائیں گی۔ آپکی دوست کا بھی گھر بس جائے گا بہت اچھی بات ہے یہ" ماہی رات کھانے پر بھی کچھ بجھی تھی اور ابھی جب وہ دائم کے ساتھ بالکونی میں کھڑی چاند دیکھ رہی تھی تب بھی دائم کو لگا وہ اداس سی ہے۔

"جی بہت اچھی بات ہے، بس عیشہ بھی حسنین کے ساتھ بہت خوش رہے" ماہی کا غائب دماغی سے دھیان کہیں اور رکھ کر بھی یہ بات کہنا اب دائم کو واقعی فکر مند کر گیا کیونکہ ماہی واقعی کچھ الجھی ہوئی تھی۔

"ان شاءاللہ سب خوش رہیں گے، ماہی کیا بات ہے میری جان آپ کچھ پریشان ہیں کیا" ٹھوڑی پر انگلی رکھے وہ اپنے حصار میں قید ہوئی ماہی کا چہرہ اپنی سمت کیے جس نرمی اور محبت سے پوچھ رہا تھا، ماہی ہر اداسی ہٹائے مسکرا کر اسکی سمت دیکھنے لگی جو بہت جلد اسکے سامنے اصل شکل میں آنے والا تھا۔

"آپ پر پیار آرہا ہے" ماہی اس وقت دل سے بہت ہلکی ہوئی تبھی ہر پریشانی پس پشت ڈالے پھر سے دائم کے سینے میں منہ چھپا گئی اور وہ بھی ماہی کا نازک وجود خود میں سموئے دلفریب سے تبسم میں غرق ہوا۔

"پیار آئے تو کیا پریشان ہو جانا چاہیے، ارے محترمہ پیار آئے تو جتانا چاہیے۔ چلیں میں منتظر ہوں کہیں کتنا پیار آرہا ہے آپکو مجھ ناچیز پے" خود سے کوشش کر کے الگ کرنے کے باوجود جونک کی طرح سمٹی ماہی کے ایسا کرنے پر دائم ہنسے بنا نہ رہ سکا اور ایک لمحے میں ماہی کو اپنی بازوں میں بلکل ایسے اٹھایا جیسے وہ واقعی اسکے لیے تنکا تھی۔

حیا کے باعث ماہی کے گال تپ گئے اور وہ دائم کی شرٹ جکڑے اسے بمشکل دیکھ پائی اور وہ تو ماہی کا آج پیار جتانا دیکھے بنا چھوڑنے والا ہر گز نہ تھا۔

"جی کہیں ناں جان" نرمی سے ماہی کا سر تکیے پر رکھ کر بیڈ پر لٹاتے ہی جان نثار نگاہوں کے سنگ فرمائش کی گئی، ماہی مبہم سا ہونٹ دانتوں تلے دیے مسکرائی۔

"میرے پاس آئیں یہاں، کہنے کی ضرورت نہیں ہے" ماہی کا انداز تو آج جان لیوا تھا، ہنسی ہنوز پس لب دباتا وہ بڑے مزے سے چت ساتھ دھرم سے آلیٹا اور ماہی اپنی شرارت پر خود ہی خجل ہوئے دائم کے سینے سے جالگی۔

"آپ میرے دل میں دھڑکتی ہیں ماہی، میرا بس چلے تو ایک پل کو بھی خود سے دور نہ کروں آپکو۔ ایک بار محبت جب دو انسانوں کو ایک کر دے تو یہ خوشگوار سی قربتیں ایسی لذت آمیز ہوتی ہیں کہ انسان کا دل نہیں چاہتا کنارے پر۔ اور جب محبت، رسائی اور حق بیک وقت موجود ہوں تو صبر کا ہر پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے" دائم اسکے کان سے ہونٹ جوڑے اسکی پشت سہلاتا ایک ایک لفظ بے خودی سے کہہ اٹھا، ماہی نے جھجک لیے سر اٹھا کر ان آنکھوں میں لکھی خواہش دیکھی۔

اول قربت جیسی تشنگی اور حیا آج بھی برقرار تھی، بلکے ماہی کا دل آج ہر وسوسے سے دل کو وقتی پاک کر چکا تھا اور وہ یہ لمحے جینا چاہتی تھی۔

"کبھی وقت ہم دو کے بیچ اندھیرے کی طرح حائل ہو گیا تو آپ میرا ہاتھ مت چھوڑیے گا میں خوف سے پاگل ہو جاوں گی، میں اول دن کی طرح آخری لمحے تک آپکے ساتھ سے اور محبت سے شاداب رہنا چاہتی ہوں۔ کچھ بھی ہو جائے یہ یاد رکھیے گا آپ نے کبھی ماہی کو غلط سمجھ کر چھوڑ دیا تو ماہی مر جائے گی" وہ سارے وسوسے جو ماہی کا دامن کچھ پل چھوڑ گئے تھے، یک لخت لوٹ آئے۔

وہ جو ماہی کے سنگ ایک خوبصورت سنگت کی شروعات کرنے کو تھا، اسکی اس بات پر یک لخت افسردگی سے ماہی کو دیکھنے لگا۔

"آج بتائیں مجھے کیا ہے آپکی ان باتوں کی وجہ، کیوں سمجھوں گا آپکو غلط۔ کیا کچھ چھپایا ہے آپ نے مجھ سے ماہی؟ بولیں" دائم کا یوں استفسار کرنا ماہی کے چہرے پر سفیدی سی لے آیا تھا اور وہ جانتی تھی ابھی وہ کچھ ایسا ویسا کہنے یا کرنے سے اپنا نقصان کر رہی ہے۔

"آپ سے کیا چھپاؤں گی، بس آپکو کھو دینے کا خوف کہہ لیں" ماہی نے بات سنبھالتے ہوئے بات بنائی مگر دائم اسکے چہرے کی بیقراری سے مطمئین نہ ہوا۔

"آپکو اتنا قریب لانے اور اپنا سکون بنانے کے بعد آپ سے دور رہ ہی نہیں سکتا، آئی ہوپ سو آپکے خدشے میں یہ جان کر کمی آجائے کہ آپ بہت زیادہ ضروری ہیں"

ماہی کے خدشوں کی نوعیت ہی اور تھی، پھر چاہے دائم اسے کتنا ہی قریب کیوں نہ کر لیتا۔

حصار تنگ ہوا تو ماہی نے نظر اٹھائے دائم کی عملی جسارت کی تیاری پر پھر سے حیا کے سنگ مفہوم سمجھتے نگاہ جھکالی۔

"آپ جانتی ہیں آپ کتنی پرکشش ہیں منعام صاحبہ" ھائے یہ ذومعنی سی بے بس اداسی کے جس کے سنگ دائم اس حسن کی ملکہ کے نازک نقوش سے ظالمانہ چھیڑ خانی کیے بہکا۔

ماہی ہنس نہ پائی، قربت نڈھال کر دینے والی تھی۔

"صرف آپ کے لیے" دائم کا ہر بڑھتا قدم لمس پذیر اور مرئی بن گیا، ہر شدت اسے معاف تھی۔

وہ محبوب اور محبت کے ساتھ عاشق بھی تھا۔

"تو پھر آج کی رات آپ واقعی صرف میرے لیے وقف ہو جائیں" شدت میں نرم اور مخملی کمی آئی اور ماہی نے مسکرا کر اجازت دیے رضا کا برملا اظہار کیا۔

پیشانی پر عافیت کی لکیر کھینچتا دائم اسے خود میں مبتلا کیے اسکی رضا پر فدا ہوا۔

دونوں کی مسکان ایک دوسرے کو زندگی بخش چکی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ٹھیک ہے میں سنڈے کی آپائنٹمنٹ لے لیتا ہوں، ایک دن پہلے پہنچنا ہوگا ہمیں۔ یہ ساری حقیقت جان کر یقین مانو مقصود میں تو ایک بار کانپ اٹھا تھا۔ مطلب اسی وجہ سے اسے ماہی عزیز تھی، تمہیں پتا ہے میں محبت کو نہیں مانتا تھا پر یہ کہانی سن کر میرا دل ایمان لے آیا ہے کہ جھوٹ کہتے ہیں لوگ کے محبت آجکل جسموں تک کا کھیل

ہے۔ نہیں، آج بھی اللہ چنے ہوؤں پر روحانی جذبے اتارتا ہے" صبح کے اس وقت وہ دونوں یار ایک سی جنجھلاہٹ اور حیرت میں تھے۔

ہوسپٹل کے ٹیرس پر کھڑے مقصود اور زبیر دونوں ہی دنگ تھے، واقعی انسان تو اللہ کے فیصلوں کے متعلق کبھی بھی مکمل علم رکھنے کا دعوی نہئں کر سکتا۔

"ماہی کے متعلق عالم ٹھیک کہتا تھا، وہ تب جان گیا تھا شاید کہ ماہی کسی خاص کے لیے چن لی گئی ہے۔ جب عالم نے میرے ہاتھوں میں دم توڑا تھا تو اس کی زبان پر جانتے ہو آخری بات کیا تھی؟" آج بہت مدت بعد مقصود صاحب کی آنکھوں میں درد کی حد تھی، زبیر نے ریلنگ تھام کر کھڑے ہمت و صبر کے پیکر بنے مقصود کا کندھا جکڑا اور یوں دیکھا جیسے پوچھنا چاہتے ہوں کہ کیا کہا۔

"یہی کہ وہ ماہی کو اپنے حصے کی ہر خوشی لگ جانے کی دعا دے رہا ہے، اسکی سانس اٹک رہی تھی مگر وہ خوش تھا کیونکہ اسے شاید خبر تھی کہ اللہ اسکی ماہی کو کسی بہتر کے ہاتھ سونپنے والے تھے۔ وہ مرنے سے پہلے میرے آنسو پونجھ گیا تھا، وہ آنسو سارے

میری آنکھوں میں سمندر بنے ہیں۔ دائم کو اسکا چہرہ ملتے ہی میں عالم کی قبر پر اسکے نام کی تختی لگا کر سارا رو لوں گا" مقصود صاحب کی آنکھیں ضبط سے لال تھیں اور زبیر انکا کندھا تھپتھپاتے تسلی کے دو حرف تک جمع نہ کر سکے۔

"عالم کا اس کہانی میں سب سے مضبوط کردار تھا میرے یار، وہ محبت کی تکمیل کا وہ جزو ہے جسے آسمان وزمین جھٹلا نہ پائیں گے۔ وہ ایک بہترین اور قیمتی روح تھا جسکی شاید آسمان پر زیادہ ضرورت تھی۔ وہ خود تو چلا گیا لیکن اسکی بدولت کتنی پیاری کہانی مکمل ہو گئی۔ دائم اور ماہی کی کہانی، اور کتنی پیاری بات ہے کہ بھلے عالم اس دنیا میں نہیں پھر بھی وہ ماہی اور دائم کی زندگی کا ایک خوبصورت حصہ رہے گا۔ محبت کی کہانی میں تیسرا ولن ہوتا ہے مگر یہاں تیسرا کہیں نہ کہیں ان دو کا مسیحا بن گیا" آج زبیر صاحب کی آنکھوں میں رشک اور لہجے میں بے پناہ خوشی ہمک رہی تھی اور مقصود صاحب نے نم آنکھوں سے آسمان کی سمت سر اٹھا کر روئی سی مسکان دی۔

جیسے یہ کہہ رہے ہوں کہ اللہ میں آپ کے ہر فیصلے پر دل وجان سے راضی ہوں۔

"آئی مس ہیم سوچ زبیر، کبھی کبھی تو اس شدت سے یاد آتا ہے کہ میرا دل بند سا ہونے لگتا ہے۔ پھر جب سوچتا ہوں میرا بچہ جنت کا پھول ہو گا تو دل تسلئ سے بھر جاتا ہے۔ دنیا میں بھی اللہ نے مجھے دائم جیسی تسلی دے رکھی ہے، میں ادنی اپنے رب کا جتنا شکر کروں کم ہے۔ بس اب جلد از جلد دائم کا چہرہ اسے مل جائے گا اور وہ بھی زندگی کو مکمل جی سکے گا۔ اتنا یقین ہے کہ بھلے اسکی یاداشت بھی لوٹ آئے تب بھی وہ اپنے آغا جان کو نہیں چھوڑے گا" اللہ کی مہربان اور رحیم ہونے کی حد تھی کہ آغا جان سر تا پا شکر میں پیوست تھے۔

یہی تو صابریں کا انداز ہے کہ وہ کچھ ملنے پر شکر اور کچھ کھو جانے پر صبر کیا کرتے ہیں۔ زبیر بھی تھوڑے ایموشنل ہو گئے تھے تبھی دونوں یار بغل گیر ہو نازندگی کی کٹھن صورت حال سے نکلنے کو ضروری جان رہے تھے۔

آغا جان نے رات کھانے کی میز پر جہاں عیشہ اور حسنین کی شادی کا فائنل تذکرہ کیا وہیں ہفتے کی صبح دائم اور اپنی آسٹریلیا کی روانگی سے بھی آگاہ کیا۔

عیشہ تو بہت خوش تھی مگر ماہی خوش ہو کر بھی اس وقت خوش دیکھائی نہ دے پا رہی تھی کیونکہ جہاں اسے دائم کے چہرے کی واپسی کا سکھ تھا وہیں حسنین اور عیشہ کی سمت سے وہ بہت ہلکان و پریشان بھی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اگلا ہفتہ شادی کی تیاریوں میں ہی صرف ہوا تھا، حسنین جسے شادی کی شاپنگ اور دوسری چیزوں میں رتی برابر دلچسپی نہ تھی، چاروناچار اسے عیشہ کے ساتھ جانا پڑا۔

دوسری سمت حبا کی تمام شاپنگ زہرہ اور ماہی نے مل کر کی تھی۔

بقول ماہی کہ اب وہ اپنی خوش قسمتی کو جاننے اور اسے دیکھنے کی تیاری کرے۔

دائم نے نکاح کے اگلے دن ہی نکلنا تھا اور ماہی کے لیے بھی دائم کا چہرہ واپس ملنا بہت بڑی خوشی تھی۔

بلال نے سوچ لیا تھا وہ اب بد قسمتی کے سائے تک کو اپنے اور حبا کے بیچ نہیں آنے دے گا۔

وہ چاہتا تھا اب اسے محبت اگر ملے تو وہ اسے اپنی مٹھی میں جکڑ لے گا، وہ اپنے دل کی ہر بے مرادی دھو ڈالنا چاہتا تھا۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حبا اسے بے وفا کہتی تو ہے مگر سمجھتی نہیں ہے، تبھی تو اس نے اپنی پھیکی زندگی کو ایک بار پھر بلال احمد کے کینوس پر لا دھرا تھا۔

جس میں وہ انسان اب صرف رنگ کرنے کی خواہش رکھتا تھا، وہ منتظر تھا ان لمحوں کا جب وہ اپنی بیقراری کی ہر داستان حبا کو سنائے، اسے بتائے کہ اسکے بعد وہ بھی ہر سکھ کو خود پر حرام کر بیٹھا تھا۔

محبت سچی ہو یا نہیں، محبت دردناک ضرور ہوتی ہے۔ اور جو درد اور اذیت کے صحرا میں پیاسانہ گھسیٹے وہ محبت کا وہم تو ہو سکتی ہے مگر محبت نہیں۔

بڑے بوڑھے لوگ سچ کہہ گئے ہیں کہ محبت سے پناہ مانگ لو یا پھر اپنی سرعام تباہی کی تیاری پکڑ لینی چاہیے۔

کچھ بھی بنا جدوجہد اور ریاضت کے نہیں ملتا، اس سفر میں دل تھک جاتے ہیں۔

روحیں پیاس سے سسکنے لگتی ہیں اور جسم جبر اور صبر سے شکستگی اور مسماری کا استعارہ بن جاتے ہیں۔

ماہی کبھی کبھی اپنے مشکل ترین زندگی کو سوچ کر کانپ اٹھتی، اپنے زندہ ہونے پر اسے حیرت ہونے لگتی۔

وہ شرطیہ کہہ سکتی تھی کہ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو اسے مرے زمانے بیت چکے ہوتے۔

وہ ابھی بھی مقدر کی سیاہی کے حصار سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہوئی تھی، ابھی محبت نے اسے ایک آخری امتحان سے گزارنا تھا تاکہ وہ کندن بن سکتی۔

جمعہ کے مبارک دن دونوں نکاح رکھے گئے تھے اور آخر کار مقدر نے کچھ نئے فیصلے لینے کے لیے سبز جھنڈی لہرا دی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اللہ تمہیں نظر بد سے محفوظ رکھے، دعا ہے تمہیں اب ایک آنسو بھی بہانا نہ پڑے۔ جس بے حسی اور بے رحمی سے مقدر نے تمہیں تشنہ رکھا، دعا ہے اب اسی شدت سے آسودگی کا جہاں تم پر سائبان بن جائے" ہلکے سے سرخ نفیس جوڑے میں نکھری ہوئی حبا آج سہاگن بننے والی تھی مگر ماہی کی دعا پر نا جانے کیا ہوا کہ حبا کی آنکھ سے بے اختیاری اوڑھ کر کئی آنسو گالوں پر لڑھک آئے۔

ماہی خود آج بہت حسین اور جاذب لگ رہی تھی، گہری میرون ساڑھی پر سلور کام کے سنگ اپنے بال جوڑے میں مقید کیے وہ خوش ربائی کا مرکز تھی۔

نگاہیں تو آج حبا کو دیکھ کر بھی بلاشبہ ٹھنڈی کی جا سکتی تھیں۔

ماہی نے ساڑھی کا پلو اپنے گرد گمائے جھک کر حبا کی پیشانی چومی اور ہتھیلی جوڑے اسکی گالوں پر امڈ آتی شفق بہت پیار سے ہٹائی اور اسے نرمی سے گلے لگا لیا۔

"اب تم نہیں رو سکتی حبا، میری جان خوشیوں کی دستک ہے یہ مسکرانے کا وقت ہے۔ بلال تمہیں بہت خوش رکھے گا، ایک بار وہ تمہیں کھو چکا ہے، کھونے کی اذیت سے

واقف ہے لہذا اب دل سے جوڑ کر تمہیں سنبھال لے گا۔ تم اب اپنے سکھ سے کبھی جدا نہیں کی جاوگی" ماہی جانتی تھی یہ جو آج حبا کے آنسو ہیں یہ اسکی آسانی پر بہتا شکر کا چناب ہے جسے بندھ باندھنا بے سود ہو گا۔

حبا کی گالیں زرا سے رونے پر گلابی مائیل ہو گئیں اور باقی کی کسر زہرہ اور ارسلان کے اندر آنے پر پوری ہوئی۔

وہ بابا اور امی کی بہادر شاید آج سارا رونا چاہتی تھی۔

آج زہرہ اپنی ان دونوں بیٹیوں کے مقدر کی آسانی کی سمت جاتی راہ دیکھ کر مطمئین تھیں۔ دعائیں دیے وہ حبا اور ماہی دونوں پر قربان تھیں۔

خود حبا کے بابا بہت مدت بعد مسکرائے تھے۔

عیشہ کا لہنگا تین کلرز کا تھا، آئینے کے سامنے کھڑی وہ مسکرا کر پلٹی تو سامنے اپنی زندگی کی وجہ جیسے بھیا جانو اور بابا سے ایک ساتھ جا لپٹی تھی۔

پہلے بابا جان سے ڈھیر پیار اور دعائیں لیے وہ بھیا کی سپیشل کئیر پر دل سے آسودہ تھی۔

"آپ دونوں نے مجھے حسنین دے دیے، آئی لوو یو تھ آف یو۔ آپ دونوں سے عیشہ بہت پیار کرتی ہے، آپ میری طاقت ہیں" عیشہ اس وقت نظر لگنے کی حد تک حسنین لگ رہی تھی، اسکے نازک سے وجود پر اتنا بھاری لباس آفت لگ رہا تھا۔

"اور تم ہماری جان۔ چلو بھئی بہن بھائی کر لو لاڈ میں زرا باہر کے انتظامات دیکھ لوں" پیار اور شرارت سے وہ ایک بار پھر اپنی بڑی اور سیانی گڑیا کی پیشانی چومتے مسکرا کر باہر نکلے جبکہ اب میڈم کی ساری توجہ بھیاجان کے گدگدی دیتے تبسم کی سمت تھی۔

"تھینک یو بھیاجانو" عیشہ نے بے پناہ سچائی لیے دائم کا مسکرانا دیکھ کر لاڈ سے کہا اور وہ ملائم پن سے عیشہ کی گالوں سے ہتھیلیوں کو جوڑے پیشانی پر حدت پہنچائے نثار ہوا۔

"تھینک یو وینک یو کہو گی اب کیا تم مجھے، میری گڑیا خوش ہے تو ہم سب خوش ہیں۔ حسنین کو اپنے جیسا سوئیٹ اب تم خود بنانا، دوسری بات کبھی بھی خود کو اکیلا مت سمجھنا۔ تمہارے بھیاجانو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں۔ اپنے بھیا سے کبھی دور مت ہونا عیشو کیونکہ تم مجھ سے دور ہوئی تو میں جی نہیں سکوں گا" ناجانے کیوں آج دائم کو

خدشے گھیر چکے تھے، وہ یہی سوچ کر خوفزدہ تھا کہیں سچائی جاننے کے بعد وہ عیشہ کی محبت نہ کھودے۔

خود عیشہ بھیا کی ایسی بات پر پریشانی سے انکا چہرہ تھامے قریب ہوئی۔

"آپ سے دور ہوں عیشو کے دشمن، آپ میرے لیے کیا ہیں یہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ شادی ضرور ہو رہی ہے مگر مریخ پر نہیں جا رہی سرکار اس لہذا نہ خود ایمو شنل ہوں نہ مجھے کریں" عیشہ نے معصومیت سے نہ صرف دائم کی فکر ہٹائی بلکے آخر تک وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔

بہت پیار سے وہ عیشو کو خود میں سموئے عمر بھر کی دعائیں سونپ کر مسکرا دیا۔

دلہنیں تو اخیر دلنشین تھیں ہی مگر دلہے بھی کم قیامت خیزی میں پیوست نہ تھے۔

بلیک میں چمکتے دونوں ہی آج دل روک دینے کی حد تک نیارے اور اچھوتے لگ رہے تھے۔

سب کی رضا سے قول و اقرار کا مرحلہ سادگی سے مکمل ہوا اور یوں جہاں عیشہ کو اسکی مراد ملی وہیں دو بچھڑی روحیں بھی مقدس سی قربت میں بندھ گئیں۔

ماہی کو اس وقت بابا کی کمی شدت سے محسوس ہوئی مگر شاید اس کے لیے یہ مرہم کافی تھا کہ اسکے بابا اس سے خفا نہیں بلکے مسکرا کر راضی ہو کر بچھڑے تھے۔

ویسے بھی مرنے والے اپنی کمی تو چھوڑ کر جاتے ہیں مگر اللہ زندگی گزارنے کے لیے صبر بھی عطا کرتا ہے، ماہی کو افسردہ دیکھ کر دائم نے اسے حصار میں لیے تسلی کا لمس بنا کہے دیا، کیونکہ وہ جانتا تھا ماہی کا دکھ بہت بڑا ہے۔

دائم اور ماہی نے ایک دوسرے کی سمت چاہ سے دیکھا اور پھر اپنے ارد گرد موجود خوشیوں کو اور آج کے دن ہر کسی کا دل ان خوشیوں کے کامل ہونے کے لیے شدت سے دعا گو نظر آیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

مین گیڈ کھولے وہ گاڑی پارک کرتا واپس گیڈ بند کیے سنجید گی کے سنگ گاڑی کے ڈور تک پہنچا اور کھولنے کے بعد اپنا ہاتھ بڑھایا جسے حبا نے جھجکتے ہوئے تھام تو لیا مگر وہ بلال کے اسکا ہاتھ جکڑنے پر سٹپٹا سی گئی۔ وہ اسے باہر لا کر ڈور واپس بند کیے اسکے بے اوسان چہرے پر نظریں جمائے مبہم سا مسکرا دیا۔

چھوٹا سا گھر سجاوٹ سے معطر اور روشن تھا اور یہ فریضہ حسنین نے جاتے ہوئے خود پورے دل اور خوشی سے سر انجام دیا تھا۔

آنکھوں کو خیرہ کر دیتی سجاوٹ پر حبا نے بھی آنکھیں بھر کر سامنے دیکھا اور پھر اس ساتھ کھڑے شخص کو جس نے خود پر بے وفائی اور ہر جائی کا ہر الزام دھوڈالا تھا۔

"اندر چلیں؟" ملائم پن سے بلال نے خود کو دیکھتی حبا کا ٹرانس توڑا اور وہ بوکھلا کر سر ہلاتی اسکے ساتھ اسکا ہاتھ تھامے اندر کی سمت بڑھی۔

"تمہارے آنے سے یہ اجڑا مکان بھی گھر لگ رہا ہے حبا، کم آن" وہ دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے، حبا کا فرش بوس جگمگاتا لباس اور وہ خود اس وقت دلفریب روپ اوڑھے بلال کے صبر کا پھل تھی۔

دونوں کی خاموش ریاضت کا انعام تھا یہ۔

اندر داخل ہونے پر الگ ہی مسحور کن مہک نے دونوں کے وجود اپنی گرفت میں لیے تھے، چھوٹا سا گھر ہر سمت سے نفیس سی سجاوٹ میں غرق تھا۔

لاونج میں بھی جا بجا گلاب کے پھولوں کے بکے رکھ کر لائٹنگ سے سجاوٹی ماحول بنایا گیا تھا۔

ایک ہاتھ کے بجائے اب بلال نے اس پری پیکر کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اس چہرے کی کاملیت کا صدقہ اتارا اور وہ افسردہ سی آنکھیں پٹ سے بلال کی آنکھوں میں ڈال گئی۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی یوں آباد بھی ہو گئی، خود پر اور اس سامنے کھڑے شخص پر اسے اس وقت رشک سا تھا مگر وہ جو ایک مدت محرومیوں پر صبر کرتی آئی تھی، اس ملنے والے ثمر پر یک لخت پر سکون کیسے ہو جاتی۔

"حبا" وہ اسکا نام پکار رہا تھا، کیا نہیں تھا اس صدا میں۔ خلش، بیقراری، اک مدت کے انتظار کا اثر۔

"مجھے آباد ہونے کی تمنا نہیں تھی اب بھی، پر امی جان کی بات ٹال نہئں سکی۔ انکی وجہ سے ٹوٹ کر بکھری نہیں تھی تبھی انکا حکم سر آنکھوں پر تھا۔ دوسرا آپکی آنکھوں کی تکلیف دل پر بوجھ تھی، میں نے آپکو کبھی جھوٹا اور چھوڑ جانے والا شخص نہیں سمجھا تھا لہذا آپ سے کوئی ناراضگی نہیں تھی۔ اس لیے آپکا ایک بار پھر میری سمت بڑھایا ہاتھ میں جھٹک کر اللہ کو ناراض نہیں کر سکتی تھئ" اس سے پہلے کہ بلال بولتا، اپنے دل کی ہر بات کہنے میں وہ جلد باز نکلی۔

اسکی آنکھوں میں محبت کا مان رکھنا صاف درج تھا، بلال کے دل کا دھڑکنا کچھ بحال ہوا۔

وہ اسے شکستہ ہونے کا پردہ رکھ کر اسے خوشی دے چکی تھی جس کا قرض وہ آخری سانس تک اتار نہیں سکتا تھا۔

"مجھے تم سے حقیقت میں بے انتہا محبت تھی حباب تک ہے، میں ایک لمحہ تمہیں بھول نہیں پایا تھا۔ مجھے پتا ہوتا کہ تمہاری شادی۔۔۔۔۔ یقین مانو تم تک پہنچنے میں اتنی دیر کبھی نہ کرتا، تم مجھے پھر بھی معاف کر دو" اپنی انگلیوں کی پوروں سے حبا کی گال سہلائے وہ دوسرے بازو میں اسکو محصور کیے بہت بجھا ہوا تھا۔

بلال کا لمس، اسکی آنکھیں اور اسکے چہرے کا درد سب سچا تھا، حبا نے ماتھے پر تھکن زدہ شکنیں ہٹائے اسکے سینے میں چھپنے کو پناہ لی اور بلال اسے آسودگی سے باہوں میں سمیٹ گیا۔

"آپکی محبت میری بھی خواہش رہی ہے، یہ اعتراف آج پہلی بار میں آپ سے کر رہی ہوں۔ یہ خواہش جسے حبا نے خود تک سے چھپا کے رکھا، میں تو آج تک اسی حصار میں قید تھی جو آپکے نام کے ساتھ جڑنے پر پانچ سال پہلے مقدر نے میرے گرد کھینچا تھا"

حبا کی آنکھوں سے بہتی شفق نے بلال کا سینہ تر کیا، مگر اسکے لفظوں نے بلال کے آج تک کے کرب کا ازالہ کر دیا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا" اس بار وہ حبا کو خود سے الگ کیے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے تکلیف کے سنگ بولا تھا، ایک پل کو حبا کی آنکھیں بھی بے رحم سرخی کی لپیٹ میں آئیں۔

وہ بلال کے اپنے چہرے پر رکھے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اسے خالی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے اپنی تکلیف امی جان کے بعد صرف اللہ سے کہی تھی، لیکن کچھ باتیں ایسی تھیں جو حبا نے صرف اللہ سے کیں۔ یہ وہ بات ہے جو میری ذات کی سب سے بڑی

سچائی ہے مگر میں اتنی بھی بہادر نہیں کہ خود کو خوش قسمت خیال کروں" حبا کا سوز میں لپٹا یہ انداز بلال کو ہلا کر رکھ گیا اور حبا کی آخری بات پر وہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا جو اسکی گرفت سے نکل کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ پر بھی کوئی آنچ آگئی تو میں یہ ما۔۔۔ماننے پر مجبور ہو جاوں گی کہ میں۔۔۔ب۔۔۔بد قسمت۔۔۔۔" بلال حیرت و پریشانی سے اسکی پہلی بات تو ضبط کر گیا مگر دوسری پر وہ اپنے اور اسکے بیچ کر سارا فاصلہ مٹاتا اسکی بازو پکڑے سینے میں جکڑ گیا اور اسکا آجری جملہ سسکتی سی آہ میں دب کر فنا ہوا۔

وہ اسے ایسی بیوقوفانہ بات سوچنے کی پوری سزا دینے کا ارادہ رکھتا تھا، وہ اسکی بازووں میں تڑپ رہی تھی مگر وہ اسے رہائی دے کر اب کسی زرا سی جدائی پر بھی ہر گز آمادہ نہ تھا۔

"اپنی زبان پر یہ لفظ دوبارہ مت لانا حبا، یار پلیز میں ایسے کسی ستم کی سکت نہیں رکھتا اب۔ تم میری ہو چکی ہو اور اب ہم دونوں میں سے کوئی بد قسمت نہیں ہے یہ جان

لو" گلے سے پوری شدت سے لگائے وہ اسکے کان میں سرگوشی کیے بولا اور وہ بہت مدت بعد رو دی تھی۔

محبت اور خوش قسمت ساحصار مزید مضبوط ہوا اور وہ اس کانپتی زرا زرا درد سے کپکپاتی حبا کو روبرو لائے بنا اسکی بن موسم برسات سا برستی آنکھوں کی پرواہ کیے بہت نرمی سے اسکے بھاری نڈھال سے آنچل کو اس سے الگ کر کے صوفے پر رکھتے ہی پوری خوشی سے پہلا حق دار لمس اسکی پیشانی پر چھوڑے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہمکلام ہوا۔

"مجھے مت چھوڑیے گا بلال" روتی ہوئی وہ جو کہہ بیٹھی سامنے والے نے سر جھکا کر سینے پر ہاتھ مارے تعظیم کو ہامی بھری۔

"چھوڑنے کے لئے تو نہیں اپنا بنایا تمہیں، اب تم حقیقت میں ہمیشہ کے لیے بلال احمد کی ہو۔ تمہاری اور اپنی ہر تکلیف مٹا دوں گا حبا، تمہیں بتاوں گا کہ تم کتنی انمول اور قسمت کی اونچی ہو" وہ روتی سی متورم آنکھیں بلال نے انکے تقدس میں چومیں اور

باری باری اسکے سرخی اوڑھتے گالوں پر لب رکھے پھر سے پیشانی سے ہونٹ جوڑے حبا کی کمر میں دونوں بازو حمائیل کیے۔

وہ بھی بہت مدت بعد کسی چھاوں میں آئی تھی، تبھی ہر طرح راضی تھی۔

"کیا میں مسکرالوں" نمی ہٹاتی وہ آنکھیں مسکرانے کی خواہش میں تھیں اور خود بلال اسکی اس بات پر مسکرا دیا۔

"ہاں جی بھر کر، اور جب تک میں ہوں صرف مسکرانے کی اجازت ہے" بلال چہرے کے قریب چہرہ لائے اسے مان کے سنگ تاکید کر رہا تھا، حبا کو لگا اسکی سانس میں سانس آئی ہے۔ سانسوں کی مہکار آج بلکل بوسیدگی سے پاک اور نکھری تھی۔

"اور اداسی کی اجازت؟" حبا کی آنکھیں میٹھی سی ہوئیں، بلال کا ضبط آزماتا اسکا حسن اسے اپنی سمت کھینچ رہا تھا اور وہ سادہ دل سا اس پر فدا ہونے کی آرزو میں تھا۔

"آں ہاں ہرگز نہیں، تم اب صرف میری محبت دیکھ کر جینے کی عادت ڈالنا سیکھو۔ ایک پل کی بھی دوری نہیں رہنی چاہیے، ہے ناں" بلال کا بہکنا اسے بلکل خطرہ نہ لگا

بلکے وہ بلال کی ہر پیش رفت پر دل و جان سے راضی ہوئی ایک بار پھر اسکے وجود کی من پسند قید میں گرفتار ہو گئی۔

دونوں کا سفر ایک دوسرے کی رضا سے منسلک تھا اس لیے دوری کا کوئی جواز باقی نہ رہا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"کیوں اداس ہیں، اپنے ریگولر ٹریٹمنٹ کے لیے تو آپ پہلے بھی جاتے ہیں ناں پھر اس بار اتنی بے چینی" وہ اسکی گود میں سر رکھے چت لیٹا ہوا ماہی کا ایک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے ہوئے تھا اور ماہی دوسرے ہاتھ کی نرم و ملائم پوروں سے اسکے سر میں حرکت دیتی بہت پیار سے پوچھ رہی تھی۔

"اس بار کچھ عجیب سے احساسات ہیں ماہی، جیسے یا تو میرا کچھ کھونے والا ہے یا ملنے والا" دائم کا دل آنے والے خدشے کو محسوس کر چکا تھا اور ماہی نے جھک کر آسودگی سے اسکی پیشانی چومی جو تاثیر اس وقت دائم کو شدت سے درکار تھی۔

"اس بار آپکو آپکا چہرہ ملے گا میری جان، تبھی یہ بے چینی آپکو لاحق ہے" ماہی نے دل میں سکون کے سنگ سوچا، وہ اپنے دائم کا واپس چہرہ امیجن کر کے بہت خوش تھی۔

عیشہ کی فکر تو ہنوز اسے اور مقصود کو تھی مگر ماہی یہ بھی جانتی تھی کہ حسنین دائم کی حقیقت جان کر بدل جائے گا اور عیشہ کو بکھرنے سے بچانا اب صرف اسی کے ہاتھ میں تھا۔

"آپ فکر مت کریں، کچھ مت سوچیں" ماہی خود بھی کہیں دل سے ڈری سہمی تھی، جس تپتے صحرا کو وہ عبور کر کے یہاں پہنچی تھی اب اس میں مزید کوئی جلن سہنے کی ہمت نہ تھی۔

"بابا اس بار اتنے دنوں کے سٹے کا کیوں کہہ رہے ہیں یہ نہیں سمجھ آئی، ماہی اتنے دن آپ کے بنا کیسے رہوں گا" تو جناب کو اصل صدمہ اپنی جند جان سے دوری کا تھا،

ماہی اسکے معصوم سی اس ہلکان کرتی فکر پر مدھم سا مسکرا کر اپنے ہاتھ میں لیا دائم کا ہاتھ چومنے لگی۔

"آپ بھول رہے ہیں اب ماہی آپ سے دور نہیں ہے، ہم ایک ہیں اور یہ وقتی دوری کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ آپ کی صحت بہتر ہو جائے یہ آپکی ماہی بھی چاہتی ہے لہذا تھوڑے دن کی جدائی سہنی ہو گی" بہت لاڈ سے وہ اسکی پیشانی پر سمٹے بالوں میں انگلیاں پھیرے اسکی اداسی ہٹا گئی اور پھر سے وہ جان لیوا مہربان آنکھیں ماہی پر تھیں۔

"آپ تو مجھ میں مجھ سے زیادہ بستی ہیں، کتنا سکون ملتا ہے آپکے پاس یہ بتا بھی نہیں سکتا۔ آپ نے میرے لیے خود کو سنبھال لیا میں خوش ہوں کہ آپ میری طرح کمزور نہیں بلکے بہت بہادر ہیں" دائم کے الفاظ کی جذباتیت بہت سچی تھی، وہ بھی مدت بعد مکمل آسودگی میں لپٹی دیکھائی دے رہی تھی۔

"صبر کرنا ہی پڑتا ہے، اور کوئی چارہ نہیں ہوتا" ماہی کی آنکھیں خالی پن سے بھر گئیں تھیں، وہ اپنا سر اٹھائے سرک کر ماہی کے ساتھ آکر بیٹھا اور بازو حائل کیے گرفت میں مبتلا کیے یہ بتا گیا کہ وہ اسکے لیے ہر لمحہ موجود ہے۔

"کوئی کسی کو اتنا عزیز کیسے ہو سکتا ہے ماہی، آپکو پتا ہے اپنی اصل صورت اور حافظے کے لوٹ آنے سے بڑھ کر اب مجھے یہ بات جاننے کی طلب شدید ہوتی ہے کہ آپ سے میرا کیا رشتہ ہے، کوئی اتنا اپنا، اپنے وجود سے زیادہ قریبی اور اپنی زندگی اور سانسوں سے بڑھ کر قیمتی بھی ہو سکتا ہے میں حیران ہونے لگتا ہوں" دائم کی آنکھیں تجسس کا در کھٹکھٹا رہی تھیں اور ماہی کا دل مسکرا دیا، اپنی انوکھی قسمت پر جس نے اسے ایک ہی شخص سے دوبار نکاح میں جوڑا۔

پہلا نکاح اگر کہیں روپوش بھی کر دیا جاتا، بھلا دیا جاتا، یاداشت سے ہٹا دیا جاتا تب بھی وہ پورے حق سے، ہر کسی کی رضا کے ساتھ بھی ایک دوسرے کے ہوئے تھے۔

کبھی کبھی ماہی سوچتی کہ اللہ نے اسکی آبرو بڑے احسن طریقے سے رکھی ہے، پہلا نکاح جو ان دو کی ایک جذباتی غلطی بھی کہہ لیا جائے مگر دوسرا نکاح تو مہر تھا، قسمت کی مہر جو بتا گئی کہ یہ دو ایک دوسرے کے سوا کسی کے نہ ہوں گے، حتی کہ اپنے بھی نہیں۔

دائم کا دیکھنا ماہی کو مسحور کن لگا، وہ ان آنکھوں پر دل و جان ہار سکتی تھی۔

"اسکا جواب آپکو واپسی پر دوں گی، پکا" ماہی نے بظاہر اسے نرمی سے ٹالا تھا مگر وہ ماہی کا حکم سر آنکھوں پر رکھے جی جان سے سر اثبات میں ہلائے مبہم سا مسکرا دیا۔

"آج آپ بہت ہی پیاری لگ رہی تھیں، اتنی پیاری کہ مجھے لگا میرا دل ایک بار پھر از سر نو آپکا عاشق اور مرید ہو گیا ہے" دائم کا اسکی نازک سی گال پر دہکتے لبوں کی مہر رکھ کر یہ کہنا ماہی کو سچا لگا، وہ جانتی تھی وہ اس دنیا میں صرف انہی آنکھوں کو محبوب ہے۔

"آپ ہر روز، ہر پل، ہر دن اور ہر رات ماہی سے از سر نو عشق کریں تب بھی ماہی چاہے گی اور، اور زیادہ۔ آپ کہتے تھے ناں میں آپکی شفا ہوں مگر آج میں آپکو کہنا چاہتی ہوں آپ ماہی کے ہر درد کا علاج ہیں" منعام کی سانسیں مہکی تھیں، وہ تر و تازہ تھی اور چاہتی تھی اپنی محبت میں باندھ کر دائم کو رخصت کرے۔

اب اس میں اس شخص سے بچھڑنے کی تاب ہر گز نہ تھی، دائم اسکے فدا کر دیتے حسن پر دیوانگی سے لٹ گیا۔

وہ دائم کے بنا اپنی زندگی اب صرف قبر کے لائق جانتی تھی، دعا گو تھی تبھی کہ یہ شخص چہرہ اور شناخت پانے کے بعد اس سے بدگمان نہ ہو جائے۔

"آپ حیا میں لپٹی ہوئی پاکیزہ روح ہیں ماہی

آپکے چھو لینے سے

صدیوں کے بیمار لوگ شفایاب ہوتے ہیں

آپ کے ہاتھوں کی کرامت ہے

مرجھائے پھول کھلنے شروع ہو جاتے ہیں" وہ جذب اور شدت سے اسکے کومل ہاتھوں کو ہونٹوں سے لگائے اعتراف کر رہا تھا اور ماہی ایمان لا رہی تھی۔

"اور آپکی آنکھیں

مجھ جیسی عام کو پرکشش بنا دینے

کیلئے کافی ہیں

آپکی آنکھیں

بدقسمتی کو آسودگی فراہم کرتی ہیں" ماہی نے جانے سے پہلے جی جان سے اسکی دونوں آنکھوں پر اپنے نازک ہونٹ دھرے بینائی کو تقویت دی، وہ سرمستی کے عالم میں جی اٹھا۔

"آپ مجھے مس کریں گی؟" آنکھوں میں چاہ بھرے وہ بڑا ظالم سوال پوچھ رہا تھا، ماہی نے اپنا سر اسکے کندھے پر ٹکائے مسکراتی آنکھیں اٹھائے قربان ہوئے دیکھا۔

"آپ جو گلے سے لگا کر مقدس لبوں کی حسیں لوریوں سے مجھ بے چین کو سُلاتے ہیں یہ عادت تنگ کرے گی میرے سر تاج" وہ اسکی اس شاعرانہ نازک بات پر ہنس پڑا، کچھ پل ہر دکھ اور کمی رخصت ہوئی تھی۔

"واپسی پر حساب چکا دوں گا میری جان، آپ عیشہ اور حسنین دونوں پر خصوصی توجہ رکھیے گا۔عیشہ کے لیے فکر مند ہوں کیونکہ حسنین ہارش سا انسان لگتا ہے کہیں میری گڑیا کو ہرٹ نہ کر دے" دائم اسے اپنے وجود میں حلول کیے جدائی کی آتے ہی تلافی کرنے کا عہد لینے کے ساتھ کچھ ہدایت بھی کر گیا جس پر خود ماہی کے چہرے پر سنجیدگی اتر چکی تھی۔

"آپ بے فکر رہیں، میں دیکھ لوں گی" ماہی جانتی تھی اب اسکی ٹکر حسنین سے جلد طے ہے۔

"چلیں پھر سوتے ہیں، بقول آپکے گلے لگا کر مقدس لبوں کی حسین لوریوں کا وقت ہوا چاہتا ہے" دائم کی نیم دراز ہو کر لیٹ کر کہی اس بات میں وافع شرارت تھی اور بھینی سی ہنسی دباتی ماہی اسکے سینے پر سر رکھ کر لیٹتی مسکراتی ہوئی نہایت دلفریب لگی۔

دونوں کی یہ محبت سے بھری ملاقات خدانخواستہ آخری نہ ہو، ممکن تھا اک آخری امتحان ابھی بھی باقی تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

حسنین یہاں کسی صورت کمفرٹیبل نہ تھا اور یہ عئشہ نے اسکے روم میں انٹر ہوتے ہی چہرے پر آتے تناؤ سے محسوس کیا تھا۔

مکمل بلیک میں وہ آج بہت پیارا اور مغرور حسین دیکھائی دے رہا تھا اور عیشہ ست رنگی مورنی بنی ویسے ہی منظر معطر کر رہی تھی۔

حسنین نے ایک خالی منہ بسوری سی نگاہ سجے سنورے کمرے پر ڈالی اور نوابی انداز میں شیروانی کا کوٹ اتارے بازو پر رکھے چونک کر مڑا تو عیشہ مسکراتی آنکھوں کے

ساتھ اپنا لہنگا تھامے چل کر اسکے پاس آکر کھڑی ہوئی، اسکا عروسی جوڑے کا دوپٹہ اس نے بازوں میں لٹکائے بمشکل کیری کر رکھا تھا اور اس وقت وہ حسنین جیسے پتھر تک کو متاثر کر دینے کی حد تک دلربا لگ رہی تھی۔

وہ جانچتی نگاہیں عیشہ کے سراپے پر ڈالے جینز میں ہاتھ دبائے مڑا تو عیشہ خود پر اسکی ایسی نگاہ دیکھ کر ایک بار تو جی جان سے گھبرائی۔

"یہاں مجھے نیند تو نہیں آنے والی، باقی نیند اڑانے کی کسر تم نے یہ سب خود پر لاد کر پوری کر دی ہے" حسنین کا جلا بھنا سا بہکا یہ تعریفی جملہ عیشہ کو مزید کنفوز کر گیا، وہ جو کھلی سی تھی اس مسی سی شکل بنا کر پاس آتے حسنین کے باعث مرجھا کر رہ گئی۔

"کیا اچھی نہیں لگ رہی؟ سب دیکھ دیکھ کر صدقہ اتار رہے تھے آج میرا اور آپ نے تو ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں ہو گا آئی نو" معصومیت سے شکوہ کرتی وہ کانچ سی آنکھیں حسنین کی آنکھوں سے ملیں اور وہ پراسرار سا اسی سوچ میں تھا کہ کیا وہ اظہار

جیسے فضول کام کو کر سکنے کی اہلیت رکھتا ہے یا اس لڑکی کو بھی اسکا پتھر مزاج سلگانے والا تھا۔

اپنے اور عیشہ کے بیچ کا فاصلہ مٹاتا وہ قریب آیا اور عیشہ کی کمر میں بازو ڈالے ایک ہی جھٹکے سے اسے قید کیے رنگ بدلتے دیکھتے حسن کی بوکھلاہٹ کا لطف لیے سنجیدہ ہوا۔

عیشہ ایسا جھٹکا امید نہیں کر رہی تھی تبھی اپنے دونوں ہاتھوں سے حسنین کی شرٹ جکڑے ہراساں سی خود سے قرین دیکھائی دیتی ان حدت زدہ سانسوں کی باڑ کے سنگ ان آنکھوں سے ہمکلام ہوئی جہاں سمندر سے زیادہ گہرائی تھی۔

"تعریف سننی ہے؟" حسنین کی گرم سانس عیشہ کے چہرے پر پھیل کر اسکے حواس تو شل کر ہی گئی تھی اور اوپر سے اسکا سوال عیشہ کو پتھر کا مجسمہ بنا گیا تھا۔

رونگٹے تک کھڑے تھے اور چہرے کی اڑی ہوائیاں بتا رہی تھیں کہ وہ حسنین کے تیور بھانپ چکی ہے۔

"ن۔۔ نہیں رہنے دیں، جان بچے گی تو سننے کے قابل رہوں گی" عیشہ کا گھبرایا جواب سن کر حسنین کی تناوزدہ پیشانی پہلی بار نارمل ہوئی اور اسے عیشہ کا سرخ ہوتا چہرہ حقیقی لطف دے گیا تھا۔

"ٹھیک ہے ایزیو وش" حسنین نے بڑے غرور سے اسے خود سے نجات دی اور مڑ کر بیڈ تک پہنچا البتہ عیشہ ضرور اسکے بنا کچھ کیے چھوڑ دینے پر اداسی سے اپنا بھاری دوپٹہ دھیان سے صوفے کے ہینڈل پر رکھتی ڈریسنگ تک آئی اور اپنی جیولری اور ہلکا سا جوڑا کھولنے کے ساتھ منہ بسور کر بیڈ پر نیم دراز ہوتے حسنین کو دیکھ رہی تھی جو لگ رہا تھا یہاں ابھی بس نیند میں غرق ہو جائے گا۔

"بیوی ہوں میں آپکی" مسلسل اگنور ہوتی عیشہ خود کو تمام جیولری سے نجات دینے کے بعد مڑ کر حسنین کی انگڑائی لینے پر جل بھن کر بولی جس پر وہ برہم دیکھائی دیتی عیشہ کو بڑے مزے سے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

"اچھا انفارمیشن دے دی، مہربانی۔ بس شادی ہوگئی ناں، مل گیا تمہیں حسنین منصور موج کرو" ھائے جناب کی اتراہٹ اور نخوت پن پر تو عیشہ تک دیدے پھاڑے دیکھتی رہ گئی۔

شاید وہ اسے ستانے کے موڈ میں تھا، آنکھوں میں موٹی موٹی نمی سمٹنے پر عیشہ نے رخ موڑتے ہی اپنے قدم ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا دیے۔

حسنین نے مسکرا کر عیشہ کو جاتے دیکھا اور پھر سے آرام دہ انداز میں لیٹے ہوئے یک لخت آنکھوں میں حقارت لے آیا۔

"عالم معراج تم اب جھٹکے کے لیے تیار رہنا، پچ پچ کتنا بڑا دھچکا لگے گا تمہیں اپنی پیاری ماہی کی حقیقت جان کر۔ تم دونوں کو خوش ہی تو نہیں رہنے دینا، تبھی تو اس فضول سے گھر میں آیا ہوں۔ دائم شہروز کے ساتھ ناانصافی کرنے والے ہر فرد کو اب اسکا یہ بھائی سزا دے گا" دل ہی دل میں وہ منصوبے بنا کر اپنے دل کی سلگتی آگ مزید دہکا رہا تھا۔

مگر اس سب میں اسے عیشہ خود بھی درکار تھی، کچھ دیر وہ یونہی اپنے الجھے خیالات میں غرق رہا اور آہٹ پر ناچاہتے ہوئے حسنین کی نگاہ نے چینج کر کے سلیپنگ شرٹ ٹراوزمیں کھلے بالوں کے سنگ اداس منہ بنائے بے بی بنے باہر نکلتی عیشہ کو مرکوز کیا جو صاف صاف برہمی سے تھپ تھپ کر کے چلتی ہوئی اسکے سامنے تو آگئی مگر تکیہ تھامنے کو مسلسل حسنین کو دیکھنے سے اجتناب برتتی مڑی ہی تھی کہ حسنین نے اسکی بازو سے کھینچ کر اسے ایک ہی پل میں خود پر گرادیا۔

توازن برقرار نہ رہنے کے باعث وہ نازک سی برہم پری ہر افسردگی بھلائے سرخ ہوتی حسنین کی جاندار گرفت میں قید بے جان سی ہوئی۔

اسکے بکھرے بال ہر سو پھیل گئے اور حسنین کا دل ساری حدیں پار کرنے کو بے ہنگم ہو کر مچلا۔

"بیوی ہو تم، وہ بھی شوہر پر لٹو قسم کی" حسنین نے شرارت سے عیشہ کی حدت پکڑتی گال کو دانتوں میں لیے منصوعی کاٹنے کے انداز میں اسے صاف دل پھینک کہا اور حسنین کی اس حرکت پر وہ شرم سی پہلے لال ہوئی اور پھر غصے سے۔

"اور شوہر بھی وہ جس کو محبت اور پیار سے کرنٹ لگتا ہے" عیشہ اس کی گرفت سے ناچاہتے ہوئے بھی نکلنے کو مچلی، آنکھیں گمائے ناک سکیڑے وہ اسے ابھی بھی خفا مگر بے حد عزیز لگی۔

"تم ٹرائے کر سکتی ہو، ہو سکتا ہے اب کرنٹ نہ لگے" حسنین کا یوں نرمی سے اب کی بار اسکی ناک سے ناک مس کر کے کہنا عیشہ کی دھڑکن روک گیا تھا۔

وہ اس سے دور رہنا نہیں چاہتی تھی، حسنین نے خود پر عیشہ نے بکھرے ملائم بال نرمی سے ہٹا کر اسکی کمر پر ڈالے اور ہنوز اسے دیکھ کر مسکرایا جو لگتا تھا اتنے پاس سے حسنین کو دیکھ کر ہوش کھو بیٹھی تھی۔

گہری سیاہ آنکھیں، گہری بھنویں، خم دار پلکوں کا ساکت انداز۔ عیشہ اسے دل کی خوشی سے دیکھ رہی تھی۔

وہ ناک جس پر وہ غصہ بٹھا کر رکھنا فرض جانتا تھا، ہلکی گہری بھوری بیرڈ کے بیچ گلابی ہونٹ۔۔۔۔۔

"آئی لو یو" عیشہ نے جھک کر بنا جھجک حسنین کی گال پر پیار دیے خود کو اس کے کندھے پر ٹکا دیا، وہ چہرہ اٹھائے حسنین کا کھویا نثار ہوتا انداز دیکھتی کچھ اداس تھی۔

بھوری آنکھیں، باریک سی بھنویں، لمبی گھنی پلکوں کا جھالر، گلابی رنگ اوڑھے گال، چھوٹی سی ناک اور باریک تراشے گلابی بچوں جیسے ہونٹ جنکی نرمی کچھ دیر پہلے ہی وہ گال پر محسوس کر چکا تھا۔

انگوٹھے سے عیشہ کے نازک ہونٹوں کو سہلائے وہ چپ اور خاموش تھا، وہ بھی چپ تھی۔

یہ پورے کا پورا انسان اسکا تھا اور وہ خود کو عیشہ کا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو رہا تھا۔

"چھوٹی سی ہو تم، لیکن مجھے خود کی سمت مائل کرنے والا بڑا اور مشکل کام کر بیٹھی ہو۔ میں ان سب جذبات سے یکسر بے نیاز انسان ہوں عیشہ، مجھے محبت کرنی نہیں آتی، اور شاید اچھا شوہر تو بلکل بننا نہیں آتا" حسنین کی آواز میں اس بار تھکن تھی اور عیشہ کچھ پر سکون تھی کہ وہ اس سے انسانوں کی طرح بات کرنا شروع ہوا ہے۔

اپنے نازک سے ہاتھ کی ہتھیلی حسنین کی گال سے جوڑے وہ بھینا سا مسکائی۔

"آپ میرے فرینڈ تو بن سکتے ہو ناں اب، شوہر بننا خود ہی آجائے گا۔ آپکو پتا ہے آپ کی آنکھوں میں اداسی نہیں دیکھ سکتی ہوں، اور اب میرا دل یہ چاہ رہا ہے کہ آپ مجھ سے زیادہ خوش رہیں۔ آپ مجھے ڈانٹیں گے تو نہئں، میں رونے لگ جاوں گی پھر" بچوں جیسی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر انگلی سے حسنین کی گال پر ایک زگ

زیگ رستہ بناتی عیشہ خالص اور سچی مانگ کر رہی تھی، اس کی بات سن کر وہ تلخی سے اسکی نادان سی خواہش پر مسکرا دیا۔

"تم سے جتنا ہو سکا مخلص رہنے کی کوشش کروں گا، ڈانٹوں گا بھی اور ممکن ہے تمہاری پٹائی بھی کر ڈالوں" پہلی بات پر وہ اسے خود پر قربان لگا مگر اگلی بات پر وہ خفا ہونے کے بجائے کھکھلا کر ہنس دی، یہ لمحہ دونوں کو جسمانی، ذہنی اور قلبی تینوں طرح جکڑنے کا تھا۔

"پٹائی کیسے کریں گے آپ؟" آنکھوں میں ڈھیر شریر لہر لیے وہ خود بے باکی سے حسنین کے چہرے سے چہرہ ملائے خطرناک ہوئی اور ان سنجیدہ ہونٹوں نے ممکن تھا پہلی جائز اور حق دار آسودگی چکھی۔

عیشہ کا دل مانو دھڑک کر پسلیوں سے باہر آپھسلا ہو، خود حسنین کا دل چاہا بس وقت یہیں تھم جائے اور یہ سکون کو خود میں سرائیت کرتا لمحہ کبھی ختم نہ ہو۔

"ایسے" کچھ پل بعد خطرناک تیوروں سے دیکھتے حسنین کا ذو معنی سا جواب پہلے سے کانپ اٹھتی بدحواس عیشہ کو دھڑکا گیا، وہ شرم سے نظریں جھکائے کچھ فاصلہ بنائے تیز تیز سانس لیتی نظریں اٹھانے تک ہانپ گئی۔

"آپ کو میں اچھی لگتی ہوں کیا؟" عیشہ کا سوال اسے کم دلفریب مگر گلابی سمٹا سا گھبرایا انداز آفرین لگا۔

"نہیں بلکل نہیں" وہ صاف صاف اسے ستانے کو منکر ہوا، عیشہ نے یک لخت افسردگی سے حسنین کا قریب آنا دیکھتے ہی آنکھوں میں نمی بھری۔

"تو پھر یہ کیا تھا کچھ دیر پہلے۔۔۔۔" اسکی بات اچک لی گئی۔

"ششششش"......

گلابی تر باریک ملائم ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش کرایا گیا تھا۔ عیشہ کا تو دل تک رک گیا۔

"ادھر دیکھو..... میری طرف...... میری آنکھوں میں..... " ننھی سی ٹھوڑی کے نیچی انگلی رکھ کر چہرا اوپر اٹھاتے وہ اسے ہدایت دے گیا، عیشہ کی ہمت ہوا ہوتی گئی۔

" دیکھ رہی ہوں" عیشہ نے گھبراہٹ چھپائے بے خوفی سے کہا اور وہ بمشکل مسکرانے سے خود کو روک پایا۔

"مجھے محسوس ہوا ہے تم مجھے بری بھی نہیں لگتی" حسنین کی آنکھوں میں شرارت اتری تو وہ پر سکون ہوئی۔ دہکتی قربت کا احساس از سرنو محسوس ہوا اور وجود پگھلنے لگے. وہ ابھی بھی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا اور شہادت کی انگلی ابھی تک اس کی ٹھوڑی کے نیچے تھی۔ عیشہ نے سکت سے زیادہ قربت پر دور ہٹنا چاہا مگر گرفت اور سخت ہوئی جس پر محترمہ کے گال حیا کی سرخی سے دہک اٹھے۔

"یہ سب کرنے اور کہنے سے اچھا ہے آپ مجھے کہیں آئی لو ویو ٹو" عیشہ کا مطالبہ بنا دبے بھی کمال ادا سے ابھرا اور اب تو حسنین واقعی ہنس دیا، عیشہ کی آنکھیں تو اس ہنسی پر قربان ہوئیں۔

"یہ تو کبھی نہیں کہوں گا، چلو اب سونے دو مجھے" ایک تو یہ شخص عیشہ کو پھر سے ستانے کو اس مزے سے بولا کے اس میڈم کے کانوں سے دھواں الگ نکلا اور وہ واقعی خونخوار ہوئی حسنین کا گلا دبانے غرائی مگر پھر دونوں ہی خطرناک سا مسکرا دیے۔

"حسنین" اس سے پہلے کے وہ نیند کی ہلکی سی خماری میں آنکھیں موند لیتا، عیشہ اسکے سینے پر سر اٹھا کر بازو ٹکائے پکار بیٹھی، حسنین نے بند آنکھیں کھولے عیشہ کو دیکھا۔

"پھو ٹو اب" حسنین کا ظالم چڑاتا جواب عیشہ کو اور تپا گیا مگر وہ اسے ستانے کے خود بھی موڈ میں نہ تھا۔

"بہت برے ہیں آپ، کھڑوس کہیں کے" منہ کا زاویہ بگاڑے عیشہ نے الزام دھرا اور وہ مدھر سی شگفتگی کے سنگ اسکی معصومیت کو دیکھ رہا تھا۔

"یپ، آئی ایم" جواب فرضی کالر جھاڑ کر آیا تھا، عیشہ نے اس پر چڑھے رہنا منقطع کیے اپنے تکیے پر سر رکھتے ہی آنکھیں موندی مگر اپنی آنکھوں پر باری باری مہر محبت محسوس کیے وہ بند آنکھوں سے مسکراتی بہت پیاری لگی۔

"چپکو چڑیل" سرگوشی سنتے ہی عیشہ نے ہائی ہوتے پارے کے سنگ آنکھیں کھولیں مگر خود پر حسنین کی دلفریب نگاہ اسکا سارا غصہ ہوا کیے شرمگیں جھینپی سی مسکان بنا گئی۔

پھر اسکے بعد عیشہ نے حسنین کا خود تک آتا وہ من پسند روپ دیکھا جو وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتی تھی، زیادہ قریب نہ سہی وہ اس ایک رات میں بہت حد تک ایک دوسرے کی سمت مائل ضرور ہو گئے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

حسنین اور عیشہ کو دس بجنے کے باوجود کسی نے ڈسٹرب نہ کیا تھا، چونکہ ولیمہ دائم اور مقصود صاحب کی واپسی کے بعد رکھا گیا تھالہذا ماہی نے ہی ملازمین کو نئے کپل کو تنگ کرنے سے منع کر دیا تھا۔

خود اس نے بھی ناشتہ صبح فجر کے وقت دائم اور بابا کے ساتھ کر لیا تھا کیونکہ انکی فلائیٹ ساڑھے چھ کی تھی۔

ماہی چاہتی تھی اب وہ یونی جوائن کر لے مگر پھر ان حالات وواقعات کو دیکھ کر اس نے وقتی طور پر ریزائن دے دیا تھا۔

وہ لان میں نکھرے روپ کے سنگ منہمک انداز میں مالی بابا سے لان کے کیاروں کی صفائی کروارہی تھی جب کسی کے گلا صاف کرنے کی آواز پر پلٹی۔

ہلکی پھلکی نیند کی خماری میں مگر ایک دم فریش سے حسنین کو دیکھ کر وہ دانستہ محتاط ہوئی اور مالی بابا کو کام کا سونپتی کرسیوں کی سمت بڑھی جہاں حسنین سینے پر بازو باندھے بڑے کھوجتے انداز سے ماہی کو دیکھ رہا تھا۔

عیشہ ابھی تک سو رہی تھی تبھی یہ اکیلا ہی وارد ہوا تھا۔

"آپکا سکون غارت ہونے والا ہے بھابھی جان، بڑی پارسا اور نیک پروین مشہور ہیں ناں آپ یہاں۔ اومائی گارڈ جب آپکی اصلیت کھلے گی تو چچ چچ کیا ہو گا" حسنین کا یہ انسلٹنگ انداز ماہی ضبط کر گئی کیونکہ اس وقت وہ حسنین کے لیول تک گرنے کا ارادہ ہرگز نہیں رکھتی تھی۔

"تو تم اس نیت سے آئے ہو یہاں، ثابت کر رہے ہو کہ تم شیخ ہارون منصور کا خون ہو" ماہی کا انداز درد میں اٹا ہو کر بھی حسنین کی آنکھوں میں شرارے جگا گیا۔

"میں جو ثابت کروں گا وہ آپکو بھی دیکھائی دے گا منعام صاحبہ، ہاں اسی لیے آیا ہوں اس سونے کے پنجرے میں۔ دائم بھائی کے ساتھ یہ والی انصافی برداشت نہیں کر سکتا ہوں" ماہی اسکی فضول اور بے موقع تڑیوں سے صاف عاجز لگی۔

"بہت جلد پتا چل جائے گا تمہیں بھی کہ اللہ کا انصاف کیسا ہوتا ہے، اپنی چھوٹی سی عقل سے اپنے اپ کو مت چھوٹا کرو کہ کل کو سر تو کیا نظر بھی نہ اٹھا پاو" ماہی بجھ گئی تھی، جو بھی تھا وہ اسکی روح کو زخم دے رہا تھا۔

ماہی کی اس بات پر وہ استہزایہ ہوئے قہقہہ مار چکا تھا اور ماہی کا نرم دل اس بندے کی فتنہ صفت خصلت سے ہراساں تھا۔

"یہ باتیں آپ پر نہیں جچتی ماہی، سو پلیز یہ منصوعی اچھے اور نیک ہونے والے لیکچر مجھے مت دیں۔ میں اچھے سے جانتا ہوں آپ کتنے پانی میں ہیں" حسنین کا جلا دیتا جواب ماہی کے صبر کا پیمانہ لبریز کر چکا تھا۔

"سہی، تم جو سوچتے ہو سوچتے رہو۔ میں جیسی ہوں مطمئین ہوں۔ اور کسی غلط فہمی میں مت رہنا کے میرے شوہر مجھے چھوڑیں گے۔ تم فی الحال اپنی اور عیشہ کی شروع ہوتی زندگی پر توجہ دو، یہ فساد بعد میں برپا کرتے رہنا۔ ناشتہ لگوا رہی ہوں، عیشہ کو

جگاو جا کر" ماہی اسے خفا ہونے کے ساتھ تاکید کیے کہہ کر اندر کی سمت بڑھی تو حسنین بھی ایک پل کو ماہی کا ایسا اعتماد دیکھ کر زرا ساضرور تلملا یا لگا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"ٹن ٹناٹن، گرما گرم ناشتہ وہ بھی شیف بلال کے ہاتھ کا" حبا جو ابھی گزری رات کی مخملی سئ یاد پر سرخ ہوتی نیند سے بیدار ہوئی تھی، مسکرا کر روم میں ناشتے کی ٹرے سجا کر لاتے بلال کی سمت دیکھنے لگئ جو فریش ہو کر ناشتہ بھی اکیلے اکیلے بنالایا تھا۔

"آپ نے کیوں بنایا، میں ہوں ناں اب" حبا نے جمائی روکتے ہوئے شرمگیں سی مسکان میں مجذوب ہوئے اپنے پاس نثار ہوتی نگاہیں سایہ فگن کرکے بیٹھتے بلال پر ڈالی جو ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھے دل و جان سے اپنی زندگی کی سمت متوجہ ہوا۔

چہرے کا گلابی پن بلال کی سچی محبت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"تم بیوی اور محبوبہ ہو میری جان اس لیے یہ سپیشل پروٹول، ویسے زہرہ آنٹی کی کال آئی تھی کہ ناشتہ لائیں مگر میں نے رسانیت سے ٹال دیا کہ زخمت ہے اور ساتھ یہ

بھی کہا کہ دنکا کھانا ہم وہیں آکر کھائیں گے تو خوش تھیں" بلال اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے باری باری چومتا فدا ہونے کے بعد اسے بی بی سی رپورٹر بنے اطلاع بھی دے گیا اور وہ تو سمجھ نہ پائی اپنی زندگی کی کاملیت پر کیسے شکر کرے۔

"بہت خوش لگ رہے ہیں" حبا محویت کے سنگ شرارت سے بلال کی گال سے ہتھیلی لگائے بولی جس پر مقابل دگنی شرارت اتری اور نرمی سے وہ بلال کے بازو کے حصار میں منتقل ہوئی۔

"ہاں کیونکہ رات ایک پری آئی تھی پریستان سے، میں نے ناں بہکی سی بے خودی میں اسکو اپنا کر لیا۔ایک دن کی بھی چھوٹ نہ دی، اور پتا ہے اس پری نے بھی میری خواہش کا احترام کیا تبھی خوش ہوں" گزری رات کا ہر لمحہ دونوں کے دل دھڑکا رہا تھا، بلال کی آنکھیں بے انتہا خوشی کی ترجمانی میں چمک اٹھیں اور حبا گلابی ہوتے چہرے کی ساری رعنائی کے سنگ مہکا مسکائی۔

"پری بھی خوش ہے" حبا کا اقرار بلال کا دل بہار کر گیا تھا۔

دونوں ایک فرحت بخش سفر پر گامزن ہو کر دلفریب سی دلبستگی میں جاگزیں تھے۔

"پری ہمیشہ خوش رہے،ماں جان بھی خوش ہوں گی۔ تم میرے ساتھ ساتھ انکی پسند بھی تھی۔ بس ہمیشہ اب میرے ساتھ رہنا کیونکہ میری اجڑی اور تنہا زندگی کی واحد بہار تم ہو" پیشانی پر حدت زدہ لبوں کی گرمائش پہنچائے وہ ماں کے ذکر پر پل بھر کو اداس ہوا مگر حبا اسے کبھی نہ چھوڑنے کا عہد لے کر ہی اس تک پہنچی تھی۔

"اللہ انکے درجات بلند کریں، آپ نے مجھ سے میرے پہلے شوہر کے متعلق کیوں نہیں پوچھا بلال" حبا کو اپنے پہلے شوہر کا ذکر کرتے دیکھ کر بلال نے بھی سنجیدگی اپنائی،وہ اداس سی تھی۔

"اس انسان کا جتنا اس کہانی میں کردار تھا وہ قسمت میں طے تھا حبا،اللہ اسکے بھی درجات بلند کریں۔ مجھے کچھ نہیں جاننا وہ تم دو کا اب بھی ذاتی معاملہ ہے" بلال کی سمت سے ایسے جواب پر نا چاہتے ہوئے بھی حبا بھرائی آنکھوں سے اسکے سینے سے جا لگی۔

"نہیں اب ذاتی نہیں ہے، میرے لیے میرا سب صرف آپ ہیں۔ وہ اک سمجھوتہ تھا، یا پھر اس وقت کی مصلحت کے میں ایسے حالات میں لا کھڑی کی گئی کہ مجھے اپنی بد قسمتی کا یقین ہو جائے۔ کسی مرتے انسان کی راہ میں آجانا، بھلے وہ حادثہ ہو اور ہم دنیا کو اسکی موت کی وجہ نظر آئیں" حبا کی آواز میں ٹوٹے کانچ کی سی لعرزش تھی، وہ بھی تلخی سے اسے خود میں سموئے پشت سہلاتا کسی سوچ میں تھا۔

"اس انسان نے مجھ سے بیوی کا فرض ادا کروانے کے ساتھ حق بھی لیا تھا، پورے کا پورا" حبا نے یہ بات کہتے ہوئے نگاہ اٹھاتے ہوئے بلال کو دیکھا جو حبا کی آنکھوں کا ڈر دیکھتا اسے الگ کیے اسکا چہرہ تھامے پیشانی چومے مسکرا دیا۔

"تو کیا ہوا، بیوی تھی تم اسکی اور وہ تمہارا شوہر۔ اٹس ناٹ آ بگ ڈیل۔ اب تم اتنی میچور ہو کر یہ سب سوچنے بیٹھو گی، کیا مجھے بچہ سمجھا ہے تم نے۔ مجھے تم ہر طرح سے قبول ہو، اسکا اور تمہارا ساتھ اتنا ہی مختصر تھا لہذا اتنا سوچنے کی ضرورت نہیں" بلال

اسے ہلکا سا اسکے بچگانہ رویے پر ڈانٹ بھی گیا تبھی وہ اداس سا مسکراتی اب کی بار پہلے سے زیادہ شدت کے سنگ بلال کے سینے سے لگی تھی۔

خود بلال نے بھی باہوں کا گھیر اخاصا تنگ کیا۔

"تھینک یو سو مچ بلال، بس یونہی ذہن میں آیا تو کہہ گئی" پلکیں گرائے الگ ہوتی وہ زرا گھبرائی لگی اور بلال اسکی ٹھوڑی سے چہرہ اوپر کیے ٹھوڑی پر لب رکھے حبا کو بھی آسودگی بہم پہنچائے متوجہ ہوا۔

"رشتے چیزیں نہیں ہوتیں کہ استعمال سے گھس جائیں، رشتے بہت جاذب احساسات ہیں۔ اسکا اور تمہارا رشتہ صرف ازواجی تھا مگر ہم دونوں میں اس کے علاوہ محبت اور ایک دوسرے کی خوشی بھی شامل ہے۔ سکون ہو تم میرا، میری آسائش اور میری آسانی ہو۔ یہ سب سوچنا چھوڑ دو بس میری محبت پر ایمان رکھو، ناشتہ کریں اب ٹھنڈا ہو جائے گا" ایک کے بعد ایک نرم احساس پہنچاتے وہ مسیحائی ہونٹ اور انکا ہر لمس سچا اور کھرا جبکہ انداز مضبوط اور تسلی بخش تھا۔

بے پناہ مان سونپے وہ حبا کی صبح چند حسین قربت کے لمحوں سے جلترنگ کرتا اختتام تک مسکرا دیا۔

دونوں نے ایک سی خوشی کے سنگ ناشتے کا آغاز کیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ جو نیند سے بیدار ہو رہی تھی، اپنے پاس نیم دراز بیٹھے حسنین کو کسی سنجیدہ ترین سوچ میں غرق دیکھ کر شرارت منہ پر سجائے اٹھتے ہی حسنین کی گردن میں باہیں ڈالے ساتھ جا چمٹی اور وہ جو عیشہ کو جگانے آیا تھا، ماہی کے کہے الفاظ اور اعتماد کو حقارت سے سوچنے بیٹھ چکا تھا۔

عیشہ کے بے وقت لاڈ اسے بھنا کر رکھ گئے تبھی برہمی سے اپنی گردن کے گرد عیشہ کے لپیٹے بازو کھولتا سخت غضیل انداز سے گھورا کہ خود عیشہ کا کھلا چہرہ اس سڑے حسنین کو دیکھ کر مرجھا گیا۔

"واٹ از دس عیشہ، ہر وقت چپکنے کی کوشش مت کرنا یہ نہ ہو میرے ہاتھوں ضائع ہو جاو" وہ جو رات کے حسنین پر دل و جان سے فدا اور نثار تھی، پھر سے اس پتھر بنے حسنین کے بے رحم حکم پر بس روہی دیتی اگر وہ اٹھتا اٹھتا دوبارہ کچھ نرم پڑے اس کے پاس نہ بیٹھتا۔

"رات ہم میں دوستی ہوئی تھی اور پیار بھی تو کیا آپ نے، اور اب مجھے دور رہنے کا کہہ رہے ہیں۔ آپ مجھے ایسے رلائیں گے کیا حسنین" نازک سی آنکھیں نمی سے بھر سی گئیں جس پر حسنین کو بھی پشیمانی سی ہوئی، جو بھی تھا عیشہ کا اس میں کوئی قصور نہ تھا لہذا وہ عیشہ کو رلانے اور تڑپانے والا کام ہر گز نہیں سکتا تھا۔

"ہر وقت پیار نہیں ہو سکتا بی بی، یہ میرے ہاتھ دیکھو اب رونے مت بیٹھ جانا۔ اور تمہارا دل بھرا نہیں ابھی بھی، حیرت ہے" حسنین جو اسکے سوں سوں کرتے رونے کو دیکھ کر منہ بسور چکا تھا، اسکی ایسی بات عیشہ کا دکھ غصہ بنا گئی۔

"آپ بہت برے ہیں، مطلب پیار بھی ناپ تول کر کریں گے اور یہ سڑا 'غصہ ہر وقت ہے ناں۔ رکھیں پاس اپنی مہربانی، کھڑوس، کنجوس اور مکھی چوس۔۔۔۔"

عیشہ اس سے پہلے کے سخت دلبر داشتہ اور خفا ہو کر جاتی، ایسی جکڑی کہ محترمہ کی ساری بھاشا کو بند باندھ دیا گیا۔

باقی تو لقب ٹھیک پر یہ مکھی چوش والے گندھے لقب پر حسنین نے احتجاج کرنا اولین حق سمجھا۔

وہ بھی پتلو سی پتھر بازو کی گرفت میں جکڑی سخت گھور کر حسنین کا منہ نوچ لینا چاہتی تھی۔

"مکھی چوس۔۔۔۔ سیریسلی؟۔۔۔ یہ کہا تم نے مجھے" حسنین آبرو آچکا کر منصوعی استفسار کرتا اب عیشہ کو تھوڑا خوفزدہ کر گیا کیونکہ عیشہ اسکے غصے کو بلکل نہیں چاہتی تھی۔

"نن۔۔ نہیں وہ ہم الفاظ خود ہی زبان سے سلپ ہو گیا، سوری حسنین۔ پلیز آپ مجھ پر اگر ایک بار اور غصہ ہوئے تو ایسا رونا ہے کہ سیلاب آجائے گا آنسووں کا" حسنین کی ظالم گرفت میں ہراساں سی جکڑی عیشہ رٹو طوطے کی طرح بیان بدلے اس وقت حسنین کو بھی مسکان دے گئی، وہ الگ بات کہ وہ میسنا ہر جذبہ چھپانے کی مہارت رکھتا تھا۔

"اچھا نہیں کرتا غصہ لیکن اب پیار ویار کو بھول جاو سزا ہے" حسنین نے تفاخر سے ہاتھی جیسی گردن اکڑائے حکم صادر کیا جس پر عیشہ ہونٹ پھلائے بس رونے کا سیشن شروع کرنے والی لگی۔

"رات کیوں کیا پھر، نہ کرتے نہ۔ مجھے پتا ہے آپ مجھے اب اپنے لیے تڑپائیں گے، محبت نہیں ہے آپکو عیشو سے صرف مجھے ہے۔ ہے نا" اس وقت وہ حسنین کو رات سے زیادہ بہکا رہی تھی، نیند اور صدمے سے لاحق ملی جلی کیفیت کا اثر عیشہ کی آنکھیں گلابی کر چکی تھی۔

حسنین اسکے حسن سے الجھ رہا تھا، وہ گلابی ہونٹ جن کی کشش، زمین کی کشش ثقل سی تھی۔

وہ جھجھری لیے خود کو نارمل رکھ پایا، نظر گردن کی نرمی اور نزاکت پر گئی تو حسنین کو اپنی غائب دماغی پر افسوس ہوا۔

اس نے کچھ دن پہلے ہی عیشہ کی نیت سے ایک گولڈ چین لی تھی جس میں ایک بال بنا پینڈٹ تھا۔

عیشہ منتظر تھی کہ یہ ظالم اسے دور نہ کرے، ہلکا سا کسمسا کر حسنین نے اپنی جینز سے اپنا والٹ نکال کر پکڑا جس پر اب عیشہ بھی خوشگوار سی حیرت کا شکار ہوئے اداسی ہٹا گئی۔

وہ حسنین کو سنجیدگی سے وہ پیاری سی چین نکالتا دیکھ کر رشک سے مسکرائی اور جیسے ہی حسنین نے والٹ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر واپس گردن موڑی، محترمہ چمکتی آنکھوں سے

اپنے بال گردن سے ہٹائے بتیسی نکالے موجود تھیں اور اسکی اس حرکت پر حسنین مسکراہٹ دبا نہ پایا۔

"لڑکی ہو کر کتنی بے شرم ہو تم قسم سے، ایک میں شریف" حسنین سخت شرارت دباتا اسے چڑاتا بولا مگر وہ بھینی سی ہنسی روکے حسنین کے بڑے محتاط ہو کر چین پہنانے پر قربان ہوئی۔

"اوفف، میں صدقے کتنا پیارا گفٹ۔ تھینک یو مسٹر کھڑوس۔ اسے عیشہ کبھی خود سے الگ نہیں کرے گی" عیشہ کا اتنا پر خلوص اور معصوم ہونا ہی حسنین کو اس سے دور رہنے نہیں دے رہا تھا تبھی وہ اب پھر سے عیشہ کی کمر پر پکڑ کر چکا تھا مگر اس بار گرفت میں کوئی من مانی نہ تھی۔

عیشہ بھی دل و جان سے حسنین کی سمت دیکھ رہی تھی۔

"آپ تھوڑا پیار بھی دے دیں، حق ہے میرا" عیشہ اسکی آنکھوں کی مہکار بھانپ کر پٹری سے خود ہی اتر کر ایک بار پھر اسکی گردن میں باہیں ڈالے قریب ہوئی اور وہ مبہم سا تبسم ہونٹوں پر سجاتا ہوا اس وقت عیشہ کی کمزوری تھا۔

"منگتی ہو تم عیشہ پوری، میرا دل نہیں۔ رات تو تمہارے حسن نے مجھے مجبور کر ڈالا پر اس وقت تم چڑیل لگ رہی ہو۔ بال دیکھو لگتا ہے تیز گام کی سواری کر کے ابھی اتری ہو، اور یہ منہ اور مسور کی دال۔۔۔۔۔ جاو بی بی زرا اچھی نہیں لگ رہی مجھے"

حسنین اسکے اس وقت معصومانہ حسن کے سامنے بھی زیر تھا، مگر نا جانے کیوں اسے اچھا لگتا تھا عیشہ کو تنگ کرنا۔

یہ لڑکی شاید اسکی زندگی کی پہلی بہار تھی جس پر حسنین کو ناز تھا۔ وہ اسے سپیشل فیل کرواتی تھی جس کا غرور حسنین کو مزید ارلگا۔

عیشہ نے یہ قصیدہ گوئی سن کر آنکھیں مزید بڑے سائز کی کیے منہ بھی کھول لیا اور حسنین اسکے ایکپریشن سے لطف اندوز ہوا۔

"اور آپ پتا کیا لگ رہے ہیں، پاگل بکرا۔ بال دیکھیں ایسے بنا رکھے جیسے سلیمان خان ہوں بڑے، اور یہ آنکھیں جن میں اتنا سارا کالا غصہ ہے اتنا سارا 'خوفناک ہے۔

جائیں میں تو اب بلکل نہیں بول رہی آپ سے، آپ بہت برے ہیں" عیشہ ٹرٹر کرتی جو منہ میں آیا بول کر نہ صرف خفاسی ہو کر اٹھ کر واش روم گھس گئی بلکے حسنین کتنی ہی دیر اسکے جانے کے بعد ہنستا رہا۔

ناشتہ دونوں نے ماہی کے ساتھ کیا مگر پھر دن کے کھانے پر زہرہ نے ان تینوں کو بھی انوائیٹ کر لیا تھا جس پر وہ دنکو وہیں چلے گئے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ لوگ سیدھا ہوسپٹل ہی آئے تھے، چونکہ سرجری کل تھی لہذا اس سے ایک دن پہلے ایڈمٹ کیا جانا تھا۔

سرجری میں مین ڈاکٹر خود زبیر تھے۔

دائم کو زبیر صاحب روم میں لائے اور وہ چہرے سے خاصا تھکا لگ رہا تھا۔

ڈاکٹرز کی ضروری ارجنٹ میٹنگ پہلے ہی بلوالی گئی تھی جس میں دائم کے چھ سال پہلے والے کمپوٹرائز سکیچ کو اسکی تصویروں کی مدد سے کلئیر کیا جانا تھا اور اس کام کے لیے دو لوگ لگ چکے تھے۔

یہ سرجری، دائم کی پہلی منصوعی سرجری سے زیادہ خطرناک اور نازک تھی۔

خطرہ اس قدر تھا کہ ہوسپٹل کے سکن سپیشلسٹ تک نے وارن کیا تھا کہ اگر یہ سرجری کسی طرح ناکام ہوگئی تو نہ پھر دائم کا اصل چہرہ اسے مل سکے گا اور نا عالم کا چہرہ۔

اس بات پر مقصود صاحب نے میٹنگ کے دوران شدید پریشانی سے اپنا ماتھا سہلایا۔

تپتے صحرا میں انکا بچہ کھڑا تھا اور آسمان سے کڑی دھوپ میں وہ سب لوگ ابر رحمت کے خواہش مند تھے۔

مقصود صاحب ہارنا نہیں چاہتے تھے، دائم کو یہی بتایا گیا تھا کہ اسکے چہرے کی سرجری میں کچھ مسئلہ ہوا ہے جسکی وجہ سے دوبارہ کی جارہی ہے مگر حقیقت میں یہ سرجری اسکا اصل چہرہ اسے واپس کرنے کے لیے تھی۔

آج دائم کے کچھ ضروری ٹیسٹ کیے جانے تھے، جن میں فیس سکیننگ، ایم آر آئی برین اور سی ٹی برین سکین شامل تھا۔

فیس سکیننگ کا مقصد دائم کے چہرے کے اندرونی ٹشوز اور ہڈیوں کی مرمت کا جائزہ لینا تھا۔

جبکہ دماغ کی مقناطیسی گونج امیجنگ (ایم آر آئی) ایک محفوظ اور بین فل آزمائش ہے جو دماغ اور دماغ کے تناسل کی تفصیلی تصاویر تیار کرنے کے لئے مقناطیسی فیلڈ اور ریڈیو لہروں کا استعمال کرتی ہے۔ سی اے ٹی اسکین (جس کو سی ٹی اسکین یا کمپیوٹیڈ محوری ٹوموگرافی اسکین بھی کہا جاتا ہے) کے ایک ایم آر آئی ڈیفرز کیونکہ یہ تابکاری کا استعمال نہیں کرتا ہے۔

جبکہ دماغ کا ایک (سی ٹی) ایک نان ویوسیوگ تشخیصی امیجنگ طریقہ کار ہے جو دماغ کی افقی، یا محوری، تصاویر (جسے اکثر سلائیسس کہا جاتا ہے) پیدا کرنے کے لیے خاص خصوصی ایکس رے پیمائش کا استعمال کرتا ہے۔ دماغ کے سی ٹی اسکین دماغ کے ٹشوؤں اور دماغ کے ڈھانچے کے بارے میں زیادہ تفصیلی معلومات سر کے معیاری ایکس رے سے زیادہ مہیا کرسکتے ہیں، اس طرح دماغ کی چوٹوں یا بیماریوں سے متعلق مزید اعداد و شمار فراہم کرتے ہیں۔

"آر یو اوکے مائی سن" کسی گہری فکر مند سی سوچ میں مبتلا دائم تکیہ دراز کیے بیڈ کراون سے سر ٹیکے ہوئے تھا جب زبیر نے ساتھ کھڑی نرس کو دائم کا ایم آر آئی کرنے کا کہتے اس کی سمت متوجہ ہو کر رسانیت سے بولے۔

"میرے چہرے پر درد ہو رہا ہے انکل بہت برا، کیا یہ سرجری ضروری ہے" دائم اس وقت تکلیف میں تھا کیونکہ اسے جو انجکشن فیس پر لگے تھے یہ انہی کاری ایکشن تھا۔

"سرجری نہ کی تو تمہارا چہرہ کوئی شکل لینے کے قابل نہیں رہے گا بچے، بی بریو۔ یقین مانو یہ آخری تکلیف دہ مرحلہ ہو گا" نرس تمام ٹیسٹس کی تیاری کروانے باہر نکلی تو زبیر افسردہ سہی مگر لہجے میں بہت سارا حوصلہ ملائے اس ہلکان سے دائم کا کندھا تھپتپا کر ہمت دے رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے یہ بہت زیادہ تکلیف دہ ہونے والا ہے، میں اچھا محسوس نہیں کر رہا۔ ایسا لگ رہا ہے کسی نے زخموں سے چور کر کے پھینک دیا ہو۔ میرا سر اس قدر گھوم رہا ہے جیسے کوئی چیز ابل رہی ہو۔ آئی کانٹ بیئر دس" آج پہلی بار خود زبیر دائم کی ہمت ٹوٹتی محسوس کر رہے تھے۔

وہ جو اس سے پہلے کئی دردناک علاجوں سے گزر چکا تھا، ناجانے کیوں آج اسکی برداشت کا امتحان ہو رہا تھا۔

روم میں انٹر ہوتے مقصود بھی یہ سن کر رنجیدہ اور آزردہ نگاہ ڈالتے ان دونوں تک پہنچے۔

"میرا شیر ہمت نہیں ہارے گا، تمہیں اپنی جنگ ہارنی نہیں ہے۔ ہر درد اور ہر تکلیف سے تمہیں نجات مل جائے گی کل، میرے بچے بس یہ تھوڑا سا درد برداشت کرنا ہو گا تمہیں۔ یہ مت بھولو تم کئی لوگوں کے جینے کی وجہ ہو" مقصود صاحب جانتے تھے یہ درد ناقابل برداشت ہے مگر پھر بھی وہ دائم کا حوصلہ ٹوٹتا نہیں دیکھ پائے اور اس کے ہاتھ کو چومتے دکھی ہوئے۔

وہ مسکرا بھی نہ سکا، یہاں تک کے پین کلرز روک دی جانے کی وجہ سے اب تو بولنے سے بھی اسکے چہرے میں ٹھیسیں اٹھ رہی تھیں۔

"آئی ول ٹرائے، بابا مجھے میرا اسیل فون دے دیں۔ میں ماہی سے بات کرنا چاہتا ہوں، ورنہ یہ رات گزارنی میرے لیے ناممکن ہو گی" دائم کی تاسف سے کہی بات پر زبیر اور مقصود نے دکھی سی مسکان سے اسے دیکھا جو اس تکلیف میں بھی ماہی ہی کو یاد کر رہا تھا۔

ویسے تو فون کی پرمیشن نہیں تھی مگر زبیر نے سر ہلائے مسکرا کر مقصود کو دیکھا اور باہر لپکے جبکہ مقصود اپنی کوٹ کی جیب سے دائم کا فون نکال کر سائیڈ ٹیبل پر رکھتے اسکے پاس ہی بیٹھے۔

"پین کلرز سرجری سے پندرہ سولہ گھنٹے پہلے روکنی ضروری ہوتی ہیں، ہماری مجبوری ہے۔ ورنہ تمہارے بابا تمہیں ایک لمحہ تکلیف نہ سہنے دیتے۔ ہمت کرو، کل کا دن تمہاری جیت کا دن ہو گا۔ اللہ سے دعا کرو وہ تمہارے امتحان کو ختم کریں۔ میں نرس کو کہتا ہوں تمہیں کوئی الٹرنیٹ انجیکشن دے تاکہ کم از کم سر کا درد کم ہو" مقصود صاحب جان نثار انداز میں آنکھیں موند کر بے ربط سانس لیتے دائم کو دیکھ کر باہر کی سمت نکل گئے جبکہ دائم کی تکلیف کم تو نہیں البتہ ہر لمحہ بڑھ رہی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بہت اچھا کیا کہ تم سب بچے آگئے، ہمارا گھر تو تم سب کے آنے سے جگمگا اٹھا ہے" دن کے کھانے پر زہرہ نے بہت زیادہ شاہی اہتمام کیا تھا، آخر کو بلال بھی ایز آ داماد

پہلی بار آیا تھا اور عیشہ، حسنئین اور ماہی کے آنے سے بھی ارسلان اور زہرہ بے حد خوش تھے۔

"جی ان شاء اللہ اب آنا جانا تو لگا رہے گا، ویسے زیرہ آنٹی آپ نے سب بہت مزیدار بنایا ہے۔ بحیثیت شیف بھی میں آپکے ہاتھ کے ذائقے کا فین ہو گیا ہوں" بلال کا ترو تازہ مہکا سا جواب سب کے چہرے پر مسکان لا چکا تھا البتہ ماہی کچھ چپ تھی۔

اسکا بابا جان سے مسلسل رابطہ تھا اور وہ دائم کی تکلیف سے ہرگز انجان نہ تھی۔

وہ وہاں تکلیف میں تھا اور ماہی پل پل دائم کے اس آخری امتحان میں سرخرو ہونے کے لیے دعا گو تھی۔

بلال کے سراہنے پر زہرہ پیارا سا شفیق مسکرا دیں۔

البتہ عیشہ اور حسنین تو عجیب ہی ایک دوسرے کو تپش دیتے انداز میں دیکھ رہے تھے۔

صبح سے ابھی تک حسنین نے اسے بہت اگنور کیا تھا اور عیشہ کو لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ پتھر کا بت وہی رات والا بے خودی میں ڈوبا حسنین ہے۔

"ارے بچے یہ تو آپکی محبت ہے، بس ہمیشہ سے مدرسے کو سنبھالنے میں گھر داری تو میں نے بلکل ہی حبا کے سپرد کر دی تھی۔ لیکن اب اسکے جانے کے بعد مجھے بھی اپنی ہلکی پھلکی مہارت کو تراشنے کا موقع مل رہا ہے" زہرہ بہت ہی نرم مزاج اور بچوں کے ساتھ نہایت شفیق تھیں۔

ویسے بھی ماہی اور حبا دونوں سے انکا رشتہ سہیلوں اور رازداروں سا ہی تھا۔

"آہاں مطلب ہماری مسز بھی کمال ہیں، ویسے میں سوچ رہا ہوں اب ہم مل کر اپنا ایک چھوٹا سا علاقائی ریسٹورنٹ اوپن کر لیں۔

میں، حسنین اور اب حبا بھی ہے۔ اور جو جو آنا چاہے موسٹ ویلکم" بلال کو یہ جو ایک دم خیال آیا اس پر اب جہاں سب خوشگوار حیرت کے سنگ مسکرا اٹھے وہیں ماہی کو بھی یہ خیال بہت اچھا لگا۔

"واہ برخوردار یہ تو بہت کمال سوچا، بھئی مجھے بھی شامل کر لینا میں بھی کسی کام آ ہی جاؤں گا" ارسلان صاحب کی شریر سی خواہش پر اب کی بار سب ایک سا مسکرا دیے۔

"ھاھا ضرور ضرور، ویسے بھی بہت سال ہو گئے نوکری کرتے کرتے۔ آئی تھنک اب اپنے آپ کو مزید تراشنے کا وقت ہے۔ حسنین صاحب تو ویسے بھی نوابی بندے ہیں، انکو مینجر بناوں گا تاکہ انکی شان میں گستاخی نہ ہو" بلال کا دانستہ ہلکا پھلکا انداز اب تو سڑے حسنین کو بھی ہنسا گیا اور ماہی سب کی اس مسکراہٹ کے لیے دعا گو تھی۔

"ھاں اور میں پھر حکم سنایا کروں گا بس، خبردار جو تم نے مجھے کچن میں گھسایا" حسنین نے تفاخر سے گردن اکڑائے حتمی سا حکم سنایا، عیشہ اپنے سائیاں کو دیکھ کر یہی سوچ رہی تھی کہ یہ بندہ اندر سے ہیرا ہے بس اوپر سے پتھر کا بلاک لگتا ہے۔

"ان سے پیاز کٹوائیے گا بلال بھیا" عیشہ صاحبہ کیسے نہ میدان میں کودتیں، اب تو حسنین کا بسورا منہ تھا اور عیشہ کا آنکھیں گما کر اترانا۔

"ھاھااللہ تم سب کو ایسے ہی ہنستا مسکراتا رکھے آمین" ارسلان صاحب بھی بچوں کی اس خوشی پر پوری دلبستگی کے سنگ بول اٹھے۔

وہ سب لوگ شام تک رکے تھے مگر پھر ماہی، حسنین اور عیشہ کے ساتھ واپس آگئ جبکہ حبا اور بلال وہیں رک گئے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

ماہی جب تک چینج کیے باہر نکلی، اسکا فون دوبار بج کر بند ہو چکا تھا۔

تیزی سے وہ بالوں کو بنا باندھے ہی فون تک لپکی جہاں دائم کے نیو نمبر سے دو مس کالز تھیں۔

دل بری طرح لرز اٹھا، اس سے پہلے کہ وہ خود کال کرتی ایک بار پھر ٹون بجی۔

ماہی نے کال پک کیے بیقراری سے فون کان سے لگایا، بابا نے اسے یہی بتایا تھا کہ دائم کو کال کی اجازت نہیں ہو گی تبھی وہ اسکی کال پر صاف ہراساں لگی۔

تمام ٹیسٹس ہو چکے تھے اور الٹرنیٹ پین کلر کے باوجود دائم اس وقت آئی سی یو روم میں ایک تکلیف دہ ٹرانس میں نیم دراز تھا۔

"ماہی، کاش آپ میرے پاس ہوتیں۔ کہاں تھیں یار" فون اٹھاتے ہی دائم کی تکلیف سے بھری آواز پر ماہی کو لگا وہ دائم کا درد خود محسوس کر رہی ہے۔

"ماہی آپ کے پاس ہی ہے، آپکے دل میں۔ میں چینج کر رہی تھی، مجھے بابا نے کہا تھا آپ کو کال کی پرمیشن نہیں ہے ورنہ میں خود کر لیتی" ماہی چلتی ہوئی بیڈ تک آئی اور نرمی سے بولی جس پر دائم نے بمشکل سانس لی۔

سر میں اٹھتا درد شدید تھا۔

"میں آپ سے بات کیے بنا کیسے رہ لیتا، سب کیسا ہے وہاں۔ عیشو خوش تو ہے ناں حسنین کے ساتھ" سگانہ ہو کر بھی اسکا دل عیشہ کے لیے دھڑکتا تھا اور ماہی اپنے دائم کے پیارے دل سے تو مدت پہلے کی واقف تھی۔

"بہت خوش ہے، آپ بلکل فکر مت کریں۔ آپ کیسے ہیں، مجھے بتائیں آپ کی آواز بہت تھکی اور مدھم ہے" ماہی اسکی فکریں ہٹائے اسکی بات کرنا چاہتی تھی جو زرد پڑتا ہوا اپنی آخری تکالیف سہہ رہا تھا۔

"میں ان ظالم پین کلرز کی عادت کے باعث اس وقت ٹھیک نہیں ہوں، نجانے کیوں پہلی بار ڈر لگ رہا ہے۔ ایسا ڈر جیسے کچھ کھو جائے گا، ماہی آپ کیوں نہیں آئیں میرے ساتھ۔۔۔شاید آپکو دیکھ کر، محسوس کر کے میں اپنی ان تکلیفوں کو بھول پاتا" ماہی کا دل بھی رنج کی آمجگاہ بن گیا، نمی نے دونوں کی آنکھوں سے نکلنا مناسب سمجھا۔

دائم تو جسمانی درد کے باعث آنکھوں کی تکلیف ضبط نہ کر پایا تھا مگر ماہی بھی کسی خدشے میں پیوست ہوئی۔

کہیں وہ پھر سے اس انمول شخص کو کھو نہ دے، کہیں یہ انسان اسے بے وفا نہ ٹھہرا دے۔

"آپ کی ہر تکلیف بھی مجھے مل جائے یہی دعا ہے، مت ڈریں اس وقت آپکو ریلکس رہنا ہے۔ اور میں آپکے ساتھ آجاتی تو یہاں عیشو اکیلی ہو جاتی ناں، بابا ہیں ناں آپکے پاس۔ اور میں بھی یہیں ہوں آپکے لیے، آپکی منتظر آپکی اور صرف آپکی منعام" ماہی جذباتیت کے سنگ دائم کو محبت بہم پہنچا رہی تھی اور وہ واقعی کچھ دیر دل دہلا دیتے درد کو فراموش کر رہا تھا۔

ماہی کا خود کو اسکا پابند کرنا دائم کے ہونٹوں پر ہلکی سی دلخراش سی مسکان لایا چونکہ مسکرانا اس وقت ناگزیر تھا۔

"میں آپ کو پکارنا چاہتا ہوں، ایسے جیسے کہ کوئی آخری لمحے میں اپنی ساری طاقت اپنی ایک سانس پہ خرچ کر دیتا ہے" دائم کی اس بات نے ماہی کا دل روکا، وہ ایسا سب سننا نہیں چاہتی تھی۔

"مجھے رلائیں گے کیا، بس میں ہو تو اڑ کر آپ تک پہنچ جاوں۔ آپ کو ٹھیک ہو کر میرے پاس آنا ہے، پلیز ہمت رکھیں" ماہی کی آواز اسے تاکید کرتے کپکپا سی اٹھی۔

اور وہ گھڑی کے ہندسے کو تیز چلنے کی دعا دے بیٹھا۔

"آپ کیا ساری رات مجھ سے بات کر سکتی ہیں ماہی، کچھ بھی کہیں۔ بس آپکی آواز کے مرہم تلے اپنی ہر تکلیف دبانا چاہتا ہوں" وہ اسے اداس کرنا نہیں چاہتا تھا مگر کر بیٹھا۔

ماہی تو اسکے لیے جان قربان کر سکتی تھی پھر یہ ادنی سی رات کیا شے تھی۔

"کیوں نہیں، میں آپکے پاس اور آپکے ساتھ ہوں۔ آپ بہت عزیز ہیں مجھے، سن رہے ہیں ناں۔ آپ اپنی محبت مجھ پر سے کبھی مت ہٹائیے گا۔ شاید خوفزدہ میں بھی ہوں" ماہی سر بیڈ کی پشت سے ٹیکے خالی آنکھوں سے فانوس کو دیکھتی بولی جس پر دائم صاف صاف بیقرار لگا۔

"آپ کیوں ہیں ماہی؟" دائم کا سوال قبل از وقت تھا، ماہی کے دل میں ٹھیس سی اٹھی۔

"کیونکہ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ محبت کی آزمائش بنا کسی بڑے نقصان کے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ آپ سے دور ہونے کی رتی برابر سکت نہیں مجھ میں بس یہ یاد رکھیے گا، ماہی آپکا اور آپ ماہی کا لباس ہیں اور ایک دوسرے کو ڈھانپنا بہت ضروری ہے" اس وقت دائم درد میں مبتلا ماہی کی یہ باتیں چاہ کر بھی سمجھ نہ پا رہا تھا مگر ماہی اسے اپنے خدشے صاف صاف کہہ رہی تھی۔

"آپ مجھ سے خوفزدہ ہیں ماہی؟ ایسا لگا مجھے" دائم کی آواز بمشکل اس تک پہنچی کیونکہ وہ ٹھیک سے بول بھی نہیں پا رہا تھا۔

ماہی نے ہتھیلی سے اپنی گال رگڑتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔

"نہیں، قسمت سے ہوں۔ آپ آجائیں میرے پاس پھر بتاوں گی کہ ماہی قسمت سے کیوں خوف کھاتی ہے" ماہی کا لہجہ تر ہوا تو دائم نے بھی آنکھیں موند کر اس پر سوال نہ اٹھایا۔

ہیڈ فون کی بدولت اسے فون کان سے لگا کر رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" دائم نے ہلکا سا ہانپ کر سوالیہ سا استفسار کیا جس پر ماہی چونکی۔

"جی پوچھیں" ماہی بے چین لگی۔

"کیا مجھ سے پہلے آپکی زندگی میں کوئی اور تھا؟" یہ سوال کر کے وہ ماہی کی چلتی کائنات روک چکا تھا، ماہی نے تاسف سے پیشانی مسلی۔

کیا جواب دے یہی الجھن تھی، کیسے کہے کہ وہ ہی اسکی زندگی میں اول و آخر تھا اور رہے گا۔

"کوئی اور سے کیا مراد ہے آپکی، کیا عالم؟" ماہی نے اپنی پوزیشن کلئیر کیے الٹا سوال کر کے دائم کو بھی الجھا دیا۔

"چھوڑیں ماہی، ہم یہ باتیں بعد میں کر لیں گے۔ آپ بتائیں دن کیسا تھا آپکا، کیا پہنا آج۔ کہاں گئے اور مجھے کتنا مس کیا؟" دائم اس وقت صرف ماہی کی ہی سننا چاہتا تھا اور خود ماہی نے شکر کا سانس لیا کیونکہ جواب تو اسکے پاس بھی نہ تھے۔

ماہی رسانیت سے مسکرا کر اسے اپنے دن کا حال بتانے لگی۔

وہ دائم کو بلکل آج اکیلا چھوڑنے والی نہ تھی، وہ بھی اس وقت ماہی کا اتنا ساتھ ضرور چاہتا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اپنے نازک کانوں سے ننھے ننھے ائیر رنگز نکال کر عیشہ نے اتنی زور سے پٹخے کے حسنین جو فریش ہو کر ٹاول گلے میں لٹکاتا باہر نکل رہا تھا، اس کے تپے گال دیکھ کر صبح والی ناراضگی کے برملا اظہار پر جان بوجھ کر آنکھ چراتا عیشہ کے ساتھ نا صرف آکر کھڑا ہوا بلکے کندھے سے دھکا لگنے پر وہ لہرا گئی۔

کانوں سے دھواں نکالتے انداز میں وہ کمر پر ہاتھ باندھے بھیگی زلفیں کمال ادا سے برش سے سہلاتے حسنین کو دیکھ رہی تھی جس نے سارا دن ایک تو اسے اپنے پاس بھٹکنے نہ دیا اور صبح کا سوری بھی نہیں بولا تھا۔

"آپ مجھے سوری کریں" منہ پر دنیا جہاں کی برہمی سجائے عیشہ نے حکم صادر کیا جس پر حسنین نے اپنی سماعت پر شبہ گزرتا پا کر حیرت سے آنکھیں پھیلائے رخ موڑا جہاں عیشہ اب واقعیٔ غصے کی انتہا سے بس رونے والا کام پکڑنے والی تھی۔

"مجھے کیا کسی پاگل جانور نے کاٹا ہے جو سوری کروں، ہٹو مجھے سونے دو" عیشہ نے بمشکل حسنین کی یہ بدتہذیبی برداشت کیے حسنین کو ٹاول ہینگ کر کے بیڈ کی سمت جاتا دیکھ کر اپنا رخ آئینے کی سمت موڑا۔

صبح بھلے وہ مزاق میں روٹھی ہو اس وقت وہ ہرٹ تھی تبھی بنا کچھ کہے اپنا ڈریس چینج کرنے ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی۔

حسنین نے تھوڑی سنجیدگی سے عیشہ جہاں گئی وہاں دیکھا اور تکیہ دراز کیے کسی گہری سوچ میں غرق لگا۔

مقصد تنگ کرنا ضرور تھا مگر عیشہ کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔

عیشہ نے اپنے کندھے پر رکھا بھاری دوپٹہ بے دردی سے کھینچ کر سنک پر رکھا اور آنکھوں میں اڈتی نمی ناچاہتے ہوئے بھی روک نہ پائی۔

"میں نہیں بولوں گی اب، ہرٹ کرنا چاہتے ہیں ناں آپ مجھے۔ میرے جیسی محبت کیوں نہیں ہے آپکو حسنین" سرگوشی کرتی وہ پل بھر میں نل کھول کر رونے کے نشانات مٹاتی گویا تھی اور سینے پر ہاتھ باندھ کر دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا حسنین اس پاگل کے ماتم پر تلخی سے ہنسا۔

حسنین نے کچھ دیر اپنی خوش قسمتی پر مسکرانے کے بعد آہستگی سے ڈور اوپن کیا تو سامنے پشت کر کے کھڑی عیشہ بازو میں پہنی جیولری اتار کر رکھتی ناک رگڑے مڑی تو سامنے حسنئن کو دیکھ کر چونکی جو اور تو کچھ دیکھ نہ پایا مگر اسکی گلابی گوشوں والی بھوری آنکھوں میں سمٹی محبت ضرور دیکھ چکا تھا۔

"تم روئی کیوں؟" حسنین کے سوال پر عیشہ نے ہونق بنے دیکھا جیسے سوال سمجھی نہ ہو تبھی سر جھکا کر وہاں سے جانے کو مڑی مگر حسنین نے کلائی تھامے آہستگی سے عیشہ کو اپنے حصار میں لیا۔

وہ روٹھ کر زیادہ پیاری لگ رہی تھی، بلکل چھوٹی سی بچی۔

"آپ نے رلایا، ک۔۔۔کوئی ایسے کرتا ہے کیا۔ نئ نویلی دلہن کو پیار تو دور آپ غصہ دے رہے ہیں، سوری بھی نہیں کیا۔ پورا دن مجھے سڑی شکل بنا کر دیکھا، ایک بار بھی پاس نہیں آئے اور اب اتنا روڈلی بات کی۔ میں نہیں سہہ رہی آپکا یہ گندا کھڑوس روپ، لہذا رونے دیں" عیشہ نے دونوں ہتھیلیوں سے اپنی سرخ گالیں مزید رگڑ کر ناک سکیڑے تاسف سے کہا مگر عیشہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت پر باندھتا حسنین اگلے پل عیشہ کی کمر جکڑ چکا تھا۔

روتی روتی وہ اس بندے کے یوں پاس آنے پر مسکرانے کے بجائے مزید اداس ہوئی۔

"مطلب تم مجھے چین لینے نہیں دو گی، ٹھرکی قسم کی بیوی مل گئی ہے کیا ہو گا اب میرا۔ تم تو رو رو کر میرا حال بگھاڑ دو گی" وہ پھر سے اسے تنگ کرتا جان بوجھ کر اسے اور رلا گیا مگر اب وہ کم از کم عیشہ کے لیے اتنا بھی سنگدل نہیں تھا تبھی بہت زور سے گلے لگا گیا، اتنا کہ بچاری رونا بھول کر اس قدر امتحان پر کراہ اٹھی۔

"حس۔۔۔ حسنین آرام سے" عیشہ کی زبان ادا کیے تڑپ اٹھی جس پر حسنین روبرو ہوئے شرارت سے اسکی سرخ ناک دباتا ہنسا۔

وہ بھی تپی زخمی شیرنی بنی گھوری۔

"سوری تو نہیں کروں گا بھلے سیلاب آجائے" ہلکی سی گرفت میں جکڑے وہ اسکی ماتھے پر لہراتی لٹ کو پھونک مارے ذو معنی انداز سے جتاتے بولا جس پر عیشہ نے نروٹھے پن سے حسنین کے کندھے پر دانت گاڑے، حسنین منہ کا زاویہ ٹیڑھا کر اٹھا مگر مجال ہے جو ظالم شیرنی کو آزادی ملی ہو۔

"جنگلی، کھانا نہیں ملا تمہیں بھو کی کہیں کی، چڑیل" حسنین منصوعی خفا ہوئے اسکی گال کچی چبانے قریب ہوا مگر وہ پیچھے ہٹ کر سخت روہانسا منہ بنائے لاڈوں کا تقاضا کر رہی تھی۔

"حسنین بس کر دیں میں سچی اب روئی تو چپ نہیں ہونا میں نے" حسنین کو اسکی تپتی سلگتی اور روتو اس وارننگ سے اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ اب دل ٹوٹ کر کرچی ہونے والا ہے تبھی وہ تمام شرارت ہٹائے اسکی گال پر لب رکھ گیا اور اس بار عیشہ نے بھی رخ نہ موڑا بس وہ شاکی نگاہوں سے حسنین کو دیکھتی بہت ظالمہ لگی۔

"ٹھیک ہے سٹارٹ کرو رونا" کتنا ظالم تھا، بچاری کا ضبط ڈھانے تک آزما گیا اور اس سے پہلے کہ اس پگلی کی آنکھیں واقعی برسات کا نمونہ پیش کرتیں، حسنین نے بہت پیار سے اسکی دونوں آنکھیں چومی۔

عیشہ کے سارے آنسو اسکی آنکھوں میں ہی کہیں غائب ہوئے، وہ کہے بنا کرنے پر یقین رکھتا ہوا عیشہ کے چہرے کے ہر پر کشش نقش پر مہر لگاتا اس سے اپنے انداز میں

معذرت کر رہا تھا اور وہ کسی ٹرانس میں مبتلا ہر ذائقہ محسوس کرنے پر نئی فرحت محسوس کرتی آسودگی سے آنکھیں موندے ہوئے تمام اداسی زائل کر گئی۔

"تڑپا کر ایسی مہربانی کرنے کے بجائے میری خواہش کو اسی وقت پورا کیا کریں ناں حسنین، میں آپ سے دور رہ کر ٹھیک نہیں رہتی۔ آپ میرے ہیں اور جب مجھ سے روڈ ہوں گے تو مجھے تکلیف ہو گی۔ آئی لو یو سو مچ" اتنی ساری محبت ملنے پر وہ بوکھلائی سی حیا میں لپٹی حسنین کے سینے سے لگے جو مان سے کہہ رہی تھی یہ حسنین کو لطف دے گیا۔

محبت کا تو پتا نہیں مگر حسنین کو لگ رہا تھا وہ خود عیشہ کو تڑپانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے بلاشبہ اس لڑکی سے محبت تھی جس نے حسنین کی پتھر زندگی میں ہلچل مچا دی تھی۔

"اچھا کوشش کروں گا، یوں فزیکلی ایکسپریسیو ہونا وہ بھی کسی لڑکی کے ساتھ تھوڑا مشکل ہے میرے لیے" ہلکی سی سنجیدگی اوڑھ کر عیشہ کے گرد بازو سہلاتا وہ جو کہہ گیا تھا، عیشہ نے سر اٹھا کر الگ ہو کر حسنین کو دیکھا اور مسکرا دی۔

"مطلب آپ کو شرم آتی ہے، ھاھا میرے کیوٹو" یک لخت اسکی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں اور وہ واقعی ایسی تھی کہ حسنین بھی مسکرا اٹھا۔

"ہاں جو تمہیں زرا نہیں آتی" حسنین نے خجل ہونا افورڈ نہ کرتے الٹا عیشہ کی کمزوری پکڑ کر لتاڑا مگر وہ اس وقت کھلے گلاب کئ طرح مہک رہی تھی۔

"آپکو اچھا لگتا ہے ناں میرے قریب آنا" چھینپی سی سرگوشی کرتی وہ نہایت پیاری لگی، حسنین نے خجالت سے کان کھجائے بچ نکلنے کی سوچ سوچی مگر بے سود۔

"آئی لو یو تو نہیں بولنا تو کم از کم اسکا جواب تو دے دیں" عیشہ کا لاڈ سے شکوہ فوری در آمد ہوا، حسنین نے لمبئ سئ سانس بھرے اس چپکو چڑیل کو سخت گھور کر دیکھا مگر ڈرتی تھی عیشہ کی بلا۔

"اگر کہوں ہاں تو میری جان چھوڑ دو گی کیا؟" ھائے حسنین صاحب آپکی اس ادا پر آپکو عیشہ مزید چمٹ تو سکتی تھی پر جان چھوڑنا اسے کہاں آتا تھا۔

بھینی سی ہنسی دبائے وہ اپنے اور حسنین کے بیچ کا فاصلہ ہٹاتی قریب ہوئی، نگاہیں چار ہوئیں اور حسنین اسکے سرخ حیا سے دمکتے چہرے کو تفصیلی دیکھ کر مبہم سا مسکرایا۔

"آپ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خود میرے پاس آجایا کریں پھر تاکہ میں آپکی جان ہلکان نہ کروں، سمجھے آپ۔۔۔۔۔۔ چلیں نکلیں اب مجھے چینج کرنا ہے، بندھا پرایویسی تو دیکھ لیتا اگلے گی۔ چلیں چلیں" عیشہ کا پہلی بات لاڈ و ادا سے کہنا جہاں حسنین کو بھی پیارا لگا مگر کمال ادا سے نخوت پن میں لپٹی مغرور میڈم نے ایسے آنکھیں ماتھے پر رکھ کر حسنین کو باہر نکالا کہ خود حسنین ننھے منھے دھکے پر باہر نکلا اور منہ پر بتیسی روک کر دروازہ بند کرتی عیشہ کو دیکھ کر اس سے پہلے اس چڑیل کو دبوچتا، دروازہ ٹھاہ سے بند ہونے اور عیشہ کی ہنسی کی آواز پر تمام تر حیرت کے ہنس دیا۔

عیشہ صاحبہ بھی زرا سی اہمیت پر کیا خوب غرور میں آئیں اور جب تک وہ چینج کیے باہر آئی، حسنین صاحب نیند میں غرق ہو چکے تھے۔

وہ واقعی بیس منٹ میں سو چکا تھا اور عیشہ بھی ہنسی دباتی دبے قدموں سے چلتی ہوئی حسنین کے پاس ہی لیٹ کر اس سے جا لپٹی، وہ جناب بھی زرا کسمسا کر پھر سے سو گئے اور عیشہ کے گرد اسکی پکڑ خود ہی آن ٹکی۔

کتنی ہی دیر وہ شرارت اور شرمگیں سا ہنستی حسنین کو دیکھتی رہی اور پھر اسکی گال پر پیار دیے خود بھی مزے سے آنکھیں موند گئی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کب سے وہ بیڈ پر نیم دراز بلال کے پاس بیٹھی اسکی میٹھی نظروں میں سمائی ہوئی مسرت کی تیز لہریں چہرے پر سجائے ہوئے تھی۔

زندگی کے یک دم آسودہ ہو جانے پر ان دونوں کا دل پر سکون تھا، وہ حبا جیسی آسانی پا کر اپنے ہر دکھ سے باہر نکل آیا تھا۔

"امی جان اور بابا کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا، یہ سب آپکی وجہ سے ہے۔ تھینک یو سو مچ میری زندگی میں واپس آنے کے لیے" اپنی مخملی ہتھیلی بلال کی گال سے جوڑے وہ آنکھوں میں بے شمار چاہت بھرے اسے پوری سچائی سے اسکی اہمیت بتا رہی تھی۔

"نہیں، میں حقیقت میں تمہاری زندگی سے گیا ہی نہیں تھا۔ سوچو گیا ہوتا تو گھر نہ بسا لیتا، لیکن تمہارے بعد اس رشتے کو بنانے کی طلب مر گئی جو اتنے سالوں بعد تمہیں دیکھ کر ہی جاگی۔ یہ بیچ کے پانچ سال ہم اپنی زندگی سے نکال دیتے ہیں، تم یہی سمجھو کے میں تم سے ایک پل بھی نہیں بچھڑا" بلال کا انداز مخلص اور سچا تھا، وہ تحیر سے کھلی حبا کی آنکھیں دیکھتا اسکے ماتھے پر لہراتی لٹوں کو سہلائے اسکی پیشانی کی سمت جھکا اور مہر حفاظت درج کی۔

حبا نے آسودگی سے آنکھیں موند کر بلال کے حصار میں خود کو مبتلا کیا۔

"آپ کو دیکھ کر میرا دعاوں کی قبولیت پر ایمان مزید پختہ ہو گیا ہے، آپکو مانگی ہر دعا آج اپنے ہر رنگ کے ساتھ قبول ہو گئی ہے۔ آپ بھی ان سالوں میں تکلیف میں

رہے، مجھے احساس ہے۔ لیکن مجھے اپنی خوش قسمتی پر یقین کل رات ہوا، صرف آپکی وجہ سے" حبا کی آواز مدھم سے خمار میں مبتلا تھی، وہ مسکراہٹ دبائے حبا کی گال پر محبت رکھتا حبا کو بھی جی جان سے تبسم کی سوغات عطا کر گیا۔

"بس تم اب اس خوش قسمتی پر بھی ایمان لے آو، اس دنیا میں ہر جذبہ فانی ہے سوائے محبت کے۔ تم تو ویسے بھی میری تشنگی، میر الامتناہی قرار ہو۔ جیسے اب تک جتنا جیا تھا سب بیکار رہے، اصل زندگی تو شروع ہی کل ہوئی" محبت خوشبو کی طرح ان دو کو کامل سی مہکار میں سمو چکی تھی۔

بلال ایک سچا اور کھرا شخص تھا، جسکے جذبات کی وہ اکلوتی حقداریوں لگا ہوا وں میں ہے۔

"آپ خوش ہیں ناں؟" حبا مبہم سا مسکرائے بلال کے ہونٹوں کا لمس گال کے کنارے پر محسوس کیے جھینپی سی بولی۔

"باولا کہو باولا، ھاھا خوش ہوں میری زندگی کی بہار بہت خوش ہوں" بلال کی ہنسی پر وہ بھی بلال کی آنکھوں میں دیکھتی ویسا ہی پر تپاک مسکرا اٹھی۔

"تمہاری ایسی یہ گداز رنگت پہ لاکھوں ندیوں کا صاف پانی لٹایا جائے تو وہ بھی کم ہے، تمہارے بالوں کی اِس سیاہی میں راتیں گھل جائیں تو فرق کب ہے؟۔۔۔۔۔۔۔

تمہارے ہونٹوں پہ لال و یاقوت بادلوں کے وسیلے سے گر گِرائے جائیں تو پھر بھی کم ہیں، تمہارا ماتھا چمکتے سورج کو دیکھ لے تو کرنیں رستہ ہی چھوڑ جائیں۔ تمہاری آنکھوں سے مِلکی وے کی جھلک ہے ظاہر کہ جس میں سارا نظامِ شمسی سما چُکا ہے" چاہت کی پھوار قابل ستائش تھی اور وہ اس پر نثار ہوتا ایک بار پھر اسے اپنی باہوں مئں سموئے جی جان سی قربان ہو گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

اس رات ماہی ایک پل بھی سوئی نہ تھی، دائم اسے سننے کی طلب رکھتا تھا جسے ماہی نے دل و جان سے پورا کیا تھا۔

صبح سات بجے ہی اسے بابا کا میسج آیا تھا کہ دن دو بجے تک دائم کی سرجری شروع ہو جائے گی۔

آج کا پل پل کاٹنا ماہی کے لیے سخت دشوار تھا، دوسری سمت عیشہ بنا کسی حقیقت سے واقفیت کے آج کا دن حسنین کے ساتھ جینا چاہتی تھی۔

حبا اور بلال بھی دن تک وہیں زہرہ اور ارسلان کی طرف رکنے والے تھے اور پھر تھوڑا گھومنے کے بعد رات ڈنر کے بعد ہی اپنی اپنی منزلوں پر واپسی تھی۔

حبا نے صبح ماہی کو کال کر کے تمام صورت حال دریافت کی جس پر ماہی کو درکار حوصلہ بھی دیا۔

وہ اپنی خوشی میں ماہی کی مشکلات کو بلکل فراموش نہیں کر رہی تھی۔

سرجری جاری تھی، سڈنی کی بیسٹ سرجنز کی ٹیم اپنا ایک مشکل اور خطرناک کیس ہنڈل کر رہی تھی۔

خود مقصود صاحب سرجری ٹیم میں شامل تھے۔

دوپہر سے شام اور شام سے رات ڈھل گئی مگر ماہی کو مقصود صاحب کی طرف سے کوئی خبر نہ آئی۔

عشاء کی نماز ادا کیے وہ یونہی دم گھٹتا محسوس کرتی باہر کھلی ہوا میں صحن میں نکل آئی۔

ہلکے براون فراک اور چوری دار پاجامے پر بھورا جالی دار آنچل شانوں پر پھیلائے وہ ڈوبتے سورج کی سمت آنکھیں لگائے ہوئے بے تاب تھی۔

فون پر مقصود بابا کی آتی کال پر ماہی نے بے قراری سے فون اٹھایا۔

"ماہی۔ دائم کو اسکا چہرہ دے دیا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ تمام مین ڈاکٹرز نے بتایا ہے کہ اس بیہوشی سے بیداری پر اسکی یاداشت واپس آنے کے نوے پرسنٹ چانسیز ہیں۔ دعا کرو بچے اسے ہوش اب دائم بن کر ہی آئے، تم جانتی ہو نیم بیہوشی میں بھی وہ کسے پکار رہا تھا۔۔۔۔۔۔ماہی کو۔۔۔۔۔ہمت نہیں ہارنی میرے بچے، کوئی تمہارے ساتھ اب ہو نہ ہو تمہارے یہ مقصود بابا تمہارے ساتھ ہیں" ماہی کا دل دھڑک اٹھا، آنکھوں میں شکر گزاری آنسوؤں کی صورت بہہ نکلی۔

وہ بمشکل کرسی کا سہارا لیے اپنے بے چین و مضطرب دل پے ہاتھ دھرے بیٹھی، دل درد میں ڈوب اٹھا۔

دوسری سمت مقصود صاحب کی نظریں آئی سی یو روم میں ڈھکے چہرے کے سنگ لیٹے بچے کی سمت تھیں، اسے بہتر گھنٹے (تین دن) نیم بیہوش انڈر آبزرویشن رکھا جانا تھا۔

اسکے دماغ کو بھی کچھ جدید ٹریٹمنٹس سیشن اس بیہوشی میں کروائے جانے تھے۔

اور بہتر گھنٹے بعد ہی اسکے چہرے کی پٹی اترنی تھی۔

"بابا آپ۔۔۔ آپ انھیں مجھ سے بدگمان مت ہونے دیجئے گا، وعدہ کریں" ماہی کے اندر اب کسی کرب کو سہنے کی سکت نہ تھی تبھی وہ درد سے التجاء کرتی سسک اٹھی۔

"وعدہ میرے بچے، عیشہ کا دھیان رکھنا ماہی وہ بہت حساس ہے۔ یہ سچائی میں پہلے پہنچ کر اسے خود بتاوں گا، ہم کچھ دن یہیں رکیں گے اور شاید حسنین کو بھی مجھے یہ سچائی

بتانی ہو گئی تا کہ وہ تم سے بد گمانی ختم کر کے اپنے ساتھ میری عیشہ کو سنبھال سکے، سچ پوچھو تو یہ دردناک سچ میں ابھی بھی عیشہ کو بتانے کا حوصلہ نہیں رکھتا" مقصود صاحب کو اس وقت جو دکھ اور تکلیف تھی وہ عیشہ کے ٹوٹنے کی تھی تبھی انکی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

"عیشہ کو ٹوٹنے نہیں دیں گے ہم بابا، بھروسہ رکھیں" ماہی کی آواز بھلے آنسوؤں کی آمیزیش سے تر تھی مگر وہ بابا کو یقین دلاتے بولی تھی۔

وہ بھی سر ہلائے اجازت لیتے فون بند کر گئے البتہ ماہی کی آنکھیں شکوک و شبہات کے خوف نے متورم کر کے رکھ دی تھیں۔

وہ رات ماہی کے لیے تکلیف دہ تھی بلکے یہ انتظار کی سوہان روح تین راتیں کٹھن تھیں۔

اگلی صبح ناشتے پر ماہی نے حسنین کی اچٹتی نگاہوں کو نا جانے کس طرح سہا تھا مگر وہ چپ چاپ فی الحال ماہی کی بے بسی سے لطف لینے میں مگن تھا۔ اور ماہی اب اس سے کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی کیونکہ اسے بابا پر بھروسہ تھا۔

خود ماہی نے عیشہ کے سامنے حسنین کو کہیں گھومنے پھرنے کا کہا جس پر عیشہ بھی فوری رضامند ہوئی تبھی ان دو کو اس دن گھومنے جانا ہی پڑا۔

اگلے دن بھی ماہی نے چاروں کا رات کا ڈنر بھی ریسٹورنٹ میں ٹیبل ریزرو کروا کے ارینج کروایا تھا۔

خود وہ یہ دو تین دن کچھ سکون چاہتی تھی تبھی گھر ہی رکی اور خود کو زیادہ تر کمرے میں بند ہی رکھا۔

حبا کا دھیان ان دنوں ماہی کی سمت ہی تھا اور وہ اسکے ساتھ رابطے میں رہی تھی، چاروں نے ان تین دنوں کافی ساری جگہوں کی سیر کی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

آخر بہتر گھنٹے گزر گئے، کسی پر کرب کی صورت تو کسی کو خبر تک نہ ہوئی، مقصود صاحب نے فیصلہ لے لیا تھا کہ وہ آج یہ سچائی حسنین کو بتائیں تا کہ وہ عیشہ کو بتا سکے، انکے اندر آج بھی عیشہ کو سچ بتانے کی ہمت نہ جمع ہو سکی تھی۔

"آپ عیشو کو پریشان کر رہے ہیں بابا جانو، کیا آپ وہاں بھیا کی ہیلتھ کے لیے گئے ہیں۔ سچی سچی بتائیں۔ بھیا میری جب سے گئے ہیں کال تو دور میسج کا جواب بھی نہیں دے رہے" عیشہ جو کھانے کے بعد حسنین اور اپنے لیے کافی بنائے آئی تھی، بابا کی کال پر وہیں کرسی گھسیٹے بیٹھی۔ وہ لوگ آج ہی گھوم پھر کر گھر لوٹے تھے۔

وہ اسے غائبانہ حوصلہ دیتے آئی سی یو روم کے باہر ہی ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔

"عیشہ میرے بچے میں تمہیں بہت بڑی ہلچل سے آگاہ کر رہا ہوں، کچھ ایسا جو شاید تم کبھی سوچ بھی نہیں سکتی۔ بس مجھ سے وعدہ کرو کہ اپنے بابا جان کو اپنی تکلیف کبھی نہیں ہونے دو گی، میں نے تم سے ایک بہت بڑا سچ چھپایا ہے جسے سننے کے لیے تمہیں

مضبوط ہونا ہو گا" مقصود صاحب چاہتے تھے وہ عیشہ کو خود ہی ذہنی طور پر اس جھٹکے کے لیے تیار کریں مگر وہ تو یہ سن کر ہی پتھرا سی گئی تھی۔

"بابا جانو" سسکی سی سر گوشی پر مقصود صاحب بے ربط سانس لیے آنکھیں رگڑ گئے مگر وہ ہلکان سی پری خوفزدہ تھی، اک وحشت ناک سنسنی پورے وجود میں سرائیت کر گئی۔

"تم وعدہ کرو مجھ سے عیشہ، میں اس عمر میں کوئی دکھ نہیں سہہ پاوں گا۔ میں جلد آتا ہوں پھر بات کرتے ہیں" مقصود صاحب ناچاہتے ہوئے بھی بات کہہ نہ پائے اور وہ بابا کے ایسے انداز پر ڈری سی حلق سے بمشکل تھوک نگل پائی۔

"اور بھیاج۔۔۔ جانو کیوں نہیں آئیں گے، بابا میرا دل بہت زور سے دھڑک رہا ہے پلیز جلدی آجائیں میرے پاس آپ دونوں" وہ بلکل کسی بچے کی مانند رو دی اور مقصود صاحب تلخی سے ماتھا مسل کر سرخی آنکھوں میں لیے بمشکل سانس لیے خود کو نارمل کر سکے۔

"حسنین کے پاس جاؤ اسے فون دو" وہ جو سخت ہراساں تھی، بابا کی اس بات پر پھٹی آنکھوں سے فون کان سے ہٹا کر دیکھتی تیزی سے باہر نکل کر کمرے کی سمت گئی اور حسنین جو موبائیل سے لگا تھا، عیشہ کو نڈھال سا کمرے میں آتے اور فون پکڑاتے دیکھ کر خود بھی فکرمندی سے اٹھ کر عیشہ کو دیکھتا فون کان سے لگا گیا۔

"حسنئن میں مقصود بات کر رہا ہوں، میں تمہیں باقی تفصیل صبح دوں گا مگر اتنا جان لو کہ تمہارا بھائی دائم نا صرف زندہ ہے بلکے میرا عالم ہی دائم تھا، اس نے اس حادثے میں اپنا چہرہ اور یاداشت کھو دی تھی۔ عیشہ نہیں جانتی یہ سچ دیکھو میری عیشہ تمہارے پاس امانت ہے اسے ابھی ایک دم کچھ مت بتا تا میں جانتا ہوں یہ تمہارے لیے بھی صدمے سے کم نہیں پر میری ماہی سے بات ہوئی تھی اس نے مجھے تمہاری بدگمانی کا بتایا، میں فجر کے بعد تمہیں ساری تفصیل دوں گا۔ میں دائم کے ساتھ کچھ دن تک آتا ہوں تب تک میری عیشہ کو مینٹلی تیار کرو بچے اور ہو سکے تو مناسب

سمجھو جب تو اسے بتا دینا" یوں لگا حسنین کے سر پر چھت گر پڑی تھی اور دیواریں اسکا دم گھوٹنے قریب آگئی تھیں۔

یہ سچائی اسکا دل روک گئی، اعصاب شکن سا یہ سچ حسنین کی حسیں مفلوج کر کے رکھ گیا، دل میں بہت شدید تکلیف پھوٹی اور ضبط کی کوشش میں آنکھیں سرخ ہو گئیں،

عیشہ ہراساں سی حسنین کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھ کر اسکے سینے پر ہاتھ رکھے پہلے سے زیادہ خوف سے بیقرار اور نڈھال ہوئی۔

سفید پڑتے حسنین کو دیکھ کر عیشہ تو خوفزدہ سی ہو گئی مگر حسنین کو اس وقت کچھ دیکھائی اور سنائی دینا بند ہو چکا تھا۔

چھناکے کی آواز ہی بس آسکی تھی اور ہر طرف سائیں سائیں ہوتی چھنکار پھوٹ پڑی۔

"حسنین میرے بچے سن رہے ہوناں" مقصود صاحب نے مقابل قبر کی سی خاموشی محسوس کیے تڑپ کر پوچھا اور حسنین کی آنکھوں میں دکھ کی لہر اس قدر قوت سے بیدار ہوئی کہ وہ ضبط بھی نہ کر پایا۔

عیشہ کو بنا کچھ کہے پکڑ کر گلے لگاتا وہ خود کو نارمل کیے متوجہ ہوا۔

"ج۔۔جی میں سمجھ گیا، مجھے انتظار رہے گا۔ اللہ حافظ" حسنین نے بمشکل منہ سے الفاظ نکال کر کال بند کیے فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر دونوں بازووں سے عیشہ کو جکڑے اپنی آنکھوں کا کرب مجبوراً ضبط کیا کیونکہ عیشہ اسکے سینے سے تمام مضبوطی کے الگ ہوئی سخت بری روتی ہوئی اسکی اس تکلیف کو جاننا چاہتی تھی۔

"ک۔۔۔کیا کہا بابا نے، حسنین بولیں ناں میرے بھیا جانو۔۔۔۔وہ ٹھیک ہیں ناں" عیشہ کا اس سچویشن میں سسک کر پوچھا سوال حسنین کی مزید ہمت توڑ گیا تھا مگر وہ عیشہ کی تکلیف بھی سمجھ سکتا تھا۔

یہ غم عیشہ نہیں سہہ سکتی تھی اتنا حسنین کو اندازہ تھا، اور اس وقت حسنین کو ہی ضبط کرنا پڑا۔

"عیشہ پہلے یہ رونا بند کرو، بیٹھو یہاں۔ تمہارے بابا بس کہہ رہے تھے کہ میں تمہارا دھیان رکھوں" حسنین صاف صاف جھوٹا لگ رہا تھا تبھی وہ روتی ہوئی اس کی گرفت جھٹک گئی۔

"ج۔ جھوٹ ہے۔۔۔۔وہ مجھے ڈرا رہے تھے، کہہ رہے تھے مجھے مضبوط ہونا ہے۔ کو۔۔۔کوئی سچ چھپایا ہے۔۔۔۔آپکو بابا نے کیا کہا ہے مجھے بتائیں" عیشہ کی آواز کرب سے اٹی اور چہرہ غم سے چور تھا، حسنین نے اسے بازو سے پکڑ کر بیٹھایا اور خود بھی کسی شکستہ ہارے انسان کی طرح بیٹھتے ہی اسے اپنے وجود میں چھپا گیا۔

وہ مسلسل ڈری اور سہمی اسکی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔

"عیشہ تم سن نہیں رہی میری بات، چپ کرو۔۔۔۔بات چھپائی ہے جو وہ خود بتائیں گے، رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے بھیا جانو بلکل ٹھیک ہیں، انسان کو اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے، دکھ سہنے آنے چاہیں" حسنین تو خود کرب میں تھا، بھائی کے زندہ ہونے کی خبر جس صورت ملی تھی وہ آج پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتا تھا مگر

آج اسے اپنی تکلیف کم کرنے کے بجائے عیشہ کو سنبھالنا تھا جو اسکے مقابلے میں بہت نازک اور کمزور وجود تھی۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے، م۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔ مجھے بابا جان اور بھیا جانو ہر صورت چاہیں، بھیا جانو سے بات کرنی ہے کرا دیں ناں حسنین۔۔۔" عئشہ کا رو کر ہلکان ہوتے حسنین کی شرٹ جکڑ کر اسکے چہرے کی سمت تشنہ متورم سی گلابی گوشوں والی آنکھیں گاڑ کر کیے مطالبے پر حسنین درد دیتے تاثر کے سنگ عیشہ کی پیشانی چومے اسے پر سکون کرتا بازو گرد پھیلائے ساتھ لگا گیا مگر وہ محسوس کر سکتا تھا وہ بہت بیقرار تھی۔

" صبح پکا، تم سے کوئی نہیں چھینا جا رہا۔ بابا، بھیا، اور یہ بندہ بھی تمہارا ہے۔ ٹرسٹ می" یک لخت ہی وہ ایسا لگا حسنین کے تحفظ دیتے حصار میں پر سکون سی ہوئی ہو۔

دل نے کہا حسنین سچ کہہ رہا ہے، وہ اسکی سرخ بھیگی پلکوں والی آنکھیں زخمی مسکراہٹ کے سنگ باری باری چومتا اسے دیکھنے لگا جو ملکے سے جھٹکے پر ہی بہت بجھ سی گئی تھی۔

"مجھ سے کوئی بھی دور ہوا میں نہیں رہ سکتی حسنین، میں بہادر نہیں ہوں۔ میرا دل کچھ برا سوچ کر ہی بند ہو جاتا ہے۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں ناں، مجھ سے کوئی دور نہیں ہو گا ناں" عیشہ اسکے سینے پر سر رکھے بہت رنجیدگی سے بولی، اسکی گرم سانس حسنین کو اپنے سینے پر محسوس ہوئی۔

چند آنسو حسنین کی آنکھوں سے بھی گر پڑے جسے اس نے فوری بے دردی سے آنکھیں رگڑ کر عیشہ سے آنکھ بچائے صاف کیا۔

"چلو آو میرے پاس، میں ہوں ناں۔ ڈرنا نہیں ہے۔ کوئی دور نہیں ہو گا تم سے"

حسنین نے بہت نرمی سے اسے اٹھ کر بیڈ پر لٹایا اور خود بھی اسکے پاس بیٹھتے ہی لیٹا اور

عیشہ کو اپنے وجود میں چھپائے اسکی پیشانی پر لب رکھے نظر جھکا کر دیکھنے لگا جہاں وہ بہت بے حال ہو چکی تھی۔

"م۔۔مجھے پھر بھی ڈر لگ رہا ہے" عیشہ کا وجود اس بار کانپ سا گیا جس پر حسنین پہلے سے زیادہ پریشانی سے اسکے گرد بازو پھیلائے اسے سینے سے لگا گیا۔

"میں ہوں پاس تو ڈر کس چیز کا" حسنین نے چہرہ زرا سا پیچھے سرکا کر بہت پیار سے سوال کیا جس پر عیشہ نے اپنی نازک ہتھیلی سے آنکھیں رگڑ کر وہی ہاتھ حسنین کی گال پر رکھا۔

وہ اسے بجھی ہوئی نہیں بلکے زندگی سے بھری زیادہ بھاتی تھی۔

"میں جب بھی ڈروں گی آپ مجھے ایسے ہی اپنے پاس چھپا لیں گے، آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں ناں" رونے کے باعث عیشہ کی آنکھیں گلابی سا رنگ اوڑھ گئیں، وہ سوال کرتی مزید ستم کر گئی۔

یہ تین چار گزرے دن اور رات اس نے عیشہ کے ساتھ بہت سی جگہیں گھومی تھیں، جب عیشہ اس سے پیار کا تقاضا کرتی رہی وہ اسے بنا اعتراض کے اسکی من پسند قربت دیتا رہا مگر نا جانے کیوں حسنین کو لگا وہ اس لڑکی کے اس سوال پر اپنا رہا سہا صبر لبریز ہوتا محسوس کر رہا ہے۔

حسنین اسے کچھ دیر خالی نگاہوں سے عیشہ کا سرخی اوڑھ لیتا بھیگا گداز حسن دیکھتا رہا پھر اسکی اپنی گال سے لگی ہتھیلی ہاتھ میں لیتا اس پر ہونٹ رکھے نا جانے کیوں آنکھیں موند گیا۔

محبت کی اس تسلی پر الگ ہی گدگدی عیشہ کے وجود میں دوڑی، وہ تمام تر ادا اسی کے حسنین کو دیکھتی بھیگا سا مسکرائی۔

"عیشہ ایسی باتیں پوچھتے نہیں ہیں، میں تم سے کونسا جذبہ جوڑ چکا ہوں اور کونسا تعلق بناوں گا یہ تمہیں بہت جلد پتا چل جائے گا۔ پچھلے دو تین بہت تھکا دینے والے تھے،

چلو سو جاو ہم صبح بات کرتے ہیں" حسنین اس وقت تنہائی چاہتا تھا، سب سے بڑھ کر سب سے پہلے ماہی سے معافی مانگنا چاہتا تھا جسکا اسے اس وقت حد درجہ دکھ تھا۔

عیشہ کی کھوئی مسکان یوں لگا لوٹ آئی تھی، وہ اسے خمار آلود آنکھوں سے دیکھتی پاگل کر رہی تھی۔

"عیشہ سو جاو، آنکھیں بند کرو" وہ اسے کسی قابل نہیں چھوڑ رہی تھی، جبڑے بھینچتا وہ کچھ بے وقت سرزد ہونے کے ڈر سے آنکھیں پھیرتا ہوا ڈانٹ گیا۔

عیشہ مسکرا کر آنکھیں بند کر گئی، اسکا سر حسنین کی بازو پر تھا، ایک ہاتھ دبا ہوا جبکہ دوسرا حسنین کے سینے پر تھا۔

حسنین نے سرد سانس خارج کیے رخ موڑ کر عیشہ کی سمت دیکھا جو آنکھیں بند کیے نیند میں جا چکی تھی۔

"یا اللہ یہ کیسی مصلحت ہے آپکی، دائم بھیا یوں ملیں گے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اور یہ لڑکی جو میرے لیے اتنے سے وقت میں جان سے عزیز کر دی آپ نے اسے کیسے

سنبھالوں گا، یہ تو بکھر جائے گی" وہ سخت تکلیف میں عیشہ کی تکلیف میں اللہ سے کمی مانگ رہا تھا، ایک مدت پروردگار کو بھول بیٹھا حسنین اس رب کو پکار رہا تھا۔

"دائم بھائی پر مجھ سے زیادہ تمہارا حق ہے عیشہ، میں تمہیں رونے اور تڑپنے نہیں دوں گا یہ وعدہ ہے میرا" رخ کے سنگ کروٹ بھی عیشہ کی سمت کیے وہ تاسف کے سنگ بھیگی آنکھیں لیے عیشہ کو دیکھتا اس پر جھکا اور نرمی سے چند محبت وچاہ سے لبریز لمس عطا کیے احتیاط کے سنگ اسکے سر سے بازو نکال کر تکیہ رکھتا اٹھنے لگا مگر وہ نیند میں بھی خوفزدہ سی حسنین کو پھر سے حصار چکی تھی۔

وہ اسے ممکن تھا آج جانے نہ دیتی تبھی حسنین نے بھی جانے کا ارادہ ملتوی کیے اسکی پیشانی چومے حصار بڑھا لیا۔

وہ سرخ آنکھوں میں صاف جل رہا تھا، آج اس پر بھی اسکی ہر تکلیف از سر نو اتر آئی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

فجر کے وقت لان میں کھڑا حسنین حقیقت کھلنے پر رہا سہا بھی ٹوٹ گرا، اس حادثے سے لے کر آج تک کی نہ صرف دائم کی ساری حقیقت بلکے ماہی پر بیتی جانے والی ہر قیامت مقصود صاحب نے حرف بہ حرف حسنین کو بتائی۔

وہ لب بھینچتا اپنی کدورت اور نفرت پر سراپا ماتم میں تھا، آج اسے پتا چلا تھا کہ صرف دائم اور ماہی ہی نہیں بلکے اس دنیا میں ہر فرد ہی اپنے حصے کی قیامت جھیلتا ہے۔

کسی کو بھی بنا دکھ کے سکھ نہیں ملتے، ہر بدگمانی کی گثافت آج حسنین کے سچے اور دلخراش آنسوؤں سے دھل گئی تھی۔

"میں اب تک بہت ظلم کر چکا ہوں خود پر بھی اور شاید ماہی پر بھی، میری اس بے رحمی پر دائم بھائی مجھے معاف نہیں کریں گے۔ میں اب ماہی کو کسی تکلیف سے دوچار نہیں ہونے دوں گا، اب اگر قسمت نے ماہی کی پارسائی کی گواہی مانگی تو حسنین منصور دے گا" رابطہ منقطع کیے وہ بھیگی آنکھیں لیے تاسف سے ٹوٹ کر بکھرا ہوا تھا، اسے لگا جیسے آج وہ حقیقت میں اپنے بار بار زندہ بچ جانے کی وجہ جانا تھا۔

"آہ دائم بھیا آہ، مطلب محبت کھا گئی آپ کا اور ماہی کا قرار، یہ کیسئ محبت تھی۔ آپ کی یاداشت آئے گی اور آپ ماہی سے سوال کریں گے، لیکن اب آپکے سوال کا جواب وہ معصوم نہیں بلکے یہ درندہ بے حس شخص دے گا" حسنین نے گریہ وزاری سا انداز اپنائے اپنے چہرے کی ہر دردناکی ہتھیلوں سے رگڑی اور سبک روئی سے اندر بڑھ گیا۔

وہ ماہی کا سامنا کیسے اور کس منہ سے کرے یہ کٹھن تھا، رگوں میں شرارے سے پھوٹے تھے۔

وہ اپنے من وزنی قدم اٹھاتا ماہی کے کمرے کے دروازے تک پہنچ کر رکا، وہ اتنا توان دنوں میں جان گیا تھا کہ ماہی اس وقت اٹھ کر عبادت کیا کرتی ہے۔

ہاتھوں کی لرزش اور آنکھوں کی پشیمانی دلسوز تھی۔

دروازہ ہلکا سا دبانے پر وہ کھلا تو کچھ فاصلے پر نماز ادا کرتی ماہی کو دیکھ کر حسنین مزید دلبر داشتہ سا ہوا۔

نماز مکمل کرتے ہی وہ خشوع و خضوع کے ساتھ ناجانے کونسی دعاوں میں لگ گئی، وہی دعائیں جو وہ پچھلے تین دنوں سے کر رہی تھی، حسنین پتھر بن کر کھڑا ماہی کی سمت نگاہیں کیے اپنے کرب کے ساتھ اس صابر منعام دائم شہروز کے کرب کا موازنہ کر رہا تھا اور ہر طرح کے حساب و کتاب کے بعد بھی ماہی کا پلڑا بھاری رہا۔

اپنے عقب سے کسی آہٹ پر ماہی نے گردن موڑی تو حسنین کو دیکھ کر ایک پل میں سمجھ گئی کہ شاید اسے بابا نے اب حقیقت بتا دی ہے۔

ماہی نے آہستگی سے جائے نماز فولڈ کر کے رکھا اور ویسی ہی چادر میں لپٹی چل کر حسنین کے روبرو آئی۔

وہ آج سخت تکلیف میں تھا مگر ماہی کے چہرے پر طوفان سے پہلے والی خاموشی تھی۔

"م۔۔۔ معافی کے لائق نہیں ہوں، کیونکہ میں بہت برا بھائی نکلا۔ میں سمجھ ہی نہ پایا کہ بار بار میرے مرنے کی کوشش کیوں ناکام ہوتی تھی، شاید میں نے کچھ گناہ کمانے تھے۔ میں آپکے بابا کا قاتل ہوں ماہی، یہ کاٹ سب سے بھاری ہے۔ آپ جتنا ظرف

اور صبر مجھ جیسے ہزار ملا لیں تب بھی اس کے آگے رتی برابر نہیں۔مجھے معاف کر دیں ماہی، میں آپکا گھر برباد کرنے کی نیت سے آیا تھا، اور اپنی حقارت میں اسی انسان سے کدورت ڈال لی جو میرا بھائی ہے۔اللہ نیتوں سے واقف ہے، میں آج پہلی بار مکمل سچ کہہ رہا ہوں" حسنین کی آنکھیں آج کسی ہارے جواری سی تھیں، اسکا وجود، اسکا چہرہ سب کپکپاہٹ میں مبتلا تھا۔

وہ آج نہ بھی کہتا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے تب بھی ماہی اسکے یہ آنسو دیکھ کر جان چکی تھی کہ وہ سچا ہے۔

وہ جانتی تھی حسنین کے ایسا ہونے میں اسکا قصور نہیں، تبھی تو بابا کی موت پر اسکا گریبان پکڑنے نہیں آئی تھی۔

نہ اس پر تضحیک زدہ لفظ کیچڑ کی طرح انڈیلے تھے،ماہی کے چہرے پر تلخی سی تھی۔

"میں تمہیں صرف اسی صورت معاف کروں گی اگر تم وعدہ کرو کے عیشہ کو خود سے اول اور عزیز رکھو گے، اسے وہ محبت اور انس دو گے جسکی وہ ہمیشہ سے عادی اور حق

دار ہے۔باقی میں اور دائم ناجانے اب کس بھونچال کا شکار ہوں، انکی یاداشت آنا بھی ماہی کا امتحان ہو گا۔مجھے انکو جواب دہ ہونا ہو گا کیونکہ یہ انکا حق ہے۔اور ایک بات، اگر مجھے کچھ ہو گیا یا اگلا امتحان میری سکت سے زیادہ ظالم نکلا اور میں سہہ نہ پائی تو تم میرے بعد میری اس فیملی کا خیال رکھو گے۔اپنے گناہ دھونے کے لیے تمہیں بس یہ ایک نیکی کرنی ہے" ماہی بہت بجھی تھی، یاس وناامیدی اسے گھیرے ہوئے تھی۔

وہ حسنین کی گال سے ہتھیلی جوڑے بہت شفقت سے اسے تاکید کر رہی تھی اور حسنین کو ماہی کی باتوں سے خوف محسوس ہوا۔

"نہیں، میں آپکو کچھ نہیں ہونے دوں گا۔آپ کسی کو جواب نہیں دیں گی ماہی، مجھے اتنا کرنے دیں ورنہ یہ احساس جرم میری جان لے جائے گا۔میں دائم بھیا کو ہر سچ خود بتاوں گا، پھر جیسا آپ دونوں فیصلہ لیں۔پلیز ماہی میں آپکی منت کرتا ہوں مجھے کچھ کر لینے دیں" حسنین شدت دکھ میں ہاتھ جوڑ کر التجاء کر بیٹھا اور ماہی تھکن سے چور پلکیں گراتی مڑ کر صوفے پر جا بیٹھی۔

"انکی یاداشت آنے تک انتظار کرنا، عیشہ کے ساتھ رہو تم۔ جاو" ماہی نے بنا دیکھے مدھم سئ آواز میں بجھے انداز سے کہا تو وہ درد سے نڈھال آنکھیں رگڑتا باہر نکلا۔

ماہی نے اس کے جاتے ہی سر کو پشت سے ٹیک دیا۔

"دائم، آپ نے مجھ سے کوئی سوال کیا تو ماہی مر جائے گی۔ میری عالم سے شادی، بھلے وہ یہی سوال کیوں نہ ہو۔ میرا خود کو عالم کے سپرد کرنا، بھلے وہ یہی سوال کیوں نہ ہو۔ میرا آپ سے بے وفائی کرنا، بھلے وہ یہی سوال کیوں نہ ہو" ماہی کانپتی آواز کے سنگ کہتی چپ چاپ سرخ دہکتی آنکھیں موند سی گئی، ان کہے خدشوں نے ماہی سے سانس لینا دشوار کر دیا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

سڈنی کی بھی ایک اور رات گزر گئی اور دوسری سمت سویرا اپنی قنوطیت لیے ہر سو پھیل گیا تھا۔ ماہی ابر آلود سی سحر کے وقت بھی شام پھیلتی ہوئی اپنے اندر محسوس کر رہی تھی مگر دوسری سمت تو ابھی سحر نے دامن نہیں تھاما تھا۔ رات جاری تھی۔

ہلکی پھلکی پھوار میں بھیگے پھول اور پودے اور ان پر اترتا یہ دن یاسیت سے بھرا تھا۔

تمام ڈاکٹرز آئی سی یو روم میں موجود تھے، کوئی دائم کی پلس چیک کر رہا تھا اور کوئی اسکے دماغ میں رقصاں تبدیلیوں پر فکر مند تھا۔

اسکے چہرے کی پٹی ہٹ چکی تھی، گردن پر ایک باریک پٹی بندھی تھی، وہ اپنے چہرے کو پا چکا تھا مگر ابھی نیم جان تھا۔

اسکے پاس اسکا ہاتھ تھام کر بیٹھے مقصود پل پل دعا گو تھے کہ انکا یہ بچہ جاگے تو اپنی یاداشت کے سنگ جاگے، تاکہ انھیں اسکے کسی سوال کا جواب نہ دینا پڑے۔

ورنہ انھیں مجبوراً دائم شہروز کی کہانی اسے سنانی تھی، جسکے سوا اب کوئی راہ فرار نہ بچی تھی۔

نمی نا چاہتے ہوئے انکی آنکھوں میں اتر رہی تھی، آج کا دن بھی ماہی پر قیامت خیزی لانے کو تھا۔

زبیر نے غم سے چور ہوتے یار کا کندھا تھپتھپایا مگر آج درد حوصلے سے تھمنے والا نہ تھا۔

کئی زندگیاں حرکت میں آنے کو تھیں۔

"یااللہ، اسے اسکی کھوئی یاداشت دے مولا۔ جو قیامت آنی ہے بس آجائے، مزید صبر ممکن نہیں۔ یہ اپنا چہرہ دیکھ کر مجھ سے سوال کرے گا، میرے پاس کہاں ہیں جواب۔ اسے کیسے بتاوں گا کہ یہ چہرہ کہاں سے ملا، اسے اسکی یاداشت دے دیں مولا کیونکہ مجھ میں اس کے کسی سوال کا جواب دینے کی سکت نہیں" ہر طرف ہلچل تھی، دوسری سمت ماہی سفید چہرہ لیے پتھر بنی صحن کی ہر اجلی کرن سے بے نیاز اندھیرا ہو رہی تھی۔

"تمہارے خدشے جانتا ہوں مقصود، ہمت رکھو۔ ہم سب کو پوری امید ہے کہ وہ اپنا چہرہ دیکھ کر سب جان لے گا، اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کرو۔ یاداشت نہ بھی آئی تو وہ اپنی کہانی جان کر اپنے آپ کو پہچاننے کی اب مکمل صلاحیت رکھتا ہے" زبیر جو

باقی ڈاکٹرز کے ساتھ دائم کی ریکوری پر بات کر رہے تھے، انھیں باقی کا کام سونپے مقصود کی سمت بڑھ کر ایک نظر بے جان پڑے دائم کو دیکھ کر بولے۔

"ہاں ان شاء اللہ" مقصود صاحب نے دائم کا ہاتھ چومتے ہوئے درد میں ڈوب کر کہا اور اسے بس چپ چاپ دیکھنے لگے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"میری بات کروانی تھی آپ نے بھیا جانو سے، دیکھیں ناں انکا فون ہی نہیں لگ رہا" وہ کمرے میں آیا تو موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں لے کر فون بری طرح جکڑے وہ حسنین تک پہنچی جو خود بہت بکھرا ہوا سا تھا۔

"سگنلز کا ایشو ہو گا، بھیا جانو پرسوں آجائیں گے تمہارے اس لیے تھوڑا ویٹ کر لو۔ اور اتنی سی بات پر رو کیوں رہی ہو" حسنین اس سے فون لے کر نرمی سے اسکی گال سہلا کر سمجھاتا اختتام تک ہلکا سا استفسار کیے خفا بھی ہوا۔

"بابا جانو بھی نہیں اٹھا رہے ناں، آپ بھی مجھے بہلا رہے ہیں۔ میں ماہی کو کہتی ہوں وہ میری بات کروائیں گی" عیشہ رات تو حسنین کی قربت سے بہل گئی تھی مگر اس وقت اسے بس بابا اور بھیا چاہیں تھے۔

حسنین نے فون صوفے پر اچھال کر پھینکتے ہی عیشہ کی کمر جکڑ کر اسے روکا اور اسکی گال پر آنکھوں کے سمندر سے بہتے قطروں کو انگلی کی پوروں سے جذب کیے سنجیدہ ہوا۔

"عیشہ، ماہی کا بھی نہیں لگے گا فون۔۔۔ موسم کی وجہ سے ایسا ہے۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے ناں، پرسوں وہ دونوں تمہارے پاس ہوں گے۔ اب مجھ سے پرامس کرو کے بلکل رونا نہیں ہے" حسنین اپنی ہر تکلیف ضبط کیے اس وقت کسی طرح عیشہ کو نارمل کر رہا تھا مگر وہ تو آج کل سے زیادہ بیقرار تھی۔

"اوکے، لیکن۔۔۔" عیشہ نے بھرائی سی آواز میں کہا مگر لیکن پر حسنین اسے مزید حوصلہ دینے پکڑ کر گلے سے لگا گیا اور وہ بھی سچ میں پرسکون سی ہو گئی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں، ریڈی ہو جاو۔ آج بھی ہم پانچوں اوٹنگ پر جائیں گے۔ میں نے بلال کو بھی کال کر دی ہے۔ آج ہم ماہی کو زبردستی لے جائیں گے" بہت نرمی سے وہ عیشہ کی کمر سہلائے اسکے کمر پر ڈھلکے بال ہٹاتا ذرا الگ ہوئے اسکی گردن کی سمت جھکے اپنے تشنہ ہونٹ شہہ رگ پر رکھے خمار آلود سے انداز میں الگ ہوا اور وہ ساری اداسی بھلائے بوکھلائی سی حیا میں نظریں جھکائے کھڑی آج کی صبح کا سب سے خوبصورت منظر تھی۔

عیشہ کی تراشیدہ صراحی دار گردن اور ندی کی طرح بل کھاتی پتلی کمر حسنین کو آنے والے نشاط انگیز لمحوں کی بات سنا رہی تھیں۔

وہ اسکے قریب آنے والی تھی۔

اسکے وجود سے اٹھتی حدت حسنین کو اپنی سانسوں میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اسکی معصوم نازک اور نرم ہونٹوں کی سلوٹیں اسے بے چین کر رہی تھیں اور جسم و جان سے اٹھتی خوشبو نشہ بن کر کسی کی سانسوں سے ہوتی ہوئی رگوں میں اتر

رہی تھی۔وہ حسنین کی نگاہوں کا یہ نیاز اویہ محسوس کیے چپ چاپ خوشگوار سی حیرت میں پیوست تھی

"آپ فزیکلی ایکسپریسو ہونا جلد سیکھ جائیں گے" حسنئن اسکی بات پر تمام بے خودی زائل کیے بے ساختہ مسکرا دیا،وہ خوش تھا کہ وہ اسے اپنے پاس لا کر ہر ادا سی سے نکالنے کی مہارت رکھتا ہے جو آگے کام آنے والی تھی۔

عیشہ کے گال سرخی اوڑھ چکے تھے،وہ حسنین کی نگاہوں کے زاویے سے کھل سی اٹھی جو محبت سے لبریز تھا۔

"ہاں ہونا تو ہو گا،کیونکہ تم بیوی ہو۔یہ وہ رشتہ ہے جو مرد کے حقیقی سکون اور راحت کا باعث ہے۔تم جانتی ہو میں ایسا کیوں تھا،بے رنگ اور بدلحاظ" نجانے کیوں مگر حسنین کو لگا اب اسے عیشہ کو اپنی کہانی سنانی چاہیے،وہ چاہتا تھا وہ اسے سن لے اور شاید حسنین کی کہانی سن کر اس کے اندر بھی بھیا کی موت کا غم سہنے کی ہمت پیدا ہو۔

"کیوں تھے؟" عیشہ کو وہ بہت درد میں لگا۔

"رات کو بتاوں گا، رات تمہیں یہ بھی بتاوں گا کہ تم میرے لیے کیا ہو عیشہ "

آسودگی سے عیشہ کی پیشانی چومتا وہ اسکا چہرہ تھامے بولا اور وہ فرمابرداری سے بوکھلا کر ہلکی سی حیا میں لپٹی سر ہلا گئی۔

حقیقت میں وہ حسنین کے ایسا کہنے پر کانپ اٹھی تھی، وہ ٹھیک سمجھی تھی۔ حسنین اسے دکھ سے ہمکلام ہونے سے پہلے اسکا سارا سکھ آج اسے دے دینا چاہتا تھا۔

بلال اور حبا کو اس نے گھر ہی بلا لیا تھا اور عیشہ کو ریڈی ہونے کے لیے بھیجنے کے بعد وہ خود وہیں چلتا ہوا کھڑکی تک آگیا اور ابر آلود سی صبح کو شاکی نگاہ سے دیکھنے لگا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"مسٹر دائم کو ہوش آگیا ہے" مقصود صاحب اپنے آفس میں زبیر کے ساتھ چائے پی رہے تھے جب نرس نے آکر انھیں اطلاع دی۔

دونوں ایک دوسرے کی سمیت ہراساں سا دیکھتے تیزی سے آئی سی یو روم کی سمت لپکے۔

کمرے میں انٹر ہونے کی دیر تھی کہ نرس جو دائم کی پلس ریٹ چیک کر رہی تھی، دونوں کو راستہ دیتی کچھ پیچھے ہٹی۔

وہ اکھڑے انداز میں سانس لے رہا تھا، یہ لمحہ مقصود صاحب کی جان پر بنا تھا۔

آہستگی سے وہ دائم کے پاس بیٹھتے ہی اسکا ہاتھ پکڑ کر پریشان نظروں سے اسے دیکھنے لگے جو سر میں اٹھتی شدید ٹھیسوں کی وجہ سے درد میں مبتلا آنکھیں کھولنے کی کٹھن کوشش میں تھا۔

وہ بابا کا ہاتھ جکڑ کر آنکھیں میچے ہوئے ابھی بھی تکلیف میں تھا۔

"ب۔۔۔بابا جان، کیا میں زندہ ہوں؟" دائم کا سوال مقصود صاحب کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی سرخی لے آیا، وہ اسکا ہاتھ چومے بھیگا سا مسکرائے اور دوسری سمت زبیر نے ساتھ ڈاکٹر سے اسکی حالیہ کنڈیشن دریافت کی۔

"ہاں تم زندہ ہو، میرے بچے" دائم نے اپنی متورم آنکھیں کھول کر بابا کو دیکھا، اسکا سر بہت بھاری تھا۔

"بابا کیا ہوا آپکو، آپ اتنا پریشان کیوں ہیں۔ میرا چہرہ ٹھیک ہے ناں؟ مجھے عالم کا ہی چہرہ دیا ہے کیا۔۔۔۔ بولیں ناں، مجھے اپنا چہرہ دیکھنا ہے پلیز" وہ سہارا لیے اٹھنے کی کوشش میں کراہ اٹھا تبھی نرس نے آگے بڑھ کر اسے بیٹھانے کے بعد تکیہ ٹیکا مگر دائم کے چہرہ دیکھنے پر مقصود صاحب نے آنکھ چرا کر زبیر کو دیکھا جو سر کو اثبات میں ہلاتے نرس کو آئینہ لانے کا اشارہ کر چکے تھے۔

"تمہیں تمہارا اصل چہرہ دے دیا ہے، وہ ماضی جو تم کو لگتا تھا تم سے ملا ہے وہ مجھ سے بھی ملا۔ اسی ماضی نے مجھے تمہارا نام اور چہرہ عطا کیا" دائم کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ بابا کیا کہہ رہے ہیں تبھی وہ غائب دماغی سے سخت کشمکش و پیچ میں مبتلا لگا۔

"کیا مطلب؟ کہاں سے ملا آپکو میرا اصل چہرہ اور نام۔۔۔ آغا جان پلیز بتا دیں۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ تاسف سے پہلے سے ہلکان مقصود صاحب کو مزید بوجھل کرتا، نرس کا اسکے سامنے آئینہ کرنے پر دائم ساکت ہو گیا۔

باباکے ہاتھ پر اسکی پکڑ دم توڑ گئی اور وہ نا محسوس طور سے اپنا یکسر انجان چہرہ دیکھ کر اسے چھونے لگا۔

"یہ۔۔۔یہ کون ہے؟ بابا یہ کون ہے۔کون ہوں مئں بتائیں مجھے" وہ یک لخت کرب سے پاگل ہو رہا تھا،یوں لگ رہا تھا اسکا سر پھٹ جائے گا۔مقصود صاحب اور زبیر نے ایک دوسرے کی سمت مایوسی سے دیکھا،یعنی اسکی یاداشت کے لیے اسے اب اسکی سچائی بتانی اہم تھی اور شاید آخری حل۔

کچھ دیر دائم کی بیقراری پر اک حسب منشہ سا وقفہ لیا گیا۔

"دائم شہروز، تم دائم شہروز ہو۔ملتان کالج آف کامرس کے ہونہار میتھ پروفیسر دائم شہروز،عالیہ شہروز اور شفیع الدین شہروز کے اکلوتے بیٹے۔شیخ ہارون منصور تمہاری ماں کا دوسرا شوہر یعنی تمہارا سوتیلا باپ اور اس میں سے تمہارا ایک بھائی حسنین منصور ہے۔تمہارا خفیہ نکاح ہوا تھا چھ سال پہلے،اور نکاح کی رات تمہارے بدبخت

سوتیلے باپ نے تمہاری کار کا ہولناک حادثہ کروایا" یہ ساری سچائی وہ ماہی سے جان چکے تھے، دائم کو لگا اسکی سماعت اور حرکب قلب سلب ہوئی تھی۔

وہ اپنا سر جکڑے ہانپتا ہوا کراہ اٹھا، خود زبیر اسکے قریب آتے پریشانی سے اسکا کندھا جکڑ چکے تھے۔

"ن۔۔۔ نہیں، یہ سب۔۔۔ میرا سر" وہ سارا کچھ سیاہ و سفید ہیولوں کی صورت دائم کے سر میں دہکنے لگا، ڈاکٹرز ہمہ وقت اسکے ارد گرد موجود تھے۔

"دائم یاد کرو تم کر سکتے ہو میرے بچے، تمہارا نکاح منعام سے ہوا تھا دائم" ایک اور انکشاف ہتھوڑے کی طرح دائم کے دماغ پر بجا اور وہ پھٹی آنکھوں کے سنگ سرخ آنکھوں والے آغا جان کو دیکھنے لگا جو اس سے زیادہ تکلیف میں تھے۔

"ک۔۔۔ کیا، ماہی" درد تو بس اسی بات پر دائم کو ہوا، آنکھیں، دل اور دماغ ساتھ چھوڑ گیا۔

بہت غلط وقت پر اسے سچائی بتائی گئی تھی، اور یہ وہ پھانس تھی جو اس وقت دائم چاہ کر بھی نگل نہ سکا، اسے لگا وہ جو زندہ بچ گیا ہے، یہ ٹھیک نہیں ہوا۔

ابھی اسکی یاداشت نے آنا تھا، مگر اسکی اس ادھوری حقیقت پر اعصاب پر گرتی بجلی اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

کچھ دیر وہ اپنا سر جکڑے اذیت میں رہا اور یک لخت وہ بے جان سا ہوئے تکیے پر سر گرائے بے سدھ ہو گیا، اسکے بے حس و جان ہونے پر مقصود صاحب ہراساں ہوئے مگر زبیر ڈاکٹرز کو اشارہ کرتے زبردستی مقصود کو نرمی سے حوصلہ دیتے باہر لے آئے۔

"زیادہ دباوا بھی سے ٹھیک نہیں اس کے لیے، آج کے لیے کافی ہے۔ وہ ابھی دواوں کے اثر میں ہے۔ ہوش میں آئے تو اسکی بات ہمیں ماہی سے کروانی ہو گی" زبیر مضبوط انداز میں مقصود کو سمجھا رہے تھے جو پھر سے درد میں مبتلا گلاس مرر کے اس جانب پھر سے ہوش سے بیگانہ ہوتے دائم کو دیکھ کر دعا گو ہو چکے تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"اومائی گارڈ، یہ سب تو واقعیً دل دہلا دینے والا ہے، میری دعا ہے اللہ اب کسی امتحان میں مبتلا نہ کرے کسی کو۔ ہمت رکھ میرے شہزادے، تجھے اب اپنی ہر بے حسی اتار پھینکنی ہے اور نا صرف عیشہ کو سنبھالنا ہے بلکے ماہی اور دائم کے بیچ بھی دوری آنے نہیں دینی" حبا، ماہی اور عیشہ اندر تھیں جبکہ بلال باہر حسنین کے پاس ہی تھا، حسنین نے بلال کو بھی سب صورت حال بتادی تھی اور اسکے تاثرات بھی بہت حیرت زدہ اور پریشان کن تھے۔

"ہاں یہی دعا کر رہا ہوں کہ اب کوئی طوفان نہ آئے، بس دعا کر بھیا کی یاداشت لوٹ آئے" حسنین نے گردن موڑ کر بلال کی سمت تھکے انداز سے بات کہی جس پر وہ اسے شانوں سے تھامے تسلی آمیز مسکرایا۔

"ان شاء اللہ آجائے گی" بلال کا اس وقت حسنین کے پاس اور ساتھ ہونا اسے بھی مضبوط کر چکا تھا دوسری طرف وہ سب باہر اوٹنگ کے بجائے گھر ہی رک گئے تھے

کیونکہ ماہی نے طبعیت بوجھل کا بہانہ کیے جانے سے منع کر دیا جس پر عیشہ نے بھی مل کر گھر ہی لنچ کا ارادہ کیا۔

وہ بھی یوں ماہی کو اکیلا چھوڑ نہیں سکتی تھی، اسے لگ رہا تھا ماہی بھی بھیا اور بابا سے بات نہ ہونے پر اداس ہے۔

عیشہ وہیں ماہی اور حبا کے ساتھ ہی باتیں کرتی رہی اور پھر کھانے کو کتنی دیر رہتی تھی، یہ پتا کرنے کمرے سے باہر نکل گئی۔

حبا اٹھ کر ماہی کے پاس آئی اور اسکی گال سہلائے اداس سا مسکرائی، وہ جانتی تھی ماہی بہت تکلیف دہ خدشوں میں مبتلا ہے۔

"دائم جب بنا جانے تم پر اتنے مہربان تھے تو سب جان کر کوئی بے رحمی ہرگز نہیں کریں گے، میں جانتی ہوں یہ سب انکے لیے مشکل ہوگا جاننا مگر ماہی یہ مت بھولو وہ اور تم جسموں کے علاوہ روح سے جڑے ہو۔ کیوں خوامخواہ کے خدشوں سے اپنا دل خوف کی آمجگاہ بنا رہی ہو، اپنی محبت اور وفا پر بھروسہ رکھو" اک حبا تھی جو ماہی کے

دل میں اٹھتے نوحے اور آہ وبقا سن سکتی تھی، بہت ملائم پن سے وہ ماہی کا ہاتھ تھامے اسے تسلی دے رہی تھی جو ماہی کو اس وقت شدید درکار تھی۔

"بس ڈر گئی ہوں حبا، تمام سچائی جاننے کے بعد بھی وہ مجھ سے میری وفا کا ضرور پوچھیں گے، وہ مجھ سے پوچھیں گے حبا کیسے میں نے انکو مردہ سمجھ لیا۔ وہ پوچھیں گے کیسے میں نے انکے وجود سے انکار کیا، وہ پوچھیں گے کیسے میں نے اتنی جلدی اپنا آپ بظاہر عالم کو دیا جبکہ تب تو مجھے سچائی بھی پتا نہ تھی۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے حبا، دائم مجھے غلط سمجھیں گے" آزردگی میں لپٹی غم سے چور ماہی، خوف سے کانپتی حبا کے ساتھ جا لپٹی۔

خود حبا کے سارے لفظ ماہی کی تکلیف پر دم توڑ سے گئے۔

"ہم سب ہیں ناں انکی بدگمانی اور غلط فہمی دور کرنے کے لیے، محبت اتنی کمزور تھوڑی ہوتی ہے۔ وہ تکلیف میں ضرور ڈوبیں گے کیونکہ ماہی یہ فطری ہے، لیکن تم انکا مرہم اور سکون دونوں ہو لہذا انکی ہر تکلیف مٹا دینا۔ میری جان پریشانیوں کی جان چھوڑ دو

اب، مت ڈرو۔۔۔۔۔ بھروسہ رکھو" حبا کسی طرح اسے اس ٹرانس سے نکالنا چاہتی تھی جو ماہی کا دم گھوٹ رہا تھا مگر فی الحال کوئی راہ نجات نہ تھی۔

اوپر سے بابا کا آتا میسج ماہی کی مزید دھڑکن روک چکا تھا، دائم کا ہوش میں آنا اور اپنے چہرے اور خود اپنے بارے میں جاننے پر وہ اس قدر رنج سے جا الجھا کہ سر میں اٹھتی ٹھیس اسے پھر سے ہوش سے بیگانہ کر گئی۔

"مُحبت ایک دم دُکھ کا مداوا کر نہیں سکتی

یہ تتلی بیٹھتی ھے زخم پر آہستہ آہستہ " یقیناً دائم کی اس وقت ادھوری سچائی سے واقفیت ہی اسکی اذیت تھی مگر یہ بھی تو سچ تھا کہ وہ ماہی کا واحد مہربان تھا مگر اسی طرح وہ ایک مرد بھی تھا، عاشق و محبوب سے کہیں پہلے وہ ایک انسان تھا جسکے لیے یہ حقیقت فی الحال تباہی کرتی اذیت تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"میرے ہر سوال کا جواب آپکو دینا ہوگا ماہی، آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔ یا اللہ مجھے اس کرب سے نجات دیں" وہ تمام تر ادوایات اور کئیر کو چولہے میں جھونکتا اس وقت ہوسپٹل کے لان میں مخدوش حالت میں بنا کسی کی پرواہ کیے خود سے لڑ رہا تھا۔ لاعلمی اور انتشار اسکی جان لے رہے تھے۔

"یہ لڑکا کیا کر رہا ہے اپنے ساتھ، زبیر اسے سمجھاو کہ اپنے دماغ کو اذیت نہ دے" مقصود صاحب یوں دائم کو ہلکان دیکھ کر تڑپ اٹھے مگر زبیر نے تسلی کے سنگ انکا کندھا تھامے روکا۔

"اسے یاد کرنے دو مقصود، اس وقت اسکا دماغ اسکے ہاتھ میں ہے۔ وہ بہت تیزی سے ریکوور کر رہا ہے، تم نے سنا نہیں کہ زہر کا علاج زہر سے کیا جاتا ہے، اسکی یہ وقتی بدگمانی ہی وہ زہر ہے جو اسے اپنا ماضی صاف شفاف دیکھائے گی" مقصود صاحب بے ساختہ زخمی سا پلٹے جہاں زبیر کے چہرے پر مطمئین رنگ تھا مگر وہ سخت الجھن میں

سر جھٹک کر کچھ فاصلے پر کھڑے اپنے بال جکڑ کر اجاڑ انداز میں بیٹھے دائم کو دیکھ رہے تھے۔

اسکا چہرہ اس وقت کسی دباو کو برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر تب بھی وہ بے سکونی پر بضد تھا۔

اسے کرب تھا تو بس ماہی کی بدولت، ہاتھوں پر ڈریس کے باعث سوجن تھی۔

وہ مکمل سیاہ شرٹ اور پینٹ میں ملبوس، الجھے بکھرے بال لیے بہت ویران لگ تھا۔

اسکی آنکھوں کے سامنے صرف ماہی تھی۔

"سماعتیں بانجھ ہیں اور گونگے سناٹے تہہ در تہہ روح میں اتر گئے ہیں۔ الفاظ معانی کھو بیٹھے ہیں، جزبوں کی طنابیں مصلحت کے ہاتھ میں ہیں۔

فکر کی برہنگی کو خوبصورت الفاظ کا ملبوس پہنا بھی دو تو اسکی آلودگی کا تعفن من کو آلودہ کیئے بن رہ نہیں سکتا۔

مردہ محبت کا لاشہ انتم سنسکار کا منتظر ہے اور فضا میں اندیشوں کے گدھ پھڑ پھڑا رہے ہیں۔

اک پراسرار خامشی نے ہواوں کے بین کا گلا گھونٹ ڈالا ہے اور سسکیاں سنائی نہیں دیتیں۔ سماعتیں بانجھ ہیں اور آنکھوں میں کسی نادیدہ کی وحشت نے ڈیرا ڈال لیا ہے۔ متوحش وجود اب کسی انہونی کا منتظر ہے" لا عملی میں ہوتے انکشافات نے دائم کی ہستی تہس نہس کر دی تھی۔

اسکے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح آوازیں اور کرب بج رہے تھے، کانپتے ہاتھوں سے وہ بند فون پر نظریں جمائے بمشکل سانس لے رہا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے، میں یہ کیوں سہہ نہیں پا رہا۔ ماہی اگر آپ میری یعنی دائم کی تھیں تو آپ عالم تک کیوں گئیں، مجھے بتائیں میں کیا کروں۔ یہ ادھورے سچ میری جان لے رہے ہیں، اس سے تو بہتر تھا مجھے میرا چہرہ نہ ملتا، مجھے کوئی نہ بتاتا کہ میں کون

ہوں۔۔۔۔ماہی میں آپ سے بہت ناراض ہوں، بہت" چند آنسو دائم کی جلتی آنکھوں سے بہے، اس میں ہمت ہی نہ تھی کہ وہ ماہی کا نمبر ملاتا۔

دوسری سمت وہ شام کی دم جکڑتی تاریکی میں اسی کا حصہ بنے مڑ کر بار بار فون کو دیکھتی، اسکی دھڑکن تسلسل کھو رہی تھی، کیونکہ دائم تکلیف میں تھا۔

"آپکی خاموشی کی ہی بنا پر شام نے اپنی اداسی کے جزیرے دریافت کیے ہیں دائم، میں آپکی منتظر ہوں" پتھرائی آنکھیں لیے وہ دیوار سے سر ٹیکے ناچاہتے ہوئے بھی رو سی دی۔

"جاتے سمے آپکے مڑ کر نہ دیکھنے نے ثابت کیا تھا کہ روشنی سیدھی لکیر میں سفر کرتی ہے" دائم نے سخت تکلیف کے سنگ ماہی کا نمبر کھولا، وہ سخت تکلیف میں تھا۔

اسکے دماغ میں ناقابل برداشت درد اور کرب تھے، اسے سب یاد آرہا تھا۔

سختی سے ہونٹ بھینچے اس نے اپنی کنپٹی دبائی جس کے باعث فون اسکے ہاتھ سے گرا، دائم کی بگھڑتی حالت پر مقصود اور زبیر اسکی سمت دوڑ کر لپکے۔

وہ سخت کانپتا ہوا سرخ پڑھ چکا تھا۔

"د۔۔۔دائم تم ٹھیک ہو" مقصود صاحب اسکا توانا بے جان وجود تھامے بولے اور درد وہاں بھی ایسا تھا کہ انکی آواز کپکپا اٹھی۔

"مجھے اندازہ ہے آغا جان کے میری یاداشت واپس آنا میری تکلیف کا جہاں ساتھ لائے گی، وہ سارے ہیولے اور وہ ساری آوازیں میرے ذہن میں بیدار ہو رہی ہیں۔ بابا وہ ماہی ہی ہیں، بابا میں نہیں سہہ رہا" وہ اسے ہر درد کے باوجود ساتھ لگائے اسکا چہرہ تھامے رو سے دیے، زبیر نے اندر سے کچھ لوگوں کو بلایا تا کہ وہ دائم کو روم تک لے کر جائیں۔

"دائم میرے بچے حوصلہ کرو، اٹھو تمہیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے" مقصود صاحب اس بے حس بنے دائم کو اندر لانے میں تو کامیاب ہوئے مگر وہ روم تک آنے کے بعد بے جان سا ہوئے بیڈ پر گرا۔

سب ہی پریشان تھے، مقصود صاحب کی تو جان آدھی ہو گئی تھی۔

"ماہی۔۔۔۔ماہی" وہ بدحواسی سے نیم جان اسے پکار رہا تھا، اب تو زبیر نے بھی تشویش سے اپنا ماتھا سہلایا۔ اگر اسی طرح وہ اپنے دماغ پر بوجھ ڈالتا رہا تو یاداشت تو دور اسکے سر کی کوئی رگ ضرور پھٹ سکتی تھی۔

"نرس اسے فوری سکون کے لیے انجکشن دیں، پانچ گھنٹے کی نیند لازم ہے اس کے لیے" مقصود صاحب کو کسی ہارے انداز میں دائم کے پاس بیٹھتے دیکھ کر زبیر نے ساتھ کھڑی نرس کو ہدایت کی جس پر وہ فورا سر ہلائے عمل درآمد کر چکی تھی۔

فی الحال دائم کی حالت بہت قابل رحم تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

کمرے میں ملگجی سی روشنی کا راج تھا، وہ دونوں بیڈ کی پشت سے کمر ٹیکے ایک ساتھ ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھے تھے۔ عیشہ کا سر حسنین کے کندھے پر تھا اور وہ عیشہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے پتھر بنا تھا۔

"بہت برا اور بتمیز بھائی تھا میں، بابا نے خود سگے ہو کر مجھے سوتیلا سمجھا اور دائم بھائی کے لیے میرے دماغ میں زہر بھرتے رہے۔ وہ ہم دونوں کے لیے اپنا خون بہاتے رہے، میرے بابا نے مجھے مارنے کی دھمکی تک دی بھائی کو تاکہ وہ اپنی محبت کو چھوڑ کر صرف انکا پیٹ پالیں" حسنین خالی آنکھوں سے کسی دردناک قصے کو سنا رہا تھا اور عیشہ اسکی کہانی سن کر افسردہ تھی۔

"مگر دائم بھیا اپنی محبت چھوڑ نہ پائے اور انہوں نے بابا سے چھپ کر نکاح کر لیا، میں نے اس رات بھائی کو آخری بار دیکھا۔

وہ بہت خوش تھے، مگر وہ رات ان دونوں کے ساتھ میرے لیے بھی قیامت تھی۔

بھیا کا حادثہ کروایا بابا نے اور وہ لاپتہ ہو گئے، اسکے ساتھ ساتھ بابا نے مجھے کچھ غنڈے موالیوں کے ہاتھ بیچ دیا" حسنین کی درد بھری کہانی سن کر عیشہ جھٹکا کھا کر ہراساں سی الگ ہوئی جیسے یہ سن کر اسکا دماغ گھوم اور دل رک گیا تھا۔

"کتنے بے رحم بابا تھے آپکے، کوئی اپنی اولاد کے ساتھ ایسا کرتا ہے کیا۔ اوہ میری جان آپ نے اتنا سب سہا، مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے یہ جان کر" عیشہ کا یوں معصومیت سے حسنین کا چہرہ تھامے گال پر پیار دیے ساتھ چمٹ جانا خود حسنین کے چہرے پر اداس سہی پر تبسم لے آیا۔

وہ اسکے گرد بازو باندھے اس کی اس پریشانی پر قربان سا ہوا۔

"ہمم یہ دنیا ہے عیشہ، یہاں سب ممکن ہے۔ ہر رشتہ ہر تعلق فانی ہے سوائے محبت کے، دو سال تک میں ایک درندہ بنا رہا، یہاں تک کے کتنے قاتلوں کو قتل تک کیا، ڈاکا اور ایسی بڑی وارداتوں میں شامل رہا۔ وہ سب میں نے خوشی سے نہیں کیا تھا، ان لوگوں نے میری حسیں مفلوج کر دی تھیں، ہر قسم کے سستے اور مہنگے نشے پر لگا دیا گیا مجھے مگر میری قسمت اچھی تھی کہ اس سے پہلے میں کسی معصوم کا قاتل بنتا، بھاگ نکلا۔ بس پھر میں کیسے کر کے زندہ رہا یہ بس بلال جانتا ہے، آج اگر میں زندہ ہوں تو صرف اسکی مسیحائی کی وجہ سے" حسنین کے کیے یہ سارے انکشاف عیشہ کی آنکھوں

میں بھی نمی لے آئے، اسے حسنین سے بلکل خوف نہ آیا البتہ وہ حسنین کی تکلیف بہت اچھے سے محسوس کرتی بھرائی آنکھوں سے چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"بہت دردناک کہانی ہے آپکی، آئی ایم سوری میں نے مسٹر اینگری مین کو رلا دیا۔ آپکے بھائی ان شاء اللہ جلد آپکو ملیں، اللہ سے دعا ہے وہ کسی طرح زندہ بچ گئے ہوں اور جلد آپ تک آجائیں۔ آپ خود کو بلکل اکیلا محسوس مت کرنا، میرے بابا اور بھیا جانو آپکے بھی ہیں اور میں آپکی فرینڈ" عیشہ اس وقت اسکے سکون کی واحد وجہ تھی، وہ جس طرح حسنین کی گال پر لڑھک آتے انجان بھٹکتے آنسو کو اپنی انگلی کی پور پر رکھے مان سے بول رہی تھی، یہ حسنین کی تکلیف میں رہی سہی ہر کمی کا سبب بنا۔

"ہاں ان شاء اللہ، میں تکلیف محسوس نہیں کرتا اب۔ مجھے تکلیف کی گہرائی کا احساس ہونا ختم ہو گیا تھا، تم نے میرا وہی روپ دیکھا تھا خوفناک والا۔ لیکن تم میری اجاڑ اور بیکار زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی ہو، جسے میں نے اپنی تکلیف مٹانے کے لیے گرل فرینڈ بنانے کے بجائے اپنا سکون بنانے کے لیے نکاح میں لیا" وہ بہت تھکا ہوا سا بھی

رشک میں لپٹا سینے سے لگی عیشہ کی پیشانی سے بال ہٹاتے بولا اور وہ دل و جان سے مسکرائی۔

"ھاں ناں کھڑوسوں کی طرح، جیسے شادی سے پہلے بات کرنے پر بھی بل آجاناتھا موصوف کا۔ لیکن یہی آپکا سمٹا سا آیٹیٹوڈ ہی تو عیشہ کو بھا گیا، ورنہ آجکل کے لڑکے۔۔۔۔۔توبہ کریں قسم سے ٹھرکی ترین۔۔۔۔" عیشہ اپنی ہی دھن میں منہ بسور کر کہتی اب کی بار حسنین کو حد درجہ مائل کر گئی تھی۔

وہ حسنین کی نگاہوں سے گلال سی ہو گئی، وہ اسے آج من پسند سے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"یہ میرے بھائی کی تربیت کہہ لو، کہ میں اس راہ کی سمت گیا ہی نہیں۔ یقین کرو کبھی عورت نامی شے کا خیال تک میرے سڑے دماغ میں نہیں آیا" وہ اس قدر سچے انداز سے بتاتے منہ ٹیڑھا کر گیا کہ عیشہ اپنی فخریہ ہنسی روک نہ پائی۔

"ھاھا آپ بہت الگ ہیں حسنین، آجکل کے دور میں ایسا شوہر کہاں سے ملتا ہے یار۔ جسے اس لطف کا اندازہ سیدھا سیدھا محترمہ وائف ہی کروائیں۔ کیا بتاوں مجھے یہ سن کر وی آئی پی والی فیلنگ آرہی" خوشی ہمکتے انداز میں وہ کھل کر چہکی اور حسنین مسکراتی آنکھوں سے عیشہ کا تروتازہ چہرہ دیکھ کر خوش تھا کہ وہ کچھ دیر ہر تکلیف سے مکمل ہٹ چکی ہے۔

"بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی" حسنین نے بھی شاعرانہ سی شرارت کے سنگ عیشہ کی چھوٹی سی ناک کے کونے پر ہونٹ رکھے پیار جتایا، وہ سمٹی سی مسکرا اٹھی۔

"آپ بہت ہنڈسم اور ہاٹ بھی تھے یہ بھی وجہ ہے، میں لٹو ہو گئی سیدھی سیدھی" چہرے پر شرمگیں سی ہنسی لائے وہ بنا آنکھ ملاتی حسنین کے سینے پر انگلی سے دل بناتی اپنا ایک اور کارنامہ بنائے حسنین کو ہنسا گئی۔

"حالانکہ میں پچھلے چار سالوں سے ایک نہایت جنگلی اور لاپرواہ انسان رہا ہوں، پتا نہیں کہاں سے ہینڈسم اور ہاٹ نظر آگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے تمہارے دیکھنے کا اثر ہو۔ وہ سنا نہیں دل آئے گدی پر تو پری کیا چیز ہے۔۔۔۔" حسنین صاحب اپنے تیکھے حسن کو خاصا نظر انداز کیے اس عاجزی سے بولے کہ محاورے پر تو وہ پری کھلکھلا اٹھی۔

حسنین بھی ایک پل کو اس لڑکی کے رنگ بدلتے حسن پر کھو سا گیا۔

"ھاھا حسنین آپ مجھے کتنا ہنسائیں گے، میری جاء لائینز درد کرنے لگی ہیں۔ آپکو پتا ہے مجھے آپکے ساتھ ایسے ہی مسکرا کر بہت سی باتیں کر کے ساری زندگی جینا ہے۔ آپ مجھے کبھی بھی خود سے دور نہ کرنا، کیونکہ میں آپکے بنا نہیں رہ سکتی" عیشہ کا مان سے تھوڑی حسنین کے سینے سے لگا کر اسکئ کمر جکڑ کر کہنا حسنین کو تبسم دے گیا اور وہ پوری دل جمعی کے ساتھ اسکی پیشانی چومے جی سا اٹھا۔

"میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، تمہارے لیے گھر داماد بن گیا ہوں یار اور کیا چاہیے۔ ویسے میری خواہش ہے کہ میں تمہارے لیے ایک گھر ضرور لوں، ہم بھلے یہاں رہیں مگر بحیثیت شوہر یہ میرا فرض ہے" حسنین کا لہجہ بہت شناسا اور مہربان تھا اور وہ حسنین کی اس خواہش پر مسکرا کر مزید اس پر جھک کر اب محترم کے گلے میں بازو باندھے اسکی ٹانگوں پر چڑھ کر بیٹھی بلکل چھوٹی سی گڑیا لگی۔

حسنین بھی ہنسی دباتا اسکی آنکھوں میں ان کہی شرارت بھانپ چکا تھا۔

"آپ نے کہا تھا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ میں کیا ہوں آپ کے لیے" عیشہ اسکے چہرے کی سنجیدگی کو نرمی میں بدلتا محسوس کیے اپنے سوال پر خود ہی خجل ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ گردن سے بازو نکال کر پرے سرکتی، حسنین نے اسکی نازک کمر دونوں بازووں میں ایسی جکڑی کہ دونوں کا چہرہ ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

دونوں کی آنکھوں میں چمک تھی اور حسنین نہ چاہتے ہوئے بھی آج اسے اپنی چاہت بتادینا چاہتا تھا۔

"اچھا ایسا کہا تھا میں نے؟" حسنین نے یک لخت آنکھیں پھیلائے بے نیازی برتی اور عیشہ کا منہ غبارے سا پھولا۔

"اچھا مطلب اتنا سارا خوش کرنے کے بعد آپ مجھے رلانا چاہ رہے ہیں" عیشہ کا مکمل جذباتی سا شکوہ بلکل بر حق تھا، وہ تو جان ہار رہا تھا ان گلابی نقوش والی حسین پر۔ جو اس وقت نہایت پر کشش تھی جیسے کوئی مقناطیسی طاقت اوڑھے حسنین کا ضبط آزما رہی ہو۔

"آج تم پر بہت مہربان ہوں میں، لہذا خوشی دینے کا فیصلہ واقعی لے چکا ہوں۔ میں نہیں جانتا عیشہ کہ مجھے تم سے محبت ہے یا کیا ہے پر تم میرے لیے اس دنیا میں اب اہم ترین ہو۔ آج حسنین تمہاری خواہش جتنا تمہارا ہونے کے لیے تیار ہے، تم جو کہو آج میرے سر آنکھوں پر" عیشہ جو بے باکی سے حسنین کے چہرے پر نگاہ جمائے تھی، اسکی اس بات کے ساتھ بڑھ جاتی پکڑ کر ایک پل بری طرح لرزی۔

پورے وجود میں سوندھی سوندھی گدگدی سرائیت کر گئی، حسنین اسکی بوکھلائی دھڑکن بنا تمہید باندھے بڑھا گیا۔

چہرے ملائے وہ ایک دوسرے کی اہمیت اور ایک دوسرے کا سکھ محسوس کر سکتے تھے۔

عیشہ کا دل ایسی ہی شدت اور محبت کا طلب گار تھا، وہ بے ہنگم ہوتے دل کے ساتھ ہانپتی ہوئی حسنین کو دیکھنے لگی جو بہت پر سکون سے انداز میں ہنوز اسے جکڑے ہوئے تھا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں مجھے پتا ہے، مئں نے محسوس کی آپکی محبت۔ آپکے ہر بار پاس آنے پر۔۔۔۔" عیشہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بمشکل بول پائی اور اگلے ہی پل وہ حسنین کی بے جا من مانی پر ایک ہی لمحے میں گود سے اٹھا کر بیڈ پر لٹا دی گئی اور خود پر جھکتے حسنین کے کسی انداز میں جنونیت یا حاکمیت نہ تھی بس وہ عیشہ کے لیے راضی تھا۔

"اچھا تو آج اچھے سے محسوس کرنا پھر مجھے بتانا، وہ کیا ہے کہ میں ابھی بھی کنفوز ہوں۔۔۔" ہلکی سی بے خودی اور ذو معنی انداز لیے وہ اسکی گردن پر پھیلے بال ہٹاتا اپنے دہکتے لب رکھے ایک ہی پل میں عیشہ کو اپنے وجود میں سمو گیا۔

وہ ہراساں سی حسنین کے پہلے سے زیادہ شدت سے قابض ہونے پر نا چاہتے ہوئے بھی اسکی من مانی کے بیچ حائل ہوئی مگر بہت خوبصورتی سے لبوں پر انگلی رکھے چپ کروا دی گئی۔

"حسنین۔۔۔ آپ۔۔ کیا" عیشہ کا سارا اعتماد ہوا ہوا اور وہ سخت سہم سی گئی۔

"وہی جو تمہارا پہلا حق اور میرا پہلا فرض ہے" کمال ادا سے وہ عیشہ کو مزید ڈراتا حسنین اسکی حد درجہ سہمی بوکھلاہٹ پر مسکراتا ہوا سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو بجھا چکا تھا۔

رات کی تاریکی چمک اٹھی تھی، سانس لیتی زندگی جی اٹھنے کے سفر مئں گامزن ہونے کو تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

" جھیل کے اُس پار اِک پری کے پَر گھائل ہیں

اُس کے سُر آہوں میں بدل کر برف پوش پہاڑوں کو پگھلا چکے ہیں۔

رنگوں کے جگنو آتشی آنکھوں سے نکل کر کسی ویرانے میں جاڈُ بکے ہیں۔

میرے ساحر! تم مسیحائی کا گُر جانتے ہو۔

اپنے گنبدِ بے دَر سے نکلو انہدام برپا ہونے سے قبل

معدوم پڑتی زندگی کے ماتھے پہ بوسہ دو اور پری کے کھنکتے قہقہوں کے پھولوں سے سماعت کی کارنس کو سجالو" رات سے گہری رات اور گہری رات نے سحر سے ہاتھ ملا لیا مگر ماہی کا انتظار ختم نہ ہوا۔

وہ میز پر رکھے فون پر نظریں جمائے ہلکان سی قالین پر بیٹھی دائم کی آواز کی منتظر تھی۔

وہ جو کئی گھنٹوں کی بے رحم بے ہوشی کے بعد جاگ رہا تھا، یوں لگا آنکھیں کھلتے ہی سامنے سیاہی پھیلی نظر آئی تھی۔

ایک کے بعد ایک ذہن میں ہوتی جھڑپیں، فساد، دھنگے، قتل و غارت کرتی رگیں۔ خون کا جسم و جان سے نچڑ جانا اسکی آنکھوں میں نمی لے آیا۔ اسے سب یاد آگیا، ہر لمحہ، ہر کہانی، ہر قربت کا لمحہ اور ہر تکلیف۔

بہت مشکل سے سانس بھرتا وہ سہارا لیے اٹھ کر بیٹھا، اس وقت کمرے میں کوئی نہ تھا۔ دائم کو لگا اسکی سانس بند ہو رہی ہے، اسکا دم گھٹ رہا تھا، اسے اپنا آپ بھی قبول نہ تھا۔

یہاں رات کا آغاز تھا مگر ماہی تو رات کاٹ چکی تھی۔

دائم نے کانپتے ہاتھ کی لرزش کو قابو کیے سائیڈ پر دھرا فون دیکھتے ہی اسے جھک کر اٹھایا اور اپنی ہتھیلی سے اپنی لمبی کرب ناک نیند لینے کے باوجود رت جگے اوڑھتی متورم آنکھیں رگڑتا ماہی کا نمبر کھولے ہمت جمع کیے ملا کر کان سے لگا چکا تھا۔

دوسری سمت جو پل پل اذیت اور انتظار کی سولی پر لٹکی تھی، فون بجنے پر چونک اٹھی۔ بوکھلا کر میز پر دھرا اسر اٹھایا اور فون پر دائم کی کال آتی دیکھ کر اپنے آپ کو بمشکل یکجا کرتی فون اٹھا گئی۔

"ماہی۔۔۔۔۔۔ تم مجھے یاد آ گئی، لیکن دیکھوناں میں اس تکلیف سے جیتے جی مر رہا ہوں۔ مجھے اسی سی نفرت سی محسوس ہو رہی ہے جو میرا مسیحا ہے، میں اسی سے خفا ہو گیا ہوں جو میری زندگی کا سبب ہے۔ مجھے منعام دائم شہروز یاد آ گئی ہے" ماہی کی سماعت میں کسی نے ابلتا سیسہ انڈیلا تھا، وہ پتھر کا وہ بت بنی جسے ٹھوکر سے توڑ دیا جانے والا تھا۔

دائم بمشکل کٹھن سانس لے رہا تھا، مگر ماہی کو لگا سانس بند ہو گیا ہے۔

"کچھ بول نہیں رہی، میرا اب کیا ہو گا۔ یہ احساس کیا تم محسوس کر سکتی ہو، ماہی تم تو صرف میری تھی ناں؟ یہ میرے علاوہ ہر کسی کی کیسے ہوئی۔ ماہی بولو، کہو ناں کچھ ایسا جو مجھے سکون دے۔ یہ ہماری قسمت نے ہمارے ساتھ کیسا مزاق کیا ہے، میں تکلیف

میں ہوں، کیا تم بھی ہو" ماہی کو کچھ سمجھ نہ آیا وہ کیا کہے، وہی ہوا جسکا خدشہ ماہی کو گھیرے ہوئے تھا۔

چند آنسو ٹوٹ کر دونوں کی آنکھوں سے گرے اور ضبط کا پیمانہ لبریز کر گئے۔

"تم بول نہیں رہی، اور میں ب۔۔۔بول نہیں پا رہا۔ باقی سب تو میرے لیے کسی طور اہم نہیں، میرے لیے اہم تمہارے چند لفظ ہیں جو میری تکلیف مٹا دیں، بولو ماہی۔۔۔۔۔ورنہ میں تم پر چلاوں گا، تمہیں جھنجھوڑ دوں گا اگر تم چپ رہی تو میں پاگل ہو جاوں گا۔ مجھے تمہاری آواز میں سننا ہے ماہی، سب کہتے رہیں ماہی میری ہے، ماہی کہے گی تو مانوں گا۔ ماہی کیا تم، میں، ہماری قسمت، ہماری زندگی، اور ہمارا نصیب بے وفا نکلا۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ اس وقت ٹھیک نہیں تھا اور ماہی سے کچھ کہا جانا ناممکن تھا، وہ کرب سے بنا آواز روتی ہوئی سسک بھی نہ سکی۔

اندھیرا اسکے وجود کو چاٹنے لگا۔

"ٹھیک ہے مت بولو، میں بھی نہیں بولتا۔۔۔۔۔۔۔ آکر ہی بات کرتا ہوں تم سے، تمہیں میری قسم میرے آنے تک ایک آنسو نہ بہانا منعام۔۔۔۔۔۔۔ ایک آنسو بھی نہیں" دائم وقتی بے رحم ضرور ہوا تھا مگر وہ ماہی سے صرف اپنی تکلیف میں کمی کا طالب تھا، فون بند کر کے پٹخ کر بیڈ پر مارتا وہ سخت کربنا کی سے اپنے بال جکڑ کر سر گرا گیا اور وہ جس پر قیامت تو نہ ٹوٹی تھی مگر ماہی کے سفید پتھر چہرے کو دیکھ کر یہی لگتا تھا اس سے ساری حسیں سلب کر لی گئی ہیں اور ستم یہ کہ آنسو تک چھین لیے گئے ہیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ رات ایک پل بھی سو نہ پایا تھا، اک ایسی ان کہی سکھ کی داستان تھی جو وہ ساری رات کسی من پسند گیت کی طرح گنگناتا رہا۔

رات یہ گزری رات، اک آگہی تھی۔

اک لمبا سا سکون میں سمٹا ٹھہراو تھی، پردوں سے چھن چھن کر آتی صبح کی مہکی تازہ ہوا حسنین کو آج ہر حبس اور بوسیدگی سے پاک لگی، اسے لگا آج وہ پہلی بار پاکیزہ سی حالت میں موجود ہے۔

اس سے پہلے تو زندگی اک دلدل اور سیاہی تھی، اک ناپاکی تھی۔

ناپاکی بھی وہ جو ذہن کے فتور کی تھی، خود پر دانستہ قہر ڈھانے کی تھی۔

اسکے ماتھے پر بالوں سے بہتی گیلی سی بوندیں لپک کر اسکے سینے میں جذب ہو رہی تھیں، کسرتی وجود دمک رہا تھا۔

سلیولس بلیک ویسٹ اور بلیک ہی ٹراوزر پہنے ٹاول گلے میں ڈالے وہ اپنے گیلے بال ہاتھ سے سہلاتا آسودگی سے سوئی ہوئی عیشہ کو دیکھ رہا تھا جو بلینکٹ میں دبکی ہوئی اس بات سے انجان تھی کہ کوئی اسکی خوبصورتی بڑھ جانا اس سے پہلے دیکھ بیٹھا ہے۔

"تمہاری اداسی دور کرنے کے چکر میں یہ کیا انوکھا درد سر پال لیا ہے میں نے عیشہ، بڑا ظلم ڈھالیا ہے میں نے تم پر بھی اور خود پر بھی" خجل سا ہوئے وہ بے بسی سے سر

کے بال پھیلا کر ہنستا ہوا اٹھا ول نکال کر ڈریسنگ پر رکھتا عیشہ کے چہرے کو تفصیلی دیکھتا پاس ہی بیٹھا، وہ اتنی نیند کیسے لے رہی تھی حسنین کو جیلسی ہوئی۔

"تمہارے دل کش اور دلفریب دل اور وجود سے ہر حق کے باوجود دور رہنا کفران نعمت تھا جسے میں کر نہیں پایا" جھک کر آسودگی کے سنگ وہ عیشہ کی پیشانی پر لب رکھے مسکرایا اور وہ جو نیند میں تھی، اس تر سے دل تک ٹھنڈک اتارتے لمس پر بنا آنکھیں کھولے مسکرائی۔

وہ ابھی شرمانے کا سیشن کرنے کی تیاری میں تھی تبھی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہتھیلی کی آڑ سے حسنین کو دیکھتی ہوئی نہایت پیاری لگی۔

وہ بھی ہنسی دباتا ایک ہی ہاتھ سے اسکی دونوں ننھی ہتھیلیوں کو جکڑتا شریر مگر خطرناک مسکرایا، عیشہ نے فوری بوکھلا کر نظر چراتے ہی کروٹ بدلی مگر حسنین اسکی کمر جکڑے اسکی پشت کو سینے سے لگائے قید کیے اسکے کان کی سمت جھکا۔

"ح۔۔۔ حسنین آپ بہت برے ہیں" وہ اس سے ایسا ہی سننے کے موڈ میں تھا، تبھی ہنسی دباتا اپنی بازو جکڑے عیشہ کی کان کی لو کو چومے بچاری کو مزید ہلکان کر گیا۔

"آئی نو لیکن اب تو تمہیں مجھے ساری عمر برداشت کرنا ہو گا لڑکی، میرے ہر خوفناک روپ سمیت۔ تمہیں دیکھ کر لگتا ہے اب تم دس بیس سال تک مجھ سے دور رہو گی اور پاس بھٹکنے کی غلطی نہیں کرو گی۔ ہے ناں" حسنین اسکی سرخ ہوتی گالوں پر گدگدی دیتے انداز میں پیار دیے متبسم انداز سے اسے چھیڑ رہا تھا اور یوں حسنین کا ہر انداز آج اس کو شرم دلا رہا تھا۔

مسلسل بھینا بھینا چھینپا سا ہنستی وہ اپنے پیٹ پر حسنین کی بندھی بازو کھولنے کی سعی میں لگی ناکام سی ہو رہی تھی۔

"جی نہیں، کسی خوش فہمی میں مت رہیے گا۔ اب تو نہیں جانے والی دور، بس مجھے اس وقت کچھ ہو رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے آپکو دیکھوں گی تو دل کی دھڑکن بہت تیز ہو جائے گی اور پتا نہیں کیا کیا" عیشہ کی دبی سی آواز پر اور یوں ہلکان بات پر حسنین نے ایک ہی

جھٹکے سے محترمہ کے چہرے کو اپنی سمت موڑا اور حسنین تمام شرارت زائل کر کے سنجیدہ تھا تبھی عیشہ کو بھی پلٹ کر اسکی سمت کروٹ بدلنا آسان لگا۔

"ڈونٹ وری، میں تمہیں اس وقت تنگ نہیں کروں گا۔ آر یو اوکے ناو" ظالم کہیں کا اتنے پر کشش اور مائیل کر دیتے انداز میں عیشہ کا گال نرمی سے سہلائے پوچھ رہا تھا کہ وہ مزید ہلکان ہوئی۔

اسکا بے ساختہ پلکیں لرزا کر جھکا لینا حسنین کا دل دھڑکا گیا تھا۔

"آپ نے اتنی جلدی۔۔۔۔م۔۔۔میرا مطلب ہے میں اتنی جلدی یہ سب امید نہیں کر رہی تھی، مجھے لگا تھا میں آپکو نا جانے کب جا کر اتنی عزیز ہو پاوں گی، مگر آپ نے تو کوئی دوری کی شرط ہمارے بیچ آنے ہی نہیں دی۔ آپ سے محبت کی، آپ مجھے مل گئے اور میں آپکی خوشی بھی بنی۔۔۔بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں، آپ نے یہ سب میرے لیے کیا؟ یا آپکی خوشی بھی تھی۔۔۔ حسنین آج آپ کچھ نہیں چھپا سکتے پلیز، مجھے آپکے منہ سے بھی اپنی اہمیت جاننی ہے" عیشہ کسی ٹرانس میں مبتلا

حسنین کی گردن کی لیٹے ہونے کے باعث ابھری رگوں پر انگلی پھیرتی بول رہی تھی اور آخری بات کرتے سمے وہ کچھ افسردہ سی حسنین کے ماتھے پر ڈھلکے بال ہٹائے تاسف سے بولی۔

"تمہیں کیا محسوس ہوا؟" حسنین اسکے اسی ہاتھ کو پکڑ کر دل پر رکھے پر اسرار سا استفسار کر گیا۔

عیشہ نے جھنجھلا کر ان گہری سیاہ آنکھوں میں دیکھا مگر جواب نہ ڈھونڈ پائی۔

"میں نے کچھ کہا تو آپ کہیں گے کتنی خوش فہمی ہے مجھے، مجھے پاگل نہیں بننا آپ خود بتائیں" عیشہ نے معصومیت سے منہ پھلا کر الزام سا دھرا، حسنین کی مسکراہٹ جان لیوا تھی۔

"آج میں ہار مانتا ہوں۔ عیشہ حسنین منصور، میں تمہارے بنا جی نہیں سکتا۔ مجھے تم سے بلاشبہ محبت ہی ہے" عیشہ کی زندگی کا یہ لمحہ اسکا کل اثاثہ تھا جب وہ محبت ٹھہرا دی گئی، اپنے حسنین کی۔

کتنی ہی دیر وہ بھیگی آنکھیں مسکراتی رہیں اور پھر وہ جذباتی سی حسنین کے چوڑے سینے میں جا چھپی، جناب نے بھی بازو حصار کر نثار ہو کر دل کے آباد ہونے کی ترجمانی کی۔

"اتنی زیادہ مت مسکراو، کسی کمزور دل بندے میں طاقت ور جن آسکتا ہے۔ جاو بھو تنی سے واپس عیشہ بنو، ناشتہ ہم ماہی کے ساتھ کریں گے" بہت پیار سے وہ لاڈ لٹاتی بنا جواب دیتی حسنین کی گال پر پیار دیے بنا نظر ملائے شرمیلا سا ہنستی اپنے بکھرے بال سمیٹے فوری واش روم میں جا بند ہوئی اور اسکے جاتے ہی وہ بھی ہنستا ہوا اٹھ کر وارڈراب کی سمت شرٹ نکالنے لپکا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

عیشہ اور حسنین نے ناشتے پر ماہی کی موجودگی کی امید کی مگر ملازمہ نے انکو یہی بتایا کہ ماہی نے ناشتے کے لیے منع کر دیا ہے۔

عیشہ کو ویٹ کا کہتا وہ خود ماہی کے روم کی سمت بڑھا جو بیڈ کے ساتھ فرش پر بیٹھی گھٹنوں کے گرد بازو باندھے سر جھکائے ہوئے تھی۔

کمرے میں پھیلی تاریکی اک ان کہی سی یاسیت پھیلا رہی تھی، مکمل سیاہ میں ماہی صبح کے دامن میں اک گزری رات لگی۔

"ماہی، آپ ٹھیک ہیں ناں" حسنین کو ماہی کی خاموشی سے صاف ڈر لگا تبھی وہ اسکے ساتھ ہی بیٹھتے فکر مندی سے استفسار کر گیا۔

ماہی نے لمبی سے سانس لیتے سر اٹھایا، وہ بہت زیادہ تکلیف میں تھی مگر ستم کہ اپنی تکلیف پر اسے موت نہ آرہی تھی جسکا ماہی کو قلق تھا۔

"بہت بری ہے ماہی، وفا کے دامن میں لگا داغ منعام ہے۔ تمہیں نہیں سمجھ آئے گی حسنین کے ماہی ٹھیک ہے یا نہیں۔ میری قسمت کو نئی راہ دیکھانے والا مجھے کسی طرف کا بھی نہیں چھوڑے گا، کبھی اس انسان سے یہ سوال مت کرنا جو موت اور زندگی کی کشمکش میں ڈول رہا ہو" ماہی کی آنکھیں دائم کے ستم پر پتھر تھیں، وہ اس آخری ضرب سے بھی ٹوٹ نہیں رہی تھی اور یہ کرب ماہی کی جان بھی نہیں لے رہا تھا۔

حسنین نے رنجیدہ ہوئے رخ پھیر کر ماہی کو دیکھا، انداز تھکن زدہ تھا۔

"آپ بھائی کو ایک بار آنے دیں، انکی ہر بدگمانی میں دور کروں گا۔ آپ اب بلکل کسی دکھ کو نہیں سہیں گی ماہی، آپ اپنے دل کو بوجھل اور ہلکان نہ کریں" حسنین سے ماہی کی اداسی اور تکلیف سہنا ہرگز برداشت نہ تھا، ماہی ممنون سی آنکھیں لیے حسنین کی نرمی پر اسکی گال سہلائے ایسا زخمی مسکرائی کہ حسنین کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

"محبت سب کے لیے سرخ گلاب نہیں ہوتی، میں دائم کا سامنا ہی نہیں کر سکتی اب۔ شاید میرا اچھا وقت کبھی نہیں آئے گا، تم مجھ سے وعدہ کرو انھیں نہیں بتاوگے کہ ماہی کہاں گئی۔ میں کچھ وقت گھر جانا چاہتی ہوں، بابا بہت یاد آرہے ہیں۔ اور کوئی ٹھکانہ نہیں ورنہ وہاں چلی جاتی، تم عیشہ کے ساتھ رہنا اور اسے اکیلا مت کرنا۔ میرا پوچھے تو کہہ دینا آجاوں گی" ماہی نے ایک لمبی سی سانس کھینچ کر سارا کرب اندر اتارا اور حسنین سر اثبات میں ہلاتا ماہی کے اٹھتے ہی اٹھ کر دلخراش سی نگاہ ڈالتا روبرو ہوا۔

جس آگ نے دل جلایا اب وہ آگ ماہی کے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔

"آپ بھاگ رہی ہیں، سچی اور وفادار ہو کر بھی۔۔۔۔ کیوں ماہی۔ اب تو محبت کے ثمر بار ہونے کا وقت ہے، بھیا آپکی روح سے جڑے ہیں لہذا یہ دوری کار آمد نہ ہو گی۔ وہ آئیں گے آپ کے پاس ہی، ہر سوال کو لے کر۔ کیونکہ اس دنیا میں فقط آپ ہی انکی تکلیف کم کرنے پر قادر ہیں۔ ٹھیک ہے جائیں، لیکن واپس آنے کے لیے"

حسنین کا تاسف سے بھرا امان دیکھ کر ماہی نے غائب دماغی سے نفی میں سر ہلایا اور قدم بڑھا کر وہاں سے چلی گئی۔

حسنین کے چہرے پر بھی تکلیف کے آثار درج تھے۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ آگئی تھی، اسی صبح۔ صحن میں لگے پھول مرجھا گئے تھے۔

ماہی کی آنکھوں میں حکم کے باوجود نمی تھی، یہ جدائی کے کئی سارے دن بیت گئے اور آج کی یہ رات ماہی پر گراں تھی۔ کل صبح مقصود صاحب اور شام کو دائم واپس آرہا تھا، ماہی کا دل دھڑکن بھولتا جارہا تھا۔

حسنین نے کسی طور عیشہ کو ماہی کی سمت سے مطمئین کر دیا اور وہ ویسے بھی ماہی اور دائم کے ساتھ ساتھ خود پر اترتی قیامت سے بھی انجان تھی۔

حبا کچھ دیر شام میں آئی تھی مگر ماہی تنہائی چاہتی تھی تبھی وہ اسے تھوڑا سا زبردستی کھانا کھلا کر چلی گئی۔

دائم بھی کرب میں تھا، یہ سارے دن سارا وقت وہ سولی پر لٹکا خود کو بھی ناحق سزا دے رہا تھا۔

"زندگی کے قفس سے رہائی مل بھی جائے تو چھید چھید روحوں کو ملتی نہیں ملتی، ان دیکھے خوابوں کی تعبیریں زمیں والوں سے دل کا رابطہ ٹوٹنے نہیں دیتیں۔
خار خار سوچوں کے سنگ بتانا کتنا مشکل ہے،

گر کبھی آپکی بینائی دیکھ پائے تو جاں جائیں گے کہ چھید چھید روحوں کی کیا کہانی ہوتی ہے" پھول کی نامراد مرجھائی پتیاں چھوئے ماہی کی گال پر اڈتی شفق اسکے دل کی دہائیوں کی ترجمانی کر رہے تھے۔

وہ کبھی چاند کو دیکھتی اور کبھی اپنے بے مراد خالی ہاتھوں کو۔

اک غیر مرئی سی آہٹ ہوئی اور وہ پتھر بن گئی، اسکے بابا اسکے پاس بیٹھے اسے نثار ہوتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

ماہی تڑپ اٹھی، یہ وہم تھا یا بابا کی ماہی کی تکلیف پر تڑپتی روح، وہ سمجھ نہ پائی۔

"با۔۔۔بابا" ماہی سسک اٹھی، بابا نے اپنی روشن ہتھیلی سے ماہی کے آنسو صاف کیے شفیق مسکان دی۔

"میری ماہی کمزور تھوڑی ہے، میری ماہی تو اس دنیا کی سب سے فرمابردار اور وفادار بیٹی، بہو اور مسیحا ہے۔ تمہاری مسیحائی کرنے آیا ہوں، تمہارے آنسو تمہارے بابا کی روح کو تڑپا رہے ہیں۔ میں تمہیں بتانے آیا ہوں کے تم سرخرو ہونے والی ہو، بظاہر دیکھائی دیتے دکھ اب دکھ نہیں ہیں۔ تم پر مجھے ناز ہے میری شہزادی، رویا مت کرو۔ تم اب ایک آخری مسیحائی اپنی کرو۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں، کبھی گھبرانا مت۔ تم ایک سچی اور کھری بیوی ہو اور یہ حقیقت دائم سمجھ جائے گا۔ تم دونوں کی

زندگی میں اک روشنی پھوٹنے والی ہے، جو ہر اندھیرا اپنے اندر نگل لے گی" بابا کا وجود سفیدی میں لپٹا اسے جوڑنے آیا مگر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی، یک لخت جھکا سر اٹھا کر دیکھا تو بابا کہیں نہیں تھے۔

نظر آسمان کی جانب اٹھائی تو چاند کے ساتھ چمکتا اک ستارہ دیکھائی دیا، وہ مزید دردناک روئی۔

"ک۔۔۔کیا بتاوں آپکو بابا کہ ماہی کو جوڑنے والا ہی توڑنا چاہتا ہے، میں انکا کوئی سوال کیسے سہوں گی۔ دائم آپ ماہی پر کوئی ستم مت ڈھایئے گا، ورنہ میں جو مرجھا گئی ہوں، شاخ زندگی سے ٹوٹ گرنا خود پر واجب کر لوں گی۔یوں بھی جب آپ نہیں تو ماہی نہیں۔یہ رات مجھے اپنے ساتھ لے جائے کاش" ماہی نے آہ بھرتے ہوئے سر کو جھکا لیا، وہ موسم کی ہر شدت سے بے نیاز بس آج اپنے آپ سے چھٹکارے کی دعا مانگنا چاہتی تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"عیشہ، میری طرف دیکھو۔ کل کا دن تمہارے لیے ایک مشکل دن ہے" وہ جو باہر لاونج میں ہی حسنین سے باتیں کرتی اسکے سینے سے لگی ہلکی پھلکی نیند میں مبتلا تھی، حسنین کے اسکے ماتھے پر آتے بات سہلا کر کہے ان جملوں پر وہ چونک کر سر اٹھائے حسنین کو دیکھنے لگی جو اسے اس وقت حقیقت پسند سا لگا۔

"کیا مطلب، کل تو بھیا جانو اور بابا جان آرہے ہیں ناں۔ مشکل کیسی؟" عیشہ کا استفسار سن کر حسنین نے ایک پل اداسئ کے سنگ عیشہ کی آنکھیں دیکھیں جو بس ابھی سی خالی ہو گئیں۔

"اگر ان میں سے کوئی ایک نہ آیا تو؟" حسنین کو مقصود صاحب نے آج اجازت دے دی تھی کہ وہ عیشہ کو کسی طرح سچ بتائے مگر حسنین کے اندر ایسی ہمت ہرگز نہ تھی۔

حسنین کے اس سوال پر وہ سرخ ہوتی آنکھیں لیے بے دردی سے اسکے سینے سے الگ ہوئے ہراساں سی حسنین کو دیکھنے لگی، انداز ایسا تھا جو دل کے آر پار ہوا۔

"آ۔۔۔ آپ عیشہ کو تکلیف دے رہے ہیں، اللہ نہ کرے کہ ان دونوں میں سے کسی کو کچھ ہو" عیشہ کی آواز تک کرب زدہ ہوئی تبھی حسنین نے چہرے پر سنجیدگی لائے نرمی سے عیشہ کا ہاتھ پکڑ کر قریب کیا جو اسے سخت برہمی اور ناراضگی سے دیکھ رہی تھی۔

"عیشہ، تم روتی ہو تو مجھے تکلیف ہوتی ہے" تاسف سے ہارے انداز میں وہ اسکی سرخ ہوتی آنکھوں کو چھوئے بولا جس پر عیشہ نے خود کو بمشکل رونے سے روکا اور رونکھی ہوئے چہرہ موڑ گئی۔

"آپ رلا رہے ہیں، جانتے بوجھتے کہ وہ دونوں میرے لیے کتنے ضروری ہیں۔ کیوں آخر، میرے بھیا۔۔۔۔ حسنین اگر آپکو مجھ سے محبت ہے تو مجھے بتائیں میرے بھیا جانوک۔۔ کو کیا ہوا" عیشہ جو تلخی سے پھٹ پڑی، بھیا کے ذکر پر خوف سے کانپتی ہوئی حسنین کے وجود کو جکڑے التجاء کر اٹھی اور وہ کیا بتاتا کہ اسے بھیا کی موت کا دکھ جھیلنا ہے۔

"عیشہ تم سے تمہارے بھیا جانو کو کوئی نہیں لے گا، مگر اس کے باوجود تمہئں ایک ناگہانی دکھ ملنے والا ہے۔بتاو مجھے سہہ لو گی؟" بہت کرب اور پیار سے وہ عیشہ کا چہرہ تھامے اسکی پیشانی پر تھکن زدہ انداز میں لب رکھتا ایسا سفاک سوال کر رہا تھا کہ عیشہ نہ اپنے آنسو روک پائی نہ تکلیف کا مسلسل اضافہ۔

"آپ م۔۔۔مجھے دکھ دے رہے ہیں، نہیں رہ سکتی عیشہ انکے بنا۔۔۔ح۔۔۔ حسنین آپ م۔مجھے بتا دیں ناں" عیشہ کی حالت بہت بے حال تھی اور حسنین اسے بنا کوئی جواب دیے سینے میں پیوست کیے ضبط کی کوشش میں اپنی آنکھیں بھی سرخ دہکتا شعلہ کر گیا۔

"میری جان تمہیں یہ دردناک اور سوہان روح خبر تمہارے بابا بھی نہیں بتا سکتے، تم مجھے معاف کر دو لیکن میں تمہیں بتانے لگا ہوں" مسلسل درد سے تڑپتی عیشہ حسنین کے بے رحم الفاظ سے اسکی گرفت جھٹکتی آنکھیں رگڑے روبرو ہوئی۔

عیشہ کی آنکھوں میں تکلیف تھی، کرب سہنے کی کوشش تھی۔

وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے چوم چکا تھا، اور وہ حسنین کے منہ سے کچھ سننے سے پہلے کہیں بھاگ جانا چاہتی تھی۔

"عالم معراج خان چھ سال پہلے ہارٹ اسٹروک کے باعث اس دنیا سے چلے گئے تھے، تمہارے پاس جو بھیا جانو ہیں وہ حقیقت میں دائم شہروز ہیں، جو آج نا صرف اپنا چہرہ واپس پا چکے ہیں بلکے یاداشت۔۔۔۔۔۔" اس سے زیادہ عیشہ سن نہ سکی اور اسکی چینخ پر حسنین نے اسے سینے میں سمونا چاہا مگر وہ ہیجانی انداز سے چینخنے لگی۔

"نو۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ جھوٹے ہیں آپ۔۔۔۔۔۔ بھیا جانو۔۔۔۔۔۔ نووووو جھوٹے ہیں آپ، ک۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوا انکو۔۔۔۔۔" عیشہ اسکی ہر گرفت جھٹکتی اٹھ کر اندر کی سمت بھاگی، حسنین نے بھی ہلکان ہو کر اسکے پیچھے بھاگ کر اسے پکڑا مگر وہ اونچا اونچا دردناک روتی اس انکشاف پر زدر پڑھ کر کانپ رہی تھی۔

اسکی نبض تھم گئی تھی، صدمے کا یہ پہاڑ عیشہ سہہ نہ پائی اور حسنین کی بازوؤں میں لہرا کر ہوش و حواس سے بیگانی ہو گئی۔

حسنین جانتا تھا یہ صدمہ اسکی برداشت سے بہت بڑا ہے، ڈاکٹر کو ایمرجنسی بلوایا گیا۔

وہ عیشہ کا بے سدھ وجود دیکھ کر کرب کے دبانے پر کھڑا تھا، وہ نیم جان سی اس دکھ سے جل رہی تھی۔

"گہرا صدمہ لگا ہے، ناٹ ویل۔ انجکشن دیا ہے رات تو گزر جائے گی مگر انکے جاگنے پر انکو اکیلا نہیں چھوڑیے گا۔ یہ کچھ میڈیسن ہیں، ان شاءاللہ بہتری ہو گی" ڈاکٹر اپنے پیشہ ورانہ انداز میں حسنین کا کندھا تھپکائے کہہ کر چلا گیا مگر حسنین آج کی رات کو عیشہ کے لیے قیامت کی بنا کر سخت رنجیدہ تھا۔

تھکے قدموں سے وہ عیشہ تک پہنچا، جو اتنی کمزور تھی کہ یہ صدمہ سہہ کر ہوش سے ناطہ جوڑے نہ رکھ پائی۔

چہرے اور آنکھوں پر سیلن زدہ دکھ آویزاں کیے وہ اسکا ہاتھ پکڑے پاس بیٹھا، جھک کر اسکی پیشانی چومی۔

"مجھے معاف کر دو، لیکن سچائی جاننا تمہارا حق تھا۔ اللہ تمہیں صبر دے، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ عیشہ، تم ٹھیک ہو جاو۔ دائم بھیا مجھ سے کہئں زیادہ تو تمہارے ہیں۔ اللہ تمہیں ہمت دے" اسکے بے جان حدت زدہ ہاتھ کو ہنوز ہونٹوں سے جوڑے وہ خود بھی درد میں جاگزیں تھا۔

رات اسی کرب میں کٹی اور آخر کار مشکل دن کا آغاز ہو گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

حبا فجر کی نماز ادا کیے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھی، وہ چاہتی تھی ماہی پر سکون ہو جائے۔

مگر شاید کسی کی جگہ جا کر اسکے درد کو امیجن تو کیا جا سکتا ہے مگر مکمل سمجھا نہیں جا سکتا۔ جن آنکھوں نے اتنے دکھ درد دیکھے ہوں، جن آنکھوں نے پوری حیات کا رونا تھوڑے سے عرصے میں رو لیا ہو، جن آنکھوں سے آنسو ایسے نکلے ہوں جیسے ایک بہتی آبشار سے پانی نکلتا ہے، جن آنکھوں نے محبت کھو جانے پر بے شمار آنسو بہا کر

آنکھوں کو خشک کر ڈالا ہو اور جن آنکھوں کی بینائی دھندلا جائے ایسی آنکھوں کی بے مرادی مصوروں کو درکار ہوا کرتی ہے۔

وہ نڈھال اور ہاری ہوئی تھی، فجر کا مسحور کن لمحہ تھا، حبا جانتی تھی اسے تنہائی درکار ہے مگر پھر بھی وہ اسے اکیلا کیسے چھوڑ دیتی۔

"میں بھی آج آپ کو پکارنا چاہتی ہوں!

ایسے جیسے کہ کوئی آخری لمحے میں اپنی ساری طاقت اپنی ایک سانس پہ خرچ کر دیتا ہے. مجھے آنکھیں گروی رکھنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، بس خواب ہی میں سہی، آپ کا ہی رہنا ہے" وہ ہار رہی تھی، یہ خنک زدہ سحر اسے کوئی سکون نہیں دے رہی تھی، اسے وسوسوں نے گھیر کر کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

"آپ نے بے شمار آوازیں سنی ہوں گیں!

مگر ان میں سے کوئی بھی آواز مجھ سی تڑپ نہ رکھتی ہو گی کہ میں نے اپنے سارے زخم پہ خود مرہم رکھ کے، آپ کو پکارا تھا.

آپ نے سنی وہ اداسی بھری آواز، جو زبان پہ لگے قفل سے جاری ہوتی ہے. آپ نے دیکھی وہ آہ! جو آنکھ سے بہنے والے پانی کو حلق میں انڈیل دیتی ہے. مجھے غم ہے، مسلسل ہے. اسے چھپانے سے کیا حاصل؟" کسی غیر مرئی نقطے پر اپنی بصارت دھرے وہ محبت کے امتحان سے پناہ مانگ رہی تھی۔

سب سے بڑی تکلیف ہی محبت میں دانستہ بدگمانی ہے، وہ سارے سوال خود پر قرض تو مانتی تھی پر اسکی ذات کا اندھیرا اسے مایوسی اور یاس میں دھکیل رہا تھا۔

حبا نے مرجھائی سی ماہی کی سمت نظر اٹھائی، وہ اس کے لیے دعائیں کر رہی تھی اور چاہتی تھی اسکی ماہی کو بھی ہر دعا لگ جائے۔

"کیا میرے مختصر قہقہے سب کی جاگیر! اور درد بس میری کوٹھری ہے؟ مجھے کھل کے رو لینے دیجئے کہ میری آنکھیں برسات کا لطف اٹھانا چاہتی ہیں.

مجھے بولنے دیجئے کہ میرے الفاظ، خاموشی کی چادر اوڑھے، اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے ہیں کہ ان سے رستا خون! آپ کے ہر منظر کو لہولہان کر سکتا ہے. میری

اداسی کو اشتہار مت سمجھیے! میں نے سنا ہے خودکشی کرنے والے کئی جسم اسی اداسی کی بھینٹ چڑھ گئے" وہ چاہتی تھی اگر اسے زندگی آسودہ نہ ملی تو کاش موت سکون والی آئے، وہ سوال سن کر جواب دینے کی تاب نہ رکھ سکے اور اپنے مہربان انجان کی باہوں میں ہی مر کر اس دردناک کہانی کو ختم کر دے۔

"وہ جو سولی پہ نہیں چڑھتے، وہ جو پھندے سے نہیں لٹکائے جاتے وہ جن کے پاس جواز نہیں ہوتا اور ڈرا دینے والا کوئی راز نہیں ہوتا، تو میں بتاتی کہ!

سحر کی اس خاموشی میں، یاد کے دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوں. وہ جس تخت پہ براجمان ہیں، وہاں سے دروازے کے پار کچھ دکھائی نہیں دیتا. کئی آوازیں ہوں گی، مگر سب سے دلکش آپ کی آواز ہے مگر تب اگر مجھ سے سوال نہ کرے"

ماہی کی دھڑکن تسلسل کھو رہی تھی، وہ چاہتی تھی حبا اسکے لیے وظائف اور دعائیں کرنا بند کر دے۔ وہ جوابات ڈھونڈتی ہوئی تھک گئی۔

"ساری رات بہت ڈھونڈا، لیکن وہ لفظ نہیں ملتا جو اس طور سے ادا ہو کہ آپ کو باندھ لے، مطمئین کرے اور آپکی تکلیف مٹا سکے" ماہی نے کھڑکی سے آتی ہلکی سی روشنی پر جھکا چہرہ اٹھایا، نور کی کرنیں اسکے وجود تک پہنچنے لگیں۔

"آپ دیکھ سکتے تو دیکھتے دائم...... لمحے رک جاتے ہیں اور وقت سر تا پا دوڑ تا ہے۔ میں تھم جاوں گی بلکل ویسے ہی اور قدم چلتے رہیں گے۔ رائیگانی اپنے ہونے پہ رقصاں ہے اور مجھ میں چکر کاٹے چلی جا رہی ہے" ایک سینے پر اٹکا سا سانس خارج کرتی ماہی تیز تیز سانس لینے لگی، وہ اس قدر ٹوٹی ہوئی تھی کہ حبا کو لگا اسے چھو لینے والا ہی اسکی مسماری کا مرتکب بنے گا۔

حبا نے نماز پڑھنے کے انداز میں ہنوز لی چادر اوڑھے پانی کے گلاس میں کئی وظیفے اور دعائیں پھونک کر ماہی کے پاس فرش پر بیٹھ کر اسکا کندھا نرمی سے پکڑ کر اسے تھمایا۔

وہ خالی آنکھوں سے حبا کی سمت دیکھنے لگی اور گلاس دیکھ کر تلخ سا مار دینے والا تبسم ماہی کے چہرے پر آ کر سوگوارگی کو بڑھا گیا۔

"محبت کے جزیرے سے زخمی اور لہولہان منعام کی واپسی پر تم اسے یہ حوصلے اور دعا کا سمندر دے بیٹھی ہو، تا کہ میں موت سے مزید دور ہو جاوں۔ دل کی دھڑکن آہستہ ہونے پر اسکا ایک گھونٹ حلق میں اتار بھی لوں تو ان آنکھوں سے رستی نمی کو سوکھنے کے لیے کس کس طرز کی دھوپ میں رکھوں گی، مجھ میں آنسووں کا اک سمندر تو پہلے ہی موجزن ہے حبا، اور اسکی سطح لمحہ بہ لمحہ بلند ہو رہی ہے، اور اس طغیانی میں میرا دل ڈوب جائے گا" بس ہونٹ تر کر کے گلاس واپس حبا کو تھماتی وہ پھر سے دلخراشی سے اپنے آج کے اس دن کی سختی محسوس کر رہی تھی۔

حبا نے نمی زدہ آنکھوں کے سنگ اسے اپنے ساتھ لگا لیا، مگر اسے تسلی جیسا کچھ نہ ملا۔

"بنا فیصلے کی نوعیت جانے تم اس بات پر ایمان مت لاو کے تم ہار گئی، وہ شخص تمہارے در کے سوا کسی در کا نہیں۔ ہوتا تو بارہا قسمت اسے تمہارے پاس نہ لاتی، میں جانتی ہوں تم غم و خوشی کی ملی جلی کیفیت سے ہلکان ہو، شکوک و شبہات تمہیں بجھا رہے ہیں مگر ایک دوسرے سے چند لاڈلے شکوے تو تم دونوں کا حق ہے۔ وہ سختی یا

ناراضگی سے بھی سوال کریں تو تم محبت اور یقین سے جواب دینا، میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں وہ تم سے دور تو کیا دور ہونے کا سوچ کر بھی مر سکتے ہیں" حبا اسکی گال سے ہتھیلی لگائے شکستہ سی ماہی کو ایک بار پھر روشنی دیکھا رہی تھی، وہ روشنی جو سحر سے صبح میں بدلتی ہوئی آج ماہی کو اسکا کل جہان سونپنے والی تھی۔

"کیا سچ میں؟" ہونق بنی وہ بے جان سے انداز میں سوال کرتی بہت معصوم لگی، وہ تھی ہی معصوم مگر آج اسکے سرخرو ہونے کا دن تھا۔

"بلکل تم کو پتا ہے امی جان مجھے ہمیشہ ایک بات کہتی تھیں کہ جب غم کا سخت اور تکلیف دہ مُوسم تُم پر گُزرے تو تُم سنجیدگی اور اِستقامت کے ساتھ اپنی اِس حالت کا مطالعہ کرو، تُمہارا بہت سادُکھ درحقیقت ایک کڑوی دوا ھے جو تُمہارے نفس خفی کے امراض کا عِلاج کرنے کیلئے تُمہارا طبیب یعنی تمہارا پروردگار تُمہیں پلاتا ھے۔ پس طبیب پر بھروسہ کرو، اور اُس کی دوا خاموشی اور سکُون قلب کے ساتھ پی جاؤ۔ اب تو انعام کا وقت ہے میری جان، اب دل کو بجھنے نہیں دینا، تھوڑا سا ایموشنل

توہو گا معاملہ آخر کو بہت قریبی تعلق ہے تم دونوں کا۔ اور مرد تو ازل سے دل کے معاملے میں عورت سے کمزور ہی رہا ہے، تم اپنی مضبوطی سے جناب کی جذباتی ہو کر سرزد کی گئی کمزوری پر پردہ ڈال لینا" حبا نے بے حد پیار اور رسانیت سے ماہی کو سنبھال لیا اور اب ایسا کارآمد اثر تھا کہ ماہی بھی ہر اداسی ہٹائے اپنی اس ہمدرد کے گلے لگ گئی۔

دونوں مسکرادیں مگر ماہی ابھی بھی رنجیدہ تھی۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

مقصود صاحب جب سے آئے تھے وہ پری انکے سینے سے لگی ہچکیوں سے روتی جارہی تھی، ڈاکٹر کی ہدایت کے باوجود عیشہ نے ہوش میں آتے ہی رونا 'شروع کرر کھا تھا۔

" آپ نے اچھا نہیں کیا بابا جان، م۔۔۔ مجھ سے چھپایا۔ م۔۔۔ میرے بھیا جانو کیسے ج۔۔۔ جاسکتے ہیں۔ آپ ن۔۔۔ نے عیشو کو ب۔۔۔ بہت تکلیف دی ہے " سب

سے زیادہ تو وہ بابا سے خفا تھی، اسکی آنکھیں رو رو کر سوجھ گئیں تھیں، انکی پری اس قدر نڈھال تھی کہ وہ بھی آنکھوں میں جمع سمندر آج بہانا چاہتے تھے۔

"وہ ٹھیک نہیں رہا کبھی بھی، اسکے ہارٹ کی کنڈیشن ایسی تھی کہ زندگی اس سے ساتھ لے کر چلنی مشکل تھی، میں مانتا ہوں اسکی موت سے تم کو انجان رکھ کر میں نے برا کیا مگر تمہارے بابا بس تمہاری اس تکلیف سے ڈر گئے تھے، میرے بچے اللہ نے تم سے ایک عالم لے کر دوسرا دیا ہے۔ وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے، اس نے تمہیں آج تک عالم کی امانت سمجھا ہے۔ میرے بچے مجھے اور دائم کو معاف کر دو، عالم کی روح کو تکلیف ہو گی۔ اسکا پیارا بچہ تکلیف میں ہے تو وہ بھی درد میں ہو گا" مقصود صاحب اسے سینے میں سموئے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی لرزش لیے ہر سچائی بتا کر عیشہ کے سامنے مجرم بنے تھے، حسنین کو انہوں نے ماہی کی خیریت کو اور لینے بھیجا تھا مگر وہ بنا ماہی کے ہی لوٹ آیا تھا۔

"آپ نے مجھ سے انکو آخری لمحے دیکھنے کا ح۔۔۔ حق چھینا ہے بابا جانو، عیشہ کیسے ج۔۔۔ جیے گی انکے بنا۔ اور وہ۔۔۔۔۔وہ کیوں تھے بلکل عالم بھیا جیسے، بابا جان مجھ سے ن۔۔۔ نہیں برداشت ہو رہا" بولنے کی کوشش میں عیشہ کے ہونٹ کپکپا اٹھے تھے، وہ غم سے ٹوٹ کر شاکی نگاہوں سے بابا سے سوال کر رہی تھی۔

"بس میرے بچے صبر کرو، میں مانتا ہوں برا کیا۔ خود کو اتنا درد مت دو عیشہ، میری بچی اپنے بابا کو مزید ہلکان مت کرو" درد سے اٹ کر وہ اسکی پیشانی چوم کر سمیٹنے کی کوشش میں تھے مگر اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آیا سوائے اس دکھ کے کہ اس نے بھائی کھویا ہے۔

عیشہ کی ابتر حالت کے باعث اسے نیند کا دوبارہ انجکشن دیا گیا اور خود مقصود صاحب اور حسنین لاونج میں تہس نہس ہستیوں کے سنگ بیٹھے تھے۔

"ماہی ٹھیک تو تھی ناں؟" مقصود صاحب کے استفسار پر حسنین نے انجان طرز میں سر ہلایا، مقصود صاحب کے پاس اس وقت حالات کی کشیدگی کم کرنے کو کوئی لفظ نہ تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

محبت کی تاثیر لئیے

خوشبو کے قافلے

فضا میں جھوم رہے ہیں

جان گیا ہوں

کہیں پر اہل مکتب نے

عقیدت اور محبت سے

کہیں تحریر تمہارے نام پر

انگلی کو پھیرا ہے

کسی نے پھر بھری محفل میں

تمہارا ذکر چھیڑا ہے

مکمل سیاہ رنگ سے نکل کر ماہی نے آج اپنا پسندیدہ لباس پہنا تھا، گہری جامنی قمیص پر سیاہ شیشے کا کام، جامنی شلوار کے پائنچوں پر ایک لائن سیاہ موتیوں کی نسب تھی، بہت پیاری سیاہ اور جامنی دھیمی کڑھائی دار چادر اپنے گرد اوڑھے بالوں کو کھول دیا تھا۔

وہ جانتی تھی وہ اسے ڈھونڈنے آج ہی آئے گا اور آج وہ اپنی قسمت پر آخری حد تک اعتبار کر چکی تھی۔

آج اگر قسمت نے زندگی لکھی تھی تو وہ بھی قبول تھی اور اگر موت لکھی تھی تو ماہی کا دل اس پر بھی راضی تھا۔

ہلکے سے منصوعی حسن میں لپٹی وہ خود پر کلون لگائے خود کو دائم کے شایان شان سجا چکی تھی۔

وہ چاہتی تھی وہ اسے دیکھ کر ہر سوال بھول جائے اور کہہ دے کہ مجھے ماہی سے لاڈلے شکوے بھی نہیں کرنے۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسکا اللہ اب اسے مزید کسی امتحان میں نہیں ڈالے گا، وہ سوچ چکی تھی آج دائم کو وہ بھی آزمائے گی۔

محبت اور دائم دونوں نے اسے آزمایا تھا، اب ماہی کی باری تھی۔

دوسری سمت ائیرپورٹ سے زبیر صاحب کے سنگ باہر آتا دائم ہر سوگواری کے باوجود اپنے رعب دار سراپے کے سنگ آچکا تھا۔

یہ فضا، یہ ہوائیں اور آسودگی تک اسکا سانس گھوٹ رہے تھے۔

فل بلیک میں گرے کوٹ کے سنگ، آنکھوں پر گاگلز لگائے وہ آج نہ صرف اپنے چہرے کے ساتھ تھا بلکے اسکی یاداشت مکمل طور پر واپس آچکی تھی۔

مزید تین ماہ تک کچھ ضروری میڈیکیشن جاری رکھی جانی تھی جو اسکی سکن کیئر اور مینٹل ہیلتھ کے لیے اہم تھی۔

سارا رستہ وہ دردناک سئ کشمکش میں رہا، بابا نے اسے عیشہ کی ابتر حالت کے ساتھ ساتھ ماہی کی غیر موجودگی کا بھی بتادیا تھا اور وہ خود چاہتا تھا کہ ماہی سے ملاقات سے پہلے وہ عیشہ اور حسنین سے ملے۔

تبھی گاڑی حویلی کی طرف ہی گامزن تھی، تشنہ آنکھیں مدت بعد دروازے پر ملیں۔

حسنین اپنی جگہ پتھر کا مجسمہ تھا، اپنے سامنے دائم کو دیکھنا شاید اس کی زندگی کا ایک اور بڑا سکھ تھا۔

خود دائم نے گلاسز اتار کر کوٹ کی پاکٹ میں رکھتے ہی اس دردناک فصیل کو پار کیا اور حسنین کی آنکھوں میں مجسم خود کو دیکھ کر پھیلتی حیرت پر اسے ایک ہی پل سینے میں سمو گیا۔

گویا ایک مدت کی ریاضت کا ایک اور باب ختم ہوا، کتنی ہی دیر خود دائم اپنی زندگی کے الجھاو پر تپش دیتے دل سے ویران رہا۔

مقصود صاحب نے بھی آگے بڑھ کر دائم کو پہلے سے زیادہ پرتپاک انداز میں ویلکم کیا، مگر وہ بیقراری سے بس عیشہ سے ملنے کو منتظر تھا۔

عیشہ کو نیند کی دوا دی گئی تھی مگر پھر بھی دائم اسکا ہاتھ ہونٹوں سے لگائے اسکی نیم جان حالت پر سراپا دکھ میں پاس ہی بیٹھا تھا۔

اسی دوران حسنین سے اس نے اسکی زندگی کی ہر تکلیف دریافت کی، اور حسنین نے جب ماہی کے حق میں کچھ بولنا چاہا تو دائم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کیا جیسے یہ کہہ رہا ہو کہ یہ سب وہ صرف ماہی سے ہی سنے گا۔

عیشہ جاگ کر جس تکلیف اور اجنبیت سے دائم کو دیکھ رہی تھی یہ مقصود، زبیر، حسنین اور یہاں تک کے خود دائم کی آنکھوں میں نمی لے آیا۔

دائم کو بھی یہی لگا کہ اسکی اجنبیت فطری ہے، اس سے بھائی تو چھ سال پہلے چھن ہی گیا تھا مگر آج وہ عالم کی چہرے سے بھی محروم ہو گئی تبھی اس بھائی کے سینے میں سمٹی پھر سے روئی اور وہ تو آج سے عیشہ پر پہلے سے زیادہ مہربان ہونے کا فیصلہ لے چکا تھا۔

حسنین نے بھی اس سچویشن میں اپنے آنسو نہ روکے، درد تو اسکے سینے میں بھی تھے جو پھٹ کر آنکھوں سے بہے تھے۔

دائم نے عیشہ کو ہر ممکن تسلی دی، حالانکہ تسلی اسے خود درکار تھی۔

وہ پھر خود ہی چینج کرنے کا کہتا عیشہ کی گال سہلائے اپنے کمرے کی سمت لپکا اور عیشہ جو بابا کے ساتھ بیٹھی رو رہی تھی، حسنین نے ایک آزردہ نگاہ ڈالی اور دائم کے پیچھے ہی کمرے کی سمت لپکا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"بھیا" کمرے میں آکر دائم نے کوٹ اتار کر تھکے سے انداز میں بیڈ پر رکھتے ہی گراں سی سانس خارج کی تبھی آہٹ پر مڑا جہاں حسنین ایک بار پھر سیدھا دائم کے گلے آ لگا۔

دائم نے بھی زخمی سا مسکرا کر حسنئن کی پشت تھپکائی۔

"آئی مس یو سو مچ، بہت یاد کرتا تھا آپکو۔ بھیا پلیز ماہی کو مزید مت تڑپائیے گا، وہ اب آپکی سمت سے کوئی سختی نہیں سہہ سکیں گی۔ وہ آپکی پاکیزہ اور وفادار بیوی ہیں"

حسنین کا تاسف سے دائم کو یہ کہنا اسکی پیشانی پر تناو لے آیا تھا، وہ تو یہاں ماہی کو نہ پا کر بھی اسی کی خوشبو محسوس کر رہا تھا۔

"جانتا ہوں حسنین، لیکن میں اس سے پوچھوں گا ضرور۔ کیونکہ صرف اسکی زبان سے نکلے الفاظ ہی میری تسلی کریں گے۔ تم جاو عیشہ کے پاس، میں فریش ہو کر آتا ہوں اسکے پاس پھر مجھے اس بے وفا کی کلاس بھی لینی ہے" دائم اسے کندھوں سے تھامے روبرو کرتا اسکئ گال تھپکائے بے نیازی سے بولا جس پر حسنین نے شاکی نگاہ سے دائم کو دیکھا۔

"بے وفا مت کہیں، وہ مزاق میں بھی یہ نہیں سہیں گی" حسنین کی آواز میں واضع خدشے تھے، کسی نامعلوم سی بے چینی نے آج دائم کا وجود ویسے بھی حصار ا ہوا تھا۔

"آج اسکا اور میرا کوئی مزاق نہیں، جاؤ تم" دائم نے اب کی بار زرا منصوعی غصے سے کہا اور دائم کی پیشانی پر لکھی برہمی پر حسنین پھر چپ چاپ اداس سے کمرے سے نکل گیا البتہ دائم کی آنکھوں میں درد ابھر آیا۔

"چند سوال ماہی، فقط چند سوال۔۔۔۔زیادہ اپنا اور تمہارا ضبط نہیں آزماوں گا، کیونکہ تم پر اس دنیا میں صرف ایک شخص مہربان ہے۔دائم شہروز" دائم نے کسی غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائے دلخراش سی اداسی کے سنگ کہا اور چینج کرنے اندر بڑھ گیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

وہ جو دکھ کے بوجھ سے مرجھا گئی تھی، دائم اسکی سمت دیکھ کر درد سے بھر گیا۔ حسنین نے بھی افسردگی سے اپنی جگہ چھوڑی اور متورم آنکھوں اور تپش زدہ وجود والی عیشہ کے پاس بیٹھا اور اسکے بیٹھتے ہی وہ ہچکیوں سے رو دی۔

اب اسکی تکلیف کم کرنا صرف دائم کے پاس تھا، یہ طاقت سے بڑا غم اور اوپر سے عیشہ کی یہ ناقابل برداشت حالت سب کی ہستی تہس نہس کر گئی تھی۔

"ک۔۔ کبھی تمہیں ان چھ سالوں میں لگا کے کہ تمہارے بھیا جانو تمہارے پاس نہیں ہیں، عیشو میری طرف دیکھوناں گڑیا۔ تمہیں یوں دیکھ کر میں ٹھیک نہیں ہوں، مانتا ہوں تم سے یہ سچ چھپا کر ہم نے بہت برا کیا مگر آغا جان تمہاری تکلیف سے ڈرتے تھے، عالم کے بعد ان کے اندر نہ خود درد سہنے کی ہمت تھی نہ تمہیں کرب زدہ کرنے کی سکت۔ میرا بچہ ہم سبکو معاف کر دو" دائم سے وہ خفا نہیں تھی، نہ بابا سے ناراض تھی۔

وہ عالم بھیا کی موت پر نہس نہس ہو گئی تھی، اسے سانس نہیں آرہا تھا۔

وہ مسلسل کتنے گھنٹوں سے بس رو رہی تھی۔

"میں۔۔۔ برداشت نہیں۔۔ کر پا رہی، م۔۔۔ میرے بھیاق۔۔۔ قبر میں چلے گئے، ا۔۔۔ اور م۔۔۔ مجھے خبر۔۔۔ خبر بھی ن۔۔۔ نہیں۔ کتنی بری ہے نا۔۔ عیشو، آپ۔۔۔۔ سے خفا ک۔۔۔ کیسے ہو سکتی ہوں مگر۔۔۔۔" عیشہ

باقاعدہ کانپ کر روتی ہوئی نہ صرف دائم کو تکلیف دے رہی تھی بلکے حسنین اور دروازے کے باہر کھڑے مقصود بھی سخت درد میں جاگزیں تھے۔

"نا میرے بچے، تم بری نہیں۔ بس میری گڑیا۔۔۔ تمہارے عالم بھیا نے تمہیں مجھے سونپ دیا تھا، انکی اتنی ہی زندگی تھی میرے بچے، وہ نہ ہو کر بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ تم روگی تو انکی روح کو تکلیف ہوگی، وہ تمہیں بہادر بنا کر گئے تھے اور تمہیں بہادر بن کر دیکھانا ہے۔ صبح ہم جائیں گے عالم سے ملنے، لیکن تم اس تکلیف سے نکل آو" دائم اسے مزید آگے ہو کر بیٹھتا اپنے سینے سے لگائے اسکی تپش زدہ پیشانی چومے سمجھا رہا تھا اور وہ سر ہلاتی سرخ ہوئے رو دی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ دائم کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی، شاید یہ بھائی نہ ہوتا تو وہ مر جاتی۔

"آپ تو نہیں چ۔۔۔ چھوڑیں گے مجھے، آپکا چہرہ بھلے بدل گیا مگر آپکے گلے لگ کر مجھے ک۔۔۔ کبھی بھی اجنبی ہونے کا احساس نہیں ہوا نہ ہوگا، آپ ب۔۔ بھی عیشو

کے بھیا جانو ہیں ناں" سر اٹھائے سخت ہراساں سی وہ التجاء کر رہی تھی اور دائم اس کی اس بات پر قربان ہوتا اسکا چہرہ تھامے بھیگا سا مسکرا دیا۔

خود حسنین کی آنکھوں میں سرخی اور رنج تھا۔

"میں قربان جاوں اپنی عیشو پر، نہیں چھوڑوں گا۔بلکے حسنین سے زیادہ تم مجھے عزیز ہو، اس بندر کو تو میں نے لفٹ ہی نہیں کرانی دیکھنا تم۔بس کر دوناں میری شہزادی اب تمہیں دکھی نہیں دیکھنا چاہتا" دائم دل و جان سے فدا ہوئے عیشہ کی گالوں پر لڑھکتے آنسو ہٹائے نہ صرف اسے ہنسا گیا بلکے حسنین بھی ان دو کو دیکھ کر ایموشنل سا ہو رہا تھا۔

"آپ ماہی کو تکلیف نہ دیں بھیا جانو، آئی ریکویسٹ" عیشہ اپنی گالیں رگڑتی تاسف سے بولی جس پر دائم کے چہرے پر ایک پل کو سفیدی اتری تبھی وہ اسکی بات ٹالتا اسکی گال سہلائے حسنین کو عیشہ کا خیال رکھنے کا کہتا تیزی سے باہر نکلا مگر آغا جان کو دیکھ کر اسکے سبک رو قدم تھمے۔

"ماہی کو مت آزمانا دائم، ورنہ بہت برا بھی ہو سکتا ہے" وہ اسکا کندھا جکڑے زخمی انداز سے تاکید کرتے ایک نظر عیشہ اور حسنین پر ڈالتے اپنے روم کی سمت لپکے اور دائم نے جبڑے بھینچ کر ماہی کی غیر موجودگی اور خاموشی جو اسے دیمک کی طرح کھا رہی تھی اسے توڑنے کے لیے بیرونی طرف رخ کیا، وہ ماہی کے بابا کے گھر جانے والا تھا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

دروازے پر ہوتی دستک نے ماہی کی پہلے سے سست دھڑکن مزید ساکت کی، کوئی دل کی ساری بیتابی اپنی دستک سے بتاتا لگاتار آہٹیں کر رہا تھا۔

ماہی کا کندھے سے سرکتی چادر کا کونہ زمین پر لگ رہا تھا، وہ ڈر سے سفید پڑتی دروازے کے سمت پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسکا حسن دہکا ہوا تھا۔

وہ آہستگی سے قدم بڑھاتی دروازے تک گئی، ان کہے درد اسکے وجود کو لرزا سے گئے۔

اپنی متورم آنکھیں مسلسل کانپتے دروازے پر لگائے وہ اپنے ہاتھ کو آخر کار دروازے تک لے گئی۔

آج قسمت میں آر یا پار کسی ایک سمت ہونا لکھا تھا۔

ماہی نے دروازہ کھولا اور کھولنے کی دیر تھی کہ دباو کے باعث دروازہ کھلنے پر وہ ہڑبڑاہٹ میں دو قدم پیچھے ہٹی مگر وہیں اسکے قدم گڑھ گئے، نظریں سامنے سے داخل ہوتے شخص کے چہرے سے ٹکرائیں،یوں لگا وہ آنکھیں آج ماہی کو سکون دینے کے بجائے جلا دینے آئی تھیں۔

گہرے نیوی بلو سوٹ میں ملبوس دائم تباہ کر دیتے انداز میں ایک بار پھر اپنے آخیر دل موہ لیتے انداز میں واپس آچکا تھا،ماہی کی نظر اسکی گال کے کنارے پر دیکھائی دیتے ڈنپل پر گئی،ماہی نے دائم کو اس سے پہلے قمیص شلوار میں کبھی نہ دیکھا تھا،شاید عالم بننے کا اثر تھا کہ خود دائم کی پسند بدل گئی تھی۔

دونوں ایک سے بڑھ کر ظالم اور ہوش ربا تھے، فرق کرنا کٹھن تھا کہ کون زیادہ دلفریب لگ رہا ہے۔

ماہی کے سامنے آج اسکا دائم مکمل روپ میں تھا مگر وہ تکلیف جو اس سمے ان دو کے چہرے پر تھی اسے تحریر کرنا ایک کٹھن امر تھا۔

وہ بدحواسی سے دائم کے اندر آکر دروازہ بند کرنے کے بعد قریب آنے پر دو قدم مزید پیچھے ہٹی، وہ اسے یہاں آکر چھپنے کی وجہ پوچھنا چاہتا تھا۔

ماہی کو لگا اگر آج موت لکھی ہے تو اسے قبول ہے مگر ایک آخری بار وہ دائم کے گلے لگنے کی خواہش میں ایک سیکنڈ میں اپنے پیچھے لے جاتے قدم واپس لاتی اس شخص سے جا لپٹی جو خود اس وقت وہ گھن کھایا زینہ تھا جو اس آخری کاری وار سے مسمار ہو گیا تھا۔

وہ جس طرح روئی تھی، وہ ہولناک درد جو حشر برپا کر چکا تھا، دونوں کے دلوں میں پھوٹا تھا۔

"اگر یوں گ۔۔۔ گلے ہی لگنا تھا تو یہاں آکر کیوں چھپی تم ماہی، آہ ماہی یہ کیا ہو گیا" وہ بھی کرب زدہ سا اسکے وجود کو سینے میں کسی آخری متاع حیات کی مانند قفل کرتا نڈھال سے کرب میں گویا تھا اور ماہی سے سانس لینا محال تھا۔

"شاید یہ شرف مجھ سے چ۔۔ چھیننے والا ہے، بھاگنے کی وجہ شاید یہی تھی کہ آپکی طرح میں بھی خود کو ب۔۔۔۔ بے وفا مان رہی ہوں" ماہی کی سوز زدہ سوہان روح اس بات پر دائم نے بے حسی سے اسے شانوں سے پکڑ کر جھٹکا دیے ساکت کرتے ہوئے پہلے تو جدائی کی تلافی کے لیے آپس کی ساری حدیں پار کیں، ایک کی شدت گم گشتہ اور دوسری سمت جنونیت تھی، مگر کہیں بیچ میں دکھ تھا، تلافی کیے اس نے ماہی کی بازو پکڑ کر اسے ایک ہی جھٹکے سے روبرو کیا اور وہ دائم کی آنکھوں میں موجود غصہ بھانپ کر ہانپ سی اٹھی۔

"بہت انتظار کیا، خدا گواہ ہے ماہی پل پل تڑپی ہے آپکے لیے۔ بابا کی زندگی بچانے کے لیے بے وفائی کی۔۔۔۔۔ انکی زندگی بچا پھر بھی ن۔۔۔ نہیں پائی" ماہی اس وقت

قابل رحم تھی اور دائم کی اپنی آنکھیں سفاکیت اور غصے سے سرخ تھیں مگر اس کے باوجود اس نے ماہی کی کمر جکڑے اسکی تکلیف بڑھانے کو پھر سے حد توڑ دی مگر یک لخت وہ جھٹک کر ماہی کو اپنی جلن کا نمونہ پیش کرتے خونخوار ہوا۔

دونوں کی آنکھیں اخیر دلخراش تھیں۔

"سزا دوں گا، پوری۔۔۔۔۔۔۔ کیسے م۔۔۔ماہی۔ تم نے کیسے بے وفائی کر دی۔ تم سے محبت اپنی جگہ مگر تکلیف کا باعث بھی بنی ہو، یہ سب جان کر میرا دل چاہتا تھا خود کو واقعی مار آوں" اپنے بال جکڑتا وہ ماہی کی تکلیف کو چنداں اہمیت نہ دیتا اسے جھٹکتا ہوا سخت مخدوش حالت میں وہیں صحن میں لگی چارپائی پر جا بیٹھا۔

ماہی نے ہراساں ہوئے دائم کی سمت دیکھا اور آنسو کا گولا سا حلق سے نگلا۔

اپنے بالوں کو جکڑ کر ضبط کے دہانے پر کھڑا دائم چینخنا چاہتا تھا، تکلیف اسکی جان لے رہی تھی۔

کتنے ہی لمحے گزر گئے۔بے ربط سانس لیتا وہ اپنے پاس آنے پر نگاہ اٹھائے خونخوار ہوا، ماہی کسی مجرم کی طرح ہراساں سی سج دھج کر اپنی سزا جاننے پاس آکر کھڑی ہوئی۔

اسکا دائم اسے دھتکار رہا تھا اور وہ اپنی جان آج واقعی نکلتی محسوس کر رہی تھی۔

"د۔۔۔دائم۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ کانپتے ہونٹوں سے اپنی مسلسل کاٹتی خاموشی توڑے اسے پکارتی، فلک شگاف دھاڑ پر ماہی کا دل سہما۔

"نام مت لینا۔۔۔۔جان لے لوں گا ورنہ تمہاری" ایسی بے رحمی کہ خود دائم کا دل پھٹ گیا تھا، ماہی بھی گر کر مسمار ہونے کو تھی۔ گویا جان لینے کا انداز تو کچھ اور تھا، بس جلن میں کمی چاہنا چاہتا تھا۔

دائم اسکے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے، سسکتی ہوئی وہ اس تک پہنچی جو پتھر بنا خود بھی کرب میں تھا۔

جلن تھی کہ دونوں کے وجود دہکا رہی تھی۔

"آپ ا۔۔۔اگر مجھے مجرم سمجھتے ہیں تو گلا د۔۔دبا دیں مگر خود سے محروم نہ کریں۔ مر جاوں گئ۔۔۔۔۔آ۔۔۔آپکی نفرت۔۔۔۔۔۔۔۔" منعام کو لگا آج تک کی ساری ریاضت خاک ہو گئ ہے، وہ شاید دکھوں کا من پسند نوالہ تھی، کربناکی کی حد لیے وہ دائم کی سمت دیکھ کر کہتے کہتے رکی کیونکہ دائم اسے آگ برساتی نگاہوں سے دیکھتا اسکی اس التجاء پر اٹھ کر ماہی کی بازو اس شدت سے دبوچ گیا کہ اسکا درد بھی دائم کو ماہی سے زیادہ محسوس ہوا۔

کئ آنسو دائم کی آنکھوں میں لہرائے، وہ سنگدل تو نہ تھا مگر شاید یہ اسکی برداشت سے بہت زیادہ تھا۔

"میرے سینے میں خنجر پیوست ہوا ہے، کیسے ماہی۔۔۔۔اگر واقعیٔ تم کسی اور کی ہو جاتی تو جانتی ہو میں یہاں زندہ نہ کھڑا ہوتا۔ نہیں سہہ پا رہا یہ کرب جو مجھے نئ زندگی ملنے کے ساتھ تحفے میں دیا تم نے۔ تم نے کیسے مان لیا دل کی گواہی کے بنا مجھے مردہ، بولو ماہی میرے کرب میں کمی کو کوئی جواب ہے تمہارے پاس" ایک ایک لفظ انتہا کی

تکلیف میں چور ہو کر کہتا دائم اپنی تشنگی اور بیقراری کو چنداں اہمیت نہ دیتا ماہی کو دانستہ تکلیف دے رہا تھا۔

"مجھ سے کوئی صفائی نہیں دی جائے گی، آپ پر میرا خون معاف ہے۔ ویسے بھی آپکی بدگمانی اور نفرت سے بہتر ہے میں آخر کار قبر میں جا بسوں۔ آپ کو اپنی تکلیف نظر آرہی ہے لیکن ماہی کا کیا؟ سہی کہا آپ نے۔۔۔۔۔۔۔ ایسا کرتی ہوں میں خود کہیں جا کر اپنی جان۔۔۔۔۔" ماہی کی آواز تو کپکپائی ہی مگر اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آیا جس پر لڑکھڑاتی ماہی کو بازووں میں بھرے وہ رونا روک نہ پایا۔

بنا بتائے بھی وہ ماہی کی تکلیف دیکھ سکتا تھا، وہ تو رو بھی نہ پا رہی تھی۔

"ہرٹ ہوا ہوں، حق بنتا ہے ناں میرا یار۔۔۔۔۔ تم سے نہیں کہوں گا تو کس سے کہوں۔ مرنے کی بات مت کرو ماہی" دائم بے دردی سے آنکھیں رگڑتا کسی بچے کی طرح ماہی کی دہکتی پیشانی پر جا بجا لب دھرے خود ماہی کی تکلیف محسوس کر رہا تھا جو بے آواز روتی ہوئی بس آنکھوں میں درد بھرے دائم کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ نے بھی مجھے کٹھرے میں لا کھڑا کیا، میرا جرم بس محبت تھی۔ آپ آخری مہربان تھے ماہی کے، توڑ دیا دل۔۔۔۔۔۔ میں مرتی کیوں نہیں علم نہیں، مجھے اب نہیں جینا" دائم کی بازوؤں میں سسکتی کانپتی ماہی کو وہ اب شدت سے گلے لگا گیا جیسے گلے نہ لگاتا تو خود جان دے بیٹھتا۔

ماہی کی آنکھوں سے صرف آنسو جاری تھے، وہ آج زندگی کی سب سے بری تکلیف سے دوچار تھی۔

"ماہی مت کہو ایسا، تم میری زندگی کی وجہ ہو میری جان۔ میں تمہاری صرف تکلیف بنتا آیا ہوں، ماہی رونا بند کرو ورنہ میرا سر پھٹ جائے گا" دائم اسے وجود میں گم کرتا جس تاسف سے کہے روبرو لایا وہ ماہی تو کہیں سے نہ تھی۔

اسکی آنکھیں متورم اور سوجھ چکی تھیں، دائم کو اپنی بے رحمی پر سخت حقارت محسوس ہوئی۔

"آپ میری مشکل آسان کر دیں د۔۔۔دائم، میں مزید تکلیف نہیں سہہ پاوں گی۔ میرا پور پور نا دیکھائی دیتے ناسوروں کی گرفت میں ہے۔ آپ مجھے سزا پوری دیں، میں نے بے وفائی کی ہے ناں مجھے سزا دیں" وہ ٹھیک نہیں تھی، دائم کا دل پھٹا جا رہا تھا۔

وہ آگ کی طرح دہک کر بے جان سی روتی ہوئی خلاصی مانگ رہی تھی۔

"ماہی، آئی ایم سوری۔ دیکھو میری طرف" بے پناہ شدت اور چاہت کے سنگ وہ اسکا چہرہ پکڑے اسکی آنکھیں چومتا تڑپ کر بولا مگر وہ بنا کچھ سنے اور محسوس کیے بس روتی جا رہی تھی۔

"نہ۔۔۔نہیں سزا دیں، مجھے نہیں جینا" ماہی کا کرب رتی برابر کم نہ ہوا، دائم اسکی ہر تکلیف مٹانے کو اسکی دھڑکن روکنے شدت اور درد کے سنگ ماہی کی سانس روکے بے بس کر گیا کہ وہ اسے دیکھنے کو سر اٹھانے پر مجبور ہوئی۔

"میں اپنے پورے ہوش و حواس مئں تمہیں بے وفائی کے الزام سے بری کرتا ہوں، بے وفائی کرنے والے تو کڑوے اور کسیلے ہو جاتے ہیں مگر میری ماہی تو پور پور مٹھاس ہے تبھی تو دکھوں کی ہر کڑواہٹ سہہ گئی۔ماہی میں وہ سب یک لخت نہیں سہہ پایا۔ میں بہت کمزور سا انسان ہوں" دائم اسے خود میں گم کر لینا چاہتا تھا مگر ماہی اسکی گرفت جھٹک کر روتی ہوئی دو قدم دور ہٹی۔

"اور میں، کیا پتھر کا مجسمہ سمجھ لیا تھا سب نے۔۔۔۔ مقدر نے، قسمت نے، یہاں تک کہ محبت نے بھی۔اور اب۔۔۔۔ آپ نے بھی۔آپ حق پر ہیں، میں ہار گئی دائم۔۔۔۔۔۔ماہی ہار گئی" ماہی بمشکل کھڑی رہ پائی،اسکی آواز کسی ان کہے کرب میں دبی اور دائم نے اسے بر وقت تھاما مگر وہ لہراتی ہوئی اسکے وجود میں جا سمٹی۔

دائم کی حرکت قلب سلب ہوئی، وہ سر دپڑتا وجود ماہی کا ہی تھا۔آوازیں بند تھیں، سناٹا پھٹ کر پھیلا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"حسنین، میری پرنسس کا دھیان رکھنا۔میں کچھ دیر کے لیے ہوسپٹل ہو آوں۔

عئشواب رونامت اور حسنین جو کہے اسکی بات ماننا،میری بہادر گڑیا" عیشہ نے بابا اور حسنین کے اصرار پر کھانا بھی کھالیا تھا مگر وہ ہنوز بجھی تھی۔

مقصود صاحب نے عیشہ کی پیشانی چومتے ہوئے اسکی نم آنکھیں پونچھتے ہوئے ہدایت کی اور وہ بابا کی بات پر روتو سے انداز میں سر ہلائے مقصود صاحب کو کچھ پر سکون کر گئی۔

اور ویسے بھی حسنین کے ہوتے انھیں عیشہ کی فکر کرنے کی ویسے بھی ضرورت نہ تھی۔

حسنین نے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمابرداری سے آغاجان کی سمت دیکھاجو آج حسنین کو بھی نثار ہوتے انداز میں پیار سے دیکھتے ہوئے اسکا کندھا تھپکاتے باہر نکلے اور انکے نکلتے ہی حسنین نیم دراز انداز میں ابھئ بھی آنکھوں کو رگڑتی عیشہ کے پاس آکر بیٹھا جو اسکے بیٹھتے ہی اسکے سینے سے لگ گئی۔

"کل میں جاوں گی بھیا جانو کے پاس، بہت ساری باتیں کروں گی۔ وہ عیشہ کو معاف تو کر دیں گے ناں حسنین، عیشہ انکی موت سے انجان رہی" سینے پر سر رکھے ہاتھ سے وہ بھرائی آنکھوں کے سنگ حسنین کے سینے پر انگلی سی لکیریں لگاتی پوچھنے لگی جس پر حسنین نے نرمی سے اسکی پیشانی پر سے بال ہٹائے لب رکھے۔

"وہ عیشہ سے ناراض ہی نہیں ہوں گے تو معافی کیسی، وہ تم پر رشک کریں گے۔ کیونکہ تم سراپا انکے شفیق اور پیارے مزاج کا پرتو ہو، انکا عکس ہو۔ سٹرونگ وومین ہو اب تو" پہلی باتیں وہ عیشہ کو پرسکون کرنے کو کہہ رہا تھا مگر آخری پر وہ دانستہ شریر ہوئے اسکی ٹھوڑی سے چہرہ اٹھا کر اپنی سمت کیے بولا تو وہ اداس سا مسکرا کر حسنین کو دیکھنے لگی۔

"اتنا سارا رونے والی عیشو کہاں سے سٹرونگ لگی ہے آپکو؟" عیشہ کا سوال بھی بھرائی سی آواز میں تھا، حسنین نے اپنے چہرے تک عئشہ کی حدت زدہ سانس محسوس کی اور اسکا وجود بھی بخار کی تپش میں تھا۔

"رونے سے اسکا تعلق تھوڑی ہے، روتے تو معصوم اور سادہ دل لوگ ہیں۔ اور یہ دکھ آور خسارہ ہے ہی ایسا کہ تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو روتا، تم جانتی ہو میں بھی رویا تھا۔ بہت، جب مجھے لگا تھا شاید میں نے اپنا آخری سائبان اور واحد ہمدرد کھو دیا ہے۔ دکھ تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں، سب کو اپنے حصے کی تکلیف سہنی ہوتی ہے۔ لیکن اللہ صبر بھی دیتا ہے، میں جو اس دنیا میں بے آسرا تھا، پہلے بلال اور پھر تمہاری صورت مجھے مسیحائی ملی۔ بلکل اسی طرح ہر زخم بھرنے کے لیے اسکا مرہم بھی جلد یا بدیر میسر ہو کر رہتا ہے" عیشہ کے ہاتھ کی انگلیاں اپنے ہاتھ مئں پھنسائے وہ اسکی تپش زدہ گال سہلائے بہت پیار سے زندگی کی وہ حقیقتیں سمجھا رہا تھا جو اسے سب سے بہتر معلوم تھیں۔

"لیکن میرا یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا، میرے عالم بھیا مجھے ہمیشہ درکار رہیں گے۔ وہ مجھے یاد آکر ہمیشہ رلائیں گے۔ وہ مجھ سے اپنی جان سے بڑھ کر پیار کرتے تھے، دائم بھیا تو میرے اس دکھ میں کمی کا وہ جواز ہیں کہ وہ نہ ہوتے تو ہر مرہم کے باوجود میں

زندہ نہ ہوتی" عیشہ کا دکھ یقیناً بڑا تھا تبھی تو حسنین اسکی ہر تکلیف میں پچھلے دو گئی گھنٹوں سے ساتھ تھا۔

"اور بندہ ناچیز حسنین منصور کے بارے میں کیا خیالات ہیں تمہارے؟ کیا میں تمہارے مرہم کا ہلکا پھلکا موجب بننے کی اہلیت رکھتا ہوں؟" اس ادا سی میں بھی وہ عیشہ سے اپنی اہمیت جاننے کو اسکی گہری آنکھوں میں دیکھتے بولا، عیشہ نے اسکی گال سے اپنی نرم ہتھیلی جوڑے اپنے ہونٹوں کی چھاوں اسکے چہرے کی کشش کی سمت پورے حق سے کی۔

"آپ تو عیشہ کی جان ہیں حسنین، آپ کا رتبہ تو الگ لیول کا ہے۔ آپ پاس ہوتے ہیں تو مجھے ڈر نہیں لگتا، میں روتی ہوں کیونکہ مجھے رشک ہے کہ میرے آنسو سب سے پہلے آپ ہٹائیں گے۔ مجھے غرور ہے کہ میں آپکی بیوی نہ صرف ہوں بلکے آپکا سکون بھی بن چکی ہوں۔ میں آپ کو بابا کو، دائم بھیا اور ماہی ان سب کو کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہوں" عیشہ اسے بے پناہ چاہت سے سب کہتی گئی اور وہ بھی اتنی

اہمیت پروی آئی پی سا اسکی بہت وقت بعد ابھرتی مسکراہٹ چرا کر اسے جذباتیت سے گلے لگا گیا، خود عیشہ یوں لگا پر سکون ہو گئی ہے۔

"میں بھی عیشو کو کھونے کا سوچ کر کانپ جاتا ہوں، تم بھی حسنین منصور کی جان ہو۔ لہذا کبھی اداس مت ہونا، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہارا مہربان بن کر" حسنین کی دلفریب سی اظہار کی کوشش پر عیشہ نے الگ ہوئے حسنین کو دیکھا، دونوں کی آنکھیں مسکرائی تھیں۔

"آئی لو یو حسنین" وہ پھر سے معصوم سے اداس بچے کی طرح حسنین کی گالیں تھامے پیار دیتی بولی اور حسنین کو لگا آج اس میڈم کو زرا تفصیلی جواب دے ہی دے، دونوں بازو عیشہ کی کمر پر جکڑے وہ عیشہ کے نڈھال نقوشوں کو لبوں سے چھوئے نہ صرف معتبر کیے مسکرایا بلکے ہر بوسیدگی مٹ گئی۔

"آئی لو ویو ٹو" بھلے اظہار اس شخص کے ہر ہر انگ سے پھوٹتا تھا مگر آج یہ سن کر عیشہ کو کچھ اور ہی طرز کی خوشی ملی تھی تبھی وہ مسکراتی ہوئی پھر سے حسنین کے گلے جا لگی، خود حسنین نے آسودگی سے عیشہ کی بہتر ہوتی حالت پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"او میرے خدا یہ میں نے کیا کر دیا، اس پہلے سے نڈھال ماہی کو کتنا بڑا درد دے بیٹھا آغا جان، وہ میرے اس ستم پر بیہوش ہو گئی تھی۔ یہاں پاس ہی ایک فی میل ڈاکٹر تھیں انھیں لایا ہوں، سب میری غلطی ہے۔ نہ میں ماہی کو اذیت دیتا نہ وہ یوں ہوش کھوتی" ماہی کا بے جان ہو جانا دائم کا دل روک گیا تھا، آغا جان نے اسے ساری رہی سہی حقیقت بتا کر مزید احساس جرم میں مبتلا کر دیا جو اس نے محض اپنی ضد کے باعث ماہی سے جاننے کی کوشش کی تھی۔ اجلت میں اس نے محلے کے ہی ایک کلینک کی ڈاکٹر کو بلایا اور آغا جان کو بھی اطلاع کی جو اس وقت کسی پیشنٹ کی سرجری کرنے جانے والے تھے۔

"ریلکس رہو بچے، کچھ نہیں ہو گا ماہی کو۔ تم اسکے پاس رہو، وہ پہلے ہی تکلیف میں تھی اور اوپر سے تم نے اپنی من مانی کی، باقی باتیں ایک طرف لیکن میں اس بات پر تمہارے کان ضرور کھینچوں گا۔ مجھے بتانا کیا کہا ڈاکٹر نے، اور اب خدا کے لیے اسے کوئی تکلیف نہ دینا بچے اس پر رحم کھاو" آغا جان کی سمت سے ہلکی پھلکی ڈانٹ بھی قبول تھی کیونکہ ماہی کو اس حال میں پہنچانے پر وہ خود کو خود بھی کوئی سزا دینا فرض سمجھتا تھا۔

افسردگی سے وہ فون بند کیے بمشکل خود کو یکجا کیے ہوئے تھا، ڈاکٹر اندر تھیں اور نجانے کیوں انہوں نے دائم کو باہر ہی ویٹ کا کہا تھا۔

"یا اللہ میری ماہی کو کچھ نہ ہو، وہ مجھ سے دور نہ ہو۔ اسے اپنی امان میں رکھ میرے مالک" مسلسل صحن میں چکر کاٹ کر دعا کرتے دائم کو دیکھ کر ڈاکٹر بھی مدھم سی مسکان کے سنگ اسکی سمت لپکی جب خود آہٹ پر دائم بیقراری سے پلٹا۔

"ک۔۔ کیا ہوا ہے اسے، پلیز کچھ بر امت کہیے گا۔ وہ ٹھیک ہے ناں" ڈاکٹر صاحبہ اپنی مسکان دوبارہ ظاہر کرتیں سر کو اثبات میں ہلا کر خود دائم کو بھی اب کی بار تشویش میں مبتلا کر گئیں۔

"جی جی آپکی مسسز بلکل بہتر ہیں، ایسی کنڈیشن میں ایسا ہو جاتا ہے" ڈاکٹر کی پر اسرائیت دائم کے سر سے گزری تبھی وہ جھنجھلا کر حیرت زدہ ہوا۔

"ک۔۔ کیا مطلب، کیسی کنڈیشن" دائم کو لگا اسکا دل رک سا گیا ہے۔

"دراصل آپکی وائف ایکسپیکٹ کر رہی ہیں، یس شی از آباوٹ ٹوبی کم آمدر۔ لیکن بہت ویک ہیں، ایسا لگتا ہے اپنی ڈائیٹ کا بلکل دھیان نہیں رکھتیں۔ یہ کچھ ارلی میڈیسن ہیں اور کچھ وٹامنز، اینڈ کنگریٹس بوتھ آف یو۔ گاڈ بلیس یو۔ انکو سکون کی ضرورت ہے اس وقت کیونکہ ذہنی دباو کا بھی شکار ہیں جو انکے بے بی کے لیے بلکل ٹھیک نہیں، اس لیے انھیں ہر ٹنشن سے نکالیں۔" دائم ایک پل کو حیرت سے پتھر بنا، اتنی بڑی خوشی دینے والی ماہی کو وہ کس قدر اذیت دے بیٹھا ہے یہ سوچ کر دائم کو

خود پر شدید غصہ آیا، اور پھر اس نعمت پر اسکی آنکھوں میں شکر گزاری کے سنگ نمی امڈی۔

"یااللہ تیرا شکر ہے، تھینک یو سو مچ میم" دائم خوشی اور نم آنکھوں سے پر یسکپشن پیپر لیتا انکو دروازے تک چھوڑ کر آیا اور بیتابی سے آنکھوں کی نمی ہتھیلی سے رگڑتا اندر کمرے کی سمت لپکا جہاں ماہی ابھی بھی آنکھیں بند کیے بے جان سی تھی۔

تھکے قدموں کے سنگ وہ چلتا ہوا ماہی تک آیا، آنکھوں میں خوش بختی کی نمی تھی۔

اپنے ہاتھ کو ماہی کے پیٹ پر رکھے وہ ساتھ ہی بیٹھتا اسکا سینے پر دھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے چوم چکا تھا۔

""مجھے معاف کر دو ماہی، میں تو تم پر مہربان ہونے کا دعوی کرتا تھا۔ایسی بے حسی کر گیا کہ تم اس حال پر پہنچ آئی، میری سانسیں رک جائیں گی اگر تمھاری دھڑکن رکنے لگے، میرے لیے اتنا سب برداشت کیا تم نے، ماہی اٹھو دیکھو اللہ نے ہمیں کیا انعام دیا ہے" ماہی خواب ناک سی کیفیت میں بھی کسی ان کہے کرب میں تڑپ رہی تھی۔

وہ تو ابھی بھی انجان تھی کہ وہ سرخرو ہو گئی ہے، وہ صاحب اولاد ہونے کے لیے چن لی گئی ہے۔

""ماہی م۔۔۔ مجھ سے کبھی دور مت جانا، مر جاوں گا تمہارے بنا۔ماہی پلیز آنکھیں کھولو، مجھے دیکھو" جھک کر وہ دیوانہ وار ماہی کا بے جان چہرہ چومتا ہوا بہت شکستہ و مسمار تھا۔

ماہی کے وجود میں تپش کے سوا کوئی دوسری کیفیت طاری نہ تھی۔

"ماہی مجھے معاف کر دو، دیکھو تمہارا دائم تمہارے پاس ہے" دائم نے دھندلائی آنکھوں سے ماہی کی لرزتی پلکیں دیکھیں تو مزید دلبرداشتہ ہوئے ماہی کا ہاتھ چومتا خوشی اور دکھ سے رویا، وہ خود کو زندہ پا کر بے ربط سانس لینے لگی تھی۔

جیسے ہار کے بعد اب اسے کبھی جیت ملنے والی نہیں تھی۔وہ آنکھیں کھولے اپنا ہاتھ بڑھا رہی تھی اور دائم نے فورا سے بیشتر اسے پکڑ کر بیٹھاتے ہی گلے لگایا، وہ اسکی وجہ سے تکلیف سہہ سہہ کر خود ایک زخم بن چکی تھی۔

"تم بے وفا نہیں ہو، تم اس دنیا کی سب سے وفادار بیوی ہو۔ میں تم سے راضی ہوں ماہی، دل و جان سے تم پر مہربان اور قربان۔ میری جان مجھے معاف کر دو، میری محبت نے تمہیں بہت تڑپایا، کیا بنا دیا ہے اس بے رحم محبت نے تمہیں، ماہی میرا تم پر اعتبار ہنوز قائم ہے، میں بس تکلیف کم کرنے کی کوشش میں تمہیں اذیت دے گیا" ایک بازو اور ہاتھ سے وہ ماہی کو سہارا دیے دوسرے سے اسکا چہرہ سہلائے اسکی تکلیف سے متاثر ہوا۔

وہ سرخ آنکھیں لیے بس دائم کو دیکھ رہی تھی۔

"چھوڑیں گے تو نہیں ماہی کو؟" وہ رو کر سہمی سی پوچھ رہی تھی اور دائم کا بس چلتا اپنا دل نکال کر دیکھا دیتا جہاں وہ بستی تھی۔

" کبھی نہیں، میرا سب کچھ صرف ماہی ہے" دائم سے مزید دوری سہی نہ گئی، ہر حد پار کرتا وہ اپنی اور ماہی کی تکلیف کم کرنے کا آغاز کر چکا تھا۔

"د۔۔۔دائم مجھے خود سے دور کبھی مت کیجئے گا، میں مزید سسکنے اور تڑپنے کی طاقت نہیں رکھتی" بولنے کی کوشش میں ماہی کے ہونٹ کپکپا اٹھے، دائم اسے نرمی سے اٹھ کر اسے تکیہ درست کیے نیم دراز کر کے لٹاتا اسکے احساس کی ہر حد تک اترے اسے پر سکون کرتا خود بھی اپنی آسانی چاہتا ماہی کے پہلو میں بیٹھا۔

وقت آگیا تھا وہ ماہی کو اسکی آسانی دے دیتا۔

" کبھی نہیں، ماہی تم میرے لیے کتنی مبارک ہو اسکا اندازہ تمہیں بھی نہیں۔ تمہیں پتا ہے ہم مزید قریب ہونے والے ہیں، تمہارے وجود سے جڑا ہم دونوں کا عکس اس دنیا میں آنے والا ہے" دائم کی ایسی غیر یقین بات سن کر ماہی نے بوکھلائی سی نگاہ اٹھا کر تھکن زدہ انداز سے اسکی سمت دیکھا جو اسکی گال پر پیار دیے مسکرا دیا۔

"ک۔۔۔کیا" ماہی کے چہرے پر سفیدی سی تھی۔ دائم جی جان سے مسکرا کر اسکی پیشانی چومنے لگا۔

"ہاں، ہمارا بچہ۔۔۔۔۔ماہی ہم دو کی محبت کا کامل باب۔۔۔۔ تم ماما بننے والی ہو اور میں۔۔۔ھاھابابا" دائم کی بے انتہا خوشی پر خود ماہی کی آنکھیں اس مسرت پر چھلک پڑیں، کتنی ہی دیر وہ اللہ کے اسے سرخرو کرنے پر شکر میں ڈوبی روتی رہی۔

اپنے وجود میں الگ ہی حدت اور فرحت محسوس ہوئی، وہ دونوں اس انعام پر جی اٹھے تھے۔

"اور بے وفائی کی صفائی۔۔۔۔" ماہی جو یک لخت تڑپ کر دائم کی سمت دیکھتے بولی، بیچ میں ہی چپ کروادی گئی۔

"شش، بھاڑ میں گئی بے وفائی بھی اور صفائی بھی۔۔۔۔۔۔وہ سب وقتی درد تھا کیونکہ میرا دل تو تمہارا مرید ہے، تمہاری وفا پر بند آنکھوں یقین۔ میں ساری سچائی جانتا ہوں مجھے بابا نے سب بتادیا تھا پہلے ہی لہذا اب چاہ کر بھی میں تمہیں کوئی تکلیف ہونے نہیں دے سکتا، مجھے تم سے بے انتہا محبت ہے۔ میرے وقتی پاگل پن کو درگزر کردو، آئی ایم سوری۔ مسکرادو، مزید تمہاری اداسی برداشت نہیں" دائم

اسکی نازک سی گال پر ہتھیلی کی پشت سہلائے اسکی متورم سی آنکھیں شدت سے چومتا اپنے ہر جرم کی معافی مانگ رہا تھا، ماہی تو آباد ہو گئی تھی۔

"دائم بہت تڑپی ہوں آپکے لیے، کتنا تلاش کیا آپکو۔ مجھ سے اب جدا مت ہوئیے گا، میں اگر زندہ ہوں تو یقین مانیے صرف آپکی وجہ سے۔ صفائی آپکا حق ہے، آپ کی تکلیف جائز تھی۔ میں نے معاف کیا، اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ ادنی کو یہ دن دیکھایا کہ میں آپکو آپکے اصل روپ میں دیکھ رہی ہوں، آپکا یہ ڈنپل واپس آگیا اسکی تو دگنی خوشی ہے" ماہی کی طبعیت بھلے بجھی تھی مگر اسکے پاس اب اسکا علاج تھا، دائم کے ڈنپل پر ہونٹ دھرے وہ سچا مسکرائی تھی، خود دائم اسکی مسکراہٹ پر کچھ آسودہ ہوا۔

"میری جان، میری ماہی۔ تم اس دنیا میں واحد ہی ہو، سکون سے بھری ہوئی۔ میرا قرار، میری بہار، میرا سب کچھ، میری زندگی کی وجہ۔ روح سے جڑی تھی تم ماہی، کوئی دکھ کوئی کمی اب میری ماہی کا دامن نہ چھو سکے گا اور میرا کہا وہ جملہ کہ اس دنیا

میں تم پر صرف ایک شخص مہربان ہے، دائم شہروز، یہ یاد رکھنا" لمس کی تمازت بڑھ کر دونوں کو پر سکون کر گئی، ماہی نے بھی اب کی بار اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے شاید ابھی سے ہی کچھ محسوس کرنا چاہا اور کھکھلا کر مسکرا دی۔

"آئی مس یو سو مچ دائم، ماہی آج پہلی بار مکمل پر سکون ہے۔ آپکا ساتھ اور میرے اندر جاگتی یہ ننھی سی زندگی کا وجود، اللہ کی شکر گزار ہوں اس نے منعام کا پردہ رکھ لیا۔ ماہی بھی آپ سے شدت کے سنگ، دل و جان کی گہرائی سے محبت کرتی ہے۔ میرا دل آپکو کسی اور کے چہرے کے باوجود پہچان گیا تھا تبھی میں نے اپنا آپ سونپا۔ اللہ نے میرا بھرم رکھا، مجھے میرے دل اور روح کو معطر کر دیا۔ میں منعام دائم شہروز ہوں یہ میرے لیے باعث شرف ہے" ماہی کی اس بات پر دائم کا دل بہار ہوا، ہر شکوہ ہر خلش مٹ گئی۔

اسے بھی ماہی کا ہونا باعث شرف لگا، اس ننھے وجود کا آنا یقیناً ان دو کی اصل خوشیوں کا' آغاز تھا۔

"تم وہ شدت ہو میری جان،

جو تپتے صحراؤں میں گھنٹوں چلنے کے بعد ٹھنڈے پانی کی ہوتی ہے"...!!! پیاس تو واقعی شدت کی بڑھ گئی تھی، وقتی تکلیف نے دونوں کے دل تشنہ کر دیے تھے جو ایک دوسرے کی قربت سے سیراب ہونا چاہتے تھے۔

"مجھے آپ سے جانتے ہیں اب کیا درکار ہے؟

صبح

وہ صبح کہ جس میں آپکی پیشانی پر ایک بوسہ ہو، جو میرا ہو۔ آپکے ہونٹوں پر اک عکس میری مہکی تازہ سانس کا ہو، آپکی آنکھوں میں میرا چہرہ ہو۔

میری پیشانی پر ایک بوسہ ہو، جو آپکا ہو۔ میرے چہرے پر آپکے چہرے کا سایہ اور ہونٹوں کا لمس پذیر زائقہ ہو اور میری آنکھیں تقدس میں چومی جائیں۔

اور ایسی لگاتار صبحیں۔

تادمِ مرگ!

بس" ھائے اس خواہش پر تو دائم بھی بہک سا گیا، صبح تو بعد میں آتی ہے، محترم نے آج رات ہی اس خوشی کے موقعے پر ماہی کی یہ خواہش مذید انس اور شدت کے سنگ پوری کیے خود بھی مسکراہٹ کا حق ادا کیا۔

محبت کی کہانی کی ایسی تکمیل پر ان دونوں کے دل شادمان ہوئے۔

چلیں کہیں اداسی کی پگڈنڈی پر

ہم آوارہ گردی کریں

ہماری محبت سے لبریز اٹھکیلیوں سے

اداسی کے دامن میں گدگدی ابھرے،

اداسی قہقہے لگائے

اور کائنات کی خوبصورتی بحال ہو جائے

چلیں ہم اس کائنات کو پھر سے خوبصورت بناتے ہیں۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

آج فضا ہر سوگواری سے پاک تھی، آسمان پر جشن تھا۔ مسیحا کی مسیحائی قبول ہو گئی تھی۔

گورکن پورے انہماک سے قبر پر تختی نسب کر رہا تھا جس پر سیاہ حروف سے 'عالم معراج خان' درج تھا۔

آغا جان نم آنکھوں کے ساتھ اس قبر کے ساتھ بیٹھے تازہ پھولوں اور عطر زدہ اگر بتیوں کو لگانے میں مگن تھے۔

دو قدم پر عیشہ حجاب کیے بھرائی آنکھوں کے سنگ حسنین کے سینے سے لگی کھڑی تھی، دوسری سمت دائم، بلال، زبیر اور ارسلان صاحب کھڑے تھے۔

ماہی، حبا اور زہرہ گھر ہی تھیں۔

"تجھ کو کس پھول کا کفن ہم دیں

تُو جدا ایسے موسموں میں ہوا

جب درختوں کے ہاتھ خالی تھے

انتظارِ بہار بھی کرتے!

دامنِ چاک سے اگر اپنے

کوئی پیمان پھول کا ہوتا

آتجھے تیرے سبز لفظوں میں

دفن کردیں کہ تیرے فن جیسی

دہر میں کوئی نوبہار نہیں" فضائیں اس قبر نشین کو خراج پیش کر رہی تھیں، قبر کے اردگرد الگ ہی فرحت بخش سی ٹھنڈک تھی جو دھوپ کے باوجود جسم کے اندر سرائیت کر رہی تھی۔

تختی نسب ہونے کے بعد سب نے فاتحہ پڑھی، حسنین، ارسلان صاحب، زبیر صاحب، دائم اور آغاجان سب سفید قمیص شلوار میں ملبوس تھے۔

سب کی آنکھوں میں اس خسارے پر نمی تھی۔

"آج میرا بچہ بھی ہر فکر سے آزاد ہوا، دیکھو عالم عیشہ تم سے ملنے آئی ہے" آغا جان نے اس ضیاع پر صبر کیا، دکھ کی لہریں عیشہ کے چہرے پر بھی پوری قوت سے بیدار ہوئیں جواب بیچ کا فاصلہ طے کرتی قبر کے سرھانے جا کر بیٹھی اور ہتھیلی سے آنکھیں رگڑتی جھک کر تختی پر لکھے بھائی کا نام چوما۔

سب اس منظر پر دکھی ہوئے۔

"آئی مس یو سوچ بھیا جانو، آپکی عیشو آپکی کمی پر چاہ کر بھی صبر نہیں کر پائے گی۔ آپ اور مما میرے دل میں زندہ ہیں، میں تھوڑی مطمئین ہو گئی ہوں۔ آپ مما کے پاس ہوں گے، میری فکر نہ کریے کیونکہ میرے پاس بابا جان، دائم بھیا، ماہی اور میرے حسنین ہیں، وہ سب آپکی اس امانت کا دل سے خیال رکھیں گے۔ آئی لو یو عالم بھیا، اللہ آپکو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آپ ہمیشہ پر سکون رہیں، آپ کی قبر مئں اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے۔ آمین" عیشہ کا درد میں چور ہو کر کہنے پر خود دائم اس تک پہنچ کر بہت پیار سے عیشہ کو اٹھا کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے مسکرایا۔

"میری بہادر گڑیا" وہ پر سکون تھا، سب کے چہروں پر اطمئیان تھا۔

یہ زندگی تو ایسی ہی شے ہے، سب چلے جا رہے تھے۔ رخصت اور الوداع ہوئے مگر حسنین اور دائم کو آج کہیں اور بھی جانا تھا۔

ایک اور بوسیدہ سا قبرستان تھا جہاں اس وقت صرف دائم اور حسنین داخل ہوئے۔

دونوں کے چہروں پر کرب تھا، وہ شخص جو سوتیلے اور سگے بیٹے دونوں کا مجرم تھا، آج معافی پانے والا تھا۔

یقیناً ان دونوں کے قبر میں داخل ہونے پر ہی اس قبر کی دہکتی آگ مدھم کر دی گئی تھی۔

"اللہ گواہ ہے جو میں نے کبھی آپکو اپنا سوتیلا باپ سمجھا ہو مگر آپ نے مجھے کبھی بیٹا نہ سمجھا، یہ جانتے ہوئے کہ آپ میرے اور حسنین کے مجرم ہیں، ان بیٹوں کی طرف سے آپکو معافی مل چکی ہے۔ ماں باپ جیسے بھی ہوں، بچوں کو زیب نہیں دیتا کہ انکی بخشش میں رکاوٹ بنیں۔ مما کی محبت تھے آپ، تبھی آپ نے زہر بھی پلایا تو بلا

اعتراض پیا، اور آج میں آپکو مما کی بدولت ہی معاف کر رہا ہوں" حسنین نے معافی کی درخواست پہنچادی تھی اور اس ظرف کے شہکار نے اس درندے کو معاف کر دیا۔

دونوں نے ایک سی تکلیف کے سنگ فاتحہ پڑھی اور اسکے بعد دائم بابا اور مما کی قبر پر گیا، جانے والوں کی کمی آنکھوں میں شفق لے آئی تھی۔

انسان محبت پھیلانے والے ہوں یا نفرت، مٹی تو ہو کے ہی رہتے ہیں۔

دنیا محبت بانٹنے والوں کے ہنر سے بے نیاز ہو کر اسے مٹی میں ملاتی ہے تو موت نفرت پھیلانے والے کا انجام بھی اخیر ایسا ہی کر دیتی ہے۔

مہربان تو وہ اللہ ہے فقط جو بروں کو بھی فیض کی دولت دیتا ہے، برے بھی اسکی بارگاہ میں بخش دیے جاتے ہیں شرط یہ ہے کہ حقوق لعباد ادا ہوں۔

اللہ اپنے حق معاف کر سکتا ہے مگر وہ جو اللہ کے بندے کا دل دکھائیں، انکی معافی کا اختیار اللہ اس فرد کو سونپ دیتا ہے جسکی دل آزاری ہوئی ہو۔

سفر تو سفر ہے، وہ ہمیشہ سفر رہنے کو ہے۔

منزلیں تو آنکھ کا دھوکہ ہیں، اصل تو بس دو جہان ہیں، ایک دنیا اور ایک آخرت۔

___☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆___

"میری سہیلی کی مشکلیں ختم ہو گئیں بلال، آپ جانتے ہیں میں بھی مکمل خوش اب ہوئی ہوں۔ دیکھیں اسے، یہ لڑکی اس معاشرے کی ہر لڑکی کے لیے رول ماڈل ہے"

ماہی کی طبعیت بحال ہوتے ہی حویلی میں سب ہی مدعو ہوئے تھے، مقصد پوری فیملی کا مل بیٹھ کر نئی آنے والی خوشی کا ویلکم کرنا تھا۔

حبا کے چہرے کا رشک دیکھتا بلال پورے اعتراف سے اسکی بات کی حمایت میں مسکرایا۔

" بلکل، محبت ہو جانا اور محبت کر لینا دو الگ معاملے تھے۔ دائم اور ماہی دونوں نے اس فرق کو سب کے سامنے پیش کیا ہے، مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ اللہ نے ان دو کی ہر

مشکل آسان کردی ہے، سب سے زیادہ خوشی تو مجھے اپنے پاگل یار کے جی اٹھنے کی ہے، یہ سب بہت خوبصورت ہے حبا" بلال کے الفاظ میں سحر انگیز رشک تھا، حبا نے مبہم سی مسکان سے اپنے ہم سفر مہربان کو دیکھا۔

" بلکل، اور مجھے سب سے زیادہ خوشی آپکے ساتھ پر ہے۔ امی اور بابا کی خوشی دیکھیں، آج ان کی دونوں بیٹیاں قسمت کی دھنی ثابت ہوئیں" حبا نے آنکھوں میں بے حد چاہ بھرے اپنی خوش قسمتی پر مان کے سنگ کہا، کسی آہٹ پر وہ دونوں پلٹے جہاں شرارتی سی عیشو اور اسکے ساجن صاحب آفت مچاتے حاضر تھے۔

" دونوں نہیں حبا آپی، تینوں۔ میں بھی آپکی مما شئیر کر چکی ہوں۔ کیوں زہرہ مما" عیشہ کی زندگی سے بھری سرگوشی اور ساتھ ہی پیار سے انکی سمت دیکھتی زہرہ کو کہنے پر نہ صرف زہرہ جی جان سے مسکرائیں بلکے اپنے پاس تینوں بیٹیوں کو بلا کر بیٹھائے خوشی ہمکتے انداز میں نثار ہوئیں۔

"بلکل، میری ایک نہیں واقعی میں تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تم تینوں کو آباد رکھے" ماں کی ممتا سے بھری پر خلوص دعائیں ممکن تھا تینوں کو لگ جاتیں۔

دائم تو سب سے زیادہ خوش تھا، اور اس سے کہیں زیادہ مقصود معراج خان جنکو ایک بھری پیاری فیملی مل گئی تھی۔

دو دن بعد آخر کار بلال اور حسنئن نے اپنے کچن ریسٹورنٹ کے لیے نہ صرف پلاٹ خریدا بلکے آغا جان اور زبیر صاحب کے ہاتھوں اسکا افتتاح کیا گیا۔

اسکے ساتھ ساتھ حسنین نے اپنے اور عیشہ کے گھر کی زمین خرید کر سنگ بنیاد ڈالی، وہ اپنے وعدے کی پاسداری میں بہت کھرا نکلا تھا۔

سب پر جوش تھے، خاص کر بلال اور حسنین جنکی زندگی کا اب بہت اہم مقصد تھا۔

ہر کوئی آسودہ تھا، محبت کے دلخراش اور سوہان روح امتحانوں میں سب سر خرو ہو چکے تھے، سب سے بڑھ کر انجان مہربان کی گتھی سلجھ کر ہر سمت معطر اور حسین مہک کر گئی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کچھ نہیں تھا میرے پاس اور پھر

تمہیں نعمت خاص بنا کر بھیجا گیا" چاند جھیل سیف الملوک کے کنارے کھڑے ان دونوں پر نگاہیں کیے تھا، وہ اپنے دائم کے روبرو زندگی سے بھری تھی، اسکا حسن، اوف بے مثال حسن، ایسا اخیر کے عقل و دل نے جھرجھری لی۔

اس نے کچھ دن پہلے ہی دائم سے یہاں جھیل سیف الملوک آنے اور گھومنے کی فرمائش کی تھی، وہ دائم کے ساتھ کھل کر جینے کی خواہش کر رہی تھی۔

دائم نے دلنشین نگاہوں کی نرمی کی چھاؤں کیے ماہی کا ہاتھ اپنے شانے پر رکھے کمر جکڑے پیشانی سے ہونٹ جوڑے۔

"ماہی، میری جان۔۔۔۔ بہت خوش ہوں میں، ایک لمبے تپتے صحرا کو عبور کرنے کے بعد میں نے تمہیں پایا ہے، میرا وجود، میرا دل اور ہستی مہک اٹھی ہے، تم ساتھ ہو تو میری زندگی امر ہے، ہر سانس سہل ہے، سرمئی آنکھوں والی تم واقعی صرف

مجھے راس نکلی" آج بہت مدت بعد دونوں ہر فکر سے آزاد بس ایک دوسرے سے ہمکلام تھے، وہ ہر وسوسہ جو ماہی کی دھڑکن نڈھال کرتا، آج اسکا دامن چھوڑ گیا۔

ماہی ہر لفظ پر ایمان رکھتی مسکرائی، اسکی آنکھیں آج مراد پاچکی تھیں۔

اسکے چہرے کا حسن بلندی پر فائز تھا، وہ کاملیت سے ہمکلام ہونے کے سلسلے میں تھی۔

"محبت مبارک ہو گئی دائم، ہماری محبت بے انتہا مبارک ہوئی۔

آپکی دعا اب جاکر ماہی کو لگی ہے۔ اتنی خوش اور پرسکون کبھی نہ تھی، میرے دل کے واحد قرار، میری خزاں رسیدہ ذات کی اکلوتی بہار، آپ نے ماہی کو اپنے شایان شان رتبہ سونپا" ماہی قربان تھی، اپنے اس مہربان پر۔

دونوں کی آنکھیں دلفریب سی نزدیکی اور سانسوں کے مہکتے حصار عاشقانہ تھے۔

"کہا تھا ناں، یہ دنیا، یہ ظالم زمانہ بھی میرے اور تمہارے بیچ آن ٹھہرا تو میرے دل کی صدائیں تم تک ہر بندش توڑ کر پہنچیں گی۔ میرا کہا ہر حرف میرے اللہ نے سچ کر دیکھایا، تم میری محبت کا ایمان ہو جسے رد کر دوں تو مسلک عشق سے خارج کر دیا

جاوں۔ میں تم سے محبت سے پہلے تمہاری پاکیزگی اور تقدس کا احترام کرتا ہوں، میں ان پہاڑوں، جھیلوں، ان بادلوں، ستاروں اور اس چاند کے سامنے کہتا ہوں کہ تم ایک پریستان کی پری ہو، کوئی آپسراہ، کسی اس دیس کی باسی جہاں سے اچھے موسم آتے ہیں، کسی اس نگر کی رہنے والی جہاں سے خوشبوئیں آتی ہیں۔ تم میری پہلی اور آخری محبت ہو منعام، میں آخری سانس تک تمہیں اپنے قریب، رگ جان سا محسوس کرنا چاہتاہوں" کیا نہیں تھا اس شخص کے لہجے میں، جذبات، احساس، رسانیت، محبت، عشق، جنون، رشک اور سب سے بڑھ کر بیقراری۔

ماہی اسکے لمس پذیر اقدامات پر تمام تر اعتماد کے خجل ہوئی، وہ بھی جی جان سے اسے خود میں حلول کرتا جی اٹھا۔

"میرے لیے شرف ہے، آپکا اس قدر محبوب ہونا۔ آپ ماہی کا جینا فقط آپ کے لیے" کچی نیند سے یکلخت جاگنے کے نشے سا خمار دونوں کی آنکھوں میں محبت کی

سرفرازی بنا سرخی میں ڈھل رہا تھا جسے دیکھ کر چاند تک کو اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

ایک دوسرے کی سمت بڑھتی شدت رگوں میں خون کی گردش تیز کر رہی تھی۔اور پھر دونوں سے خجل سا مسکرا کر ایک دوسرے کو آسانی دی اور مسکرا کر چاند کو دیکھا۔

"محسور کُن

ملکہ پربت کی آغوش

میں سمائی ہوئی

جھیل سیف الملوک پر

کھڑی یہ لڑکی

سارے قدرتی حُسن کو

بے معنی کر رہی تھی" آخری دلنشین سا کمپلیمنٹ ماہی کی مسکراہٹ مزید انمول کر گیا، وہ پھر سے دائم کے وجود میں چھپی اس آسانی سے مزین رات کا حسن دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

وہ انجان سا، اسکا حقیقی مہربان بن گیا۔

وجود کی قید سے پرے روح کے ملن کی اک اچھوتی داستان اپنے اختتام کو پہنچی، اپنی رائیٹر ایس مروہ مرزا کو اپنی دعاوں مئں ضرور یاد رکھیے گا۔

ختم شد